

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

لَعِبْرَتِكَ إِنَّمِيزُ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَجْهَوْنَ

سُورَةُ الْحَجَرِ (آیت ۴۲)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

سُورَةُ الْبُحُرُوحِ (آیت ۴)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

سُورَةُ التَّوْبَةِ (آیت ۱۲۸)

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف  
اُمت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے عسلاو کا جوہر

حصہ اول

# سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از افاضات

حضرت العلامة مولانا محمد ادریس صابو کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ



الطائف اینڈ سنز

پل اوکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۷۴۰۰۰ پاکستان فیکس ۳۱۰-۵۱۲۴۷۷ (۹۲)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

لَعِبْرَتِكَ إِنَّمَا أَفَرُّ سَكْرَتِهِمْ تَجْمَهُونَ ○ سورة الحجرات (آیت: ۷۲)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ سورة الفتح (آیت: ۴)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ سورة التوبة (آیت: ۱۲۸)

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف  
اُمّت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے علوم کا جوہر

# سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

## حصہ اول

از اضافات

حضرت العلامة مولانا محمد ادریس صاحبِ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

## الطائف اینڈ سنز

پی۔ اوکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۴۰۰۰ پاکستان فیکس ۷۵۱۲۷۷۷-۲۱ (۹۲)

# حصہ اول

نام کتاب \_\_\_\_\_ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ

مصنف \_\_\_\_\_ حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب دہلوی رحمہ اللہ

## ملنے کے پتے

### صدیقی ٹرسٹ

صدر بنی ہاؤس، النظرا پارشمنس، 458، مارون ایسٹ،  
بی.او. بکس۔ 609 کراچی۔ پاکستان، فیکس: (021)7228823

### مکتبہ المعارف

دارالعلوم الحیدر

شہداد پور، سندھ پاکستان۔ فون: 02232 41376  
رئیسہ الجامعۃ الاسلامیۃ لبنات الاسلام  
جامعہ اسلامیہ اسٹریٹ  
نوارہ چوک سبھراست، پاکستان  
فون: 0433) 510015 - 525710

### ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K,

QARI ABDUR RASHID TEYLOR

119-121- HALLIWELL ROAD,

BOLTON. BL 13NE, U.K.

TEL / FAX : 01204 - 389080, MOB : 07930 - 464843

MOULANA MUSA KARMADI, LONDON, U.K,

Mobile : 07710 - 407175

HAFIZ SULEMAN, U.K,

DEWSBURY - MOB : 07773 - 514324

### DARUL ULOOM AL MADANIA, U.S.A.

182, SOBIESKI ST. BUFFALO, NY. 14212

TEL : (0716) 892-2606. FAX : (0716) 892-6621,

E-mail : office@madania.org

### AN-NOOR ISLAMIC BOOKS, CANADA.

YAKOOB S. NAIKIWALA

2680 LAWRENCE AVE. # 201,

SCARBOROUGH, ONT. MIP 4Y4 (CANADA)

TEL : (001) 416 - 759-6185, FAX : (001) 416 - 267-4192

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## فہرست مضامین سیرۃ المصطفیٰ حصہ اول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۸	شق صدر کی حقیقت	۱	کلمات بابرکات حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی تدبیر اللہ سرہ (مقدمہ)
۸۰	شق صدر کے اسرار	۱	در بیان ضرورت سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۸۳	شق صدر کے بعد ہر کیوں لگائی گئی	۱۳	نسب مطہر اور حضوٹ پروردگار کا اجداد کا مختصر حال
۸۵	مہربانیت کب لگائی گئی	۱۹	مادری نسب
۸۶	عبد المطلب کی کفالت	۲۳	قریش کی وجہ تسمیہ
۸۶	عبد المطلب کا انتقال	۳۴	چاہ زم زم اور عبد المطلب کا خواب
۸۶	ابوطالب کی کفالت	۴۴	حضرت عبد اللہ کا تذکرہ
۸۸	شام کا پہلا سفر اور پھر اہلبیت کی ملاقات	۴۶	واقعہ اصحاب فیل
۹۳	حرب الفجار	۴۹	اہلبیت کی تعریف
۹۴	حلف الفضول میں آپ کی شرکت	۵۱	ولادت باسعادت
۹۵	شغل تجارت اور امین کا خطاب	۵۵	واقعہ زلزلہ اہل ان کسریٰ اور اس کی تحقیق
۹۷	آپ کا بکریاں چرانا	۶۱	عقیدہ اہل تسمیہ
۹۹	شام کا دوسرا سفر اور شطوط اہلبیت کی ملاقات	۶۷	کنیت
۱۰۲	تحقیق و توثیق قصہ میرۃ المؤمنین ام المومنین	۶۷	لقبہ
	کا تذکرہ اور ان پر مختصر مباحثہ یعنی موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق اور واقعہ کے متعلق تحقیق	۶۸	حضانت و رضاعت
۱۰۸		۷۳	واقعہ شق صدر اور اس کی تحقیق



۱۶۳	اسلام خالد بن سعید بن العاص رضی	۱۱۰	فوائد و لطائف
۱۶۵	اسلام عثمان بن عفان رضی	۱۱۱	حضرت خدیجہ سے نکاح -
۱۶۸	اسلام عمار و مصعب رضی -	۱۱۳	تعمیر کعبہ اور آپ کی حکیم -
۱۶۹	اسلام عمر و بن عبد بنی	۱۱۶	روح باہلیت سے خلا و اذیت اور بنیاری -
۱۷۰	اسلام ابی ذر غفاری رضی	۱۲۰	بدر الوحی اور تائید نبوت اور رویہ صالح اور
۱۷۱	مسلمانوں کا دارالارقم میں اجتماع -		نبوت کی حقیقت اور غلو و عسرت کی فضیلت
۱۷۲	اعلان دعوت -	۱۳۳	آفتاب رسالت کا فاران کی چوٹیوں سے طلوع
۱۷۸	دعوت اسلام اور دعوت طعام	۱۳۴	ماانا بقلمی کے معنی -
۱۸۰	اشاعت اسلام کے دکن کیے قریش کا مشورہ	۱۳۵	حضرت خدیجہ کا آپ کو تسلی دینا اور ورقہ کا
۱۸۲	اسلام حمزہ رضی		آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دینا -
	سفر ارن قریش کی طرف سے دعوت اسلام کو بند کرنے	۱۴۵	تاریخ بعثت -
۱۸۵	کیسے مال دولت و حکومت ریتا کی طبع اور ایک چار	۱۴۵	فوائد و لطائف متعلقہ قصہ نزول وحی -
۱۹۰	مشکین تکہ کے چند مہل اور بیوہ سوالات	۱۵۳	توحید و رسالت کے بعد سب سے پہلا فرض -
۱۹۲	تحقیق انیق در بارہ اعطاء معجزات -	۱۵۴	سابقین اولین رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ
۱۹۴	قریش تکہ کا علماء یہ جو سے مشورہ -	۱۵۶	اسلام حضرت خدیجہ رضی
۱۹۹	روح و نفس کی حقیقت اور ان کا فرق -	۱۵۵	اسلام حضرت علی رضی
۲۰۲	روح کی شکل	۱۵۶	اسلام ابی بکر صدیق رضی
۲۰۳	کفار کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی	۱۶۰	اسلام جعفر بن ابی طالب رضی
۲۰۸	اسلام ضام بن ثعلبہ رضی	۱۶۱	اسلام عقیف گندی رضی
	دشمنان خاص یعنی ابو جہل اور ابولہب غیر وغیرہ	۱۶۲	اسلام طلحہ رضی
۲۰۹	کی عداوتوں کا ذکر -	۱۶۲	اسلام سعد بن ابی وقاص رضی

۲۹۵	نزول اقدس و ربیت المقدس	۲۲۳	تذریبِ مسلمین
۳۰۰	عروجِ کلمات، یعنی آسان پر عروج کس طرح	۲۲۴	حضرت بلالؓ اور کفارِ ناجار کے مقامِ نبیؐ
	ہوا۔ بھلاق کے ذریعہ سے یا کسی معراجِ نبویؐ	۲۲۵	حضرت عمارؓ۔
	شیرِ حبی کے ذریعہ سے۔	۲۲۶	حضرت صہیبؓ۔
۳۰۱	سیرِ ملکوت اور آسمانوں میں انبیاءِ کرامؑ سے ملاقات	۲۲۹	حضرت عتبہؓ۔
۳۰۳	سدۃ المنتہیٰ۔	۲۳۰	حضرت ابولکیمہؓ جہنیؓ۔
۳۰۳	مشاہدۂ جنت و جہنم۔	۲۳۱	حضرت زبیرہ رضی اللہ عنہا۔
۳۰۴	مقامِ صریح الہام۔	۲۳۲	معجزۂ شقِ القمر۔
۳۰۵	دولہ تہذیبیٰ قرب اور بکلی	۲۳۹	معجزۂ ردِ شمس۔
۳۱۱	حبسِ شمس	۲۴۰	معجزۂ حبسِ شمس۔
۳۱۲	لطائف و معارف اور اسرار و حکم	۲۴۰	ہجرتِ اولیٰ بجانب حبشہ۔
	واقعہ معراج پر ملاحظہ کے اعتراضات	۲۴۳	ہجرتِ ثانیہ بجانب حبشہ۔
۳۲۳	اوران کے جوابات۔	۲۵۰	در بارِ نباشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر و پذیر
۳۲۶	موسمِ حج میں دعوتِ اسلام۔		اور نباشی پر اس کا اثر۔
۳۳۰	اسلام ایسا بن معاذ۔	۲۵۵	و ذقریش سے حضرت جعفرؓ کے تین سوال۔
۳۳۱	مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء۔	۲۵۸	اسلام عمر بن الخطابؓ۔
۳۳۲	انصار کی پہلی بیعت۔	۲۶۲	مفاہیجِ نبویؐ یا ثم اور صحیفہ خاتمہ کی کتابت۔
۳۳۵	اسلام رفاہِ ربیہ۔	۲۶۸	ہجرتِ ابی بکر صدیقؓ۔
۳۳۶	مدینہ منورہ میں جمعہ کا قیام۔	۲۶۱	عامِ الحزن و الملال یعنی ابوطالب اور
۳۳۶	انصار کی دوسری بیعت۔	۲۶۱	خدیجہ الکبریٰؓ و مہکاتہ انتقال پر ملال۔
۳۳۷	انتخابِ نقباء۔	۲۶۳	دعوتِ اسلام کے لئے طاقت کا سفر۔
۳۳۷	اسما رنقباء۔۔	۲۶۸	ایک ضروری تنبیہ
۳۳۵	بیعت کیا تھے۔	۲۸۰	طاقت سے فاپی اور جنات کی ماضی
۳۳۶	ایک ضروری تنبیہ۔	۲۸۲	اسلام طفیل بن عمرو دؤیؓ۔
۳۵۱	ہجرتِ مدینہ منورہ	۲۸۶	اسرارِ لاہ معراج اور اس کی تاریخ۔
۳۵۶	دارالندہ میں قریش کا اجتماع اور آپؐ	۲۸۹	تفصیل واقعہ معراج۔
	قتل کا مشورہ	۲۹۱	مجاہد سفرِ اسرار۔

۴۴۴	لطائف و معارف -
۴۵۴	یہود مدینہ سے معاہدہ -
۴۵۹	واقعات متفرقہ -
۴۶۰	اسلام مرتبہ بن ابی اسریض -
۴۶۲	سۃ اور پچول قبلہ
۴۶۳	صفہ اور اصحاب صفہ رض -
۴۶۸	صفات اصحاب صفہ رض
۴۶۹	اسماء اصحاب صفہ رض -
۴۷۱	صوم رمضان -
۴۷۱	زکوٰۃ الفطر اور صلاۃ العید -
۴۷۲	صلاۃ الاضحیٰ اور قربانی -
۴۷۲	دورو و شریف - زکوٰۃ مال

۴۶۳	غار ثور
۴۶۸	لطائف و معارف و تحقیق نزول آیت انعام
۴۷۰	دربارہ یار غار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم
۴۷۰	رفیقہ فی الجہر والاسفار وصاحبہ فی الدنیا
	وفی دارالقرار -
۴۷۷	تاریخ رواجی -
۴۷۷	قصہ ام معبد رض
۴۹۲	قصہ سمرقند رض
۴۹۵	قصہ بیدۃ اعلیٰ رض -
۴۹۶	مدینہ میں داخلہ اور اہل مدینہ کا عاشقانہ اور
	والہبائہ استقبال -
۴۹۷	تاسیس مسجد تقویٰ یعنی مسجد قبلہ کی بنیاد -
۴۹۹	تاریخ ہجرت
۴۹۹	تاریخ اسلامی کی ابتداء -
۵۰۱	پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ تقویٰ -
۵۱۱	علماء یہود کی خدمت نبویؐ میں حاضری -
۵۱۴	اسلام عبداللہ بن سلام -
۵۱۷	اسلام میمون بن یامین -
۵۱۸	اسلام سلمان بن اسلام رض -
۵۲۵	تعمیر مسجد نبوی
۵۳۰	تعمیر حجرات برائے ازواج مطہرات رض -
۵۳۲	زیاوات خلفاء راشدین در مسجد خاتم -
	مساجد الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ
	وسلامہ علیہم جمیع -
۵۳۳	نماز جنازہ کی جگہ -
۵۳۴	مناجات بہاجرین و انصار -
۵۳۴	بدر الاول یعنی افغان کی ابتداء -

# کلماتِ بابرکات

حکیم الامتِ مجددِ الملتِ قطبِ الاشواق حضرت محمد لانا الشاہ

محمد اشرف علی صاحبزادہ مولیٰ قدس اللہ سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد الحمد للہ العلیٰ الحکیم و الصلوٰۃ علی نبیہ ذی الخلق  
العظیم اقرار ہوں علی صاحبزادہ مولیٰ عرض رہے کہ میں نے کتاب سیرۃ المصطفیٰ کے مقامات ذیل  
خود نازل مرقف یعنی جامع کلمات علیہ علیہ مولیٰ حافظ محمد ادریس کا مدظلوی سلمہ اللہ تعالیٰ کی زبان  
سے سنے جس کے سننے کے وقت بالکل یہ منظر سامنے تھا کہ

یَزِیْدُ لَكَ وَجْهَهُ حُسْنًا

اِذَا مَا رِزْدُتَ نَظَرًا

وہ مقامات یہ ہیں۔ اول دیا چہ کتاب ثنائی، بدرالوحی کا بیان جس میں دیکھا مالحو کے جزو نبوت  
ہونے پر کام کیا چہ ادراس کے اسرار و حکم ثنائیت، دربارِ نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریرِ رابع صحابہ  
صفہ کا بیان، نہایت انبیاء علیہم السلام کی نزہت قبل نبوت بھی سیر کے جتنے ضروری حقون و  
لازم ہیں، اشار اللہ ان کو خاص طور پر پور کیا گیا ہے۔ جزاء اللہ تعالیٰ اسن الجزائر۔

کسی کسی جگہ اقرار نے خفیف خفیف مشورے بھی دیئے ہیں جن کو فاضل مرقف بشائست سے

قبول کیا جہاں کے انصاف اور اخلاص کی واضح دلیل ہے۔ اللہم زد و فز و کتاب کا عنوان و معنوں ایسا دلکش اور اس کا مصداق ہے۔

زیر فرق تا بہ قدم ہر کج کہ مے ٹھگرم  
کر شمر دامن دل می کشد کہ جاہیں جاست

کہ اگر میرے پاس وقت اور قوت ہوتی تو اس کو اول سے آخر تک سنتا مگر ضعف و تنیق وقت سے یہ آرزو پوری نہ کر سکا۔ اُمید ہے کہ بقیہ کتاب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ وَلَا لِخَيْرِ لَّكَ خَيْرٌ لَّكَ صِرَاطُكَ دُنَىٰ کی منظر ہوگی۔

اب میں اس توشیح کو ایک خاص مشورہ اور ایک نام مشورہ اور ایک عام پرچم کرتا ہوں۔ خاص مشورہ جس کے مخاطب فاضل و مؤلف ہیں یہ ہے کہ مقامات مذکورہ بالا میں سے مقام نامس پر میرے رسالہ "آحسن التفسیر" اقوالہ سیدنا ابراہیم کا (جو املا الفقہاء کی کا جزو ہو کر اس کے حصہ خامسہ کے صفحہ ۸۰۴ تا صفحہ ۸۱۲ پر اشرف المطابع میں شائع ہوا ہے) بعینہ یا بملخصہ اضافہ کر دیا جاوے کہ اس کی ایک منغیہ تائید ہے۔

عام مشورہ جس کے مخاطب عام ناظرین ہیں یہ ہیں کہ کوئی شخص جو اردو کی بھی ضروری استعداد رکھتا ہو کتاب مذکور کے درس یا مطالعہ سے محروم نہ رہے جس کا ایک اہل اور اہل فائدہ یہ ہے کہ اس سے اپنے آقا و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروری معرفت ہوگی اور اس معرفت سے بہ لزوم عادی آپ کی محبت اور اس محبت سے حسب وعدہ صادقہ جنت میں آپ کی معیت نصیب ہوگی اور اس کے نعمت عظمیٰ ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

اور دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو ظاہری و باطنی دنیوی و دُخروی برکات عطا فرمائے اور کتاب کو قبول و نافع قرار دے۔ فقط آمین ثم آمین۔

اشرف علی

از تھا نہ بھون ۹ شوال ۱۳۵۸ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ  
 وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ  
 وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَبِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ  
 اَمَّا بَعْدُ بِنْدۂ گنگار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لا کان ہولۃ اہل اسلام  
 کی خدمت میں عرض پر داز ہے کہ ایک مسلمان اور مومن کے لیے اپنا جاننا ضروری نہیں  
 جتنا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننا ضروری ہے جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو نہیں جانتا وہ اپنے ایمان اور اسلام کو کیسے جان سکتا ہے۔ مومن اپنے وجود ایمانی  
 میں سراسر وجودِ پیغمبر کا محتاج ہے۔ عیاذ باللہ اگر وجودِ پیغمبر سے قطع نظر کر لی جائے  
 تو ایک لمحہ کے لیے بھی مومن کا وجود ایمانی باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے ارشاد ہے۔  
 النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ  
 مِنَ انْفُسِهِمْ ۖ  
 نبی، مومنین کے حق میں ان کی جان سے  
 بھی زیادہ قریب ہے۔

کیونکہ مومن کا وجود ایمانی آفتابِ نبوت کا ایک معمولی سا عکس اور پر توہ ہے  
 اور ظاہر ہے کہ پر توہ کو جو قرب اور تعلق اپنے اصل منبع یعنی آفتاب سے ہو سکتا ہے  
 وہ آئینہ سے نہیں ہو سکتا۔ مومن کو جو ایمان پہنچتا ہے وہ نبی کے واسطے پہنچتا  
 ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان نبی سے قریب ہے اور مومن سے بعید ہے۔ اس لیے  
 کہ نبی ایمان کے ساتھ متصف بالذات ہے اور مومن ایمان کے ساتھ متصف بالعرض

ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ مومن اپنے اور اپنے ایمان کے جاننے سے پہلے اپنے نبیؐ کی سیرت کو جاننے تاکہ اسی راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی دعوت دے حتیٰ جل و علانے سورۃ ہود میں ابتدا سے انتہا تک انبیاء و مرسلین کے حالات اور واقعات ذکر فرمائے۔ اخیر میں اس کی حکمت بیان فرمائی کہ ہم نے انبیاء و مرسلین کے حالات کیوں بیان کیے۔

وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ  
الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُ بِهٖ فُؤَادَكَ  
وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ  
وَذِكْرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ (۱)

اور ہم آپ کے سامنے انبیاء کے واقعات بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے قلب پر قوت اور کون عطا کریں اور ان واقعات کچھ نعمت میں اہل ایمان کچھ حق اور حقیقت اور وعظمت اور نصیحت اور تذکرہ اور یاد دہانی سامنے آجائے۔

یعنی تاکہ ان واقعات سے تمہارے قلوب کو سکون اور اطمینان کا درجہ حاصل ہو اور تمہارے دل ایمان پر قائم اور ثابت ہو جائیں اور حق تم پر واضح ہو جائے اور ان کو سن کر عبرت اور نصیحت حاصل کرو بلکہ قرآن کریم کی بہت سی سورتیں انہیں انبیاء کے نام سے موسوم ہیں جن کی سیرت اُس سورت میں بیان کی گئی ہے۔ جیسے سورۃ یونس اور سورۃ ہود اور سورۃ یوسف اور سورۃ ابراہیم وغیرہ ذلک اور سورۃ لقمان اور سورۃ لکھن حضرت لقمان اور اصحاب کہف کے نام سے موسوم ہوتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء اور علماء و صلحا کی سیرت اور تاریخ لکھنا کس درجہ اہم اور ضروری ہے سیرت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کا علم ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ حضور کے صحابہ کے فضائل و کمالات معلوم ہوں گے جس سے ایمان میں زیادتی اور قوت پیدا ہوگی اور بہت سی آیات اور احادیث کے معانی معلوم ہوں گے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے وہ اگر سیرت کو پڑھیں گے تو ان کے حق میں سیرت کا

علم دعوتِ ایمان اور دعوتِ الی الحق کا ذریعہ ہو گا۔ امتوں نے اپنے انبیاء کی اور قوموں نے اپنے سادات اور کبار کی سیرتیں اور تاریخیں لکھیں مگر سب ناقص جن قوموں کا یہ حال ہو کہ جس کو وہ صحیفہ آسمانی اور کتاب ربانی سمجھتے ہوں۔ وہی ان کے پاس محفوظ نہ ہو اور یہ تک معلوم نہ ہو کہ کس پر اترا اور کب اترا اور کہاں اترا اور کس طرح اترا اور جس کو وہ اپنا مقتدا اور پیغمبر سمجھتے ہوں اُس کی قبر تک کا نشان بھی ان کو معلوم نہ ہو وہ اپنے اس مقتدا کی مکمل سیرت اور سوانح حیات کہاں پیش کر سکتے ہیں۔ پوری زندگی کے حالات اور واقعات تو بڑی چیز ہیں وہ اپنے پیغمبر کا ایک کلمہ بھی ایسا نہیں پیش کر سکتے جس کی سندان کے پیش تاں تک متصل اور مسلسل ہو۔

بحمد اللہ یہ شرف صرف امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلوة والہ الف نتیجہ) کو حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے پیغمبر کے ہر قول اور ہر فعل کو متصل اور مسلسل ہند کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ یہی اور صرف یہی ایک امت ہے کہ اپنے نبی سے متصل ہے۔ چہذنبوت سے لے کر اس وقت تک کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ ایسا نہیں گزرا کہ جس میں یہ امت اپنے نبی سے منقطع ہوئی ہو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سیرت تو پوری حدیث ہے لیکن متقدمین کی اصطلاح میں فقط غزوات اور سرایا کے حالات اور واقعات کے مجموعہ کو سیرت کہتے تھے۔ حدیث آٹھ علوم کے مجموعہ کا نام ہے اور سیرت اُس کا ایک جز ہے۔

سیر آداب و تفسیر و عقائد

فتن الشراط و احکام و مناقب

لیکن اس زمانہ میں سیرت کا اطلاق سوانح عمری پر کیا جاتا ہے۔



محدثین نے جرح و تعدیل کے جو قواعد مقرر کیے اور صحیح و متقیم کے پہچاننے کا جو معیار قائم کیا وہ بلا کسی تفریق اور تخصیص کے سب جگہ ملحوظ رکھا گیا اور تمام حدیثیں خواہ احکام سے متعلق ہوں یا مغازی اور مناقب سے سب اُسی معیار سے جا چکی گئیں البتہ جن حدیثوں پر دین کا دار و مدار تھا جیسے عقائد اور حلال و حرام محدثین نے اُن کے قبول کرنے میں زیادہ تشدد سے کام لیا اور جن حدیثوں پر دین کا دار و مدار نہ تھا جیسے فضائل اور مناقب وہاں کسی قدر وسعت اور سہولت سے کام لیا گیا اس لیے کہ وہاں کوئی عمل مقصود نہیں محض علم مقصود ہے۔ اس لیے ایسے مقام پر توسیع ہی مناسب ہے چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے:-

إِذَا رَوَيْتَنَا فِي الْحَلَالِ وَ      جب ہم حلال و حرام کے بارے میں روایت  
الْحَرَامِ تَشَدَّدْنَا وَإِذَا      کرتے ہیں تو تشدد کرتے ہیں اور جب فضائل و  
رَوَيْتَنَا فِي الْفَضَائِلِ      مناقب کے بارے میں روایت کرتے ہیں تو  
تَسَاهَلْنَا۔      نرمی کرتے ہیں۔

الحاصل صحت اور ضعف کا جو معیار اور جو ضابطہ احادیث احکام میں ہے وہی مغازی اور سیر میں ہے۔ اسی ضابطہ سے سب احادیث کو جانچا جاتا ہے اور اسی کے مطابق بلا تفریق صحیح اور ضعیف کا حکم لگایا جاتا ہے۔

جن محدثین نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا انہوں نے ہر قسم کی حدیثوں کو خواہ احکام کی ہوں یا مغازی اور مناقب کی، سب کو صحیح طور پر جمع کیا جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور صحیح ابن خزيمة اور مشقی ابن جبار و اور صحیح ابن جبرؒ ان کتابوں میں سیرت اور مناقب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اور سب صحیح ہے۔

اور جن محدثین نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام نہیں کیا اُن کا مقصد یہ

تھا کہ حدیث کا ذخیرہ جمع ہو جائے اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی منقول ہوا ہے وہ سب ایک بار محفوظ ہو جائے بعد میں اس کی تنقیح کر لی جائے گی اس لیے کہ جب سند موجود ہے تو پھر اُس کو جرح و تعدیل کی کوئی پر، پرکھنا کیا شکل ہے۔ الغرض ان حضرات نے حدیث کے جمع کرنے کا پورا اہتمام کیا اور اس کی کوشش کی کہ کوئی حدیث جمع ہونے سے رہ نہ جائے۔

حضرات محدثین نے جہاں ایک طرف جرح و تعدیل کے اصول مقرر فرماتے تاکہ کوئی غلط بات ذاتِ نبویؐ کی طرف منسوب نہ ہو جائے کذب علی النبی اگرچہ متمعدانہ ہو تب بھی کذب اور خطا ضرور ہے اسی طرح محدثین نے دوسری طرف یہ احتیاط کی کہ جو روایت اُن کو ملی بلا کم و کاست سند کے ساتھ اُس کو درج کتاب کر دیا تاکہ ذاتِ نبویؐ کے متعلق کوئی علم غنی نہ رہ جائے اور کوئی کلمہ جو آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہو وہ کم نہ ہونے پائے اور یہ سند اگرچہ مستند نہ ہو لیکن ممکن ہے کہ یہ روایت کسی دوسری سند سے منقول ہو جائے تو تعدد سند اور اختلاف طرق کو دیکھ کر آئندہ کے اہل علم اس کا خود فیصلہ کر لیں گے کہ یہ روایت کس درجہ مستند ہے۔ بہت سی صحیح روایتیں متعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے حدیثِ تراور اور شہرت کو پہنچ گئیں۔ لہذا جن محدثین نے رطب و یابس روایات کو جمع کیا وہ بے احتیاطی نہیں بلکہ :-

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَاتٍ یعنی مجھ سے جو سنو وہ پہنچاؤ اگرچہ وہ ایک کلمہ ہی ہو کے اعتبار سے غایت درجہ کی احتیاط ہے۔ نیز بسا اوقات ضعیف روایتوں میں کوئی لفظ ایسا نکل آتا ہے جس سے صحیح حدیث کی مراد واضح ہو جاتی ہے اور حدیث صحیح میں جو متعدد معانی کا احتمال تھا۔ وہ اس لفظ کی زیادتی سے زائل ہو جاتا ہے اور مرادِ نبویؐ متعین ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ حضراتِ محدثین نے

اُن روایات کے درج کتاب کرنے میں اپنی عقل اور درایت کو دخل نہیں دیا اگر متعارض روایتیں ملیں تو اسی تعارض کے ساتھ اُن کو درج فرمادیا۔ اس لیے کہ بسا اوقات ظاہر نظر میں دو آیتیں یا دو روایتیں متعارض معلوم ہوتی ہیں مگر جس شخص کو اللہ نے دین کی سمجھ دی ہو اُس کی نظر میں تعارض نہیں ہوتا۔ وہ اُن دونوں روایتوں کو خدا داد نور فہم اور فراست سے علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہے بلکہ وہی شخص جو ایک زمانہ تک ان دونوں روایتوں کو متعارض سمجھتا تھا جب اس کے قلب پر من جانب اللہ کسی نور کا پرتوہ پڑتا ہے تو اسی وقت آنکھیں کھل جاتی ہیں اور دونوں روایتوں کا فرق نظر آ جاتا ہے اور سمجھ میں آ جاتا ہے کہ یہ تمام اختلاف اور تعارض میرے فہم میں تھا۔ حدیثوں میں کوئی تعارض اور اختلاف نہ تھا۔

حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ الاجوبۃ الکاملہ میں فرماتے ہیں کہ :-  
 "حدیث کی کتابیں تین قسم کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مصنف اپنی کتاب میں یہ التزام کرے کہ صحیح حدیث کے سوا اور کسی قسم کی حدیث بیان نہ کرے جیسے بخاری شریف اور صحیح مسلم وغیرہ اس کی مثال ایسی ہے جسے نسخۂ طبیب کہ اس میں جو ہے وہ بیمار کیلئے مفید ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ صحیح اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں لاتے ہیں، پر صحیح کو جدا بتلا دیتے ہیں اور ضعیف کو جدا ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ جیسے ترمذی شریف کہ اس میں کسی حدیث کو لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کسی کو ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اکثر کتب طب میں ادویہ مفردہ، مرکب، نافع، مضر سب لکھتے ہیں، پر اس کے ساتھ یہ لکھ دیتے ہیں کہ یہ دوا نافع

ہے اور یہ مضر سو کتب طب میں دیکھ کر، کوئی نادان بھی دوا استعمال نہیں کرتا۔ ایسے ہی احادیث ضعیفہ کو کتب احادیث میں دیکھ کر استدلال کرنا عاقلانہ کام نہیں تیسری صورت یہ ہے کہ مصنف اپنی کتاب میں موضوعات یا احادیث ضعیفہ کو جمع کر دے اور غرض اس التزام سے یہ ہو کہ دین داران سادہ لوح ان احادیث کو غیر معتبر سمجھ کر عمل کرنے سے باز رہیں۔ یہ کتاب ایسی ہے جسے طبیب پرہیز کی چیزوں کی تفصیل لکھ کر حوالہ کرتے تاکہ کل کے دن کوئی دھوکا نہ کھاوے موضوعات ابن جوزی وغیرہ سب اسی قسم کی ہیں۔ انتہی کلام رحمہ اللہ تعالیٰ (۲)

غرواات اور سرایا کے اسباب و علل کے متعلق اگر کوئی روایت ملی تو اس کو بھی ضرور لے لیا مگر اپنی رائے اور قیاس کو اس میں داخل نہیں کیا تاکہ روایت کے ساتھ رائے مخلوط نہ ہو جائے۔ اگر خدا نخواستہ یہ حضرات بھی یورپین مورخوں کی طرح اسباب و علل سے بحث کرتے تو وہ روایت، روایت مذہبی بلکہ اُن کی خیالی اور قیاسی تحقیقوں کا مجموعہ ہو جاتا۔ علماء متاخرین نے اس جمع شدہ ذخیرہ کی تحقیق اور تنقیح کر کے یہ بتلادیا کہ فلاں روایت صحیح ہے اور فلاں موضوع۔ جو شخص عیون الاثر اور العاد اور زرقانی شرح مواہب کا مطالعہ کرے گا۔ اُس کو بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ محدثین نے اپنی تحقیق اور تنقیح کو کب جگہ کیساں طور پر جاری رکھا۔ اپنی تحقیق اور تنقیح کو احادیث احکام کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ آج کل ایک بدعت، روایت کی نمودار ہوئی ہے۔ اس سے اصل روایت گم ہو جاتی ہے۔ مصنف جو اپنی مزعوم درایت سے رائے قائم کرتا ہے اُس کو بمشکل روایت پیش

۱۔ الایۃ کہ وہ طبیب ہو اور ادویہ کے خواص اور آثار سے باخبر ہو ۱۲ منہ

۲۔ الاجوبۃ الکاملہ - ص :

کرتا ہے حالانکہ وہ روایت اور واقعہ نہیں بلکہ محض اُس کی رائے اور تخیل ہے۔ علامہ سیلی اور حافظ ابن قیم اور علامہ زرقانی نے واقعات اور حالات کے علاوہ موقعہ بموقعہ اسرار و حکم لطائف اور معارف بھی بیان کیے ہیں جس سے سیرت کا لطف دو بالا ہو گیا۔

اس ناچیز نے بھی جو انھیں حضرات کے علوم کا ترجمان اور خادم ہے اپنی اس مختصر سیرت میں جہاں صحتِ ماخذ اور روایات کے معتبر اور مستند ہونے کا التزام کیا ہے۔ وہاں اسرار و حکم کا بھی کچھ اہتمام کیا ہے جو ان شاء اللہ العزیز نافع اور مفید ہو گا۔

اس سیرت میں جتنا بھی علمی سرمایہ اور ذخیرہ آپ دیکھیں گے وہ سب حضرات محدثین کا ہے اور وہی اس کے مالک ہیں۔ یہ ناچیز اُن کا ایک ادنیٰ غلام اور کمتر بن خادم ہے۔ جس کا کام صرف اتنا ہے کہ اُن کے جواہرات اور موتیوں کو سلسلہ سے ترتیب دے کر علم کے شائق اور خریداروں کے سامنے پیش کر دے اور جس مخزن سے وہ موتی لائے گئے ہیں ساتھ ساتھ اُن کا پتہ بتلا دے۔ جو ہری کا کام تو یہ ہے کہ جواہرات کے صندوق کے صندوق لاکر سامنے رکھ دیے۔ اب ان جواہرات کے انواع و اقسام اور اصناف والوان کو علیحدہ علیحدہ کر کے ترتیب سے رکھنا یہ غلاموں اور خادموں کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اور سلف کئے علوم میں ترتیب نہیں ہوتی۔ جواہر کی طرح منتشر اور بے ترتیب ہوتے ہیں اور تاخرین کے کلام میں تبریب اور ترتیب ہوتی ہے۔ چونکہ اس علم میں حضرات محدثین ہمارے استاذ ہیں اور ہمارے انسی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہی واسطہ ہیں۔ اس لیے محدثین کے اصول و قواعد کا اتباع ضروری اور لازم سمجھا۔ کما قال تعالیٰ :-

هَلْ أَتَيْتُمْ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمِينَ مِمَّا عَلَّمَتْ رُسُلُهُ (۱)

اس لیے آپ ان شاء اللہ العزیز اس کتاب میں کسی جگہ حضراتِ محدثین کے اصول سے عدول اور سرتابی نہ پائیں گے۔ ایسے آبار و اجداد کا اتباع جو:۔  
لَا يَعْصِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ<sup>(۱)</sup> نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں کے مصداق ہوں بے شک مذہبِ موم ہے لیکن اگر کسی کے روحانی یا جسمانی آبار و اجداد صاحبِ عقل اور صاحبِ ہدایت ہوں تو پھر ان کے اتباع کے مستحسن بلکہ ضروری ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

اس دور میں اگرچہ سیرتِ نبویؐ پر چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں لیکن ان کے مؤلفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفہ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفوں سے اس قدر مرعوب اور خوف زدہ ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات و احادیث کو توڑ موڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں اور انگریزی تعلیم فوج و انزل کو یہ باور کرا دیں کہ عیاذ باللہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول اور کوئی فعل مغربی تہذیب و تمدن اور موجودہ فلسفہ اور سائنس کے خلاف نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب معجزات اور کرامات کا ذکر آتا ہے تو جس قدر ممکن ہوتا ہے اُس کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے اگر کہیں راویوں پر بس چلتا ہے تو جرح و تعدیل کے ذریعہ سے محدثانہ رنگ میں ان روایات کو ناقابلِ اعتبار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں سے جرح کے اقوال تو نقل کر دیتے ہیں اور توثیق و تعدیل کے اقوال نقل نہیں کرتے جو سراسر امانت اور دیانت کے خلاف ہے اور قرآنِ طیس بُبْدُ وَنَهَا وَتُخْفُونَ کَثِيرًا کا مصداق ہے اور جہاں راویوں پر بس نہیں چلتا وہاں صوفیانہ اور محققانہ رنگ میں اگر تاویل کی راہ اختیار کی جاتی ہے جس سے آیت اور حدیث کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

اور جب خداوند ذوالجلال کے باغیوں سے جہاد و قتال کا ذکر آتا ہے تو بہت

بیچ و تاب کھاتے ہیں اور اس کو اسلام کے چہرہ پر ایک بدنما داغ سمجھ کر دھونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تو ممکن نہ ہوا کہ اعداء اللہ سے جہاد و قتال کی آیات و احادیث کا انکار کر سکیں۔ اس لیے تاویل کی راہ اختیار کی کہ یہ غزوہ وراثتِ مرثیہ اعلیٰ کلمۃ اللہ یعنی اللہ کا بول بالا کرنے اور آسمانی بادشاہت قائم کرنے اور قانونِ خداوندی کو علی الاعلان جاری کرنے کے لیے نہ تھے۔ بلکہ محض اپنی حفاظت اور جان بچانے اور دشمنوں کی مدافعت کے لیے تھے۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ مسلمان منافقین سے یہ کہتے تھے۔

تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
أَوْادُ فَعُوءًا (۱)

آؤ خدا کی راہ میں جہاد و قتال کرو یا  
فقط دشمنوں کی مدافعت کے لیے لڑو۔

معلوم ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور شیعہ اور اپنے دشمنوں کی مدافعت کے لیے جنگِ کُما اور شیعہ ہے اس میں مومن اور منافق سب برابر ہیں۔ مومن اللہ کے لیے لڑتا ہے اور منافق محض اپنی حفاظت اور دشمن کی مدافعت کی خاطر لڑتا ہے۔ اگر جہاد کی حقیقت فقط مدافعت ہوتی تو قرآن و حدیث میں اس کی ترغیب کی حاجت نہ تھی۔ دشمن کی مدافعت کا لزوم اور وجوب عقلی اور فطری ہے کسی عاقل کا اس میں اختلاف نہیں۔ کیا خلفاء راشدین کے تمام جہادات دفاعی تھے؟ کوئی جہاد ان میں سے اقدامی نہ تھا اور کیا سلاطین اسلام کے ہندوستان پر حملے بھی اقدامی نہ تھے؟ ایک ہزار سال قبل کیا کسی لالہ اور دھوٹی پر شاد کی مجال تھی کہ وہ کسی اسلامی حکومت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کا تصور بھی کر سکے اور شاہانِ اسلام اُن کی مدافعت کے لیے اٹھیں۔

اس لیے اس ناچیز نے یہ ارادہ کیا کہ سیرت میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے کہ جس میں اگر ایک طرف غیر مستند اور معتبر روایات سے پرہیز کیا جائے تو دوسری طرف کسی ڈاکٹر یا فلاسفر سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا جائے اور نہ کسی حدیث میں اُن کی خاطر سے کوئی تاویل کی جائے اور نہ راویوں پر جرح کر کے اُس حدیث کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس ناچیز کا مسلک یہ ہے جو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔

فاش می گویم داز گفتمہ خود دل شادم

بندہ عشقم داز ہر دو جہاں آزادم

مسلمہ جہاد اور غلامی اور جزیہ پر شلّا خدا کے باغیوں کا شور و غوغا اور مسلح حجاب پر مثلاً شہوت پرستوں کا ہنگامہ میرے نزدیک بھی اُن کے حق اور عین حق ہونے کی دلیل ہے

وَإِذَا اتَّخَذْتُم مِّنْ ذَمِّ مَنِيٍّ فَمِنْهُ الشَّهَادَةُ لِيْ بِأَنِّيْ كَامِلٌ  
اور جب تیرے پاس کسی ناقص العقل کی جانب سے میری مذمت پہنچے تو یہی میرے کامل ہونے کی شہادت ہے۔ جس طرح یہ تو فوں کا اعتراض کسی شے کے معقول ہونے کی دلیل ہے اسی طرح اہل باطل کا اعتراض حقانیت کی دلیل ہے۔

جب تم اس نبی امیٰ فداہ نفسی والی و امی کو خدا کا بھیجا ہوا رسول مانتے ہو اور تمام اقوال و افعال اور تمام حرکات و سکنات میں اُس کو معصوم اور توحید میں اللہ مانتے ہو تو پھر اس کی حدیث سننے کے بعد کسی ڈاکٹر یا فلاسفر کی طرف کیوں جھانکتے ہو اور آیات اور احادیث میں اُن کو دیکھ دیکھ کر کیوں تاویل کرتے ہو۔

وَيْلٌ لِّتَوْمِهِدٍ لِلْمُكَذِّبِينَ هَٰذَا بَيِّنَاتٍ حَدِيثٌ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ هَٰ  
فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ هَٰ

نخواہم جز تو یک ساعت تفکر در دگر کردن کہ در ہر دو جہاں جاناں ندارم جز تو ملامت



ہاں یہ حق تم کو ضرور دکھائے گا۔ پہلے اس روایت کی خوب چھان بین کر لو کہ صحیح ہے یا غیر صحیح لیکن شرط یہ ہے کہ مقصود حق کا اتباع ہو۔ گریز اور پہلو تہی مقصود نہ ہو واللہ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط

میں اب تمہید ختم کرتا ہوں تاکہ اصل مقصد شروع کروں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے پروردگار عالم تو اس ناچیز خدمت کو قبول فرما اور میرے حق میں اس کو خیر جاری اور توشہ آخرت بنا۔

گرچہ یہ ہدیہ نہ میراث بل منظور ہے

ہر جہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَثَبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ آمین یا رَبَّ الْعَالَمِينَ اور اے پروردگار عالم اس پر بھی رحم فرما جو اس دعا پر آمین کہے خواہ آہستہ کہے یا آواز سے کہے اور اس کی مغفرت فرما جو ہاتھ اٹھا کر اس ناچیز کو دعا مغفرت سے یاد کرے اور سورۃ فاتحہ اور کم از کم دو تین آیتیں اور مَا تَسْرَمِنَ الْقُرْآنِ ط پڑھ کر ثواب پہنچائے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَىٰ آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَآزْوِاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# نسبِ مطہرؐ

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو یعنی لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ بفتح الفاء پڑھا جس کے معنی یہ ہیں کہ بے شک آئے تمہارا پاس اللہ کے رسول تمہارا اشرف اور افضل اور سب سے زیادہ نفیس خاندان سے اس آیت کی تلاوت کی بعد اُن کے ارشاد فرمایا کہ میں باعتبار حسبِ نسب کے تم سب سے افضل اور بہتر ہوں میرے بارِ اجداد میں حضرت آدم سے لیکر اب تک کہیں زنا نہیں کیا سب کاچ ہے اس حدیث کا ابن مردود نے روایت کیا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ بَفَتْحِ الْفَاءِ وَقَالَ أَنَا أَنْفُسُكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسْبًا لَيْسَ فِي آبَائِي مِنْ لَدُنْ آدَمَ سَفَاحٌ كُلَّنَا نِكَاحٌ

رواہ ابن مردودہ (۱)

(۱) لفظی شرح ماہب لدنیہ: ج: ۱، ص: ۶۷

ابن عباس اور زہری بھی مِنْ اَنْفُسِكُمْ بفتح الفاء پڑھا کرتے تھے اور مِنْ اَفْضَلِكُمْ وَاَشْرَفِكُمْ کے ساتھ اس کی تفسیر فرمایا کرتے تھے جس کی طرف ہم نے اپنے ترجمہ میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ تک جس قدر آباء و اجداد اور امہات و جدات سلسلہ نسب میں واقع ہیں وہ سب کے سب محضین اور محضات یعنی سب عقیقہ اور پاک امن تھے۔ کوئی فرد اُن میں زنا کے ساتھ کبھی ملوث نہیں ہوا۔

عبادِ مخلصین کہ جن کو حق جل شانہ نے اپنی نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمایا ہو اُن کا سلسلہ نسب ایسا ہی پاک اور مطہر رہتا ہے۔ اللہ اُن کو ہمیشہ اصلاحِ طہین سے اصرامِ طاہرات کی طرف پاک و صاف منتقل فرماتا رہا۔ حق جل و علانے جس کو اپنا مصطفیٰ اور محبّی بنایا اُس کے مصطفیٰ بنانے سے پہلے اُس کے نسب کو ضرور مصطفیٰ اور محبّی، مہذب اور مصفیٰ بنایا۔ مصطفین الاخیار۔ خدا کے برگزیدہ اور پسندیدہ بنیں گا جس چیز سے جس حد تک تعلق ہوتا ہے اسی حد تک اس میں بھی اصطفا اور اجتباء برگزیدگی اور پسندیدگی سرایت کر جاتی ہے۔

جب منافقین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تو حضرت حق جل شانہ نے صدیقہ بنت الصدیق کی برات میں سورہ نور کی دس آیتیں نازل فرمائیں۔ ان میں ایک آیت یہ بھی ہے۔

وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ نَبَا يَكُوْنُ  
لَنَا اَنْ تَكُوْمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ  
هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (۲)

سنّتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ سبحان اللہ یہ بہتانِ عظیم ہے۔ ہم اس میں لب کثافی نہیں کر سکتے۔

یعنی اے مسلمانوں تم کو واقعہ ایک سنّتے ہی فوراً یہ کہہ دینا لازمی تھا کہ سبحان اللہ یہ بہتانِ عظیم ہے۔ معاذ اللہ! پیغمبر کی بیوی کیسے فاجرہ ہو سکتی ہے؟ پیغمبر کی بیوی سے عائشہؓ پر مدح و ثناء

تو عقیقہ اور طاہرہ ہی ہوگی۔

ابن منذر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

مَا بَعَثَ امْرَأَةً نَبِيًّا قَطُّ کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ منصب نبوت کے مناسب اور شایان نہیں کہ پیغمبر کی بیوی

فجور میں مبتلا ہو ابن عساکر نے اشروس فراسانی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا (۳)

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اثر ابن عباسؓ مَا بَعَثَ امْرَأَةً نَبِيًّا قَطُّ کو

نقل کر کے فرماتے ہیں ایسا ہی عکرمہ اور سعید بن جبیر اور ضحاک وغیرہم سے منقول ہے (۴)

جب پیغمبرؐ کی ازواج کا فاجرہ ہونا منصب نبوت کے منافی ہے تو انبیاء

و رسل کی امہات اور جدات کا غیر عقیقہ ہونا بدرجہ اولیٰ منصب نبوت و رسالت

کے منافی اور مبین ہوگا۔ اس لیے کہ ماوروی علاقہ علاقہ زوجیت سے بہت زیادہ قوی

ہوتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ پیغمبر کی کمون و تخلیق اور اُس کی تولد و تصدیق

ہی معاذ اللہ فسق اور فجور (زنا) سے ہو اسی وجہ سے حدیث میں

ولد الزنا کو شر الثلثہ فرمایا ہے اس لیے کہ اُس کا نفس وجود ہی معصیت اور فسق و فجور

سے ظہور پذیر ہوا ہے یہ قطعاً ناممکن اور محال ہے کہ خداوند ذوالجلال کا فرستادہ

ابن الحلال نہ ہو۔

حضرت آدمؑ سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء و مرسلین

ملے یہ ایک حدیث کا مضمون ہے جس کو طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت کیا

ہے۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ اس سند کے رجال کل ثقات ہیں صرف ایک آدمی تکلم فیہ ہے جس کی حاکم

نے توثیق کی ہے ۱۲ زرقانی ص ۱۷ ج ۱ (۲) النور، آ۱۶: (۳) درمنثور ج ۶: ص ۱۳۵

(۴) تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۴۱۹۔

گذرے کسی طاعن نے اُن کے نسب مطہر میں کبھی کلام نہیں کیا۔ صرف یہود (لَعَنَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَ الْآٰخِرَةِ) نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مادرِ عقیفہ مریم صدیقہ پر تہمت لگائی۔ حتیٰ جل شانہ نے اپنی کتاب (میں نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت مریم کی برارت اور حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کی کیفیت کو بیان فرمایا اور جا بجا یہود پر لعنت فرمائی۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس غیورِ مطلق کی لیے چون و چگون غیرت ایک لمحہ کے لیے یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی خبیث اُس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کے پاک نسب میں کسی قسم کا کوئی شک اور تردد کرے۔

قیصر روم نے جب ابوسفیان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے متعلق یہ سوال کیا۔

کَیْفَ نَسَبُا فِیْکُمْ اُن کا نسب کیسا ہے ؟

صحیح بخاری کے یہ لفظ ہیں کہ ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ :-

هُوَ فِیْنَا ذُو نَسَبٍ وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ بزار کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

هُوَ فِیْ حَسَبٍ مَا لَا یَفْضُلُ یعنی حسب و نسب اور غامضانی شرف

علیہ اَحَدٌ قَالَ هٰذِهِ اَیْتٌ میں کوئی اُن سے بڑھ کر نہیں قیصر روم

فتح الباری کتاب التفسیر (۲) نے کہا کہ یہ بھی ایک علامت ہے۔

(۱) کتاب التفسیر کا حوالہ اس لیے دیا گیا کہ حافظ عسقلانی نے منہ بزار کی یہ روایت صرف اسی

مقام پر ذکر کی ہے۔ بدالوئی کتاب الجہاد مغاضی وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں فرمایا ۱۲

(۲) فتح الباری طبع مصر ۱۳۵۱ھ : ج ۸ : ص ۱۶۳۔

یعنی نبی ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کا خاندان سب سے اعلیٰ اور اشرف ہے، صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قیصر روم نے ابوسفیان کا جواب سُن کر یہ کہا :-

وَكَذَلِكَ الرَّسُلُ تَبُعْتُ  
فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا (۱)

وہ غیر ہمیشہ شریف ہی خاندان سے ہوتے ہیں۔

ہمارے نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا سلسلہ نسب جو عالم کے تمام سلاسل انساب سے اعلیٰ اور برتر اور سب سے افضل اور بہتر ہے وہ سلسلہ الذہب اور شجرۃ النسب ہے۔

سیدنا مولانا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ بخاری شریف باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں نسب شریف کے سلسلہ کو فقط عدنان تک ذکر فرمایا مگر اپنی تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک سلسلہ نسب کو ذکر فرمایا وہ یہ ہے۔

عزان بن اُدو بن المقوم بن تارح بن شجب بن یعرب بن ثابت بن اسماعیل بن ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام (۲)

عدنان تک سلسلہ نسب تمام نسابین (نسب والوں) کے نزدیک مسلم ہے

(۱) بخاری شریف، ج: ۱، ص: ۱۱۰

(۲) فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۲۵

کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور علیٰ ہذا عدنان کا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونا یہ بھی سب کے نزدیک مسلم ہے (۱)

اختلاف اس میں ہے کہ عدنان سے حضرت اسمعیل تک کی پشتیں ہیں۔ بعض تیس بتلاتے ہیں اور بعض چالیس۔ والٹر اعلم و علمہ اتم و احکم۔ عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نسب شریف کو بیان فرماتے تھے تو عدنان سے تجاوز نہ فرماتے۔ عدنان تک پہنچ کر رُک جاتے اور یہ فرماتے۔

كَذَبَ النِّسَابُ (۲) نسب والوں نے غلط کیا۔

یعنی اُن کو سلاسلِ انساب کی تحقیق نہیں جو کچھ کہتے ہیں وہ بے تحقیق کہتے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول اس آیت کو تلاوت فرماتے۔  
وَعَادًا وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ  
لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ (۳)  
عاد اور ثمود اور اُن کے بعد کی قومیں،  
اُن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

اور پھر یہ فرماتے۔

كَذَبَ النِّسَابُ نسب دان غلط کہتے ہیں۔

یعنی نشانہ کا یہ دعویٰ کہ ہم کو تمام انساب کا علم ہے بالکل غلط ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ طبقات ابن سعد ص ۲۸ ج ۱۔  
علامہ سیلی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص

(۱) زاد المعاد، ج : ۱، ص : ۱۵ -

(۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج : ۱، ص : ۲۸ -

(۳) غافر، آیت : ۳۱

کا اپنے سلسلہ نسب کو حضرت آدم علی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا نا کیسا ہے؟ تو ناپسند فرمایا۔  
سائل نے پھر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تک سلسلہ نسب پہنچانے کے متعلق دریافت  
کیا تو اس کو بھی ناپسند فرمایا اور یہ کہا:-  
مِنْ يَخْبِرُهُ بِهِ (۱) کس نے اس کو خبر دی ہے۔

## مادری سلسلہ نسب

اوپر جو سلسلہ نسب بیان کیا گیا وہ پدری اور جدی سلسلہ تھا۔ مادری سلسلہ نسب یہ  
محمد ابن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرثدہ (۲)  
کلاب پر مادری اور پدری دونوں سلسلہ نسب جمع ہو جاتے ہیں۔  
اگر اس مقام پر سلسلہ نسب کے کچھ آثار و اجداد کا مختصر حال ذکر کر دیا جائے تو غالباً  
غیر مناسب نہ ہو گا۔

(عَدْنَان) عدنان، قیدار بن اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں۔  
ابو جعفر بن حبیب اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ یہ فرماتے تھے کہ عدنان  
اور معد اور ربیعہ اور غزیمہ اور اسدیہ سب قبیلہ ابراہیمی پر تھے۔ ان کا ذکر خیر قبیلائی کے ساتھ  
کر دیا اور زہیر بن بکھر مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ  
مضر اور ربیعہ کو جرأمت کہو، وہ اسلام پر تھے اور عید بن مسیب کی ایک مرسل روایت بھی  
اسی کی ترمیم ہے (۳)

(مَعَدّ) مہم کا فتح اور دال کی تشدید ہے۔ عد سے شتق ہے بعض کہتے ہیں کہ  
معد یعنی افساد سے شتق ہے بڑے بہادر اور جنگ جُڑ تھے۔ ساری عمر بنی اسرائیل سے

(۱) روض اللات - ج ۱، ص ۱۱، طبع مصر ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء (۲) الطبقات الکبریٰ

لابن سعد، ج ۱، ص ۳۱ (۳) فتح الباری، ج ۱، ص ۱۷۵



جنگ اور مقابلہ میں گزری اور ہڑائی میں مظفر اور منصور ہے۔ ابونزار ان کی کنیت

تھی (۱)

امام طبری فرماتے ہیں کہ معد بن عدنان بخت نصر کے زمانہ میں بارہ سال کے تھے۔ اُس زمانہ کے پیغمبر امیاری بن حلقیاری پر اللہ کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی کہ بخت نصر کو اطلاع کرو کہ ہم نے اس کو عرب پر تسلط کیا اور آپ معد بن عدنان کو اپنے بَاقِ پسر زوالیں تاکہ معد کو کوئی صدمہ نہ پہنچے۔

فَنَانِ مُسْتَخْرِجٍ مِنْ  
صُلْبِ نَبِيٍّ كَرِيمٍ  
أَخْتَرَبَ الرُّسُلَ  
اس لیے کہ میں معد کی صلب سے ایک محترم بنی  
پیدا کرنے والا ہوں جس سے پیغمبروں کا  
سلسلہ ختم کر دوں گا۔

اس لیے حضرت امیاری معد بن عدنان کو اپنے ہمراہ بَاقِ پسر وار کے ملک شام لے گئے۔ وہاں پہنچ کر معد نے بنی اسرائیل میں رہ کر نشوونما پایا۔ (کذا فی اردو ضمیمہ ص ۱۱) اسی وجہ سے علماء اہل کتاب کے نزدیک معد بن عدنان کا نسب معروف ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں ابو یعقوب تدمری سے نقل کیا ہے کہ بورخ بن ناریا نے جو امیاریہ علیہ السلام کے کاتب اور مٹھی تھے معد بن عدنان کا جو نسب بیان کیا ہے وہ میرے پاس محفوظ ہے۔ طبقات ص ۲۸ ج ۱)

نِزَار: نزار، نزر سے مشتق ہے جس کے معنی قلیل کے ہیں۔ ابو الفرج اصبہانی فرماتے ہیں نزار چونکہ اپنے زمانہ کے کیتا تھے یعنی ان کی مثال کم تھی اس لیے نزار اُن کا نام ہو گیا۔ فتح الباری ص ۱۲۵ ج ۱،

علامہ سیل فرماتے ہیں جب نزار پیدا ہوئے تو اُن کی پیشانی نور محمدی سے چمک رہی تھی۔ باپ یہ دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے اور اس خوشی میں دعوت کی اور یہ کہا:۔

ہذا کلمہ نذر الحق هذا  
المولود فسمی نزاراً لذلك (۱)  
یہ سب کچھ اس مولود کے حق کے مقابل میں  
بہت قلیل ہے۔ اس لیے نزار نام رکھا گیا۔  
اور تاریخ انجیس میں ہے :-

اندر خرج اجمل اهل زمانہ  
واکبرهم عقلاً  
نزار اپنے زمانہ کے سب زیادہ حسین و جمیل  
اور سب زیادہ عاقل اور دانشمند نکلا۔  
اور بعض کہتے ہیں کہ نزار کے معنی نحیف اور دُبلے پتلے کے ہیں۔ چونکہ نزار نحیف  
البدن اور لاغر تھے اس لیے اُن کا نام نزار ہو گیا۔

مدینہ منورہ کے قریب مقام ذات الجیش میں اُن کی قبر ہے (۲)

مُضَرُّ: مضر کا اصل نام عمرو تھا ابوالیاس کنیت تھی مضر اُن کا لقب تھا۔ مضر حاضر  
سے شفق ہے جس کے معنی ترش کے ہیں۔ ترشی اور دبی آپ کو بہت مرغوب تھی اس لیے  
مضر کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (۳)

بڑے حکیم و دانائے مضر کے کلماتِ حکمت میں ہے :-

من یزیرع شراً یحصد ندامة و  
خیر الخیر اعجلہ  
جو شر کو بے گاہہ خیر مندگی کو کھٹے گا اور  
بہترین خیر وہ ہے جو جلد ہو۔

فاحملوا انفسکم علی مکروہہا و  
اصرفوہا عن ہواہا فلیس بین  
اوپر اپنے نفسوں کو ناگوار خاطر چیزوں پر اٹھ کر دو  
اور نہ اپنی نفسوں کو سچاؤ و علاج اور فساد کے  
الصلاح والفساد الا الصبر (۴)  
ما بین سوائے صبر کے کوئی مدد فاصل نہیں۔

(۱) ردض الافنت، ج: ۱، ص: ۸ (۲) زرقانی، ج: ۱، ص: ۷۹ (۳) ایضاً

فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۲۵ (۴) زرقانی، ج: ۱، ص: ۷۹

نہایت خوش الحان تھے۔ چلتے وقت اونٹوں پر حمدی پڑھنا انھیں کی ایجا ہے  
(روض الانعت ص ۱ ج ۱) ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ بن خالد سے مرسل روایت  
کیا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مفر کو بڑا مت کہو وہ مسلمان تھا (۱)  
ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ عدنان اور ان کے  
باپ اور ان کے بیٹے سعد اور ربیعہ اور مضر اور قیس اور تمیم اور اسد اور ضیہ ملت ابراہیمی  
پر مسلمان مرے (۲)

الیاسؓ حضرت ایاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم نام۔ بیت اللہ کی طرف بھی بھیجنے کی سنت  
سب سے پہلے ایاس بن مضر ہی نے جاری کی۔ کہا جاتا ہے کہ ایاس بن مضر اپنی صُلب (پشت)  
سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ سچ سنا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایاس کو بڑا مت کہو وہ مومن تھا (۳)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس حدیث کا حال معلوم نہیں یہ حدیث کس نبی کی ہے (۴)  
مذکرہ: جہور علی کا قول یہ ہے کہ مدرکہ کا نام عمرو تھا۔ محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ ان  
کا نام عامر تھا (۵) اور مدرکہ ان کا لقب تھا جو ادراک سے مشتق ہے چونکہ انہوں نے  
چہرہ کی عورت اور رخت کو پایا اس لیے مدرکہ ان کا لقب ہو گیا۔ (۶)  
خزیمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خزیمہ ملت ابراہیمی پر مرے (۷)  
کنانہ: عرب میں بڑے جلیل القدر سمجھے جاتے تھے۔ ان کے علم و فضل کی وجہ سے  
دور دراز سے لوگ مستقل ان کی زیارت کے لیے سفر کر کے آتے تھے (۸)

لہ ابن عباسؓ کے اس اثر کو حافظ عسقلانی نے اس تفصیل کے ساتھ باب المناقب میں کر فرمایا ہے اور باب  
بحث النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اجالاۃ ادا اختصار ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم قریب میں نکل کر چکے ہیں ۱۲

۴۴ الطبقات الکبریٰ لابن سعد - ج : ۱، ص : ۳۰ (۳) فتح الباری، ج : ۶، ص : ۳۸۴

(۳) روض الانعت، ج : ۱، ص : ۸ (۵) زرقانی، ج : ۱، ص : ۷۹

(۶) فتح الباری، ج : ۱، ص : ۱۲۵ (۷) زرقانی، ج : ۱، ص : ۷۸ (۸) ایضاً

(۹) فتح الباری، ج : ۱، ص : ۱۲۴ -

**نَضْرُ**۔ نضر نضارة سے مشتق ہے جس کے معنی رونق اور تروتازگی کے ہیں حسن جمال کی وجہ سے اُن کو نضر کہنے لگے تھے۔ اصل نام قیس تھا (۱)  
**مَالِک** : مالک نام تھا۔ ابوالحارث کنیت تھی عرب کے بڑے سرداروں میں تھے (۲)

**فہر** : فہر نام ہے۔ قریش لقب ہے بعض کہتے ہیں کہ قریش نام ہے اور فہر لقب ہے۔ انھیں کی اولاد کو قویشی کہتے ہیں اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو اس کو کنانی کہتے ہیں اور بعض علما کہتے ہیں کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کا نام ہے۔

حافظ عراقی اپنی الفیہ سیرت میں فرماتے ہیں :-

اما قریش فالاصح فہر

جماعہا والا کثرون النضر

حافظ علائی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور محققین کا قول ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں اور بعض احادیث مرفوعہ بھی اسی کی تائید ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی منقول ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کا نام ہے۔

بعض حفاظ حدیث فرماتے ہیں کہ فہر کے باپ مالک نے سوائے فہر کے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اس لیے جو شخص فہر کی اولاد سے ہے وہ نضر کی اولاد سے بھی ہے۔ لہذا قریش کی تعیین میں جو اقوال مختلف تھے وہ سب بحمد اللہ متفق ہو گئے۔

**قریش کی وجہ تسمیہ** : قریش ایک بحری جاند کا نام ہے جو اپنی قوت کی وجہ سے سب جانوروں پر غالب رہتا ہے۔ وہ جس جانور کو چاہتا ہے کھا لیتا ہے۔

مگر اُس کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح قریش بھی اپنی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے سب پر غالب رہتے ہیں کسی سے مغلوب نہیں ہوتے اس لیے قریش کے نام سے موسم ہمتے۔ ابنِ نجار نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابنِ عباسؓ حضرت معلوؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ عمرو بن العاصؓ بھی موجود تھے۔ عمرو بن العاصؓ نے ابنِ عباسؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ قریش کا لگان یہ ہے کہ قریش میں تم ہی سب سے بڑے عالم ہو بجلا قریش کی وجہ تسمیہ تو بیان کر دو کہ قریش کو قریش کیوں کہتے ہیں؟ ابنِ عباسؓ نے قریش کی وجہ تسمیہ بیان فرمائی، جو ابھی نقل کی گئی۔ عمرو بن العاصؓ نے یہ فرمایا اچھا اگر اس بارے میں کوئی شعر یاد ہو تو سناؤ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ شمر بن عمرو حمیری کہتا ہے ۛ

وَقُرَيْشٌ هِيَ الَّتِي تَسْكُنُ الْبَحْرَ بِهَا سُمِّيَتْ قُرَيْشٌ قُرَيْشًا  
قریش میں ایک جانور ہے جو دریا میں رہتا ہے۔ اسی کے نام پر قبیلہ قریش کا نام قریش رکھ دیا گیا۔

تَأْكُلُ الْفَتَا وَالسَّمِينَ وَلَا تَرُكُ لِذِي الْجَنَاحَيْنِ مَرِيشًا  
وہ جانور جو پتلے ڈبے اور موٹے جانور کو کھاتا ہے پر تک نہیں چھوڑتا۔  
هَكَذَا فِي الْبِلَادِ حَتَّى قُرَيْشٍ يَأْكُلُونَ الْبِلَادَ أَكْلًا كَمِيشًا  
اسی طرح قبیلہ قریش شہروں کو سرعت کے ساتھ کھاتا ہے۔

وَلَهُمْ آخِرُ الزَّمَانِ كِبًى يَكْثُرُ الْقَتْلُ فِيهِمُ وَالْخَوْشَا  
اور اسی قبیلہ قریش میں سے (خیر زمانہ میں ایک نبی ظاہر ہوگا جو خدا کے  
نافرانوں کو کثرت سے قتل کرے گا اور زخمی کرے گا) (۱)

(۱) نزہتانی، ج: ۱، ص: ۷۵ اور بخاری فتح الباری: ۱۶، ص: ۳۸۸ منتخب قریش میں بھی مذکور ہے

حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو قریش کہنے کی پندرہ وجہ تسمیہ بیان کی ہیں۔ اگر اُن کی تفصیل درکار ہو تو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۴۸۶ ج ۴ ، باب مناقب قریش کی مراجعت فرمائیں۔

کعب : سب پہلے جموع کے دن جمع ہونے کا طریقہ کعب بن لوی نے جاری کیا۔ کعب بن لوی جموع کے روز لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھتے اور خدا کی حمد و ثنا بیان کرتے کہ آسمان اور زمین اور چاند اور سورج یہ سب چیزیں خدا ہی کی بنائی ہوئی ہیں اور پھر بند و نصائح کرتے ، صلہ رحمی کی ترغیب دیتے اور یہ فرماتے کہ میری اولاد میں ایک نبی ہونے والے ہیں اگر تم اُن کا زمانہ پاؤ تو ضرور اُن کا اتباع کرنا اور یہ شعر پڑھتے ۔

يَا كَيْتَنِي شَاهِدٌ فَوَاعِدَ عَوْتِ  
اِذَا قُرَيْشٌ تَبَعِيَ الْحَقَّ خُذْ لَنَا

کاش میں بھی اُن کے اعلان دعوت کے وقت حاضر ہونا جس وقت قریش اُن کی اعانت سے دست کش ہوں گے ۔

فزاراد تعلق کہتے ہیں کہ اس سے پیشتر یوم جموع کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے کعب بن لوی نے اس دن کا نام جموع رکھا ، حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تاریخ میں کعب بن لوی کے خطبہ کا ذکر فرمایا ہے (۱) ذکر کعب بن لوی۔ مَسَّة - مَرَّة ، مارت سے مشتق ہے جس کے معنی تلخی کے ہیں جو شخص شجاع اور بہادر ہوتا تھا۔ عرب اُس کو مَرَّة کہا کرتے تھے کہ یہ شخص اپنے دشمنوں کے لیے

(۱) نزہۃ القالیج : ۱ ، ص : ۴۴ - نیز البدایہ والنہایہ ، ج : ۲ ، ص : ۴۴۴

بہت تلخ ہے اور مرثیہ میں تا۔ تانیث کے لیے نہیں بلکہ مبالغہ کے لیے ہے  
بہت تلخ۔

صدیق اکبرؓ اور حضرت طلحہؓ انھیں کی اولاد سے ہیں (۱)  
کلاب۔ کلاب، کلب کی جمع ہے۔ ابو الرقیث اعرابی سے کسی نے دریافت  
کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اپنی اولاد کے لیے کلب (کتا) ذتب (بھیڑیا)  
اس قسم کے بُرے نام اور اپنے غلاموں کے لیے مرزوق (رزق دیا ہوا) رباح  
(نفع پانے والا) اس قسم کے عمدہ نام تجویز کرتے ہو؟ ابو الرقیث اعرابی نے یہ  
جواب دیا کہ بیٹوں کے نام دشمنوں کے لیے اور غلاموں کے نام اپنے لیے رکھتے  
ہیں۔ یعنی غلام تو اپنی خدمت کے رکھے جاتے ہیں۔ بخلاف اولاد کے وہ دشمنوں  
سے سینہ سپر ہو کر جنگ کرتی ہے۔ اس لیے ان کے نام یہ تجویز کیے گئے تاکہ دشمن  
اس قسم کے نام سنتے ہی مرعوب ہو جائے۔ کلاب کا نام حکیم یا عروہ یا مہذب تھا۔  
علیٰ اختلاف الاقوال کلاب شکار کے بہت شائق تھے۔ شکاری کئے جمع رکھتے  
تھے۔ اس لیے اُن کا نام ہی کلاب پڑ گیا (۲)

قصی: قصی کا نام جمع تھا۔ جو جمع سے مشتق ہے قصی نے چونکہ قریش  
کے متفرق اور مشتت قبائل کو جمع کیا تھا اس لیے ان کو جمع کہتے تھے۔ قریش ابتداء  
میں متفرق تھے اور ایک جگہ آباد نہ تھے۔ کوئی پہاڑ میں رہتا تھا، کوئی صحرا میں،  
کوئی دادی میں اور کوئی گھاٹی میں کوئی غار میں۔ قصی نے سب کو مکہ کے دامن  
میں جمع کیا اور سب کے رہنے کے لیے الگ الگ مکان کے لیے جگہ دی اور  
سب کو ایک جگہ آباد کیا اس وقت سے اُن کو جمع پکارا جانے لگا چنانچہ ایک شاعر

کہا ہے ۔  
**أَبُوكُمْ قُصَيٌّ كَانَ يُدْعَىٰ مُجْتَمَعًا**  
**يُدْعَىٰ جَمَعَ اللَّهِ الْقَبَائِلَ مِنْ فِيهِ**

امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ سے راوی ہیں کہ قصی کا نام زید تھا (۱)  
 قصی بڑے حکیم اور دانا تھے اُن کے کلماتِ حکمت میں نقل کیا گیا ہے جو لکھ لکھ کر  
 کینہ کا اکرام کرے وہ بھی اُس کے لوم یعنی کینہ پن میں شریک ہے جو اپنے مرتبہ سے زیادہ  
 طلب کرے وہ حقِ محرومی ہے اور حاسد دشمنِ خفی ہے اور مرتے وقت اپنے بیٹوں  
 کو نصیحت کی۔

**اجتنبوا الخمر فانها** شراب سے پرہیز کرنا وہ بدن کو درست  
**تصلح الابدان** کرتی ہے اور ذہن کو خراب کرتی ہے۔  
**وتفسد الاذهان** (کذا فی السيرة النبوية لریبی ذطلان مفتی  
 مکہ المکوتہ ص ۱۰۷ ج ۱)

عرب میں قصی کو خاص اقتدار حاصل تھا۔ تمام لوگ ان کے طبیع اور فرماں بردار تھے۔  
 قصی نے دارالندوہ کے نام سے ایک مجلس مشاورت قائم کی جس میں تمام اہم امور کے مشورے  
 ہوتے تھے۔ نکاح اور ازواج اور جنگی مہمات کے متعلق بھی اسی مجلس میں مشورہ ہوتا تھا  
 تجارت کے لیے جو قافلہ روانہ ہوتا وہ بھی اسی مقام سے روانہ ہوتا۔ سفر سے جب  
 واپس آتے تو اول دارالندوہ میں آکر اُترتے گویا کہ دارالندوہ عرب کا بابِ حکومت  
 اور پرلیمان تھا۔ حجابت اور سقایت اور رفاۃ اور زندہ اور لوگوار صرف قصی  
 ان تمام مناصب کے منتہی اور نہا علم بردار اور ان تمام مہم خد متول کے ذمہ دار  
 تھے۔ ان کے بعد میں منصب اور عہدے مختلف قبائل پر منقسم ہوئے۔ (۲)

(۱) زرقانی ج: ۱، ص: ۳، (۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج: ۱، ص: ۳۹۔



ان کے علاوہ قریش کے اور بھی منصب تھے۔ جیسا کہ حافظ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری باب مناقب قریش ص ۴۸۶ ج ۷ میں اجمالاً اُن کو شمار فرمایا ہے جن کو ہم مختصر تفسیر کے ساتھ ۴۷ یہ ناظرین کرتے ہیں :-

(۱) حجابت: بیت اللہ کی درباری اور مسجد حرام کی خدمت، یہ خدمت بنی عبدالدار کے سپرد تھی جس کو حضرت عثمان بن طلحہ انجام دیتے تھے۔

(۲) سقایت: حجاج کو زمزم کا پانی پلانا۔ یہ خدمت بنو ہاشم کے سپرد تھی۔ بنی ہاشم کی جانب سے حضرت عباسؓ یہ خدمت انجام دیتے تھے۔

(۳) رفادت: فقرار اور سائیکن، حجاج اور مسافریں کی اعانت اور امداد کرنا۔ اس محکمہ میں محتاجین کی امداد کے لیے کچھ رقم جو چندہ سے حاصل کی جاتی تھی جمع رہتی تھی اس منصب پر دارث بن عامر بن نوفل کی جانب سے مامور تھے۔

(۴) عمارت: مسجد حرام اور بیت اللہ کی حفاظت تعمیر اور مرمت حضرت عباسؓ بنی ہاشم کی جانب سے اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

(۵) سفارت: دو فریق کا کسی معاملہ میں مراسلت کرنا۔ یہ خدمت بنی عدی میں سے عمر بن الخطابؓ کے سپرد تھی۔

(۶) ندوہ: مشورہ بنی اسد میں سے یزید بن زمعہ بن الاسود مجلس شوریٰ کے امیر تھے۔

(۷) قبہ: بوقت جنگ فوج کے لیے خیموں کا انتظام کرنا۔ یہ خدمت بنی مخزوم کے سپرد تھی۔ بنی مخزوم کی جانب سے خالد بن الولیدؓ اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

(۸) لوار: علم برداری اس کو عقاب بھی کہتے تھے۔ علم برداری بنی امیہ کے سپرد تھی جس کو ابوسفیان اموی (حضرت معاویہؓ کے والد پورا کرتے تھے۔

(۹) اعنہ: زمانہ جنگ یا زمانہ گھوڑوں میں گھوڑوں اور سواروں کا انتظام کرنا۔

اس خدمت کو بھی بنی مخزوم کی جانب سے خالد بن الولید انجام دیتے تھے غرض یہ کہ خالد بن الولید زمانہ جاہلیت میں بھی امیر الحرب تھے اور خیار کرم فی الجاہلیۃ خیار کرم فی الاسلام کے پورے پورے مصداق تھے۔

(۱۰) اشتقاق : قبائل کے باہمی منافشات رفع کرنے کے لیے دیت اور تاوان کا ادا کرنا اور جس شخص میں دیت اور تاوان دینے کی مقدرت نہ ہو اس کی اعانت اور ادا کرنا۔ یہ خدمت بنی تیم میں سے ابوبکر صدیقؓ کے سپرد تھی۔ ابوبکر جس کام کے لیے کھڑے ہو جاتے تو قریش ابوبکر کی تصدیق کرتے اور دل و جان سے اس میں اعانت اور ادا کرتے۔ ابوبکر صدیقؓ کے سوا اگر اور کوئی کھڑا ہوتا تو پھر قریش اُس کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔

(۱۱) اموال مجبرہ : اموال موقوفہ جو تبوں کی نذر دنیا کے لیے وقف کیے گئے تھے۔ بنی سہم میں سے حارث بن قیس ان اوقات کے متولی تھے۔

(۱۲) ایسار و ازلام : تیروں سے فال نکالنا کہ اس وقت سفر کرنا مبارک ہے یا بخوس۔ بنی خزرج میں سے صفوان بن امیہ محکمۂ فال کے مہتمم تھے۔

**عبد مناف :** امام شافعیؒ فرماتے ہیں عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ بہت حسین و جمیل تھے۔ اسی وجہ سے ان کو قمر البیضا بھی کہتے تھے (۱)

موسیٰ بن عقبہ روایت کرتے ہیں کہ بعض سچھروں پر یہ لکھا ہوا پایا گیا۔

انا المغيرة بن قصي أموي يتقوى  
میں مغیرہ قصی کا بیٹا اللہ کے تقویٰ اور  
اللہ وصلیٰ الرحمہ (۲) صلہ رحمی کا حکم دیتا ہوں۔

ہاشم نامت۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہاشم کا نام عمر و تھا۔ مکہ میں قحط تھا۔ ہاشم نے شہرہ میں روٹیاں چکر چکر اہل مکہ کو کھلائیں۔ اس لیے ان کا نام ہاشم ہو گیا۔ ہاشم کے معنی چورہ کرنے کے ہیں ہاشم اسی کا اسم فاعل ہے۔

عمر والعلاہتم الثرید لقومہ

ورجال مکة مُسْنَتون عجا ف

عمر و بلند مرتبہ نے اپنی قوم اور تمام اہل مکہ کو خریدنا کہ کھلایا اور مکہ کے لوگ قحط کی وجہ سے لاغر اور ناتواں تھے ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار اہل مکہ کو اس طرح سے کھلایا۔ نہایت سخی تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا۔ ہر وارد و صادر کے لیے ان کا دسترخوان حاضر تھا۔ غریب مسافروں کو سفر کرنے کے لیے اونٹ عطا فرماتے تھے۔ نہایت حسین و جمیل تھے۔ نور نبوت آپ کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ علماء بنی اسرائیل جب آپ کو دیکھتے تو سجدہ کرتے اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔

قبائل عرب اور علماء بنی اسرائیل نکاح کے لیے اپنی لڑکیاں ہاشم پر پیش کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ ہر قل شاہ روم نے ہاشم کو خط لکھا کہ مجھ کو آپ کے جوہر و کرم کی اطلاع پہنچنی ہے۔ میں اپنی شہزادی کو، جو حسن و جمال میں بیگانہ روزگار ہے۔ آپ کی زوجیت میں دینا چاہتا ہوں۔ آپ یہاں آجائیں تاکہ آپ سے شہزادی کا نکاح کر دوں۔ ہاشم نے شہزادی کے نکاح سے انکار کر دیا۔ شاہ روم کا مقصد اصلی یہ تھا کہ وہ نور نبوت جو ہاشم کی پیشانی پر چمک رہا ہے اس کو اپنے گھرانے میں منتقل کر لے لیا جاتا ہے کہ وفات کے وقت ہاشم کا سن ۲۵ سال کا تھا (۱)

ہاشم ہی نے سب سے پہلے قریش میں دستور جاری کیا کہ سال میں دو مرتبہ تجارت کے لیے قافلہ روانہ ہوا کہ سہ موسم گرما میں شام کی طرف اور موسم سرما میں یمن کی طرف۔ اسی دستور کے مطابق ہر موسم میں قافلہ روانہ ہوتا۔ لق و دق بیا بانوں اور خشک گیہنوں اور برو بکر کو قطع کرتا ہوا موسم سرما میں یمن اور حبشہ تک پہنچتا۔ نجاشی شاہ حبشہ ہاشم کی بہت مدارت کرتا اور ہدایا پیش کرتا اور موسم گرما میں شام اور غزہ اور انقرہ (انگورہ جو اسوقت

قیصرِ روم کا پایہ تخت تھا اس تک پہنچتا۔ قیصرِ روم بھی ہاشم کے ساتھ نہایت احترام کے ساتھ پیش آتا اور نذرانہ بھی پیش کرتا۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۱ ایک شاعر لکھتا ہے ۷

سَفَرِيْنَ سَمَّيْنَاكَ وَلِقَوِيْهِ  
سَفَرِ الشِّتَاءِ وَرِحْلَةِ الْاَصْيَافِ

(ہاشم نے اپنی قوم کے لیے دو سفروں کا طریقہ جاری کیا ایک سفر سردی کا اور دوسرا گرمی کا (معالم التنزیل) اور ہاشم نے حکومتِ یمن اور حکومتِ روم سے قریش کے کاروان تجارت کی حمایت اور حفاظت کا حکم حاصل کیا۔ عرب کے راستے غموں پر کھنکھوٹ اور تجارت سے مامون نہ تھے۔ اس لیے ہاشم نے قبائل سے یہ معاہدہ کیا کہ ہم تمہاری ضرورتیں ہم پہنچایا کریں گے اور تم ہمارے قافلہ کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچانا۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۱ ہاشم کی اس حسن تدبیر کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام راستے مامون ہو گئے۔ خلی شانہ نے اپنے کلام میں قریش کو یہ انعام یاد دلایا ہے۔

لَا لَيْفَ قُرَيْشٍ ۝ الْفَيْهِي رَحْلَةً  
الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا  
رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي  
أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوعٍ ۝ ق  
أَمَّنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ (۱)

چونکہ قریش اللہ کی رحمت سے موسمِ سرما و گرمی کے سفر کے عادی ہو گئے اس لیے ان کو نعمتِ شکر یہ میں اس خدا کی عبادت کرنی چاہیے جو اس گھر کا مالک ہے اور اس نے ان کو بھوک سے کھانے کو دیا اور خوف سے امن دیا۔

جب ایامِ حج آتے تو ہاشم تمام حجاج کو گوشت اور روٹی اور شہاد اور کھجور یہ چیزیں کھلاتے اور زمزم کا پانی پلاتے نئی اور مزدلفہ اور عرفات میں بھی اسی طرح کھانے اور پینے کا انتظام فرماتے

ابیہ بن عبد شمس کو ہاشم کا یہ جود و کرم اور تمام عرب میں ان کا یہ اقتدار بہت شاق

اور گراں تھا۔ امیر نے بھی اس کی کوشش کی کہ ہاشم کی طرح لوگوں کو کھلائے مگر امیر باوجود زور و  
اور دولت کے ہاشم کا مقابلہ نہ کر سکا۔

بنی ہاشم<sup>(۱)</sup> سے بنی امیہ کی عدولت کا سلسلہ اول یہیں سے شروع ہوا۔

ایک بار ہاشم قافلہ تجارت کے ساتھ سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں مدینہ منورہ  
ٹھہرے۔ وہاں بازار میں ایک عورت پر نظر پڑی۔ حسین جمیل ہونے کے علاوہ شرافت و  
نجابت، فہم اور فراست اس کے چہرہ سے نمایاں تھی۔ ہاشم نے دریافت کیا یہ عورت کسی  
کی منکوحہ ہے یا ناگتہ اسے۔ معلوم ہوا کہ اصبحہ بن جلالح کی منکوحہ تھی جس سے عمر اور معبد یہ  
دو لڑکے پیدا ہوئے۔ بعد میں اصبحہ نے اس کو طلاق دے دی۔

ہاشم نے اس سے نکاح کا پیغام دیا۔ ہاشم کی نسبی شرافت اور ذاتی مکارم کی وجہ سے اس  
نے اس پیام کو قبول کیا اور نکاح ہو گیا۔ اُس عورت کا نام سلمیٰ بنت عمر تھا جو قبیلہ بنی النجار  
سے تھی نکاح کے بعد ہاشم نے ایک دعوت دی جس میں تمام قافلہ دلالے شریک تھے  
اور کچھ لوگ قبیلہ خضر جرج کے بھی مدعو تھے۔

ہاشم نے نکاح کے بعد کچھ روز مدینہ میں قیام کیا۔ سلمیٰ کو حمل ہو گیا جس سے عبد المطلب  
پیدا ہوئے۔ جس وقت پیدا ہوئے تو سر میں ایک بال سفید تھا۔ اس لیے شیبہ نام رکھا گیا۔  
ہاشم قافلہ کے ساتھ غزوہ کی جانب روانہ ہوئے۔ غزوہ پہنچ کر ہاشم کا انتقال ہو گیا۔ وہیں  
مدفن ہوئے (۲)

عبد المطلب : عبد المطلب کا نام شیبہ الحمد تھا۔ نہایت حسین و جمیل  
تھے شاعر کہتا ہے ۔

(۱) فی ذہ الترمذی اشارۃ الی ان ابدال العداۃ من بنی امیہ لامن بنی ہاشم۔

(۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج: ۱، ص: ۴۵، ۴۶۔

## عَلَى شَيْبَةَ الْحَمْدِ الَّذِي كَانَ وَجْهَهُ يُضِيئُ ظِلَامَ اللَّيْلِ كَالْقَمَرِ الْبَدِيمِ

(چودھویں رات کے چاند کی طرح شیبہ الحمد کا چہرہ رات کی تاریکی کو روشن کرتا تھا ص ۱۱ ج ۱)  
عبد المطلب کے لفظی معنی ”مطلب کا غلام“ ہیں۔ ہاشم کے انتقال کے بعد عبد المطلب کی والدہ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں اپنے میکہ بنی خزرج ہی میں مقیم رہیں جب عبد المطلب ذرا بڑے ہو گئے تو ان کے چچا مطلب ان کے لینے کے لیے مکہ سے مدینہ آئے۔ جب اُن کو لے کر واپس ہوئے تو مکہ میں داخل ہوتے وقت عبد المطلب اپنے چچا مطلب کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے۔ شیبہ کے کپڑے میلے کچیلے اور گراؤد تھے اور چہرہ سے تیمی ٹپکتی تھی۔ لوگوں نے مطلب سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ مطلب نے حیا کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ یہ میرا غلام ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ہتھیجا ایسے میلے کپڑوں میں کیوں ہے۔ اس لیے عبد المطلب کے نام سے شہر ہو گئے۔ مطلب نے مکہ پہنچ کر ہتھیجے کو عمدہ لباس پہنایا اور اس وقت ظاہر کیا کہ یہ میرا ہتھیجا ہے (۱)

ابن سعد طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ عبد المطلب تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ بُر دار اور عظیم اور سب سے زیادہ سخی اور کریم اور سب سے زیادہ شہر اور فتنہ سے دُور بھاگنے والے تھے اور قریش کے مسلم سردار تھے۔ (۲)

عبد المطلب کا جو دو کم اپنے باپ ہاشم سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ عبد المطلب کی مہلانی انسانوں سے گزرا کر چرند اور پرند تک پہنچ گئی تھی۔ اسی وجہ سے عرب کے لوگ اُن کو فیاض اور عظیم طیر السمار (آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

شراب کراپنے اور ہجرام کیا ہوا تھا۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو خاص طور سے فقراء اور مسکین کو کھانا کھا لاتے۔ غار حرا میں سب سے پہلے خلوت و عزلت عبدالمطلب ہی نے کی۔ (۱)

## چاہِ زم زم اور عبدالمطلب کا خواب

قبیلہ جرہم کا اہلی وطن بن تھا۔ مشیتِ ایزدی سے بن میں قحط پڑا۔ اس وجہ سے بنی جرہم معاش کی تلاش میں نکلے۔ اتفاق سے انرا راہ میں اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ سے چاہِ زم زم کے قرب ملاقات ہو گئی۔ بنو جرہم کو یہ جگہ پسند آئی اور اسی جگہ قیام پذیر ہو گئے اور پھر بعد چندے اسمعیل علیہ السلام کی شادی اسی قبیلہ میں ہوئی اور نبی ہونے کے بعد علاقہ اور جرہم اور اہل مین کی طرف مبعوث ہوئے۔ ایک سو میں سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ حطیم میں باپنی والدہ ماجدہ کے قریب مدفون ہوئے اسمعیل علیہ السلام کے وصال کے بعد حسبِ وصیت ان کے بیٹے قیدار، خانہ کعبہ کے متولی ہوئے۔ اسی طرح بنو اسمعیل خانہ کعبہ کے متولی ہوتے رہے۔ مرور زمانہ کے بعد بنو اسمعیل اور بنو جرہم میں منازعت اور مخالفت کی نوبت آئی۔ بالآخر بنی جرہم غالب آگئے اور مکہ میں جرہم کی حکومت قائم ہو گئی۔ چند روز کے بعد جرہم کے حکام لوگوں پر ظلم و ستم ڈھلنے لگے۔ یہاں تک ظلم کیا کہ اولادِ اسمعیل مکہ کے اطراف و جوانب میں آباد ہو گئی۔ جرہم کا جب ظلم و ستم و فحش و فجور اور بیت اللہ کی بے حرمتی سے گزر گئی تو ہر طرف سے قبائل عرب مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ مجبوراً قبیلہ جرہم کو مکہ سے نکلنا اور بھاگنا پڑا لیکن جس وقت مکہ سے نکلنے لگے تو خانہ کعبہ کی چیزوں کو بیز زم زم میں دفن کر گئے اور بیز زم زم کو

اس طرح بند کر گئے مگر زمین کے چوڑے ہو گیا اور زمزم کا نشان بھی دریا بنی حرم کے چلے جانے تک بعد بنی تھلیل مکہ میں واپس آ گئے اور آباد ہو گئے مگر یہ زمزم کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ مرد رنار سے اس کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ یہاں تک جب مکہ کی حکومت اور سرداری عبد المطلب کے قبضہ میں آئی اور ارادہ خداوندی اس جانب متوجہ ہوا کہ چاہے زمزم جو حرم سے بند اور بنے نام و نشان پڑا ہے۔ اس کو ظاہر کیا جائے تو روئے صاف یعنی پہلے خواب کے ذریعہ سے عبد المطلب کو اس جگہ کے کھودنے کا حکم دیا گیا اور اس جگہ کے نشانات اور علامت خواب میں بتلائے گئے۔ چنانچہ عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں حطیم میں سوراٹھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھ سے خواب میں یہ کہا اِحْفِزْ بَسْرَةَ بَرٍّ وَكُكُودٍ۔ میں نے دریافت کیا وَمَا بَسْرَةُ بَرٍّ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ اگلے روز پھر اسی جگہ سوراٹھا کہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے اِحْفِزْ الْمَضْنُونَةَ مَضْنُونَةَ كُكُودٍ۔ میں نے دریافت کیا وَمَا الْمَضْنُونَةُ مَضْنُونَةَ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا تیسرے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے اِحْفِزْ طَبِيبَةَ طَبِيبَةِ كُكُودٍ۔ میں نے کہا وَمَا طَبِيبَةُ طَبِيبَةِ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ چوتھے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے اِحْفِزْ زَمْزَمَ كُكُودٍ۔ میں نے کہا وَمَا زَمْزَمَ زمزم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا:-

لَا تَنْزِفُ أَبَدًا وَلَا تُدْمِ  
تَسْقِي الْحَجِيجَ  
الاعظم  
وہ پانی کا ایک کنواں ہے جس کا پانی نہ کبھی  
ٹوٹا ہے اور نہ کبھی کم ہوتا ہے بے شمار حجاج  
کو سیراب کرتا ہے۔

طیبہ اور مضنونہ اور بہرہ یہ سب زمزم کے القاب اور اوصاف ہیں۔ طیبہ کے معنی پاکیزہ اور بروکے معنی وسیع اور کشادہ کے ہیں اور مضنونہ کے معنی قابلِ نخل کے ہیں۔ نفیس چیزیں انسانِ نخل سے کام لیتے ہیں۔ سو زمزم کا پانی نہایت پاکیزہ اور کثیر اور وسیع بھی ہے اور نہایت نفیس ہے۔ کافر اور منافق کو دینے میں نخل چاہیے۔ یہ پانی نومن کے مناسب ہے، کافر اور منافق کے مناسب نہیں۔



اور پھر اُس جگہ کے کچھ نشانات اور علامات بتلائے کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس طرح بار بار دیکھنے اور نشانات کے بتلانے سے عبد المطلب کے یقین ہو گیا کہ یہ سچا خواب ہے یعنی ربانے صاف فرمایا کہ عبد المطلب نے قریش سے اپنا خواب ذکر کیا اور کہا کہ میرا ارادہ اس جگہ کو کھودنے کا ہے۔ قریش نے کھودنے کی مخالفت کی مگر عبد المطلب نے مخالفت کی کوئی پروا نہیں کی اور کدال اور بچاؤڑہ لے کر اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے اور نشان کے مطابق کھودنا شروع کر دیا۔ عبد المطلب کھودتے جاتے تھے اور حارث مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے جاتے تھے۔ تین روز کے بعد ایک من ظاہر ہوئی۔ عبد المطلب نے فرط مسرت سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور یہ کہا:-

هَذَا اطوى اسمعيل  
یہی اسمعیل علیہ السلام کا کنواں ہے  
اس کے بعد عبد المطلب نے چاہ زمزم کے قریب کچھ حوض تیار کرائے جن میں  
آب زمزم بھر کر حایوں کو پلاتے چند حاسدوں نے یہ شرارت شروع کی کہ شب میں اُن  
حوضوں کو خراب کر جاتے۔ جب صبح ہوتی تو عبد المطلب اُن کو درست کرتے۔ بالآخر کچھ روز  
اس واقعے میں اللہ سے دعا مانگی۔ اُس وقت اُن کو خواب میں یہ بتلایا گیا کہ تم یہ دعا مانگو۔  
اللهم انی لا اهلها المغتسل  
اے اللہ میں اس زمزم سے لوگوں کو غسل  
ولکن هم لشارب  
کرنے کی اجازت نہیں دیتا صرف پینے  
کی اجازت ہے۔

صبح اُٹھتے ہی عبد المطلب نے اس کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد جس کسی نے حوض کے  
خراب کرنے کا ارادہ کیا وہ ضرور کسی بیماری میں مبتلا ہوا جب بار بار اس قسم کے واقعات  
نظم پذیر ہوئے تو حاسدوں نے عبد المطلب کے حوضوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیا۔ اس  
واقعہ کی پوری تفصیل طبقات ابن سعد ص ۵۳۹ اور خصائص کبریٰ ص ۲۳۳ و ۲۳۴ ج ۱  
اور زرقانی ص ۹۴ ج ۱ اور البیہ والنهاية لابن کثیر ص ۲۴۴ ج ۲ پر مذکور ہے۔

## عبدالمطلب کی نذر

چاہ زمزم کے کھودتے وقت عبدالمطلب کا سوائے اکلوتے بیٹے حارث کے اور کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ اس لیے منت مانی کہ اگر حق تعالیٰ مجھ کو دس بیٹے عطا فرمائے جو جوان ہو کر میرے دست و بازو بنیں تو ایک فرزند کو اللہ کے نام پر فسخ کروں۔ جب اللہ نے اُن کی یتیمنا اور آرزو پوری کی اور دس بیٹے پلے ہو گئے تو ایک رات خانہ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے تو خواب میں یہ دیکھا کہ ایک شخص یہ کہہ رہا ہے:-

یا عبدالمطلب اوف بنذرک اے عبدالمطلب اس نذر کو پورا کیجیے جو

لرب هذا البيت اپنے اس گھر کے مالک کے لیے مانی تھی۔

عبدالمطلب خواب سے بیدار ہوئے اور سب بیٹوں کو جمع کیا اور اپنی نذر اور خواب کی خبری سب نے ایک زبان ہو کر یہ کہا:-

اوف بنذرک وافعل ماشئت آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں کریں

عبدالمطلب نے سب بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا۔ حسن اتفاق سے قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام پر نکلا جن کو عبدالمطلب سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ عبد اللہ کا ہاتھ پکڑ کر منہ سج یعنی قربان گاہ کی طرف چلے اور چھری ساتھ تھی۔ حضرت عبد اللہ کی ہنسی یہ دیکھ کر رونے لگیں اور ان میں سے ایک بہن نے یہ کہا کہ اے باپ آپ دس اونٹوں اور عبد اللہ میں قرعہ ڈال کر دیکھئے اگر قرعہ اونٹوں کے نام پر نکل آئے تو دس اونٹوں کی قربانی کر دیجیے اور ہمارے بھائی عبد اللہ کو چھوڑ دیجیے اور اُس وقت دس اونٹ ایک آدمی کی دیت اور خون بہا ہوتے تھے۔ قرعہ جو ڈالا گیا تو اتفاق سے حضرت عبد اللہ کے ہی نام پر نکلا۔ عبدالمطلب دس دس اونٹ زیادہ کر کے قرعہ ڈالتے جاتے تھے مگر قرعہ عبد اللہ ہی کے نام پر نکلتا تھا۔

یہاں تک کہ سواونٹ پورے کر کے قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اڑنٹوں کے نام پر نکلا۔ اس وقت عبد المطلب اور تمام حاضرین نے اللہ اکبر کہا۔ بہنیں اپنے بھائی عبد اللہ کو اٹھا لائیں اور عبد المطلب نے وہ سواونٹ صفا اور مروہ کے مابین نخرکیے (۱) ابن عباس فرماتے ہیں کہ اول دیت کی مقدار دس اُونٹ تھی۔ سب سے پہلے عبد المطلب نے قریش اور تمام عربی یتیمت جاری کی کہ ایک آدمی کی دیت سواونٹ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔ اسی واقعہ کے بعد سے حضرت عبد اللہ ذبیح کے لقب سے موسوم ہوئے اور اسی وجہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابن الذبیحین کہتے ہیں یعنی دو ذبیح کے فرزند۔

حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آپ کو ان لفظوں سے خطاب کیا "یا ابن الذبیحین! آپ نے قسم فرمایا حضرت معاویہ جب اس حدیث کی روایت سے فارغ ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ وہ دو ذبیح کون ہیں؟ تو حضرت معاویہ نے حضرت عبد اللہ کا یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ ایک عبد اللہ اور دوسرے حضرت اسماعیل (رواہ الحاکم وابن جریر) (۲)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ قریش جب قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو عبد المطلب کو شیر پہاڑ پر لے جاتے اُن کی بركت سے بارانِ رحمت کی دُعا کرتے اور بار بار ایسا پُکار کر قریش کی مشکلات عبد المطلب کی بركت سے حل ہوئیں۔

ان کی شانِ عام اہل عرب سے بالکل جدا تھی۔ اپنی اولاد کو ظلم اور فساد سے منع کرتے اور مکالمِ اخلاق کی ترغیب دیتے۔ حقیر اور دنی امور سے روکتے۔

عبد المطلب نذر کے بُرا کرنے کی تاکید فرماتے اور محارم (مثلاً بہن اور بھوپھی

اور خالہ وغیرہ) سے نکاح کرنے کو منع کرتے۔ شراب اور زنا اور لڑکیوں کو زندہ و گر گھرنے سے اور بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنے سے لوگوں کو روکتے۔ چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے (زر قانی ص ۸۲ ج ۱) اور یہ وہ امور ہیں کہ قرآن و حدیث میں جن کی تصدیق اور تاکید اکید مذکور ہے چنانچہ سیرت جلیہ میں ابن جوزی سے منقول ہے کہ عبد المطلب سے جو امور منقول ہیں ان میں سے اکثر کا قرآن و حدیث میں حکم آیا ہے۔ خلافت کا پورا کرنا۔ نکاح محارم کی حرمت، چور کا ہاتھ کاٹنا، لڑکیوں کے زندہ و گر گرنے کی ممانعت، شراب اور زنا کی حرمت۔ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنے کی ممانعت۔ انتہی۔ ان واقعات اور حالات کے پڑھنے کے بعد یہ بات بخوبی منکشف ہو جاتی ہے کہ جس قدر زمانہ نبوت قریب ہوتا جاتا ہے اسی قدر مکارم اخلاق اور محاسن آداب، انوار و برکات اور خوارق عادات کا ظہور بڑھتا جاتا ہے خصوصاً عبد المطلب کے سوانح زندگی میں جا بجا روایتیں صالحہ (سچا خواب) جو کہ نبوت کا مبدأ اور آغاز ہے نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ عبد المطلب کو جب کبھی کوئی واقعہ پیش آتا تو ویسے صالحہ اور الہامات سے ان کی رہبری اور رہنمائی کی جاتی۔

صحیح مسلم میں وأئمة بن الاستیعاضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب اور برگزیدہ فرمایا۔ ابن سعد کی ایک مرسل روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ بنی ہاشم میں سے عبد المطلب کو پسند فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاشا اس بیان سے کسی قسم کا تاخر مقصود نہیں بلکہ حقیقتِ حال کو واضح کرنا مقصود ہے تاکہ لوگ ان کی منزلت اور مرتبہ طاعت ہوں اور حق جل شانہ کی ایک نعمت کی تحدیث اور اس کا اظہار مطلوب ہے کہ اس

رب العالمین کا لاکھ لاکھ کر ہے کہ اس نے مجھ کو ایک برگزیدہ اور پسندیدہ خاندان سے  
بمبوٹ فرمایا۔

تفاخر اس کا نام ہے کہ اپنی بڑائی ہو اور دوسرے کی بُرائی۔ اپنی تعظیم اور دوسرے  
کی تذلیل۔ انہما حقیقت کا نام تفاخر نہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء اور اولیاء میں یہ فرق  
ہے کہ اولیاء پر اپنے کسی کمال کا انہما بھی واجب اور لازم نہیں حتیٰ کہ ولی پر اپنی ولایت کا  
اعلان بھی ضروری نہیں الایہ کہ کسی وقت کوئی دینی مصلحت اس اعلان کے لیے داعی  
ہو۔ بخلاف نبی کے اُس پر جس جانب اللہ یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نبوت و رسالت کی طرح  
اپنے خدا وادکالات کا بھی اعلان کرے تاکہ اُمت اس کے مرتبہ سے واقف ہو اور اُن کے  
کلمات سے مستفید ہو اور اُس کی ذات تنوعہ صفات میں کسی کوئی قسم کا کوئی شک نہ  
ہو جو خدا نخواستہ کسی بے نصیب کے لیے تخریب ایمان کا باعث بنے اور تاکہ جس طرح سے  
اُس کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اُس کے مصطفیٰ اور محبت پر اور ہمہ حیثیت  
سے پسندیدہ اور برگزیدہ ہونے پر بھی ایمان لائیں اور اسی وجہ سے حدیث میں ہے:-

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ میں تمام بنی آدم کا سرور ہوں اور بطور فخر نہیں  
بلکہ بطور تبلیغ کرتا ہوں کہ اللہ کا حکم ہے:-

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ كُنْتَ  
تَفْعَلْ فَمَا بَكَفُتَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ كُنْتَ تَفْعَلْ فَمَا بَكَفُتَ  
رَسَالَاتِط (۱) کا پیام نہیں پہنچایا۔

مقصود یہ ہے کہ میں اس حکم کی تعمیل کے لیے نبوت و رسالت کی طرح اپنی سیادت  
کا اعلان کرتا ہوں حاشا مباہات اور تفاخر مقصود نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جبریل نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ میں نے مشرق سے کر مغرب تک تمام زمین کو چھان ڈالا مگر بنی ہاشم سے افضل اور بہتر کسی کو نہ پایا۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر صحت کی علامات اور آثار بالکل نمایاں اور ظاہر ہیں۔ حکیم ترمذی فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے پاک نفوس کی تلاش میں زمین کا پتھر لگایا مگر زمانہ چونکہ جاہلیت کا تھا اس لیے جبریل نے ظاہری افعال و اعمال پر نظر نہ کی بلکہ فطرت اور استعداد پر نظر کی۔ اس اعتبار سے عموماً عرب اور خاص بنی ہاشم سے کسی کو افضل نہ پایا (۱) اس زمانہ میں عرب کو تمام اقوام عالم پر چند وجہ سے ایسا تفوق اور امتیاز حاصل تھا کہ کوئی قوم ان کی ہم پلا اور ہم سر نہ تھی۔

(۱) حَسَبُ نَسَبٍ : عربوں میں نسب دانی کا اس درجہ انتہا تھا کہ انسانوں سے گذر کر گھوڑوں کے نسب نامے بھی یاد رکھے جاتے تھے۔ یہ بھی یاد رکھا جاتا تھا کہ کون آزاد عورت کے لطن سے ہے اور کون باندی کے لطن سے ہے اور کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کس نے ذلیل کا۔ جیسا کہ سلیمان بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے انا بن الاکوع والیوم یوم الرضع میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج معلوم ہو جائے گا کہ کس نے حمیرہ (آزاد اور شریف عورت) کا دودھ پیا ہے اور کس نے باندی کا) ایک جاہلی شاعر کہتا ہے ۛ

لَوْ كُنْتُ مِنْ مَازِنٍ لَمْ تَسْتِخْرِ اِبْلٰی بَنُو اللَّقِیْطَةِ مِنْ ذُهْلٍ بَنُ شِیْبَانَ  
اگر میں قبیلہ مازن سے ہوتا تو ایک سرک پر سے اٹھائی ہوئی عورت کے بیٹے جو قبیلہ ذہل بن شیبان کی طرف منسوب ہیں ہرگز میرے اونٹ نہ پکڑ سکتے بغرض تحقیق ان کو بنو اللقیطہ سے تعبیر کیا کہ وہ کسی شریف عورت کے بیٹے نہیں بلکہ سرک پر سے اٹھائی ہوئی عورت کے بیٹے ہیں۔

(۲) شجاعت: بہادری اور شجاعت کا یہ حال تھا کہ جس وقت سارا عالم قیصر و کسریٰ کا محکوم اور غلام بنا ہوا تھا، عرب اُس وقت باوجود اپنی بے سرو سامانی کے کسی کا محکوم نہ تھا۔ جرأت کا یہ حال تھا کہ عرب کا ایک ادنیٰ فقیر بابت کرتے وقت کسی بڑے بادشاہ سے بھی عروب نہ ہوتا تھا۔

(۳) سخاوت و ایشار: سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک مہمان کی خاطر سالم اونٹ ذبح کر ڈالتے تھے۔ خود بھوکے رہنا گوارا مگر مہمان کا بھوکا رہنا ناممکن۔

(۴) قوتِ حافظہ اور ذکاوت: عرب کے حافظہ اور ذکاوت کا تو چار دانگ عالم میں ڈنکا ہے۔ سو سو شعر کا قصیدہ ایک ہی مرتبہ سن کر یاد ہو جاتا تھا۔

(۵) غیرت و حمیت: غیرت و حمیت کا یہ حال تھا کہ اپنی یا اپنے قبیلہ کی ادنیٰ بے چہری پر بجان و مال کو بانی کی طرح بہا ڈالتے تھے۔ آپس کے جنگِ جدال اکثر و بیشتر اسی وجہ سے ہوتے تھے۔

(۶) فصاحت و بلاغت: فصاحت و بلاغت میں کوئی زبان عربی زبان کی پانگ بھی نہیں بلکہ اول تو کسی زبان میں علم و بلاغت پر مستقل کتابیں نہیں اگر کچھ ہیں تو وہ سب عربی زبان کی کتابوں سے ماخوذ اور سرورق ہیں۔ دستِ قدرت نے ان کی جبلت اور فطرت میں یہ اخلاق و ملکات اور یہ جواہر کالات و دلیت رکھے تھے مگر جہل اور نادانی کی وجہ سے بے محل صرف ہو رہے تھے لیکن انھیں اخلاق اور ملکات کا جب تعلیم ربّانی اور تلقینِ رحمانی سے روح بدل گیا تو یہی جابل قوم جو عملاً و زندوں سے بھی بدتر تھی وہ ملائکہ سے بھی افضل اور بہتر ہو گئی اور یہی قوم جو قتل و غارت گری میں مبتلا تھی جب راہِ خدا میں جان بازی اور سرِ فردشتی کے لیے کھڑی ہو گئی تو آسمان کے فرشتے سفید یازرو یا سیاہ عماے باندھ کر ان کی نصرت و اعانت اور ان کے دشمنوں سے جہاد و قتال کے لیے حاضر ہو گئے۔ بہر حال عرب کے لوگ اگرچہ افعال و اعمال کے

محافظ سے فی الحال اچھے نہ تھے مگر اخلاق اور طہکات اور استعداد اور فطرت کے لحاظ سے نہایت پسندیدہ تھے اعمال کی اصلاح سہل ہے مگر اخلاق اور فطرت اور جبلت کا بدلنا ناممکن ہے۔ اس لیے حق جل شانہ نے اپنی نبوت و رسالت کے لیے اس خاندان کو منتخب فرمایا تاکہ اس قوم سے جو نبی پیدا ہو وہ کامل الاخلاق، سلیم العظرت اور صحیح الجبلت ہو اس لیے کہ نبی کے لیے کامل الاخلاق ہونا ضروری و لازمی ہے تاکہ وہ دوسروں کی اصلاح کر سکے۔

عبدُ اللہ : حافظ مستقل فی فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے والد ماجد کا نام ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں (۲)

یہ وہ نام ہے کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ دو نام محبوب ہیں، ایک عبد اللہ اور دوسرا عبد الرحمن (رواہ کلم) اس لیے کہ لفظ اللہ اسم اعظم ہے جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ النعمان، رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس کو امام محمدادی نے شکل الاتار ص ۶۳ میں اپنی سند سے بیان کیا ہے۔ اسم اعظم ہست اللہ العظیم جانِ جان و محیی عظیم رمیم

تمام اسمائے ہی جملہ کے تابع ہیں اسم اللہ کے بعد اسم الرحمن کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حق جل شانہ کا یہ ارشاد اس طرف مشیر ہے قُلْ اَدْعُ اللّٰهَ اَوْ اَدْعُ الرَّحْمٰنَ (آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کو پکار یا الرحمن کو) اس وجہ سے یہ دو نام سب سے زیادہ محبوب ہوتے اول عبد اللہ جو اسم اعظم کی طرف مضاف ہے اور دوسرا عبد الرحمن جو اسم الرحمن کی طرف

علیہ قال الحافظ ابن تیمیہ لیس فضل العرب فقیر فیہ لاشتم بحدوکن البنی علی اللہ علیہ وسلم نہم دان کان ہذا من الفضل بل ہم فی انفسہم افضل ای باعتبار الاخلاق الحکام والخصال الحمیدۃ واللہ العزیز و بذلک یثبت للبنی علی اللہ علیہ وسلم انہ افضل نفسا و نسباً والا لزم الدور ۱۲ زرقا فی ص ۲۹ ج ۱



صفات ہے جس کا مرتبہ اسمِ اعظم کے بعد ہے عجب نہیں کہ حضرت عبداللہ کی ولادت کے وقت عبدالطلب کے دل میں خاص طور پر من جانب اللہ یہ افکار گلیا ہو کہ اس فرزند ارجمند کا نام تو ایسا رکھ دو جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

## حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہؓ نکاح

عبدالطلب جب عبداللہ کے فدیہ سے فارغ ہوئے تو شاہی کی فکر و انگیر ہوئی۔ قبیلہ بنی زہرہ جو شرافتِ نسبی میں ممتاز تھا اس میں وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی سے جن کا نام آمنہؓ تھا اور اپنے چچا وہیب بن عبدمناف کی زیر تربیت تھیں۔ ان سے حضرت عبداللہ کے نکاح کا پیام دیا اور خود وہیب (حضرت آمنہؓ کے چچا) کی صاحبزادی جن کا نام مالہؓ تھا ان سے عبدالطلب نے خود اپنے نکاح کا پیام دیا۔ ایک ہی مجلس میں دونوں نکاح پڑھے گئے۔ حضرت حمزہؓ انہی کے لطن سے ہیں جو رشتہ میں چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی (۱)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب عبدالطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کے لیے لے کر چلے تو راستہ میں ایک یہودی عورت پر گذر ہوا جس کا نام فاطمہ بنتِ مڑ تھا اور توریت و انجیل وغیرہ سے بخوبی واقف تھی حضرت عبداللہ کے چہرے میں نورِ نبوت دیکھ کر اپنی طرف بلایا اور یہ کہا میں تجھ کو تنہا اونٹ نذر کروں گی حضرت عبداللہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

اما الحرام فالملات دُونَہ      وَالْحَلَّ لِحَلِّ فَاسْتَبَيْنَه  
حرام کے ارتکاب سے موتِ آسان ہے اور ایسا فعل بالکل حلال نہیں جس کو معرضِ طہو میں لاسکوں

فکیف بالامر الذی تبغینہ یحییٰ الکریم عرضہ و دینہ جس ناجائز امر کی تو طلبگار ہے وہ مجھ سے کیسے ممکن ہے کریم النفس آدمی تو اپنی آبرو اور اپنے دین کی پوری حمایت اور حفاظت کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ جب حضرت آمنہ سے نکاح کر کے واپس ہوئے تو واپسی میں پھر اسی عورت پر گزر پڑا تو اس نے دریافت کیا کہ اے عبداللہ تم یہاں سے جانے کے بعد کہاں رہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے اس عرصہ میں وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی آمنہ سے نکاح کیا اور نکاح کے بعد تین روز وہاں قیام کیا۔ اس بیوی عورت نے سُن کر یہ کہا کہ واللہ میں کوئی بدکار عورت نہیں۔ تمہارے چہرے میں نر نریت کو دیکھ کر یہ چاہا تھا کہ یہ نریری طرف منتقل ہو جائے لیکن اللہ نے جہاں چاہا وہاں اس نور کو ودیعت رکھا۔

یہ روایت دلائل ابی نعیم (۱) میں چار طریقوں سے اور طبقات ابن سعد (۲) میں تین طریقوں سے مذکور ہے جس کے بعض راوی ضعیف بھی ہیں لیکن جو روایت اس قدر مختلف طریقوں سے مروی ہو۔ بالفرض اس روایت کی ہر سند کا ہر راوی بھی فرداً فرداً ضعیف ہو تب بھی محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔

مختلف طریقوں سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ چہ جائیکہ جس روایت کے صرف بعض راوی ضعیف ہوں اور روایت مختلف طریقوں سے مروی ہو اس کے مقبول اور معتبر ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے اور یہ روایت تاریخ طبری ص ۶۵، ۶۶ میں بھی سند کے ساتھ مذکور ہے جس کے اکثر راوی بخاری کے راوی ہیں۔ حضرت عبداللہ بغرض تجارت قافلہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ راستہ میں بیماری کی وجہ سے مدینہ منورہ ٹھہر گئے۔ قافلہ جب واپس مکہ پہنچا تو عبدالطلب نے دریافت کیا کہ

(۱) دلائل ابی نعیم: ج ۱، ص: ۳۸ (۲) طبقات ابن سعد ج ۱، ص: ۵۹

عبداللہ کہاں رہ گئے۔ قافلہ داروں نے کہا کہ بیماری کی وجہ سے اپنی نانہال بنی بنجار میں مدینہ شہر گئے  
 عبدالطلب نے فوراً ہی اپنے بڑے فرزند حارث کو مدینہ روانہ کیا مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ  
 کا انتقال ہو چکا۔ ایک ماہ بیمار رہے اور انتقال کے بعد مدینہ منورہ ہی میں نابینہ کے مکان میں  
 مدفون ہوئے۔ حارث نے واپس ہو کر عبدالطلب اور خویش واقارب کو اس حادثہ فاجعہ  
 کی اطلاع دی جس سے سب کو سخت صدمہ اور ملال ہوا (۱) قیس ابن مخمر سے مروی  
 ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منور بطین مادر ہی میں تھے کہ حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا  
 قال الحاکم هذا حدیث علی شرط مسلم۔ و اقرا الذہبی (۲)  
 وفات کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر علی اختلاف الاقوال ۳۰ یا ۲۵ یا ۲۸ یا ۱۸ سال  
 کی تھی۔ حافظ علاتی اور عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ وفات کے وقت اٹھارہ سال  
 کا سن تھا اور علامہ سیوطی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے (۳) انتقال کے وقت عبداللہ نے  
 پانچ اونٹ اور چند بکریاں اور ایک باندی جن کی کنیت ام امین اور نام برکت نغایہ چیزیں  
 ترکہ میں چھوڑیں۔

## واقعہ اصحاب فیل

حنوز پر ٹور کی ولادت سے پچاس پانچویں روز قبل اصحاب فیل کا واقعہ پیش  
 آیا جو سیرت اور تاریخ میں معروف اور مشہور ہے اور قرآن کریم میں اس کے بارہ میں ایک  
 خاص حورت نازل ہوئی مفصل فقہ کتب تفاسیر میں مذکور ہے مختصر یہ ہے کہ سنجاشی شاہ  
 حبشہ کی جانب سے یمن کا حاکم ابرہہ نامی تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ تمام عرب کے لوگ  
 حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو اس نے یہ  
 چاہا کہ عیسائی مذہب کے ہمارے ایک عالیشان عمارت بناؤں جو نہایت مہکت اور مرصع ہو

(۱) زر قانی، ج: ۱، ص: ۱۰۹ (۲) مستدرک حاکم۔ ج: ۲، ص: ۶۰۵

(۲) زر قانی۔ ج: ۱، ص: ۱۰۹۔

تا کہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پر تکلف کعبہ کا طواف کرنے لگیں چنانچہ یمن کے دار السلطنت مقام صنعاء میں ایک نہایت خوبصورت گرجا بنایا عرب میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو قبیلہ کنانہ کا کوئی آدمی دہاں آیا اور یہ جانا کر کے بھاگ گیا۔ یابن عباس سے منقول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عرب کے نوجوانوں نے اس کے قریب جوار میں آگ جلاتی ہوئی تھی ہوا سے اڑ کر اس گرجا میں لگ گئی اور گرجا جل کر خاک ہو گیا۔ ابرہہ نے غصہ میں آکر قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور سمار کر کے سانس لوں گا۔ اسی ارادہ سے مکہ پر فوج کشی کی راستہ میں جس عرب کے قبیلہ نے مزاحمت کی اس کو تہ تیغ کیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچا لٹکا اور ہاتھی بھی ہراہ تھے۔ اطراف مکہ میں اہل مکہ کے یوشی چرتے تھے۔ ابرہہ کے لشکر نے وہ یوشی پکڑے جن میں دو سوانٹ حضور کے جدِ امجد عبد المطلب کے بھی تھے۔ اس وقت قریش کے سردار اور خانہ کعبہ کے متولی عبد المطلب تھے جب ان کو ابرہہ کی خبر ہوئی تو قریش کو ہجج کر کے کہا کہ گھبراؤ امت مکہ کو خالی کر دو۔ خانہ کعبہ کو کوئی منہدم نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ بعد ازاں عبد المطلب چند رسا قریش کو لیکر ابرہہ سے ملنے گئے اندر اطلاع کرائی۔ ابرہہ نے عبد المطلب کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ قحطِ شام نے عبد المطلب کو بے مثال حسن و جمال اور عجیب عظمت و ہیبت اور وقار و دبہ عطا فرمایا تھا۔ جس کو دیکھ کر شخص مرعوب ہو جاتا تھا۔ ابرہہ عبد المطلب کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور نہایت اکرام و ادرا احترام کے ساتھ پیش آیا۔ یہ تو مناسب نہ سمجھا کہ کسی کو اپنے تخت پر اپنی بار بٹھلائے۔ البتہ ان کے اعزاز و اکرام میں یہ کیا کہ خود تخت سے اتر کر فرش پر ان کو اپنے ساتھ بٹھلایا۔ اثنائے گفتگو میں عبد المطلب نے اپنے اونٹوں کی رمانی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے متعجب ہو کر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے مجھ سے اپنے اونٹوں کے بارہ میں کلام کیا اور خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین اور مذہب ہے اس کے بارہ میں تم نے کوئی حرف نہیں کہا۔ عبد المطلب نے جواب دیا ناربا اللہ

ولایت ربیعہ - میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے میں نے اونٹوں کا سوال کیا اور کعبہ کا خدا مالک ہے وہ خود اپنے گھر کو بچائے گا۔ ابرہہ نے کچھ سکوت کے بعد عبد المطلب کے اونٹوں کے آپس کرنے کا حکم دیا۔ عبد المطلب اپنے اونٹ لیکر واپس آگئے اور قریش کو حکم دیا کہ مکہ خالی کر دیں اور تمام اونٹوں کو خانہ کعبہ کی نذر کر دیا اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر خانہ کعبہ کے دروازے پر حاضر ہوئے کہ سب گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں عبد المطلب نے اس وقت یہ دعائیہ اشعار پڑھے ۔

لَا هُمْ إِلَّا الْمَرْءُ يَمْنَعُ رَحْلَهُ فَاَمْنَعُ رَحَالَكَ

اے اللہ بندہ اپنی جگہ کی حفاظت کرتا ہے پس تو اپنے مکان کی حفاظت فرما

وَانْصُرْ عَلَى آلِ الصَّلِيبِ وَعَايِدِيكَ الْيَوْمَ الْكَافِرِ

اور اہل صلیب اور صلیب کے پرستاروں کے مقابلہ میں اپنے اہل کی مدد فرما

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ أَبَدًا مِحَالِكَ

ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر کبھی غالب نہیں آ سکتی

جَرُّوْا جَمِيعَ بِلَادِهِمْ وَالْفِيلَ كَيْ يَسْبُوْا عِيَالَكَ

لشکر اور ہاتھی چڑھا کر لاتے ہیں تاکہ تیرے عیال کو تیرے کریں

عَمَدَ وَاِحْمَالَكَ بِكَيْدِهِمْ جَهْلًا وَمَا رَقَبُوا اَجَلَكَ

تیرے حرم کی بربادی کا قصد کر کے آتے ہیں۔ جہالت کی بنا پر

یہ قصد کیا ہے تیری عظمت اور حلال کا خیال نہیں کیا ۔

عبد المطلب دُعا سے فارغ ہو کر مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ

اپنا لشکر لیکر خانہ کعبہ کے گرانے کے لیے بڑھا۔ یکایک حکم خداوندی چھوٹے چھوٹے پرنڈوں

کے غول کے غول نظر آتے ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں

جو دفعہ لشکر پر برسے لگیں خدا کی قدرت سے وہ کنکریاں گولی کا کام لے ہی تھیں سر پر

گرتی تھیں اور نیچے نکل جاتی تھیں۔ جس پر وہ کنکری گرتی تھی وہ تمہارا ہوتا تھا غرض یہ کہ اس طرح ابرہہ کا لشکر تباہ اور برباد ہوا۔ ابرہہ کے بدن پر چیچک کے دانے نمودار ہوتے جس سے اس کا تمام بدن سرگیا اور بدن سے پیپ اور لہو بہنے لگا کیے بعد دیگرے ایک ایک عضو اس کا کٹ کٹ کر گرتا جاتا تھا۔ بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا۔ جب سب مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سیلاب بھیجا جو سب کو بہا کر دریا میں لے گیا۔ فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)

ارباب ص :

یہ آسمانی نشان نبی آخر الزماں کی آمد کا غیبی اشارہ اور غیبی اعلان تھا۔ قریش کی یہ غیبی نصرت اور حمایت فقط اس لیے تھی کہ نبی آخر الزماں (جو عنقریب اس عالم میں آنے والے ہیں) یہ ان کا قبیلہ اور کنبہ ہے اور اللہ کے قبلہ کے متولی اور محافظ ہیں اس لیے بطور خرق عادت ان کی مدد فرمائی ورنہ مذہبی حیثیت سے شاہ حبشہ اور شاہ یمن۔ قریش مکہ سے بہتر تھے اس لیے کہ قریش مشرک اور بت پرست تھے اور اہل یمن اور اہل حبشہ اہل کتب اور عیسائی تھے۔ معلوم ہوا کہ قریش کی یہ غیبی نصرت اور بیت اللہ کی فوق العادت حفاظت یہ سب حضور پر نور کی ولادت بآکرامت کی برکت اور بشارت تھی۔ جو آئے نبوت کے بعد نبی کے ہاتھ پر جو امر خارق عادت ظاہر ہوا اس کو معجزہ کہتے ہیں اور جو خوارق نبی کی ولادت کے قریب ظاہر ہوں۔ وہ ارباب ص کہلاتے ہیں۔ ارباب ص کے معنی بنیاد کے ہیں۔ چونکہ اس قسم کے خوارق نبوت کے مبادی اور مقدمات ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو ارباب ص کہتے ہیں۔

ابرہہ کی لشکر کشی اور پھر اس کی تباہی اور بربادی کا یہ واقعہ ماہ محرم الحرام میں پیش آیا جبکہ حضور

کی ولادت باسعادت کا زمانہ بالکل قریب آپ کا تھا اس زمانہ میں جو اس قسم کے خوارق  
ظاہر ہوئے وہ سب آپ کی نبوت کے ارباصات یعنی علامات اور نشانات تھے اس  
واقعہ کے پچاس یا پچپن روز بعد حضور کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی۔  
فائدہ جلیلہ:

قال الماوردی فی کتاب علام	مادردی اپنی کتاب علام النبوة میں فرماتے
النبوة واذا اختبرت حال	میں کہ اس نے مخاطب جب تو نے آنحضرت صلی اللہ
نبر صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم کے نسب مطیب کا حال معلوم کر لیا
وعرفت طہارۃ مولدہ	اور آپ کی طہارت نسب کو خوب پہچان لیا تو ضرور
علمت انه سلالة اہل	اس بات کا یقین کر لے گا کہ حضور پُر نور آپا کریم اور
کرام لیس فیہم مستذل	اجداد و عظام کلسلہ اور خلاصہ ہیں اور کوئی شخص
بل کلہم سادۃ	بھی آپ کے سلسلہ آباء میں نفی اور کینہ نہیں
قادة و شرف النسب	سب کے سب سردار اور سید اور قائد ہیں اور
وطہارۃ المولد من شروط	خرافت نسب اور طہارت ولادت، شرائط
النبوة انتہی	نبوت میں سے ہے ۱۲۔

حضور کے تمام آباء و اجداد اپنے اپنے زمانہ کے عقلا و حکما اور سادات و عظام اور  
قائدين کرام تھے۔ فہم و فراست خُش صورت اور حسن سیرت ماکام اخلاق اور بحسن اعمال۔  
علم اور جباری اور جود و کرم و مہمان نوازی میں یکتا تھے زمانہ تھے۔ ہر عزت و رفعت  
اور سیادت و وجاہت کے مادی اور مجازی تھے اور سلسلہ نسب کے آبا و اجداد میں بہت  
سوں کے متعلق احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے معلوم ہو چکا کہ ملتِ ابراہیمی پر تھے  
(جیسا کہ گذر چکا) اور جن آبا و اجداد کے ملتِ ابراہیمی پر ہونے کی احادیث میں تصریح نہیں  
ان کے احوال ان کے صحیح الفطرت اور سلیم الطبیعت ہونے پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

## ولادتِ باسعادت

سرورِ عالم سید و ملا آدم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ مبارک وسلم فرماتے  
 کرم و اتقہ نفل کے پچاس اُپا بچیں روز کے بعد تارخ ۸ ربیع الاول یوم و شنبہ مطابق طیاریل  
 شہرہ عیسوی مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت اور طائف کے مکان میں پیدا ہوئے۔  
 ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول قویہ ہے کہ حضور پر نور ۱۲ ربیع الاول کو  
 پیدا ہوئے لیکن جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور  
 ۸ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ عبد اللہ بن عباس اور جریر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے بھی  
 یہی منقول ہے اور اسی قول کو علامہ قطب الدین قسطلانی نے اختیار کیا ہے (۱)

علمہ مشہور ہی ہے کہ اکل حضرت واقعہ فیل کے پراس روز بعد پیدا ہوئے تھے اور اسی کو علامہ سیلی نے اختیار فرمایا ہے اور محمد بن علی سے یہ منقول ہے کہ کچھ دن بعد پیدا ہوئے اور اسی کو علامہ ویساعی نے اختیار فرمایا ہے زرقانی ص ۳۳ علمہ جو رعلامہ کرایہ قول چکا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیہ السلام میں پیدا ہوئے اور علامہ ابن جوزی نے اسی پر علامہ کا اجماع اور اتفاق نقل کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ ربیع الآخر میں اور بعض کہتے ہیں کہ صفر میں اور بعض کہتے ہیں کہ رجب میں اور بعض کہتے ہیں کہ شوال میں بلکہ میں پیدا ہوئے۔ مگر تمام اقوال ضعیف ہیں ۱۲ زرقانی ص ۳۳ ۱۳ سند عبد اللہ بن ابی اسحق مری سے ہے حضرت کہ ولادت باسعادت ہرم و شبنم کی صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔ زندکانی ص ۳۳ ۱۴ روایت اگرچہ ضعیف الا سند ہے لیکن اس سے تمام روایات میں ترقیق و تطبیق ہو جاتی ہے اس لیے کہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولادت باسعادت دن میں ہوئی ہے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب میں ہوئی ہے لیکن صبح صادق کے وقت کی ولادت کو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شب میں طلوع ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بروز شنبہ صبح کے وقت ولادت ہوئی۔ لہذا جن روایات میں شنبہ کی ولادت مذکور ہے وہ بھی صحیح ہیں اور جمہولیات میں یہ مذکور ہے کہ شنبہ فجر میں ولادت ہوئی وہ روایتیں بھی صحیح ہیں علاوہ ان میں ولادت اگرچہ صبح صادق کے وقت ہوئی لیکن ولادت کے اندر اندر ہی شنبہ سے شروع ہو گئے تھے ابی عبد اللہ اور زبیر بن بکارت نے سموت بن خریظہ سے سعادت کیا ہے مگر یہی علم علی بن ابی حمزہ و شبنم کے روز طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے (خصائص کبریٰ ص ۱۵) ابی حبان نے سموت بن خریظہ سے یہ روایت منقول ہے



(۱) عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ۔ فاطمہ بنت عبد اللہ ذاتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آمنہ کے پاس موجود تھی تو اس وقت یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ کو یہ لگان ہمارے ستارے مجھ پر آگئیں گے (۲)

(۲) عراض بن ساریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ولادت باسعادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے یہ کی توین کہ ہے ابو حاتم ذاتی ہیں کہ ابن خربوذ کی حدیث بھی جاگتی ہے۔ کہ انی الخلاصة و التنبیہ (کتب آقابہایت و صداقت کے طبع کے لیے صحیح صادق ہی کا وقت مناسب معلوم ہوتا ہے جبکہ نصف النہار پر استوار چالیس سال بعد ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ملہ قبل فی اسنادہ الحدیث یعقوب بن محمد الزہری و ہوساقط الاعتبار و عبد العزیز بن عبد الرحمن بن عوف و کذا قلت لما یعقوب بن محمد الزہری فقد مضى احمد و ابو زرعة و وثقه حجاج بن الشاعر و ابن سعد و البرقانی و روی له ابن ابی البندار تعلیقا کہ انی الخلاصة للحافظ صفی الدین و اما عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمن فقد صرح غیر واحد من الاولاد بضعفہ ثم اجماع التصریح عن الایۃ بانہ کذاب مع ہذا قد ذکر حدیث ہذا الحافظ العسقلانی فی الفتح و مسکت علیہ ثم قال و شاہد حدیث العرباض بن ساریہ الذی اخرجہ احمد و محمد ابن حبان و الی کم۔ و الضعیف اذا نای بالصیح یؤخذ و لا یرد و ہذا جو۔ مسک جہو رائتہ الجرح و التقیل فی خیر الحافظ عسقلانی یوید ما قلنا و اللہ اعلم، عثمان بن ابی العاص ثقفی و قد تھیف کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طائف کا عامل مقرر فرمایا حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک بارہ طائف کے عامل رہے پھر ۱۵ء میں حضرت عمر نے بجائے طائف کے عمان اور بحرین کا عامل مقرر فرمایا۔ قبیلہ ثقیف کو مرتبہ ہونے سے عثمان بن ابی العاص ہی نے بچایا۔ اس وقت اپنی قوم کو مخاطب بنا کر یہ فرمایا کہ اے ثقیف تم سب اخیر میں اسلام لاتے۔ لہذا سب سے پہلے اسلام سے پھرنے والے زبنو۔ اخیر عمر میں عثمان نے بھروسہ کی سکونت اختیار کی اور حضرت معاویہ کے زمانہ خلافت ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں بصرہ میں انتقال فرمایا ۱۲۔ اصحابہ

بہر خیرہ الخ مصححہ

(۲) تلخ ابوری، ج: ۶، ص: ۴۲۶

روایت مسند احمد اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ روایت صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی مسند احمد میں ابوامامہ سے بھی مروی ہے (۴) فتح الباری باب علامات النبوة فی الاسلام قال الہیثمی رواہ احمد واسنادہ حسن ولہ شواہد تقویۃ والاطرائیہ (۳) اور ایک روایت میں ہے کہ بُھری کے عمل روشن ہو گئے۔

نکتہ: ستاروں کے زمین کی طرف جھک آنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ اب عنقریب زمین سے کفر اور شرک کی ظلمت لورتاریکی دُور ہوگی اور انوارِ ہدایت سے تمام زمین روشن اور نور ہوگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ

تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور ہدایت اور ایک روشن کتاب آئی ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت فرمائے جو رضا حق کے طلبگار ہوں اور اپنی توفیق سے ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔

الایہ (۱)

کعبہ اجارے سے منقول ہے کہ کتب سابقہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ شانیں ذکر کی گئی ہے۔ محمد رسول اللہ مولدۃ بمکۃ ومہاجرۃ بئثرب ومکہ بالشام۔

محمد اللہ کے رسول کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت مدینہ میں ہوگی اور ان کی حکومت اور سلطنت شام میں ہوگی۔

(ابن حبان ۵۲) ..... مسند عیسیٰ بن سیرین مشہور صحابی ہیں اصحابِ حضور سے ہیں آیہ ولا علی الذین تولوا لعلکم لتعلم الایۃ انھیں کے بارے میں مانلی ہوئی قدیم الاسلام میں ابتدا ربقت میں خرقہ اسلام ہو گئے تھے سنن ابویوسف ان سے روایت ہے عبداللہ بن الزبیر کے زمانہ خلافت میں غزات پائی۔ ۱۱۲ ص ۱۱۲ حاشیہ ص ۱۱۲ کعبہ اجار جلیل اللہ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پیا یا مکہ حضرت ابو بکر حضرت عمر کے بعد خلافت میں شرف باسلام ہوئے۔ مسلم فقہ ہیں ابو ہریرہ ابن عباس اور معاویہ اور کبار تابعین۔ آپ کے روایت کی ہے۔ تہذیب التہذیب ۱۲ ص ۱۲ مکتبہ کدانی نواذرا لاسول الملکم الزیدی ص ۹۹۔ (۱) المائدہ ۱۰۶۔ (۲) فتح الباری، ج ۲ ص ۳۶۶ (۳) مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۰ (۴) ۲۲۲ (۵) طبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱

یعنی مکہ سے لے کر شام تک تمام علاقہ آپ ہی کی زندگی میں اسلام کے زیرِ نگیں آجاتے گا۔ چنانچہ شام آپ ہی کی زندگی میں فتح ہوا۔ عجب نہیں اسی وجہ سے ولادت باسعادت کے وقت شام کے محل دکھلائے گئے ہوں اور بصری جو ملک کا ایک شہر ہے کہ وہ خاص طور پر اس لیے دکھلایا گیا ہے کہ علاقہ شام میں سے سب سے پہلے بصری ہی میں ندرت اور ندرتِ ہدایت پہنچا ہے اور ممالک شام میں سب سے پہلے بصری ہی فتح ہوا۔

اور عجب نہیں کہ شام کے محل اس لیے بھی دکھلائے گئے ہوں کہ نجد چالیس کے میں اٹل کر جو میں تھے میں قدم ابرہہ پر ہیں ان کا مرکز اور مستقر شام ہی ہے۔ اس لیے بنسبت دوسرے ممالک کے ملک شام خاص طور پر انوار و برکات کا معدن اور منبع ہے۔ اس لیے ولادت باسعادت کے وقت شام کے محل دکھلانے میں اس طرف اشارہ تھا کہ یہ ملک نورِ نبوت کا خاص طور پر قلمی گاہ ہوگا۔ اور اسی وجہ سے آپ کو اولاً مکہ مکرمہ سے شام ہی مسجدِ قضیٰ تک سیر کرائی گئی۔

کافال تعالیٰ۔

بُئِحْنَ الَّذِي اسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ  
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى  
الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ (۱)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ قضیٰ تک سیر کرائی کہ جس کے گرد ہم نے  
برکتیں بچھا دی ہیں۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ ملک شام میں جو مسجدِ قضیٰ کے ارد گرد واقع ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص برکتوں کو وہاں بچھا دیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب عراق سے ہجرت فرمائی تو شام ہی کی طرف فرمائی اور قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نازل بھی شام ہی میں جامع دمشق کے منارہ شریفہ پر ہوگا۔

ابو ذی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قیامت کے قریب شام کی ہجرت کی ترغیب دی ہے۔  
(ردوہ الحاکم و ابنِ جبان)

(۴) یعقوب بن سفیان باسانا حسن حضرت عائشہ سے روایت ہیں کہ ایک یہودی کو میں بغرض

تجارت رہتا تھا جس شب میں آپ پیدا ہوئے تو مجلس میں قریش سے یہ دریافت کیا کہ اس شب میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ قریش نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ یہودی نے کہا کہ اچھا ذرا تحقیق تو کر کے آؤ آج کی شب میں اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے (یعنی مہر نبوت) وہ دورات تک دودھ نہ پیئے گا اس لیے کہ ایک جنی نے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی ہے۔ لوگ فوراً اس مجلس سے اٹھے اور اس کی تحقیق کی۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی نے کہا کہ مجھ کو بھی چل کر دکھاؤ۔ یہودی نے جب دونوں شانوں کے درمیان کی علامت (مہر نبوت) کو دیکھا تو یہ ہوش بہرہ گر پڑا۔ جب ہوش آئے تو یہ کہنا کہ نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی ہے قریش والے یہ مولود تم پر ایک ایسا حملہ خورے گا کہ جس کی خبر مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل جائے گی۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حسن ہے اور اس واقعہ کے ذخائر اور شواہد میں ہیں جن کی شرح اور تفصیل طویل ہے۔ (۳)

## ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گرنا اور نہر ساوہ کا خشک ہو جانا

(۵) اسی شب میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا جس سے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کا آتش کہہ جو ہزار سال سے مسلسل روشن تھا وہ بجھ گیا اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو کسریٰ نہایت پریشان تھا۔ شاہانہ وقار اس کے اظہار سے مانع ہو رہا تھا بالآخر وزرا اور ارکان دولت کو جمع کر کے دوبار منعقد کیا۔ انصار و بارہی میں یہ خبر پہنچی کہ فارس کا آتش کہہ بجھ گیا ہے۔ کسریٰ کی پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔ ادھر سے موبدان نے کھڑے

عہ اس حملہ سے غزوہ فتح مکہ مراد ہے ۱۲ ھ یعقوب بن سفیان فارسی حاکم حدیث میں سے ہیں اللہ

اور مستند تھے صاحب خیر و صلاح تھے۔ بعض اور سفیان بن حربؓ ہیں جو ائمہ سے علم حاصل کیا۔ ترمذی و نسائی

یعقوب بن سفیان کے تلامذہ میں سے ہیں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھو زرقانی صلاح (۲) فتح البدی ج ۱: ۹۰

ہو کر کہا کہ اس رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جا رہے ہیں اور دریلے جلد سے پار ہو کر تمام مملک میں پھیل گئے۔ کسریٰ نے موبدان سے پوچھا کہ اس خواب کی کیا تفسیر ہے۔ موبدان نے کہا کہ شاید عرب کی طرف سے کوئی عظیم الشان حادثہ پیش آئے گا۔ کسریٰ نے قریش اور اطمینان کی غرض سے نعمان بن منذر کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کسی بڑے عالم کو میرے پاس بھیجو جو میرے سوالات کا جواب دے سکے۔

نعمان بن منذر نے ایک جہاندیدہ عالم۔ عبدالمسیح غسانی کو روانہ کر دیا۔ عبدالمسیح جب حاضر دربار ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ میں جس چیز کو تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا تم کو اس کا علم ہے۔ عبدالمسیح نے کہا کہ آپ بیان فرمائیں اگر مجھ کو علم ہو گا تو میں بتا دوں گا ورنہ کسی جاننے والے کی طرف رہنمائی کروں گا۔ بادشاہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ عبدالمسیح نے کہا کہ غالباً اس کی تحقیق میرے ماموں سطیح سے ہو سکے گی جو آجکل شام میں رہتے ہیں۔

کسریٰ نے عبدالمسیح کو حکم دیا کہ تم خود اپنے ماموں سے اس کی تحقیق کر کے آؤ۔ عبدالمسیح اپنے ماموں سطیح کے پاس پہنچا تو سطیح اس وقت نزع کی حالت میں تھا۔ مگر ہوش ابھی باقی تھے۔ عبدالمسیح نے جاکر سلام کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ سطیح نے جب عبدالمسیح کو اشعار پڑھتے سنا تو عبدالمسیح کی طرف متوجہ ہوا اور یہ کہا کہ عبدالمسیح تیز اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس پہنچا جبکہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ تجھ کو بنی ساسان کے بادشاہ نے محل کے زلزلہ اور آتش کوہ کے بھجھ جانے اور موبدان کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے کہ سخت اور قوی اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچنے لے جا رہے ہیں اور وجد سے پار ہو کر تمام بلاد میں پھیل گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح خوب سُن لے جب کلام الہی کی تلاوت کثرت سے ہونے لگے اور صاحب عصا ظاہر ہوا اور وادی سعادہ روان ہو جائے اور دریائے سادہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے تو سطیح کے لیے شام شام نہ رہے گا۔ بنی ساسان کے چند مرد اور چند عورتیں بقدر کنگروں کے بادشاہت کریں گے اور جو شے آنے والی ہے

وہ گریا کر اُپھی گئی یہ کہتے ہی، بطبع مرگیا عبدالمسیح واپس آیا اور کسریٰ سے یہ تمام ماجرا بیان کیا کسریٰ نے سن کر یہ کہا کہ چودہ سلطنتوں کے گزرنے کے لیے ایک زمانہ چاہیے مگر زمانے کو گزرتے کیا دیکھتی ہے دس سلطنتیں تو چار ہی سال میں ختم ہو گئیں اور باقی چار سلطنتیں حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت تک ختم ہوئیں۔ حافظ ابن سید الناسؒ نے اس واقعہ کو عیون الاثر میں اپنی طویل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے (۱) سند حسب ذیل ہے۔

اخبرنا الشيخ ابو الحسن علی بن محمد الدمشقی بقراۃ علیہ قلت لہ  
 اخبرکم الشیخان ابو عبد اللہ محمد بن نصیب عبد الرحمن بن محمد بن محفوظ القرشی  
 والامیر سیف الدولۃ ابو عبد اللہ محمد بن عثمان بن غافل بن بخاد الافصاری قراءۃ  
 علیہما وانت حاضر فی الرابعۃ قالوا اما الفقیہ ابو القاسم علی بن الحسن الحافظ  
 قراءۃ علیہ و نحن نسمع قال اما المشایخ ابو الحسن علی بن المسلم بن محمد بن  
 الفتح بن علی الفقیہ و ابو الفرج غیث بن علی بن عبد السلام بن محمد بن  
 جعفر الارمنازی الصوری الخطیب و ابو محمد عبد الکریم بن حمزہ  
 لخضر بن العباس الوکیل بدمشق قالوا اما ابو الحسن احمد بن عبد الواحد  
 بن محمد بن احمد بن عثمان بن ابی الحدید السلمی انا جدی ابو بکر  
 محمد بن احمد قال انا ابو بکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل الفزری  
 ثنا علی بن حرب ثنا ابو ایوب یعلیٰ بن عمران بن ال جریہ بن عبد البجلی  
 قال حدثنی مغزوم بن ہانی عن المغزومی عن ابیہ و انت لہ خمسون  
 و مائتۃ سنۃ قال لما کانت لیلۃ ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ارتجس ایوان کسریٰ الی اخر الحدیث۔

اور یہ روایت تاریخ ابن جریر طبری میں بھی اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔

حدثنا علی بن حرب الموصلی قال حدثنا ابو ایوب یعلی بن عمران البجلی قال حدثنی مخزوم بن ہانی المخزومی عن ابيه و انت له مائة وخمسون سنة قال لما كانت لیلة ولد فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتجس ایوان کسریٰ وسقطت منہ اربعۃ شرفۃ الی اخر الحدیث تاریخ طبری ص ۱۳۴ اور ابن مکن نے بھی اس روایت کو اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے چنانچہ حافظ عسقلانی اصابع میں فرماتے ہیں۔

واخرج ابن السکن من طریق یعلی بن عمران البجلی اخبرنی مخزوم بن ہانی عن ابيه وکان ات علیہ مائة وخمسون سنة قال لما كانت لیلة مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتجس ایوان کسریٰ وسقطت منہ اربع عشرة شرافۃ وغاضت بحیۃ ساوۃ الحدیث۔

ابو مخزوم ہانی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابوالوید بن دباغ نے ابو مخزوم ہانی کو صحابہ میں ذکر کیا (۱) اور حافظ ابن کثیر نے اسی حدیث کو اسی سند کے ساتھ بحوالہ ابویوسف علی البدایۃ والنہایۃ ذکر ارتجاس الایوان کے تحت ذکر کیا ہے (۲) اور دیکھو خصائص کبریٰ (۳) للسیوطی۔ علاوہ ازیں یہ روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہیں جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ عن سعید بن مزاحم۔ عن معروف بن خربوذ عن بشیر بن تیسر قال لما كانت لیلتہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم رائی مؤبذان کسریٰ خیلا وابلًا قطعت دجلة القصر بطولہا رواہ عبدان فی کتاب الصحابہ۔

حافظ عسقلانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اور ابن ابی شیبہ نے بشیر بن تیم کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اصابع ص ۱۸ ترجمہ بشیر بن تیم (۴)

اس سند کا پہلا راوی سعید بن مزاحم ہے جس سے ابو داؤد اور نسائی نے روایت لی ہے۔ دوسرا راوی معروف بن خربوذ ہے جن سے بخاری مسلم۔ ابو داؤد وغیرہم نے روایت لی ہے۔ امام بخاری نے کتاب العلم باب من خص بالعلم قوماً دون قوم میں ص ۲۴ میں معروف بن خربوذ کی روایت ابی الطفیل علم بن واثر رضی اللہ عنہ سے اپنی جامع صحیح میں درج فرمائی صحابہ میں منجے اخیر میں ابو الطفیل رضی اللہ عنہ نے سنہ ۷۵ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ معروف بن خربوذ مکہ مکرمہ کے رہنے والے تابعی صغیر ہیں صحیح بخاری میں معروف بن خربوذ سے صرف ایک روایت ہے (۵) الحاصل یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر سند اس کی صحیح ہے اور حدیث مرسل امام اعظم ابو حنیفہ النعمان امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے مشہور قول کی بنا پر حجت اور مقبہ ہے جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں مصرح ہے۔ حافظ عسقلانی نے اس حدیث کو اصحاب میں مرسل فرمایا اور شرح بخاری میں اس روایت کو ذکر کر کے سکوت فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کے نزدیک یہ حدیث کم از کم موضوع اور بے اصل تو نہیں حافظ عسقلانی کا شرح بخاری میں کسی حدیث پر سکوت فرمانا علماء کے نزدیک یہ اس حدیث کے صحیح اور حسن ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ خود حافظ عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ شبلی سیرۃ النبی ص ۳۹ پر لکھتے ہیں جس قدر تحقیق اور تنقیہ کا درجہ بڑھتا جاتا ہے مبالغہ آمیز روایتیں گھٹی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ روایت کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم وجود میں آئے تو ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے آتش فارس بجھ گئی۔ بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا۔ بہیقی ابن نعیم خراسانی ابن عساکر اور ابن جریر نے روایت کی ہے لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں اس کا پتہ نہیں۔ سبحان اللہ یہ اس حدیث کے موضوع ہونے کی عجب دلیل ہے۔ کیا کسی حدیث کا بخاری اور مسلم اور صحاح ستہ میں موجود



نہ ہوتا اس کے موضوع یا ضعیف ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے مثلاً بلا شک صحیح حدیثوں کے لانے کا التزام کیا مگر استیعاب اور احاطہ نہیں کیا اور کون کر سکتا ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ صحیحین یا صحاح ستہ کے علاوہ کوئی حدیث صحیح اور معتبر نہیں۔ بلکہ کتب اصول میں امام بخاری اور امام مسلم سے اس برعکس منقول ہے۔

قال البخاری ما اوردت فی کتابی  
هذا الا ما صح ولقد ترکت کثیرا من  
الصحاح وقال مسلم الذی  
اوردت فی هذا الکتاب  
من الاحادیث صحیح ولا اقول  
ان ما ترکت ضعیف۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب میں  
سوائے صحیح حدیث نہیں لایا اور بہت سی صحیح  
حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں جو  
حدیثیں اس کتاب میں لایا ہوں وہ سب صحیح  
ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جس کو میں نے چھوڑ دیا  
وہ ضعیف ہے۔

اور علیٰ ہذا کسی حدیث کا صحاح ستہ میں نہ ہونا یہ بھی کسی محدث اور عالم کے نزدیک حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں بلکہ خود علامہ شبلی نے اپنی سیرت میں صدا ایسی دلائل لی ہیں کہ جو نہ صحیح بخاری میں ہیں اور نہ صحیح مسلم میں ہیں اور نہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں ان کا پتہ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ اصول خود علامہ کے نزدیک بھی معمول بہ اور مقبول نہیں پھر نہ معلوم کیوں اس حدیث کو غیر مقبول قرار دے رہے ہیں۔ کیا کسی روایت کا بے دلیل انکار کر دینا اسی کا نام تحقیق اور تنقید ہے۔ (۶) طبرانی اور ابونعیم اور ابن عساکر نے باسانید معتدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حق جل شانہ کے مخلصہ کرامات انعامات کے یہ ہے کہ میں غمخون پیدا ہوں۔ اور میرا سر کسی نے نہیں دبھیا۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارہ میں اس حدیث کو صحیح فرمایا۔ علامہ زکشی فرماتے ہیں کہ حافظ تھنی کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔

اور حافظ منطانیؒ نے اس حدیث کو حسن بتلایا ہے اور ابو نعیم نے سند جید کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے (۱)

۷۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معنون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے عبد المطلب کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور یہ کہا کہ البتہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔ چنانچہ ہوئی۔ یہ روایت طبقات ابن سعد ص ۶۴۱ قسم اول میں مذکور ہے۔ سند اس کی نہایت قوی ہے۔

(۸) اسحاق بن عبد اللہ حضرت آمنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو نہایت لطیف تھے اور پاک صاف تھے جسم اطہر پر کسی قسم کی آلائش اور گندگی نہ تھی۔ (۱)

### حقیقہ اور تسمیہ :

ولادت کے ساتویں روز عبد المطلب نے آپ کا حقیقہ کیا اور اس تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی اور محمد آپ کا نام تجویز کیا۔ قریش نے کہا کہ اے ابو الحارث ”ابو الحارث عبد المطلب کی کنیت ہے“ اپنے ایسا نام کیوں تجویز کیا جو آپ کے آباؤ اجداد اور آپ کی قوم میں سے اب تک کسی نے نہیں رکھا۔ عبد المطلب نے کہا کہ میں نے یہ نام اس لیے رکھا کہ اللہ آسمان میں اور اللہ کی مخلوق میں اس موعود کی حمد اور ثنا کرے (۳)

(۱) زرقانی ج: ۱، ص: ۱۲۴، ج: ۵، ص: ۲۴۴ (۲) یہ تمام واقعہ علامہ زرقانی نے

شرح موطا امام مالک ص ۲۸۱ میں بروایت ابن عباسؓ بحوالہ استیعاب للما فیہ ابن عبد البر ذکر کیا

ہے، لیکن ابن عباس کی روایت میں صرف حقیقہ کا ذکر ہے ساتویں روز کا ذکر نہیں اور نہ دعوت کا ذکر ہے

ان دو چیزوں کو علامہ سیوطی نے بحوالہ ہیثمی اور ابن مساکر خصائص کبریٰ ص ۱۵۷ میں ذکر کیا ہے حافظ عسقلانی

فرماتے ہیں کہ عبد المطلب نے ولادت باسعادت کی تقریب میں ایک عام دعوت دی جب لوگ دعوت فارع تھے تو پہنچا

کہ اے عبد المطلب اپنے اس موعود کو کیا نام رکھا۔ الیٰ اخر الحدیث رواہ البیہقی فی الدلائل باسناد مرسل ۱۲۔

فتح الباری ص ۱۲۴ ج: ۲ باب معجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱) طبقات ابن سعد ج: ۱، ص: ۶۳ (۲) فتح الباری ج: ۲

عبد المطلب نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ جو اس نام رکھنے کا باعث ہوا وہ یہ کہ عبد المطلب کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی کہ جس کی ایک جانب آسمان میں اور ایک جانب زمین میں اور ایک جانب مشرق میں اور ایک جانب مغرب میں ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتہ پر ایسا فرد ہے کہ جو آفتاب کے نور سے متردجہ زائد ہے۔ مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی شاخوں سے پلٹے ہوئے ہیں۔ قریش میں سے بھی کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور قریش میں سے کچھ لوگ اس کے کاٹنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب اس ارادے سے اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں تو ایک نہایت حسین و جمیل جوان ان کو اکڑھا دیتا ہے۔ معجزین نے عبد المطلب کے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمھاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے اور آسمان اور زمین والے اس کی حمد اور ثنا کریں گے اس وجہ سے عبد المطلب نے آپ کا نام محمد رکھا (۱) عبد المطلب کو اس خواب سے محمد نام رکھنے کا خیال پیدا ہوا اور ادھر آپ کی والدہ ماجدہ کو رو یا صالحہ کے ذریعہ سے یہ بتلایا گیا کہ تم برگزیدہ خلاق اور سید الامم کی حاملہ ہو۔ اس کا نام محمد رکھنا اور ایک روایت میں ہے کہ احمّد نام رکھنا کہ انی عمران الاثر (۲) بریدہ اور ابن عباس کی روایت میں یہ ہے کہ محمد اور احمّد نام رکھنا خصائص کبریٰ (۳)

غرض یہ کہ سحاب الہام کے تقاطر اور رو یا صالحہ کے تواتر نے ماں اور دادا۔ احباب اور اقارب یگانہ اور بیگانہ سب ہی کی زبان سے وہ نام تجویز کرا دیے کہ جس نام سے انبیاء و مرسلین اس نبی امی فدا نفسی و ابی و امی کی بشارت دیتے چلے

(۱) روض اللات، ج ۱، ص: ۵۰، زرکانی شرح مولانا، ج ۴، ص: ۲۷۰

(۲) ج ۱، ص: ۳۰ (۳) ج ۱، ص: ۴۲

آرہے تھے۔ جس طرح حضرت عبدالمطلب کا تمام بیٹوں میں سے صرف آپ کے والد ماجد کا ایسا نام تجویز کیا کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو یعنی عبد اللہ نام رکھنا یہ اللہ تعالیٰ ربانی تھا اسی طرح آپ کا نام مبارک مُحَمَّدٌ اور احمد رکھنا یہ بھی بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا حق تھا جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مسلم میں ابن فارس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کا نام رکھنا فرمایا اس لیے یہ نام رکھا شرح مسلم باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اور یہی دو نام حق جل شانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرماتے ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ مُحَمَّدٌ - اللہ کے رسول ہیں

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (۲)

اور جس وقت کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تورات کا تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکا ہے اور اپنے بعد ایک نیا لے رسول کی شامت دینے والا۔ جن کا نام احمد ہوگا۔

مُحَمَّدٌ کا اصل ماہہ حمد ہے حمد اصل میں کسی کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ اور کمالات اصیلہ اور فضائل حقیقیہ اور محاسن واقعیہ کو محبت اور عظمت کے ساتھ بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تمجید جس سے مُحَمَّدٌ مشتق ہے وہ باب تفعیل کا مصدر ہے جس کی وضع ہی مبالغہ اور تکرار کے لیے ہوئی ہے۔ لہذا لفظ مُحَمَّدٌ جو تمجید کا اسم مفعول ہے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ذات ستودہ صفات کہ جن کے واقعی ادا اہل کمالات اور محاسن کو محبت اور عظمت کے ساتھ کثرت سے بار بار بیان کیا جائے۔

(۱) نووی، شرح مسلم، ج: ۲، ص: ۲۶۱

(۲) الصفحہ، آیت ۶۱-۶۰

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ  
اور بعض کہتے ہیں کہ محمد کے معنی یہ ہیں کہ جس میں خصائل حمیدہ اور اوصاف محمودہ علی  
وجہ الکمال پاتے جاتے ہوں۔ امام بخاری تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں کہ علی بن زید  
سے مروی ہے کہ ابوطالب یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيُجَبِّكَ قَدْ وَالْعَرْشِ مَعْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ  
فتح الباری باب ما جاز فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱)

یہ شعر حسان بن ثابتؓ کے دیوان میں بھی مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ توارد ہو یا حضرت  
حسان نے ابوطالب کے اس شعر پر تفسیم کی ہو۔ واللہ اعلم زر قافی شرح متوطا احمد  
اسم تفصیل کا صیغہ ہے بعض کے نزدیک اسم مفعول کے معنی میں ہے اور بعض کے  
نزدیک اسم فاعل کے معنی میں ہے

اگر اسم مفعول کے معنی لیے جائیں تو احمد کے یہ معنی ہوں گے۔ سب سے زائد ستودہ تو  
بیشک مخلوق میں آپ سے زائد کوئی ستودہ نہیں اور نہ آپ سے بڑھ کر کوئی سراہا گیا  
اور اگر اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو احمد کے یہ معنی ہوں گے کہ مخلوق میں  
سب سے زیادہ خدا کی حمد اور ستائش کرنے والے یہ بھی نہایت صحیح اور درست ہے۔

دنیا میں آپؐ نے اور آپ کی امت نے خدا کی وہ حمد و ثناء کی جو کسی نے نہیں کی اسی  
وجہ سے انبیاء سابقین نے آپؐ کے وجود باہود کی بشارت لفظ احمد کے ساتھ اور آپؐ کی  
امت کی بشارت حمادین کے لقب سے دی ہے۔ جو نہایت درست ہے، اور اللہ نے  
آپؐ کو سورۃ الحمد عطار کی اور کھانے اور پینے اور سفر سے واپس آنے کے بعد  
اور ہر دعا کے بعد آپؐ اور آپ کی امت کو حمد اور ثناء پڑھنے کا حکم دیا۔ اور آخرت  
میں بوقت شفاعت آپؐ پر من جانب اللہ وہ محامد اور خدا کی وہ تعریفیں منکشف

ہوں گی کہ جو نہ کسی نبی مرسل پر اور نہ کسی ملک مُنزَل پر تکشف ہوتیں اسی وجہ سے قیامت کے دن آپ کو مقام محمود اور روارِ حمد عطا ہوگا۔ اس وقت تمام اولئین و آخرین جو میدانِ حشر میں جمع ہوں گے وہ آپ کی حمد اور ثنا کریں گے خلاصہ یہ کہ حمد کے تمام معانی اور الزام و اقسام آپ کے لیے خاص کر دیے گئے۔ کلماتِ الہیہ اور ارشاداتِ نبویہ میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی حمد اور ثنا ہر کام کے ختم کے بعد پسندیدہ اور مستحسن ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى وَكُفِّ عَنَّا بِحَمْدِكَ يَا حَقُّ وَقِيلَ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)

وَأَخْرَجُوا لَهُمْ فِي الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۳)

کھانے اور پینے کے بعد حق جل شانہ نے حمد اور شکر کا حکم دیا چنانچہ فرماتے ہیں  
كُلُوا مِنْ مِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی تفسیر حمد سے فرمائی چنانچہ حدیث میں ہے اَفْضَلُ الشُّكْرِ  
اَلْحَمْدُ لِلَّهِ ثُمَّ تَسْبِيحُہٗ ثُمَّ تَعْدُوہُ ثُمَّ تَقْرِئُہُ ثُمَّ تَذَمُّہُ ثُمَّ تَتَنَمَّیْہُ ثُمَّ تَتَنَمَّیْہُ ثُمَّ تَتَنَمَّیْہُ

اِسْبُوْنَ تَاَسْبُوْنَ عَابِدُوْنَ  
لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

اور جب نماز ختم ہوتی تو یہ آیت شریفہ پڑھتے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَزَّةِ عَمَّا  
يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

غرض یہ کہ آیاتِ قرآنیہ اور کلماتِ قدسیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمد کسی شیء کے

(۱) الزمر، آیت : ۷۵ (۲) یونس، آیت : ۱۰۱

(۳) الانعام، آیت : ۴۵

اختتام ہی کے بعد ہوتی ہے اس لیے حق جل شانہ نے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا۔ لکھنا قطع  
وحی اور اختتام نبوت و رسالت کی جانب مشیرم  
اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں ناموں محمد اور احمد کی یہ تمام شرح علامہ سیوطی  
اور حافظ عسقلانی کے کلام سے ماخوذ ہے۔

بخاری اور مسلم میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ  
میرے پانچ ہم ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں یعنی کفر کا شکنہ والا ہوں  
میں حاضر ہوں یعنی لوگوں کا حاضر میرے قدموں پر ہوگا۔ یعنی سب پہلے میں قبر سے اٹھوں گا یا  
یہ معنی ہیں کہ آپ اس روز سب کے امام اور پیشوا ہوں گے اور سب آپ کے محتاج ہوں گے۔<sup>(۱)</sup>  
اور میں عاقب ہوں یعنی تمام انبیاء کے بعد گئے والا بخاری و ترمذی وغیرہ میں یہ لفظ ہیں  
انا العاقب للہی لیس بعد نبی میں عاقب ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ امام مالکؒ  
فرماتے ہیں کہ عاقب کے معنی یہ ہیں الذی ختّم اللہ بہ الانبیاء جس پر اللہ  
نے انبیاء کا سلسلہ ختم فرمایا۔

سفیان فرماتے ہیں کہ عاقب کے معنی آخر الانبیاء ہیں (۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بھی بہت نام ہیں مگر اس حدیث میں پانچ ہی تخصیص  
غالباً اس لیے فرمائی کہ آپ کے مخصوص نام انبیاء سابقین کے صحیفوں میں زیادہ مشہور ہی  
ہے علامہ سیوطی نے روض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام ج ۱ میں ذکر کیا ہے اور حافظ عسقلانی  
نے فتح الباری ج ۳ باب اسرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے مسئلہ حافظ عسقلانی فرماتے  
ہیں جن روایتوں میں العاقب کے بعد الذی لیس بعدہ نبی آیا ہے۔ ان روایتوں میں الذی لیس بعدہ کے  
مدح ہونے کا احتمال ہے مگر ترمذی کی روایت الذی لیس بعدہ (بسیغہ متکم) نبی میں مدح ہونے  
کا احتمال نہیں۔ دیکھو فتح الباری ج ۳ باب ماجاء فی اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) مصنفے شرح ترمذی، الشاہ ولی اللہ الدہلوی، ج: ۲، ص: ۲۸۵ (۳) ندقانی شرح معطا،

پانچ نام ہیں۔ حافظ ابن سید الناس عین الاثر (۱) میں فرماتے ہیں کہ حق جل شانہ عرب اور عجم کے دلوں اور زبانوں پر ایسی ہر لگائی کہ کسی کو محمد اور احمد نام رکھنے کا خیال ہی نہ آیا۔ اسی وجہ سے قریش نے متعجب ہو کر عبد المطلب سے یہ سوال کیا کہ آپ نے یہ نام کیوں تجویز کیا جو آپ کی قوم میں کسی نے نہیں رکھا لیکن ولادت باسعادت کے کچھ عرصہ پہلے لوگوں نے جب علامہ بنی اسرائیل کی زبانی یہ سنا کہ عنقریب ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم محمد اور احمد کے نام سے پیدا ہونے والے ہیں تو چند لوگوں نے اسی امید پر اپنی اولاد کا نام محمد رکھا مشیتِ باری اور حکمت الہیہ نے ایسا انجام کیا کہ کسی نے بھی دعوائے نبوت نہیں کیا تاکہ محمد مصطفیٰ اور احمد محمد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت درسات میں کسی قسم کا اشتباہ پیش نہ آئے۔ تفصیل اگر درکار ہے تفریح الباری ص ۴۴ و ص ۴۵ کی مراجعت کریں۔

مقام تو محمود نامت محمد بدنیان مقامے و نامے کہ وارد  
**کنیت:** آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی مشہور و معروف کنیت ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو آپ کے سب سے بڑے صاحبزادہ قاسم کے نام پر ہے۔  
 دوسری کنیت ابوالابراہیم ہے۔ حضرت انس رضی عنہ سے مروی ہے کہ جب ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ فرمایا السلام علیک یا ابراہیم۔ سلام ہو آپ پر اسے ابراہیم (۲)  
**خُتنہ:** خُتنہ کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ حضور مخنون پیدا ہوتے حاکم کہتے ہیں کہ آپ کے مخنون پیدا ہونے میں احادیث متواتر ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے آپ کے جد امجد عبد المطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ کی خُتنہ کرائیں جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل ؑ کی سنت کے مطابق مولد کے ساتویں روز خُتنہ کراتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت طلحہ رضی



کے یہاں آپ کی ختنہ ہوتی اور یہ قول ضعیف ہے مشہور اور معتبر قول اول ہی کے دو قول ہیں اور ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنوں ہی پیدا ہوئے لیکن ختنہ کی تمیم اور تکمیل عبد المطلب نے کی۔

## حضانۂ رضاعت

ولادت باسعادت کے بعد تین چار روز تک آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دودھ پلایا پھر آپ کے چچا ابولہب کی آزا کردہ کنیز ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا۔

آپ کے چچا ابولہب کو جب ثویبہ نے آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اس خوشی میں اسی وقت ثویبہ کو آزاد کر دیا اور ثویبہ ہی نے آپ کو پیشتر آپ کے گئے چچا حضرت حمزہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس لیے حمزہؓ آپ کے رضاعی بھائی ہیں اور آپ کے بعد ثویبہ نے ابوسلمہ کو دودھ پلایا۔ زرقانی ص ۱۳۴۔

صحیح بخاری شریف میں ام المؤمنین ام حبیبہؓ سے مروی ہے کہ میں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ میں نے یسنا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی دُرہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں آپ نے بطور تعجب فرمایا کہ ام سلمہ کی بیٹی سے جو میری ربیت میں ہے اگر دُرہ میری ربیبہ نہ ہوتی تب بھی میرے لیے حلال نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ اس لیے کہ مجھ کو اور اس کے باپ ابوسلمہؓ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح فرمائیں تو کیسا ہے تو آپ نے فرمایا وہ میری رضاعی بھتیجی ہے

علامہ ربیعہ یزیدی کی اس بیٹی کو کہتے ہیں جو پہلے شوہر سے ۱۲ سالہ ابوسلمہؓ کے پہلے شوہر ہیں۔ ابوسلمہؓ وفات کے بعد ام سلمہؓ کے خنزک کی خدمت میں آئیں ۱۲ منہ غنم (۳) بخاری شریف ابواب النکاح ج ۲ ص ۱۶۲

ثویبہ کے اسلام میں علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابوہریرہ نے ثویبہ کو صحابیات میں ذکر کیا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ فتح الباری ص ۱۲۴ ج ۹۔ کتاب النکاح۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثویبہ کا بہت اکرام فرماتے تھے۔ حضرت خدیجہ سے نکاح ہو جانے کے بعد ثویبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد بھی مدینہ منورہ سے آپ ثویبہ کے لیے کبھی ہدیہ بھیجتے۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے ثویبہ اور ان کے بیٹے مسروح کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے پھر فرمایا کہ اس کے اقارب میں سے کوئی زندہ ہے تاکہ اس کے ساتھ کچھ سلوک اور احسان فرمائیں۔ معلوم ہوا کہ اس کے خویش و اقارب میں سے بھی کوئی زندہ نہیں مرنے کے بعد ابولہب کو کشتی نے خواب میں دیکھا کہ نہایت بری حالت میں ہے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ ابولہب نے کہا کہ میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی مگر صرف اتنی کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے سرنگشت کی مقدار پانی پلا دیا جاتا ہے (بخاری شریف) یعنی جس انگشت کے اشارے سے آزاد کیا تھا اسی قدر مجھ کو پانی مل جاتا ہے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عباس نے ابولہب کو خواب میں دیکھا کہ بہت ہی بری حالت میں ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی مگر یہ کہ ہر دو شنبہ کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ فتح الباری ص ۱۲۴ ج ۹۔ ثویبہ کے بعد حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دو دھڑ پلایا۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ مشرف اپنے شیر خوار بچوں کو ابتداء ہی سے دیہات میں بھیج دیتے تھے تاکہ دیہات کی صاف و شفاف آب و ہوا میں ان کا نشو و نما ہو۔ زبان ان کی فصیح ہو اور عرب کا اصل تمدن اور عربی خصوصیات ان سے علیحدہ نہ ہوں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

علمہ یہ خواب دیکھنے والے حضرت عباس تھے ابولہب کی وفات کے ایک سال بعد یہ خواب دیکھا۔ البیہ والہنایہ ص ۲۶

تَعْلَهُ دَوَّاءٌ وَمَعَزَرٌ ۖ  
وَإِخْشَوْنَ

معد بن عدنان کی ہیئت کو اختیار کرو۔ یعنی عجم  
کا لباس اور ان کی ہیئت نہ اختیار کرو اور  
شدائد پر صبر کرو اور بڑا پنہو یعنی تنم میں نہ پڑو

ابوبکر صدیق نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی زبان نہایت فصیح ہے  
آپ نے فرمایا اَوَّلَ تَمْرِ قُرَيْشٍ میں سے ہوں اور پھر بنی سعد میں میں نے دودھ پیسا ہے (۲)  
اسی دستور کے مطابق ہر سال بنی سعد کی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آیا  
کرتی تھیں جلیغہ فرماتی ہیں کہ میں اور بنی سعد کی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں  
مکہ آئے میری ساتھ میرا شوہر اور ایک میرا شیر خوار بچہ تھا۔ سواری کے لیے ایک لانگوں  
دہلی گدھی اور ایک اونٹنی جس کا یہ حال تھا کہ ایک قطرہ دودھ کا اس سے نہ نکلتا تھا  
کہ ہم جھوک کی وجہ سے رات بھر نہ سوتے۔ بچہ کا یہ حال کہ تمام شب جھوک کی وجہ سے دنا  
اور جلتا تا میرے پستانوں میں اتنا دودھ نہ تھا کہ جس سے بچہ سیر ہو سکے۔ کوئی عورت  
ایسی نہ رہی کہ جس پر آپ پیش نہ کیے گئے ہوں مگر جب یہ معلوم ہوتا کہ آپ تیمم ہیں تو فوراً  
انکار دیتی کہ جس کے باپ ہی نہیں اس سے حق الخدمت ملنے کی کیا توقع کی جاتے مگر  
کیسی کو معلوم نہ تھا کہ تیمم نہیں ہے بلکہ تیمم ہے اور یہ وہ مبارک مولود ہی ہے کہ جس کے  
ہاتھوں پر قبصر و کسریٰ کے خزانے کی کنجیاں رکھی جانے والی ہیں دنیا میں اگرچہ اس کا  
کوئی والی اور مربی اور حق الخدمت دینے والا نہیں مگر وہ رب العالمین جس کے ہاتھ میں  
تمام زمین اور آسمان کے بے شمار خزانے ہیں وہ اس تیمم کا والی اور متولی ہے اور  
اس کی پرورش اور تربیت کرنے والوں کو وہم و گمان سے زائد حق الخدمت دینے والا ہے۔  
علہ حافظ ابن اثیر نے حضرت عمرؓ کے اس اثر کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو ہم نے اپنے ترجمہ میں ظاہر کیا  
حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ اثر مجھ طرانی میں بروایت ابی حذو الکی مروی ہے  
یعنی یہ کلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اثر ہے نہایت (۲) روض الانف، ج ۱، ص: ۱۰۹ -

سب عورتوں نے شیر خوار بچے لے لیے صرف حلیمہ خالی رہ گئیں جب روانگی کا وقت آیا تو حلیمہ کو خالی ہاتھ جانا شاق معلوم ہوا۔ یکایک غیب سے حلیمہ کے دل میں اس یتیم کے لینے کا نہایت قوی داعیہ اور شدید تقاضہ پیدا ہو گیا۔ حلیمہ نے اپنے شوہر سے حکم کیا۔

وَاللّٰهُ لَا ذَهَبَ اِلٰی ذٰلِكَ الْيَتِيْمِ  
فَلَا خَذَنَتْهُ فَتَالَ لَا  
عَلَيْكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ لَنَا  
فیر برکت

خدا کی قسم میں ضرور اس یتیم کے پس جاؤں گی اور ضرور اس کو لے کر آؤں گی۔ شوہر نے کہا اگر تو ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں امید ہے کہ حق جلّٰوہ اس کو ہمارے لیے خیر و برکت کا سبب بنائے۔

برکت لغت میں خیر الہی کا نام ہے یعنی اس خیر اور اس بھلائی کا نام ہے کہ جو برکت اللہ کی طرف سے نازل ہوا اور اسباب ظاہری کو اس میں دخل نہ ہو۔ کنزانی المفردات الامم الراغب ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں۔ اَنَا عَظَمْتُ عَبْدِي بَنَدَهُ مِثْرَةَ سَاحَةِ جِيسَاگَمَانَ كَمَا هِيَ فِي اَسِي كَمَا هِيَ فِي اَسِي كَمَا هِيَ فِي اَسِي۔

حلیمہ اسی برکت کی امید پر آپ کو لے آئیں۔ اللہ نے اسی امید کے مطابق ان پر برکتوں کا دروازہ کھول دیا۔ بنی سعد کی عورتوں نے مخلوق سے طمع باندھی اور حلیمہ نے خالق سے امید باندھی۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ اس مولود و مسود کا گوشت میں لینا تھا کہ پستان بالکل خشک تھے وہ دودھ سے بھر آئے اتنا دودھ ہوا کہ آپ بھی سیراب ہو گئے اور آپ کا پکا رضاعی بھائی بھی سیر ہو گیا۔ دشمنی کا دودھ دوسرے کے لیے اٹھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ تین دودھ سے بھرے ہوتے ہیں۔ میں نے اور میرے شوہر نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ رات نہایت آرام سے گزری صبح ہوئی تو شوہر نے حلیمہ سے کہا:-

تَعْلَمِي وَاَللّٰهُ يٰ اَحْلِمَتِ  
لَقَدْ اخَذْتَ نَسْمَةً  
مُبَارَكَةً

اے حلیمہ خوب سمجھ لے کہ خدا کی قسم تو نے بہت ہی مبارک بچہ لیا ہے

اس پر حلیمہ نے یہ کہا۔

واللہ انی لا رجوز لک خدا کی قسم میں یقین سے کہتی ہوں کہ البتہ میں اللہ سے یہی امید رکھتی ہوں۔

اب قافلہ کی روانگی کا وقت آیا اور سب سوار ہو کر چل پڑے حلیمہ بھی اس مولود مسعود کو لے کر سوار ہوئیں حلیمہ کی وہ دہلی پتلی ساری جس کو پہلے چابک مار مار کر نکالیا جاتا تھا وہ اب برقی رفتار پر اس طرح تھامے تھمتی نہیں۔ اس وقت تو وہ ایک نبی کا مرکب بنی ہوئی ہے ساتھ والی عورتوں نے پوچھا۔ اے حلیمہ یہ وہی ساری ہے عورتوں نے کہا کہ واللہ اس وقت تو اس کی شان ہی جدا ہے۔ اسی طرح ہم بنی سعد میں پہنچے۔ اس وقت بنی سعد کی سرزمین سے زیادہ کسی جگہ قحط نہ تھا۔ میری بکریاں جب شام کو چراگاؤ سے واپس آئیں تو دودھ سے بھری ہوئی ہوتیں اور دوسروں کی بکریاں بالکل بھوک آئیں تھنوں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ہوتا یہ دیکھ کر لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اسی جگہ چرایا کرو جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر پھر بھی یہی ہمارا شام کو حلیمہ کی بکریاں پیٹ بھری ہوتیں دودھ سے لبریز آئیں اور دوسری بکریاں بھوک آئیں تھنوں میں دودھ ایک قطرہ نہ ہوتا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اسی طرح خیر و برکت دکھلاتا رہا اور ہم اللہ کی طرف سے اسی طرح خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے۔ اسی طرح جب دو سال پر رے ہو گئے تو میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔

علہ حضرت علیہ السلام واقعہ سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے صرف خط کشیدہ الفاظ ایک دوسری روایت کے الفاظ کا ترجمہ ہے جو علامہ سیوطی نے خلاصہ کر بیٹی ص ۱۴۵ میں بحوالہ محمد بن اسحاق وطبری و بیہقی نقل کیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں فلم یزل اللہ یرنا البرکۃ و تفرغنا اور سیرۃ ابن ہشام کے یہ الفاظ ہیں فلم یزل نعرف من اللہ الزیادۃ والخیر ہم نے دونوں کا ملا کر ترجمہ کر دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متعدد طرق سے روئی ہے اور یہاں احمدی میں سے ہے کہ حماد بن سیرد مغازی کہنا میں مشہور اور ترمذی اول ہے

البدایہ والنہایہ ص ۲۴۵ (۲) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۵۶، نیز مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۲۱۔

جب دو سال پر سے ہو گئے تو حلیمہ آپ کو لے کر مکہ آئیں تاکہ حضرت آمنہ کی امانت ان کے حوالے کریں مگر آپ کے وجود و باوجود کی وجہ سے خداوند ذوالجلال کی جو برکتیں مبذول تھیں اس وجہ سے حلیمہ نے حضرت آمنہ سے درخواست کی کہ اس یتیم کو اوچند روز میرے ہی پاس بھوپڑویں۔ ان دنوں مکہ میں دوبار بھی تھی اور حلیمہ کا غیر معمولی اسرار اس لیے حضرت آمنہ نے حلیمہ کی درخواست منظور کی اور آپ کو اپنے ہمراہ لے جانے کی اجازت دی۔ حلیمہ آپ کو لے کر بنی سعد واپس آ گئیں۔ چند ماہ گزرنے کے بعد آپ بھی اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے لگے۔

## شَقِّ صَدْر

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے جنگل گئے ہوئے تھے کہ یکایک آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہڑا آیا کہ دو سفید پوش آدمی آتے اور ہمارے قریشی بھائی کو زمین پر لٹا کر ان کا شکم مبارک چاک کیا۔ اب اس کو سی رہے ہیں یہ واقعہ سنتے ہی حلیمہ اور ان کے شوہر کے ہوش اڑ گئے۔ افتال و خیزان دوڑے۔ دیکھا کہ آپ ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں اور چہرہ انور کا رنگ فق ہے۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ میں نے فوراً آپ کو سینے سے چٹایا اور پھر آپ کے رضاعی باپ نے آپ کو سینے سے لگایا اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا واقعہ تھا۔ آپ نے بیان فرمایا حلیمہ آپ کو لے کر گھر واپس آ گئیں۔ درواہ ابویعلیٰ والطبرانی درجالہما ثقافت۔

شق صد کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عمر میں چار مرتبہ پیش آیا۔ اول بار زمانہ طفولیت میں پیش آیا جب آپ حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں تھے اور اُس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال کی تھی۔ ایک روز آپ جنگل میں تھے کہ دو فرشتے جبریل اور میکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں ایک سونے کا طشت

برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے اور آپ کا حکم مبارک چاک کر کے قلب مظہر کو کونکا لایا پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر شکر اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانگے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگا دی۔

علیمہ سعدیہ کے یہاں زمانہ مرقیام میں شش صد کا واقعہ پیش آتا متحد روایات میں مختلف صحابہ سے مروی ہے (پہلی روایت) عقبہ بن عبد بنی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو مسند احمد اور معجم طبرانی میں مذکور ہے۔ عقبہ کی یہ روایت مستدرک حاکم ص ۶۱۶ میں بھی مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ عقبہ کی یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔ حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں حاکم کی تصحیح کا کوئی رد نہیں فرمایا۔ علامہ بیہقی۔ حدیث عقبہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں رواہ احمد والطبرانی واسناد احمد حسن (۳)

عہ۔ حدیث عقبہ بن عبد السلامیٰ أخرجه احمد والطبرانی وغيرهما عن ابن مسعود عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف كان بدمه لم يترك فذكر القصة في إرضاعه في بني سعد وفي ابن أبي عمير عن ابن مسعود قال قال أحد رجالنا في خطبة فقام عليه بنجام النبوة فخرج الباري ص ۶۹۹ باب غلام النبوة عہ۔ اس روایت کے سند میں ایک راوی بقیہ بن الولید ہے جسکی درجہ سے بعض مصنفین کو اس حدیث کے شرط کم پر ہونے میں تردد ہے۔ عبد اللہ بن اللہ اک کجی بن معین۔ ابو زرعی بن ابی سعد فرماتے ہیں کہ بقیہ ابن الولید خود فی حدیث ثقہ ہے اگر ثقات سے روایت کرے تو اسکی روایت معتبر ہے۔ ورنہ نہیں امام نسائی فرماتے ہیں کہ بقیہ بن ولید اگر حدیثنا اور اخبارنا سے روایت کرے تو مقبول ہے اور اگر عن کے ذریعہ روایت کرے تو وہ روایت نہیں لی جائے گی۔ تہذیب ص ۴۱۲ و ص ۴۵۵ یہ خوب یاد رہے کہ یہ روایت مذکورہ تلخیص میں اگرچہ بطریق عن ہے لیکن مستدرک میں حدیثنا اور اخبارنا سے مروی ہے۔ حدیثنا بقیہ

عن الولید قال قال حدثني يحيى بن سعيد عن خالد بن معدان عن عقبه بن عبد السلامي ربيعة نے یہ روایت ثقہ سے لی ہے کسی مجہول یا ضعیف راوی سے نہیں ایسے کہ یحییٰ بن سعید جس سے بقیہ ابن الولید نے روایت کی ہے احمد بن حنبل ابو یحییٰ اور ابن سعد اور نسائی اور ابوجاہم اور ابن جابر نے اسکی توثیق

(دوسری روایت) ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو سند بزار اور دارمی وغیرہ میں مذکور ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ حدیث ابی ذر کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارہ میں اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے اور علماء نے تصریح کی ہے کہ حافظ مقدسی کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے زیادہ موثق و مستند ہے (۱) ابوذر کی یہ حدیث۔ دلائل ابی نعیم میں بھی مذکور ہے اور حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مسند احمد اور دلائل بیہقی میں مذکور ہے (۲) (تیسری روایت) انس بن مالک کی ہے جو طبقات ابن سعد میں مذکور ہے جس کے تمام راوی بخاری و مسلم کے سلم ثقہ اور مستند راوی ہیں (۳)

(چوتھی روایت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کو علامہ سیوطی نے بحوالہ بیہقی اور ابن عساکر خصائص میں ذکر کیا ہے (۵)

(پانچویں روایت) شداد بن اوش سے مروی ہے جس کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری باب خاتم النبوة میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب ص ۱۱۶ میں بحوالہ مسند ابی یعلیٰ اور دلائل ابی نعیم ذکر کیا ہے (۶)

کی ہے۔ تہذیب صحیح ۲۲۴ ع ۳۳۰ علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں۔ قلت لاشک فی صحۃ اسنادہ فقد صحی الضیاء وقد قال العلماء ان تصحیح علی بن تصحیح الحاکم زرقانی صحیح ۱۶۱ ع ۱۶۰ وہ روایت یہ ہے اخیرنا یزید بن ارون وعفان بن سلم قالوا لاجل احمد بن حنبلہ عن ثابت عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلعب مع الصبيان فاما آیت فاخته فشق بطنه فاستخرج منه علقه فمری بہا وقال ہذا نصیب الشیطان منک ثم غسلہ فطست من ذہب من مارزمزم ثم لائمہ فاقبل الصبيان الی فطره قتل محمد فاستقبلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد استقبح لہ قال انس فلقہ کنزہی اثر الخیاط فی صدرہ۔

طبقات ابن سعد باب علامات النبوة قبل الاسلام صحیح ۹ (۳) مجمع الزوائد ج ۸: ص ۲۲۲ (۱) زرقانی ج ۱: ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج (۲) ۴: ص ۴۰۹ ج (۴) ج ۱: ص ۹۷ (۵) الخصائص ج ۱: ص ۵۵ (۶) ج ۱: ص ۱۵۰



(چھٹی روایت) خالد بن معدان تابعی کے ہے کہ جو طبقات ابن سعد ص ۹۶ میں مسئلہ مذکور ہے۔ مگر محمد بن اسحاق کے سلسلہ سند میں مذکور ہے کہ خالد بن معدان کلاعی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مجھ سے شق صد کا یہ واقعہ بیان کیا الخ السیرۃ ابن شہام ص ۵۶، حافظ ابن کثیر، محمد بن اسحاق کی یہ روایت نقل کر کے فرماتے ہیں ہذا انشا جید قوی (۱۲)

ابن عباس اور شداہی اوس اور خالد بن معدان کی روایتیں۔ بعض راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اگرچہ فردا فراضعیف ہوں لیکن اول تو تعدد طرق سے حدیث کے ضعف میں کمی آجاتی ہے۔ دوم یہ کہ جو ضعیف روایت متعدد صحابہ اور مختلف سندوں سے مروی ہو تو ایسی ضعیف حدیث بلاشبہ صحیح حدیث کی مؤید ہو سکتی ہے اور چند ضعاف کے انضمام سے حدیث صحیح کی صحت اور وثاقت میں اوداضافہ ہو جاتا ہے رہا یہ امر کہ سلسلہ معراج میں یحییٰ بن کے شق صدر کا ذکر نہیں یا دوسری بعض روایتوں میں اس شق صدر کا ذکر نہیں سو یہ اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی عدم ذکر کو ذکر عدم کی دلیل بنانا عقلاً صحیح نہیں احادیث معراج ہی کو لے لیجیے کہ

عنه ابوہریرۃ کہ اس حدیث کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری ص ۱۳۳ باب ماجاء فی قولہ عز وجل وکلم اللہ موسیٰ انکلمنا میں ذکر کیا ہے ۱۲۷ حضرت عائشہ کی روایت جو دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے اس کی سند میں دورانوی تکم فیہیں ایک زید بن بانوس ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ زید بن بانوس مبہول ہے لیکن وارظنی فرماتے ہیں لا باس براس میں کچھ حرج نہیں یعنی اچھا خاصا راوی ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ تہذیب ص ۳۱۶ حافظ متزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں کہ ذکرہ ابن حبان فی التہذیب مورخہ راجحہ فی الادب ابو داؤد و الترمذی فی الشمائل والنسائی اور تہذیب الکمال ص ۱۲۷ دوسرا راوی داؤد بن الجرجی جو بعض علمائے کذاب بتلایہ ہے لیکن یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ثقہ ہے کذاب نہیں ابو داؤد فرماتے ہیں ثقہ ہے لیکن شاہ ضعیف کے ہے نسائی فرماتے ہیں ضعیف ہے تہذیب ص ۱۹۹

تقریباً پچاس صحابہ کرام سے مروی ہیں لیکن ہر صحابی کی روایت میں کچھ ایسے امور کا ذکر ہے کہ جو دوسرے صحابہ کی روایت میں اس کا ذکر نہیں اسی طرح یہاں کچھ ایسے بھی ذکر کیے گئے ہیں جن کی روایت میں کسی ایک شخص کے شوق صدر کو ذکر کیا اور کسی جگہ فقط طفولیت کے شوق صدر کو بیان کیا اور کسی جگہ دوزخ کو جمع کر دیا اور ہر شوق صدر کا زمان اور مکان مختلف ہے اور ہر ایک جدا گانہ واقعہ ہے فقط ایک واقعہ کا ذکر دوسرے غیر مذکورہ واقعہ کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔  
دوسری بار شوق صدر کا واقعہ آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے۔

ابو ہریرہؓ کی حدیث کو حافظ مقدسی نے مختارہ میں اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں زوائد مسند کے سند کے راوی کل ثقہ ہیں (۴)

رواہ عبد اللہ و رجالہ ثقات و ثقہ ابن حبان ... اور صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ فتح الباری باب علامات النبوة فی الاسلام۔

تیسری بار یہ واقعہ بغشت کے وقت پیش آیا جیسا کہ مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۱۵ اور دلائل ابی نعیم ص ۶۹ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے حافظ ابن الملقن نے شرح بخاری میں اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری باب المعراج میں باب الجار

بہر حال اس حدیث کی سند اباس سے کسی طرح کم نہیں معلوم ہوتی خصوصاً جبکہ ابو داؤد طیالسی کی سند کو بھی اس کی ساتھ ملا لیا جائے تو اور قوت آجاتی ہے اسی وجہ سے حافظ ابن ملقن اور حافظ عسقلانی نے اس کو ثبت کے لفظ سے تعبیر فرمایا حافظ ابن ملقن کے یہ الفاظ ہیں وثبت شوق الصدر ایضاً عند البشتہ لما اخرج ابو نعیم فی الدلائل اور شرح بخاری ص ۳۸۷ اور عسقلانی کے الفاظ بھی اسی کے قریب بلکہ یہی ہیں ۱۲- (۱) سیرۃ ابن ہشام، ج: ۱، ص: ۵۶ (۲) البدایہ والنہایہ، ج:

۲، ص: ۲۷۵ (۳) زرقانی، ج: ۱، ص: ۱۸۳

علہ حافظ ابن ملقن کی شرح بخاری کا تعلق بخیر آباد کے کتب خانہ آصفیہ میں، (۱) مجمع الزوائد، ج: ۸، ص: ۲۵۵

فی قولہ وعلیٰ کلّم اللہ مونیٰ بکلیما میں بعثت کے وقت شق صدر کا ثابت ہونا تسلیم کیا ہے نیز اس واقعہ کا وقت بعثت پیش آنا مسند بزار میں ابوذر غفاری سے مروی ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابوذر کی یہ حدیث اس حدیث کے مغائر ہے جو ابوذر ہی سے مدبارہ اسرارہ معراج صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور بخاری کے راوی ہیں مگر جعفر بن عبد اللہ بن عثمان البکیری جس کی ابو حاتم رازی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور غفیلی نے اس میں کلام کیا ہے (۲) چوتھی بار : یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی وغیرہ میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں۔

## الحاصل

یہ چار مرتبہ کا شق صدر تو روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور بعض روایات میں پانچویں مرتبہ بھی شق صدر کا ذکر آیا ہے کہ بیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا۔ مگر یہ روایت باجماع محدثین ثابت اور معتبر نہیں۔

## شق صدر کی حقیقت

علامہ قسطلانی مواہب میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔

ثم ان جميع ما ورد من شق الصدر	یہ جو کچھ مروی ہوا یعنی شق صدر اور قلب مبارک
استخراج القلب وغیر ذلك من	کانکانا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے خوارق کا اسی
الامور الخارقة للعادة مما يجب	طرح تسلیم کرنا واجب اور لازم ہے جس طرح
التسلیم له دون التعرض لصرفه	منقول ہوتے ان کو اپنی حقیقت کے بغیر بچاؤ
عن حقیقتہ لصلاحیہ	اللہ کی قدرت کے کوئی شے محال نہیں اہم قرطبی اور

القدرة فلا يستحيل شيء  
من ذلك هكذا قال القبطي  
في المفهم والطبي والنور  
بشيء والحافظ في الفتح  
والسيوطي وغيرهم ويؤيده  
الحديث الصحيح أنهم  
كانوا يرون أثر المخطط في  
صدره قال السيوطي ومواقع  
من بعض جملة العصر من  
انكار ذلك وحمله على الأمر المعج  
فهو جهل صريح وخطاء  
قبيح نشاء من خذلان الله  
تعالى لهم وعكوفهم  
على العلوم الفلسفية وبعدهم  
هم عن دقائق السنة  
عافانا الله من ذلك انتهى (۱)

علامہ طبری اور حافظ توربشتی اور حافظ عقیلانی  
اور علامہ سیوطی اور دیگر اکابر علماء بھی یہی فرماتے  
ہیں کہ شق صدر اپنی حقیقت پر محمول ہے اور  
حدیث صحیح اس کی تائید ہے وہ یہ کہ حدیث میں  
ہے کہ صحابہ کرام سیون یعنی سلاخی کا نشان  
حضور کے سیدہ مبارک پر اپنی آنکھوں سے  
دیکھتے تھے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ  
بعض جملہ عصر کا شق صدر سے منکر ہونا  
اور بجائے حقیقت کے اس کو امر مغوی  
پر محمول کرنا (جیسا کہ اس زمانہ کے بعض  
سیرت نگار کہتے ہیں کہ شق صدر سے حقیقی معنی  
مرو نہیں بلکہ نزع صدر کے معنی مروا ہیں) صریح  
جہالت اور سخت غلطی ہے جو حق تعالیٰ کی  
عدم توفیق اور علوم فلسفہ میں انہماک اور علم سنت  
سے بعد اور دوری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔  
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

خلاصہ کلام یہ کہ شق صدر سے حقیقت سیدہ کا چاک کرنا مراد ہے۔ شق صدر شرح صدر کے  
معنی مراد لینا جو ایک خاص قسم کا علم ہے۔ صریح غلطی ہے۔ شق صدر حضور کے خاص الخاص  
معجزات میں سے ہے اور شرح صدر حضور کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ابوبکر و عمر کے زمانے سے  
لے کر اب تک بھی علماء صالحین کو شرح صدر ہوتا رہا ہے۔ نیز اگر شق صدر سے شرح صدر کے  
معنی مراد ہوں جو کہ ایک امر مغوی ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہو گا کہ سیون کا نشان

جو آپ کے سینہ مبارک پر صحابہ کرام اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کیا شرحِ حدیث سے سینہ پر سلائی کے نشان نمودار ہوجاتے ہیں۔ لاجل ولا حول الا باللہ العلیٰ العظیم۔

### شق صدر کے اسرار

پہلی مرتبہ جو طبرہ سعدیہ کے میاں زمانہ قیام میں قلب چاک کر کے جو ایک سیاہ نقطہ نکلا لگیا۔ وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا جس سے آپ کا قلب مطہر پاک کر دیا گیا اور نکالنے کے بعد قلب مبارک غالباً اس لیے دھوایا گیا کہ مادہ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لیے دھویا گیا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے جیسا کہ شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے۔ اس لیے مادہ معصیت کے بجھانے کے لیے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارت عصیاں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے اور قرآن و حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے قال تعالیٰ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَهُمْ لَا يَحْقِيقُونَ جولوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ حقیقت میں اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مال حرام اگرچہ دنیا میں کتنا ہی ٹھنڈا کیوں نہ ہو لیکن عالم آخرت کے نخل سے اس کا مزاج آگ سے کم گرم نہیں جیسے صبر کا مزاج اس عالم میں خنظل سے زیادہ تلخ ہے مگر عالم آخرت میں غسل (شہید) سے زیادہ شیریں ہے۔ و قس علیٰ ہذا۔ اور ایک حدیث میں الصدقة تطفئ الخطیئة کما یطفئ الماء النار یعنی صدقہ گناہ کو ایسا ہی بجھا دیتا ہے جیسا پانی آگ کو (رواہ احمد و الترمذی عن معاذ بن جبل) ایک اور حدیث میں ہے

ان الغضب من الشیطان وان  
الشیطان خلق من النار  
انما یطفئ النار بالماء فاذا غضب  
غضب شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان  
آگ سے پیدا کیا گیا ہے (نتیجہ نکلا کہ غصہ  
آگ سے پیدا ہوا ہے) اور جزا نیست کہ آگ

أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ کربانی ہی سے بچایا جاتا ہے۔ اس لیے جب  
(رواہ ابو داؤد) کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا غسل کرے۔ آگ میں دو  
وصف خاص ہیں۔ ایک حرارت اور گرمی اور دوسرے علو یعنی اوپر کو چڑھنا۔ اس لیے  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وصف کے لحاظ سے غضب کا یہ علاج تجویز فرمایا کہ وضو  
کر دو اور غصہ کی آگ کربانی سے بچاؤ اور دوسرے وصف یعنی بڑائی کے لحاظ سے  
یہ علاج تجویز فرمایا۔

اِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنَّ ذَهَبَ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْأَفْلِيضُ طَجَّجَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ  
جس کو غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر اس سے غصہ جاتا رہے تو فہما و ذریرٹ  
جائے اس حدیث کو احمد بن حنبل اور ترمذی نے ابو ذر سے روایت کیا ہے۔  
غصہ کی وجہ سے انسان میں جو ایک قسم کا علو اور بڑائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا علاج  
تواضع تذلل اور تسکین سے فرمایا کہ غصہ آئے ہی فوراً زمین پر بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ اور  
سمجھ لو کہ ہم اسی مشیت خاک سے پیدا کیے گئے ہیں آگ بگولہ بننے کی کیا ضرورت ہے  
بخاری اور مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد نماز  
میں دُعا مانگا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءٍ الشَّلْحِ وَالْبَرْدِ اے اللہ میری خطاؤں کو برف اور اگلے کے  
پانی سے دھو دے

اس دعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔  
۱) گناہوں کی نجاست کی طرف کہ ان کے دھونے کی اللہ سے درخواست کی اس لیے کہ  
طریقہ یہ ہے کہ نجاست اور ناپاکی ہی کو دھوتے ہیں پاک چیز کو نہیں دھوتے (۲) گناہوں کی

حرارت اور گرمی کی طرف کہ برف اور اولے کے پانی سے ان کے بچانے کی درخواست کی اس لیے کہ اگر گناہوں میں فقط نجاست ہی ہوتی اور حرارت نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بجائے برف کے پانی کے گرم پانی سے ان کے دھونے کی درخواست فرماتے لیکن گناہوں میں نجاست کے ساتھ حرارت بھی ہے اس لیے تطہیر نجاست کے علاوہ تبرید اور تسکین حرارت کی بھی ضرورت ہے۔ گرم پانی سے اگر تطہیر نجاست کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے مگر تبرید اور تسکین کا مقصد علی وجہ الاتم برف اور اولے ہی کے پانی سے حاصل ہو سکتا ہے اس لیے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بجائے گرم پانی کے ٹھنڈے پانی سے گناہوں کے دھونے کی دعا فرمائی۔ اسی وجہ سے امام نسائی نے اس حدیث سے یہ سند مستنبط فرمایا کہ نماز کے لیے بجائے گرم پانی کے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا افضل اور بہتر ہے اس لیے کہ وضو اور نماز سے مقصد گناہوں کی آگ کو بجھانا ہے جیسا کہ ابو ذر کی حدیث سے (جو غصہ کے علاج کے بارہ میں گندرجکی) معلوم ہوتا ہے اور عم طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے وقت ایک منادی اللہ کی طرف سے ندا دیتا ہے کہ بنی آدم اٹھو اور اس آگ کو بجھاؤ جو تم نے اپنے اوپر روشن کی ہے اہل ایمان اُٹھتے ہیں اور وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتے ہیں۔

جس طرح ان آیات اور احادیث سے گناہوں کے مزاج کا گرم ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی حدیث سے حب الہی اور محبت خداوندی کے مزاج کا سرد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا مانگا کرتے تھے

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ جَنَّتَكَ أَحَبَّ لِي مِنَ ابْنِي مَحَبَّتِ مِثْرَةٍ لِي سَبْعَ زَاوِيَةٍ  
إِلَى مِثْرِ نَفْسِي وَاهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ  
محبوب بنادے حتیٰ کہ میرے نفس سے اور  
میرے اہل سے اور ٹھنڈے پانی سے۔

مار بار در (ٹھنڈے پانی) کا مزاج تو بارہ ہوتا ہے۔ لیکن اہل کا مزاج بھی بارہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ اجل شانہ نے قرآن میں اپنے خاص بندوں کی یہ دعا ذکر فرمائی ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا  
وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ  
أَعْيُنٍ - (۱)

لے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور  
اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما یعنی آنکو  
تیری اگلی اور فرمانبرداری میں دیکھوں اور تیری

معصیت میں نہ دیکھوں اس لیے کہ مومن کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی سے ٹھنڈی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ آنکھیں ٹھنڈی ہی چیز سے ٹھنڈی ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ اطاعت خداوند کا مزاج ٹھنڈا ہے اور معصیت کا مزاج گرم ہے کیونکہ معصیت کا تعلق جہنم سے ہے۔ اس لیے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی سلسلہ میں مار بار در اور اہل کو ملا کر دعا فرمائی کہ اے اللہ اپنی محبت گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے کہیں زائد ہمارے لیے مجرب بنا دے آمین

آمد غم کے نزدیک اگرچہ معطوف اور معطوف علیہ میں مناسبت ضروری نہیں کیونکہ یہ شئی ان کی موضوع بحث سے خارج ہے مگر بلغار کے نزدیک مناسبت ضروری ہے۔ پس ناممکن ہے کہ نبی اکرم سرور عالم انصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام فصاحت و فصیح مناسبت کے خالی ہو جس طرح آیات اور احادیث سے معاصی کے مزاج کا گرم ہونا اور طاعات کے مزاج کا بارہ ہونا معلوم ہوتا ہے اسی طرح کچھ خیال آتا ہے کہ شاید مباحات کا مزاج معتدل ہو نہ حار اور نہ بارہ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم اور دوسری بار دس سال کی عمر میں جو دس کی عمر میں جو سینہ چاک کیا گیا وہ اس لیے کیا گیا تاکہ قلب مبارک مادہ لہو و لعب سے پاک ہو جائے۔ اس لیے کہ لہو و لعب خدا سے غافل بنا دیتا ہے اور میری بار بعثت کے وقت جو قلب مبارک چاک کیا گیا وہ اس لیے



کہ قلب مبارک اسرارِ وحی اور علومِ الہیہ کا تحمل کر سکے۔

اور چوتھی بار معراج کی وقت اس لیے سینہ چاک کیا گیا تاکہ قلب مبارک عالم ملکوت کی سیر اور تجلیاتِ الہیہ اور آیاتِ باینہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کی بے چون و چگون کلام کا تحمل کر سکے غرض یہ کہ بار بار شوق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شوق صدر میں جداگانہ حکمت ہے۔ بار بار شوق صدر سے مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر و منور کی طہارت و نورانیت انتہا کو پہنچ جائے۔ حضراتِ اہل علم فتح الباری باب المعراج کی مراجعت کریں۔

### شوقِ صد کے بعد مہر کیوں لگائی گئی

جب کسی شے کی حفاظت مقصود ہوتی ہے تو مہر لگا دیتے ہیں تاکہ جو شے اس میں رکھ دی گئی ہے وہ اس میں سے نکلنے نہ پائے۔ جواہرات بھر کر قفسی پر مہر لگاتے ہیں کہ کوئی موتی نکلنے نہ پائے۔ اسی طرح آپ کے قلب مبارک کو علم و حکمت سے بھر کر دوشانوں کے درمیان مہر لگا دی گئی تاکہ اس خزینه سے کوئی شے ضائع نہ ہو۔

پائے (۱)

نیز جس طرح شوق صدر سے قلب کا اندرونی حصہ خطِ شیطان سے پاک کر دیا گیا اسی طرح دوشانوں کے درمیان قلب کے مقابل بائیں جانب ایک مہر لگا دی گئی تاکہ قلبِ شیطان کے دوسلوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائے اس لیے کہ شیطان اسی جگہ سے دوسرے ڈالتا ہے عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے کہ کسی شخص نے حق جل شانہ سے درخواست کی اے رب العالمین مجھ کو شیطان کے دوسرے کاراتہ دکھا کہ وہ کس راہ سے آکر آدمی کے دل میں دوسرے ڈالتا ہے تو من جانب اللہ دوشانوں کے درمیان جگہ جو قلب کے مقابل بائیں جانب ہے وہ دکھلائی گئی کہ شیطان اس راہ سے آتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتا (۱)

خلاصہ یہ کہ جس طرح قلبِ مبارک کا اندر فی حقہ شق صدر کے ذریعہ مادہ شیطانی سے پاک کر دیا گیا اسی طرح پشت کی جانب مہر لگا کر باہر سے بھی شیطان کی آمد کا راستہ بند کر دیا گیا۔

## مہرِ نبوت کسب لگائی گئی؟

بعض کہتے ہیں مہرِ نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علمائے بنی اسرائیل آپ کو اسی علامت سے جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ شق صدر کے بعد مہر لگائی گئی پہلا قول زیادہ صحیح اور راجح ہے جیسا کہ بعض روایات سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ہی مہرِ نبوت کے ساتھ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ جن روایات میں شق صدر کے بعد مہرِ نبوت کا لگانا مذکور ہے۔ وہ سابق مہرِ نبوت کی تجدید اور اعادہ ہو اس طرح سے کام دیا گیا میں تطہیر اور توفیق ہو جاتی ہے۔ (۱)

شق صدر کے واقعہ سے حضرت حلیمہ کو اندیشہ ہوا کہ میاں آپ کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے اس لیے آپ کو حضرت آمنہ کے پاس مکہ لے کر حاضر ہوئیں اور تمام واقعہ بیان کر دیا حضرت آمنہ اس واقعہ کو سن کر بالکل ہراساں نہ ہوئیں اور ان انوار و تجلیات اور ان خیرات اور برکات کا جو زمانہ حمل اور ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے ذکر کر کے یہ فرمایا کہ میرے اس بیٹے کی شان بہت بڑی ہوگی۔ اس مولود مسعود تک شیطان کی رسائی ناممکن ہے تم مطمئن رہو اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔ حلیمہ اپنے گھر واپس ہو گئیں اور آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہنے لگے۔ جب عمر شریف پھر سال کو پہنچی تو حضرت آمنہ نے مدینہ کا قصد فرمایا اور آپ کو بھی ساتھ لے گئیں۔ ام امین بھی آپ کے ہمراہ تھیں ایک ماہ اپنے میکہ میں قیام کیا۔ پھر آپ کو لے کر واپس ہوئیں۔ راستہ میں مقام ابواء میں حضرت آمنہ نے انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۲)

## عبدالطلب کی کفالت

امامین آپ کو لے کر مکہ حاضر ہوئیں اور آپ کے دادا عبدالطلب کے پڑویہ عبدالطلب آپ کو ہمیشہ ساتھ رکھتے عبدالطلب جب سجد حرام میں حاضر ہوتے تو خذ کعبہ کے سایہ میں آپ کے لیے ایک خاص فرش بچایا جاتا کسی کی مجال نہ تھی کہ اس پر قدم رکھ سکے حتیٰ کہ عبدالطلب کی اولاد بھی اس فرش کے ارد گرد حاشیہ اور کنارے پر بیٹھی مگر آپ جب آتے تو جے بکلف مسند پر بیٹھ جاتے۔ آپ کے چچا آپ کے مسند سے ہٹانا چاہتے مگر عبدالطلب کمال شفقت سے یہ فرماتے کہ میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو خدا کی قسم اس کی شان ہی کچھ سی ہوگی پھر لا کر اپنے قریب بٹھلاتے اور آپ کو دیکھتے اور سرور ہوتے۔ سیرۃ ابن ہشام و عین اللہ مستدرک حاکم میں کنذیر بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں اسلام سے قبل حج کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوا دیکھا کہ ایک شخص طواف میں مصروف تھا اور یہ شعر اس کی زبان پر ہے۔

وَرَدَّ اِلَيَّ سَرَكَبِي مُحَمَّدًا يَارَبِّ رُذَّةً وَاصْطَنَعَ عِنْدِي يَدًا

اے اللہ میرے سوار محمد کو واپس بھیج دے اور مجھ پر عظیم الشان احسان فرما میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ عبدالطلب ہیں اپنے پوتے کو گمشدہ اونٹ کی تلاش میں بھیجا ہے۔ کیونکہ ان کو جس کام کے لیے بھیجتے ہیں اس میں ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ آپ کو گئے ہوئے دیر ہو گئی اس لیے عبدالطلب بے چین ہو کر یہ شعر پڑھ رہے ہیں بچہ دیر نہ گزری کہ آپ بھی واپس آگئے اور اونٹ آپ کے ہمراہ تھا۔ دیکھتے ہی عبدالطلب نے آپ کو گلے لگالیا

۱۔ حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سید محمد بن اسحاق اور دلائل بہتقی اور دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے اور ابن نعیم نے ایک اور سند سے اس واقعہ کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن سعد اور ابن عساکر نے زہری اور مجاہد اور نافع بن جبر سے روایت کیا ہے ۱۲۔ خصائص کبریٰ ص ۸۱ ج ۱  
۱۔ عظیم الشان یہ ترجمہ ان کی توفیق تعظیم کا ہے

اور یہ کہا کہ بیٹا میں تمہاری وجہ سے بچہ پریشان تھا اب کبھی تم کو اپنے سے جدا نہ ہونے دو گا۔  
حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت شرط مسلم پر ہے اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو شرط مسلم پر ہونا  
تسلیم کیا ہے (۱)۔  
**عبد المطلب کا انتقال:**

دو سال تک آپ اپنے دادا عبد المطلب کی تربیت میں رہے جب عمر خریف  
آٹھ سال کو پہنچی تو عبد المطلب بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے علی اختلاف الاقوال  
بیاسی یا پچاسی یا پچانوے یا ایک سو دس یا ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کیا  
اور جحون میں مدفون ہوئے۔ ابو طالب چونکہ حضرت عبداللہ کے حقیقی اور عینی بھائی  
تھے۔ اس لیے عبد المطلب نے مرتے وقت آپ کو ابو طالب کے پسر دیکھا اور یہ وصیت  
کی کہ کمال شفقت اور غایت محبت سے ان کی کفالت اور تربیت کرنا (۲)۔  
ام ایمن کہتی ہیں کہ جس وقت عبد المطلب جنازہ اٹھا تو آپ کو دیکھا کہ آپ جنازہ  
کے پیچھے روتے جاتے تھے (۳)۔

ایک مرتبہ آپ کے دریافت کیا گیا کہ آپ کو عبد المطلب کا مزنا یاد ہے۔ آپ نے فرمایا  
میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی (۵)۔  
**ابو طالب کی کفالت:**

عبد المطلب کی وفات کے بعد آپ اپنے چچا ابو طالب کی آغوش تربیت میں آ گئے  
ابو طالب نے آپ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھا اور اس شفقت اور محبت سے مرتے دم تک آپ

(۲) شدرک، ج ۲، ص: ۳۹۰ (۳) عیون الآثار

ج: ۱، ص: ۴۰، (۴) طبقات ابن سعد ج: ۱، ص: ۷۴، ۷۵، (۵) دلائل

البنییم ج: ۱، ص: ۵۱ -

کی تربیت کی کتنی یہ ہے کہ تربیت اور کفالت کا حق پورا پورا ادا کر دیا۔ انسوس کہ ابوطالب باوجود اس والہانہ اور عاشقانہ تربیت اور کفالت کے دولت ایمان اور نعمت اسلام سے محروم رہے۔ ایک بار کہ میں قحط پڑا لوگوں نے ابوطالب سے درخواست کی کہ آپ بارش کے لیے دعا کیجیے۔ ابوطالب ایک مجمع کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کر لے کر حرم میں حاضر ہوئے اور آپ کی پشت کو خانہ کعبہ سے لگا دیا۔ آپ نے بطور نضر اور اتجاہ کشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا بادل کا کہیں نام و نشان نہ تھا اشارہ کرتے ہی ہر طرف سے بادل اُمڈ آئے اور اس قدر بارش ہوئی کہ کام ندی نالے بننے لگے اسی بارہ میں ابوطالب نے کہا ہے۔

وَأَبْقَىٰ يَسْتَقِي الْغَامُ بَيْتَهُمْ ثَمَالُ الْيَتَامَىٰ عَصْمَةُ لِلْأَسْرِ أَيْلِ  
ایسے روشن اور منور کہ ان کے چہرے کی برکت خدا سے بارش مانگی جاتی ہے جہتیموں

کی بنیاد اور پیراؤں کا ناؤی اور طبا ہے (۱) **شام کا پہلا سفر اور قصۂ بحیرہ**

آپؐ سن باہ سال کو پہنچ چکا تھا کہ ابوطالب نے قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کا ارادہ کیا۔ مصائب سفر کے خیال سے ابوطالب کا ارادہ آپؐ کو ہمارا لے جانے کا نہ تھا عین روانگی کے وقت آپؐ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار دیکھے اس لیے آپؐ اپنے ہمراہ لے لیا۔ سیرۃ ابن ہشام میں لا و میرن الاثر ص ۱۴۱ اور روانہ ہوتے جب شہر بصری کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی راہب رہتا تھا جس کا نام جبریس تھا اور بحیرہ راہب کے

مذہب زرقانی : ج : ۱ : ص : ۱۹۰ (علیہ بجزایا کا حق اور عاکسہ اور یائے ساکز)

اور ان میں رائے مقصودہ اور بعض نے رائے کو مدوہ پڑھا ہے۔ دیکھو زرقانی ص ۹۵ اچ (فائدہ) اہل تحقیق کے نزدیک بحیرہ صمدی مشرک اور بت پرست نہ تھا اور بعض روایات میں جو بحیرہ کی طرف سے لات و عزی کی قسم دلائی ہے سوائے امتحان ہے۔

نام سے مشہور تھا اور نبی آخر الزماں کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں ان سے بخوبی واقف اور باخبر تھا چنانچہ مکہ کا یہ قافلہ جب بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس جا کر آ رہا تو اُس نے حضور پر نور کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے ادا آپ کا ہاتھ پکڑ لیا دیکھو زرقانی سید ۱۹ جامع ترمذی میں ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ ایک بار ابوطالب مشائخ قریش کے ساتھ شام کی طرف گئے سفر میں جس جگہ جا کر اترے وہاں ایک راہب رہتا تھا۔ اس سے پہلے بھی بارہا اس راہب پر گذر رہتا تھا مگر وہ کبھی طفت نہ ہوتا تھا اس مرتبہ قریش کا کاروان تجارت جب وہاں جا کر اتر تو راہب غلاف معمول اپنی صومعہ سے نکل کر ان میں آیا اور تجسسا نہ نظر دل سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہا۔

هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ هَذَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَبْعَثُهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ  
یہی ہے سردار جہانوں کا یہی ہے رسولِ پُرکار  
عالم کا جس کو اللہ جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔

سردارانِ قریش نے اس راہب کے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ راہب نے کہا جو وقت آپ سب گہاٹی سے نکلے تو کوئی شجر اور حجر ایسا باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور شجر اور حجر نبی ہی کے لیے سجدہ کر سکتے ہیں اور علامہ ازیں میں آپ کو مہرِ نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو سید کے شاہِ آپ کے شانہ کے نیچے واقع ہے۔ راہب یہ کہہ کر واپس ہو گیا اور فقط ایک آپ کی وجہ سے تمام قافلہ کے لیے کھانا تیار کر لیا۔ کھانے کے لیے سب حاضر ہوئے تو آپ موجود نہ تھے۔ راہب نے دریافت کیا کہ آپ کہاں ہیں معلوم ہوا کہ اوڑھ چرانے گئے ہوتے ہیں۔ آدمی بھیج کر آپ کو بلایا۔ جس وقت آپ تشریف لائے تو ایک ابرہہ آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا جب آپ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ آپ سے پہلے درخت کے سایہ میں جگہ لے چکے ہیں۔ اب کوئی جگہ سایہ کی باقی نہ رہی آپ ایک

جانب کو بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا کہ درخت کے سایہ کو دیکھو کہ کس طرح آپ کی طرف مائل ہے اور کھڑے ہو کر لوگوں کو قسمیں دینے لگا اور یہ کہا کہ آپ لوگ ان کو روم کی طرف نہ لے جائیں۔ رومی اگر ان کو دیکھ لیں گے تو آپ کی صفات اور علامات سے آپ کو پہچان کر قتل کر ڈالیں گے انشاء کلام میں اپنا تک اور یکا یک جہ راہب کی نظر پڑی تو دیکھا کہ روم کے سات آدمی کسی تلاش میں اسی طرف آ رہے ہیں۔ راہب نے پوچھا تم کس لیے نکلے ہو۔ رومیوں نے کہا کہ ہم اس نبی کی تلاش میں نکلے ہیں جس کی توریت اور انجیل میں بشارت مذکور ہے کہ وہ اس مہینہ میں سفر کے لیے نکلے والا ہے۔ ہر طرف ہم نے اپنے آدمی بھیجے ہیں۔ راہب نے کہا اچھا یہ تو باد کہ جس شے کا خاوند ذوالجلال نے ارادہ فرمایا ہو کیا اس کو کوئی روک سکتا ہے۔

رومیوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد رومیوں نے بجایا راہب سے عہد کیا کہ ہم اب اس نبی کے درپے نہ ہوں گے اور یہ سات رومی وہیں بچھا راہب کے پاس رہ پڑے کیونکہ جس مقصد کے لیے نکلے تھے وہ خیال ہی بدل گیا۔ اس لیے اب واپسی کے خلاف مصلحت سمجھ کر بچھا راہب کے پاس ٹھہر گئے۔ راہب نے پھر قریش کے قائد کو قسم دے کر یہ دریافت کیا کہ تم میں سے اس کا دلی کون ہے لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے ابوطالب کے کہا کہ آپ ان کو ضرور واپس بھیج دیں ابوطالب نے آپ کو ابو بکر اور بلال کے ہمراہ کر واپس بھیج دیا۔ راہب نے ناشتہ کے لیے روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ کر دیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ بچھانے اٹھ کر آپ کی پشت مبارک کو دیکھا تو دونوں شانوں کے درمیان مہر نہشت دیکھی اور مہر نہشت کو اس صفت پر پایا جو اس کے علم میں تھی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ قصہ اہل مغازی کے نزدیک مشہور ہے شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ قصہ کے متعدد شواہد ہیں جو اس کی صحت کا حکم کرتے

ہیں اور میں عنقریب اُن شواہد کو بیان کر دوں گا (۱)

حافظ عسقلانی اصحاب میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ عبدالرحمن بن غزوان رواۃ بخاری میں سے ہے۔ احمد حدیث اور حفاظ کی ایک جماعت نے عبدالرحمن کو ثقہ بتایا ہے۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی نے عبدالرحمن پر جرح کی ہو۔ اس روایت میں صرف ابوبکر اور بلال کو ساتھ بھیجنے کا ذکر بعض رواۃ کی غلطی سے درج ہو گیا ہے لہذا یہ کہا جائے گا کہ صرف ابوبکر اور بلال کو ساتھ بھیجنے کا ذکر اس روایت میں مدّرج ہے۔ اھ اور ایک کلمہ کے مدّرج ہوجانے کی وجہ سے تمام حدیث کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں (۲) اور یہ حدیث مسند بزار میں بھی مذکور ہے مگر اس میں حضرت بلال کا ذکر نہیں بلکہ بیجائے ”وارسل معہ بلالا“ کے رجلاً کا لفظ مذکور ہے (۳)۔ امام جریری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اس کے تلام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں فقط ابوبکر اور بلال کا ذکر اس روایت میں راوی کا دم ہے (۴) حافظ عسقلانی فتح الباری کتاب التفسیر میں فرماتے ہیں کہ ترمذی کی حدیث کی سند قوی ہے۔ بظاہر بخاری میں ایک سری روایت معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس سال کی عمر میں شام کا ایک سفر فرمایا۔ اس سفر میں ابوبکر بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ابوبکر کی عمر اس وقت اٹھارہ سال کی تھی اس سفر میں بھی بکیرا ہنسے ملاقات ہوئی۔ اس روایت کو حافظ ابن مندۃ اصبہانی نے ذکر کیا ہے سند اس کی ضعیف ہے۔ حافظ عسقلانی اصحاب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو آپ کا یہ سفر شام کے اس سفر کے علاوہ ہے

(۱) المحضائص الکبریٰ ج ۱، ص: ۸۴ (۲) عیون الاثر ج: ۱، ص: ۴۳ -

(۳) زادالمعاد ج: ۱، ص: ۱۷ (۴) مرتبۃ ج: ۵، ص: ۴۷۲ -



جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ راوی کو اسی روایت سے اشتباہ ہوا اور دونوں قصوں کے متقارب ہونے کی وجہ سے قصہ میں غلطی سے ابوبکر کا ذکر کر دیا گیا وائشہ بھانہ و تعالیٰ اعلم (۱)

علامہ شبلی اس روایت کی تنقید کرنے ہوئے سیرۃ النبی ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔ اخیر راوی، ابوموسیٰ اشعری ہیں وہ شریک واقعہ نہ تھے۔ انتہی کلام۔ جاننا چاہیے کہ اگر صحابی ایسے واقعہ کی روایت کرے کہ جس میں وہ شریک نہ ہوا ہو تو وہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں صحابی کی مرسل کہلاتی ہے جو باتفاق محدثین مقبول اور معتبر ہے۔ ورنہ عائشہ صدیقہ اود دیگر اصغر صحابہ کی وہ روایتیں جن میں وہ شریک واقعہ نہ تھے سب کفریہ معتبر اور ساقط الاعتبار کہنا پڑے گا۔ حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ صحابی تک جس قدر راوی ہیں وہ سب ثقہ ہوں صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو کچھ بھی روایت کرے گا وہ یقیناً بالواسطہ یا بلاواسطہ آنحضرت ہی سے ماخوذ ہوگا حافظ بیہقی تدریب الراوی ص ۱۷۱ میں لکھتے ہیں کہ صحیحین میں اس قسم کی روایتیں بے شمار ہیں۔ ۱۰۱ھ اور تعجب یہ ہے کہ واقعہ بعثت کے بیان میں خود علامہ نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے چنانچہ علامہ سیرۃ النبی ص ۱۴۱ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے لیکن حضرت عائشہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی روایت کو مرسل کہتے ہیں لیکن صحابہ کا مرسل محدثین کے نزدیک قابلِ حجت ہے کیونکہ متروک راوی بھی صحابہ ہی ہوں گے۔ انتہی کلام لیکن معلوم علامہ کو اس اصول سے یہاں کیوں زہول ہوا۔ اس مقام پر علامہ صلیب پرستوں کے اعتراض سے اس درجہ مرعوب ہوئے کہ جوش تحقیق اور جذبہ تنقید میں حافظ ابن حجر کو بھی رواۃ پرست کہہ گئے یعنی عیاذ اللہ حافظ ابن حجر بھی صلیب پرستوں کی طرح رواۃ پرستی کے شرک میں مبتلا ہیں اگرچہ وہ کفر و کفر و ظلم دونوں کا مصداق ہو لیکن مطلق شرک میں اشتراک ہے اہل علم کے لیے یہ توجہ لازم ہے کہ کسی محدث کے قول کو ترجیح دیں لیکن کسی محدث کی شان میں تنقیص آمیز

الفاظ کا استعمال جائز نہیں اور حق جل شاذ کی عظیم نعمت ہے ۱۲  
حافظ عراقی الفیۃ السیر میں فرماتے ہیں -

وكان يدعى بالاميين وسراحل مع عمه بالشام حتى اذ وصل  
بصري راى منه بغير الراهب مادل انه النجى العاقب  
محمد بنى هذه الاممته فرداه تحق فامن ثقتة  
من ان يرمى بعض اليهود امره وعمره اذ ذاك ثنتا عشرة

## حرب الفجار

عرب میں عرصے لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ واقعہ فیل کے بعد جو مشہور معرکہ پیش  
آیا وہ معرکہ حرب الفجار کے نام سے مشہور ہے یہ معرکہ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان پیش آیا۔  
اول قیس قریش پر غالب آئے۔ بعد میں قریش قیس پر غالب آئے بالآخر صلح پر جنگ کا  
خاتمہ ہوا۔ بعض دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس لڑائی میں اپنے بعض چچاؤں کے  
اصرار سے شریک ہوئے مگر قتال نہیں فرمایا۔  
علامہ سیلی فرماتے ہیں -

وانما لويقاتل رسول الله صلى الله عليه وسلم مع اعمامه وكان ينبل  
عليهم وقد كان بلغ من القتال  
لا انها كانت حرب فجار وكانوا ايضا  
كلهم كفارا ولو ياذن الله لمؤمن  
ان يقاتل الا لتكون كلمته الله  
اس معرک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور التسلیم اپنے چچاؤں  
کے ساتھ ہو کر اس لیے جنگ نہیں کی حالانکہ آپ  
لڑائی کی عمر کو پہنچ چکے تھے ۱۰ اپنے چچاؤں کو مرث  
تیراٹھا اٹھا کر دیا کرتے تھے جنگ ایسے نہیں کی  
کہ یہ جنگ حرب فجار تھی یعنی ان ہمیشوں میں پیش  
آئی تھی جن میں جنگ کرنا فسق اور فجور ناجائز اور

ہی العلیا (۱)

حرام تھی اسی وجہ سے اس لڑائی کو حرب فجار کہتے  
ہیں علاوہ ازیں سب کے سب کافر تھے مومن کو قتل

وقال ابو جحک جلال حکم نقطہ اسلئے دیا گیا کہ اللہ کا حکم بلند ہو اور اسی کا بول بالا ہو۔ (۱)

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر چودہ یا پندرہ سال کی تھی اور محمد بن اسحاق  
کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر خریف بیس سال کی تھی (سیرۃ ابن ہشام)

## حلف الفضول میں آپ کی شرکت

لڑائی کا سلسلہ تو عرب میں مدت سے جاری تھا مگر کہاں تک حرب فجار کے بعد بعض  
طبیعتوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح زما زما سابق میں قتل اور غارت گری کے اسناد کے  
یہ فضل بن فضال اور فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث نے ایک معاہدہ مرتب کیا تھا جو  
انہیں کے نام پر حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی طرح اب دوبارہ اس کی تجدید  
کی جلتے۔ زبیر بن عبد المطلب نے اپنے بعض اشعار میں اس معاہدہ کا ذکر کیا ہے۔

إِنَّ الْفُضُولَ تَحَالَفُوا وَتَعَاقدُوا      أَلَا يَتَعَيَّمُ بِمِطْنِ مَكَّةَ ظَالِمٌ  
فَضْلُ بْنُ وَدَاعٍ وَفَضْلُ بْنُ حَارِثٍ      اس امر پر غمناک ہو کر میں کوئی ظالم نہ دیکھ سکے گا  
أَمْرٌ عَلَيْهِ تَعَاهَدُوا وَتَوَاقَعُوا      فالجار والمعلن فیہم سالیہ

اس پر سب نے پختہ عہد کیا پس مکہ میں پڑوسی اور آٹانے والا سب نے محفوظ ہیں (سیرۃ ابن ہشام وروض الافان ص ۱۱)

جب شوال میں حرب فجار کا سلسلہ ختم ہوا تو ذیقعدۃ الحرام میں حلف الفضول کی سلسلہ  
جنابی شروع ہوئی اور سب سے پہلے زبیر بن عبد المطلب اس معاہدہ اور حلف کے محرک ہوئے اور زبیر ہاشم اور بنی تیم  
عبداللہ بن عبدان کے مکان پر جمع ہوئے عبداللہ بن عبدان نے سب کے لیے کھانا تیار کیا اس وقت سب نے مظلوم کی  
حمایت نصرت کا عہد کیا کہ مظلوم خواہ اپنا ہوا یا بیادسی یا پڑوسی حتیٰ اوسع اس کی اعانت امداد دینے و رنج نہ کریں گے (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس معاہدہ کے وقت میں بھی عبداللہ بن جعدان کے گھر میں حاضر تھا اس معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر اب نماز اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں تو بھی اس کی شرکت کو ضرور قبول کر دوں گا۔

یہ عبداللہ بن جعدان رشتہ میں حضرت عائشہ کے چچا زاد بھائی تھے ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابن جعدان نہایت مہمان نواز تھا لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا کیا قیامت کے دن یہ ابن جعدان کو کچھ نفع دے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس لیے کہ اس نے یہ نہیں کہا۔

رَبِّ اَعْصِرْ لِيْ حُطٰىيْ يَوْمَ الدِّينِ اے پروردگار میری خطاؤں کو یوم جزاء میں معاف فرما (رواہ مسلم یعنی اس نے کبھی بارگاہِ خداوندی میں اپنے گناہوں کی بخشش کی استدعا اور درخواست نہیں کی۔ ابن قیمہ غریب الحدیث میں نقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کبھی چلتے چلتے سوئم گرام میں عبداللہ بن جعدان کے لگن کے سایہ میں کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔ روض اللائق ص ۱۲۰ یعنی عبداللہ بن جعدان کا لگن اس قدر بڑا تھا کہ اس کے سایہ میں ایک انسان کھڑا ہو سکتا ہے۔ گویا کہ وجہان کا جواب کا ایک نمونہ تھا۔

## شغل تجارت اور امین کا خطاب

داؤد بن الحصین سے مروی ہے کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے جو ان ہوئے کہ آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بامروت اور سب سے زیادہ خلیق اور سب سے زیادہ ہمایوں کے خبر گیران اور سب سے زیادہ حلیم اور بردبار اور سب سے زیادہ سچے اور امانت دار اور سب سے زیادہ خصوصیت اور دشنام اور فحش اور ہر بری بات سے زیادہ دور تھے اسی وجہ سے علم یعنی جیسے جاتے سلیمان علیہ السلام کے حکم سے حوض کی برابر بلے بناتے تھے جیسا کہ سورہ مبارک میں مذکور ہے ۱۲-۱۳

مکہ یحییٰ بن عیینہ ہارسان نے داؤد بن الحصین کو نقل کیا ہے ۳۵ھ میں وفات پائی بخاری نے بھی اس حدیث کو ۱۲ خالصہ ص ۱۰۱

آپ کی قوم نے آپ کا نام امین رکھا (آخر حارث بن سعد و ابن عساکر خلاصہ کبری ص ۹ ج ۱)  
 عبداللہ بن ابی الحسار سے مروی ہے کہ میں نے بعثت سے پہلے ایک بابرہ بن کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا میرے ذمہ کچھ دینا باقی تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں  
 ابھی لے کر آتا ہوں اتفاق سے گھر جانے کے بعد اپنا وعدہ بھول گیا تین روز کے بعد یاد آیا کہ  
 میں آپ سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا۔ یاد آتے ہی فوراً وعدہ گاہ پر پہنچا آپ کو اسی مقام پر منتظر  
 پایا۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھ کو زحمت دی۔ میں تین روز سے اسی جگہ تمہارا انتظار  
 کر رہا ہوں (سنن ابوداؤد) باب العدة من کتاب الادب

عبداللہ بن سائب فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک تجارت  
 تھا جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو پہچانتے بھی ہو میں نے عرض کیا کیوں نہیں  
 کنت شریکی فنعو الشریک تو آپ میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اتھے شریک  
 لا تداری ولا تماری کسی بات کو ڈالتے تھے کسی بات میں جھگڑتے تھے۔  
 قیس بن سائب مخزومی فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شریک  
 تجارت تھے۔ وکان خیر شریک لایماری ولا یشاری آپ بہترین شریک تجارت تھے  
 نہ جھگڑتے تھے اور نہ کسی قسم کا منافقہ کرتے تھے (اسماعیل ترجمہ قیس بن سائب)

علاء اللہ بن سائب کہہ رہے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا  
 عبداللہ بن عباسؓ نماز جنازہ پڑھا ۱۲-۱۳ اسباب (۲) مجاہدانہ صحابی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مجاہد سے مروی ہے کہ  
 جب قیس بن سائب کو ۱۲ برس کی بہن اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وعلی الذین یطعنونہ  
 فدیہ تعلیم مسکین۔ چنانچہ رمضان کا مہینہ آیا تو قیس بن سائب فرماتے کہ میری طرف سے روزانہ ایک سکین کو ایک صاع  
 غلہ دیا کرو۔ اب حاکم فرماتے ہیں کہ کبر لگان ہے کہ قیس بن سائب عبداللہ بن سائب کے بھائی ہیں۔ مجاہد راوی ہیں کہ  
 قیس بن سائب فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیل الفجر اذ انشی السمار والنور الطلح اذ اطلت الشمس  
 المحرک یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب سمان پر روشنی پھیل جاتی اور نذر نماز آفتاب  
 ٹوٹنے کے بعد پڑھتے (اسباب) مقلد لایماری لایلاج دلیل لایاتی بالشری لایشہد لخطب احدی الراعی کوافی المذکر

## آپ کا بکریاں چرانا

جس طرح آپ نے حضرت حمیرہ کے یہاں بچپن میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرائیں۔ اسی طرح جوان ہونے کے بعد بھی بکریاں چرائیں۔ جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مقام انہران میں ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے کہ وہاں پیلو کے پھل چنے لگے آپ نے فرمایا کہ سیاہ دیکھ کر چنودہ زیادہ خوش ذائقہ اور لذیذ ہوتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے (کہ جس سے آپ کو یہ معلوم ہوا) آپ نے فرمایا ہاں کوئی ایسا نبی نہیں ہوا جس نے بکریاں چلی ہوں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوا کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قراط پر چرایا کرتا تھا۔ بخاری شریف کتاب الاجارہ ص ۳۱۰ حافظ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ شروح مصابیح میں فرماتے کہ بعض تکلفین نے یہ کچھ کہہ کر بکریاں چرا کر اُجرت لینا شان نبوت کے شایان نہیں یہ کہہ دیا کہ اس حدیث میں جو لفظ قراریط واقع ہے قراط کی جمع نہیں بلکہ ایک متعلم کا نام ہے جہاں آپ بکریاں چرایا کرتے یہ قول ان تکلفین کا سراسر تکلف اور تمسق ہے اور تبلیغ اور موافقہ جو اللہ کے لیے جاتے ہیں ان پر نبی کا اُجرت اور مالی معاوضہ لینا یہ بے شک منسوب نبوت کے شایان شان نہیں لیکن کسبِ عیش کیلئے اُجرت اور معاوضہ پر کام کرنا یہ ہرگز شان نبوت کی خلاف نہیں بلکہ کسبِ اکتساب انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور عمل ہے اور توکل انکا حال ہے نیز فعل نبوت اور بعثت سے بیشتر تھا۔ علاوہ ازیں قراریط کو ایک مقام کا نام تسلطاً بالکل غریب اور نادر قول ہے اس قائل سے پہلے کوئی اس کا قائل ہی نہیں ہوا کہ قراریط کسی مقام کا نام ہے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ راجح یہی ہے کہ قراریط قراط کی جمع ہے متعلم کا نام نہیں۔

اہل مکہ قراریہ کے نام کسی مقام سے واقف ہی نہیں۔ نسائی نے نصر بن حزن سے روایت کیا ہے کہ ایک بار اونٹ والے اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ بنی بنکر بھیجے گئے اور بکریوں کے چرانے والے تھے اور داؤد بنی بنکر بھیجے اور وہ بھی بکریاں چرانے والے تھے اور میں بنی بنکر بھیجا گیا اور میں بھی اپنے مگر والوں کی بکریاں مقام احیاؤ میں چرایا کرتا تھا۔ (۱)

مکتہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بکریاں چرانہ امت کی نگہ مانی لاویا چہ اور پیش خیر تھا اونٹ اور گائے کا چرانہ اتنا دشوار نہیں جتنا کہ بکریوں کا چرانہ دشوار ہے بکریاں کبھی اس چراگاہ میں جاتی ہیں اور کبھی دوسری چراگاہ میں اس لحظہ میں اگر اس جانب ہیں تو دوسرے لحظہ میں دوسری جانب دوڑتی نظر آتی ہیں۔ گدے کی کچھ بکریاں اس طرف دوڑتی ہیں اور کچھ دوسری طرف اور راعی ہے کہ ہر طرف دیکھتا ہے کہ کوئی بھیڑ یا دوندہ تو ان کی فکر میں نہیں۔ چاہتا ہے کہ سب بھیڑیں اور بکریاں یکجا مجتمع میں مبادہ ایسا نہ ہو کہ کوئی بکری گدے سے علیحدہ جاتے اور بھیڑ یا اسکو پکڑ لے جاتے صبح شام کرائی اسی فکر میں ان کے پیچھے پیچھے سرگرداں اور پریشان رہتا ہے یہی حال حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ امت کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کی صلاح و فلاح کی فکر میں لیا ہوا نہ سرگرداں رہتے ہیں۔ امت کے افراد تو بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھج گئے پھرتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کمال شفقت و رافت سے ان کو لٹکا کر اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں اور امت کی اس بے اعتنائی سے ان حضرات کو جو تکلیف اور مشقت پہنچتی ہے اس پر صبر اور تحمل فرماتے ہیں اور بایں ہمہ پھر کسی وقت دعوت اور تبلیغ اور ارشاد و تعلیم سے کاتے اور گھبراتے نہیں اور جس طرح بھیڑیں، بھیڑیوں اور دوندوں کے خونخوار حملوں سے بے خبر ہوتی ہیں۔ اسی طرح امت نفس اور شیطان کے ہلکانہ حملوں سے بے خبر ہوتی ہے اور حضرات انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام فرقت

اس تاک میں رہتے ہیں کہ کہیں نفس اور شیطان ان کو اچکھٹے جائیں جس درجہ نبی کو امت کی صلاح اور فلاح کی فکر ہوتی۔ امت کو اس کا عشرِ عشر بھی فکر نہیں ہوتا امت کو تو اپنی ہلاکت اور بد باری کا خیال بھی نہیں ہوتا اور حضراتِ انبیاء میں کہ ان کی اس زہوں حالت کو دیکھ کر اندر ہی اندر گھٹتے رہتے ہیں۔

قَالَ تَعَالَى لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ ۚ خَلِدَ أَبْأَبْكَ ۚ كَيْفَ يُؤْمِنُ بِكَ قَوْمُكَ إِذَا رَأَوْا بُعَادَكَ ۚ  
 أَنْ لَا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (۱)

سے اپنی جان دے دیں۔

اور اسی وجہ سے ارشاد ہے۔

الْنبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ  
 أَنْفُسِهِمْ (۲)

سے زیادہ قریب ہے

اور ایک قرأت میں ہے وہابؑ لہم یعنی وہ نبی ان کا روحانی باپ ہوتا ہے۔

اے اللہ تو اپنی بے شمار رحمتیں اور غیر محدود برکتیں تمام حضراتِ انبیاء پر عموماً اور خاتمِ الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین پر خصوصاً نازل فرما کہ جن کے کلماتِ قدسیں ہم نابکاروں کو تیرا صمیم راستہ بتلایا۔ آمین یا رب العالمین۔

## شام کا دوسرا سفر اور نسطور اراہب سے ملاقات

حضرت خدیجہ عرب کے شریف خاندان کی بڑی مالدار عورت تھیں۔ ان کی شرافت نبی اور عفتِ پاک دامنی کی وجہ سے جاہلیت اور اسلام میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے (۳) زرقانی و فتح الباری باتِ تردیج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ و فضلہا من باب المناقب۔ قریش جب اپنا قافلہ تجارت کے لیے روانہ کرتے تو حضرت خدیجہؓ بھی اپنا مال کسی کو بطور مضاربت دیکر روانہ کرتیں۔ ایک حضرت خدیجہ کا سامان قریش کے کل سامان کے برابر ہوتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال کی ہوئی اور گھر گھر میں آپ کی امانت و دیانت کا چرچا سنا اور کوئی شخص مکہ میں ایسا نہ رہا



کہ آپ کو امین کے لقب سے پکارا تا ہر تو حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس پیام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت کے لیے لے کر شام جائیں تو آپ کو نسبت دوسروں کے المضاعف معاوضہ دوں گی آپ نے اپنے چچا ابوطالب کی مالی مشکلات کی وجہ سے اس پیغام کو قبول فرمایا اور حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جب بصری پہنچے تو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا۔ وہ دیکھ کر آپ کی طرف آیا اور آپ کو دیکھ کر یہ کہا کہ عیسیٰ بن مریم کے بعد سے لے کر اب تک یہاں آپ کے سوا اور کوئی نبی نہیں اترا پھر میسرہ سے کہا کہ ان کی آنکھوں میں یہ سرخی ہے۔ میسرہ نے کہا یہ سرخی آپ سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ راہب بولا

هو هو و هو نبی و هو اخر الانبیاء۔ یہ وہی نبی ہے اور یہ آخری نبی ہے۔

پھر آپ خرید و فروخت میں مشغول ہوئے اسی اثنا میں ایک شخص آپ سے جھگڑنے لگا اور اس نے آپ سے یہ کہا کہ لات وعزى کی قسم کھائے آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی لات وعزى کی قسم نہیں کھائی اور اتفاقاً جب کبھی میرا لات وعزى پر گزرتا ہے تو میں اعراض اور کنارہ کشی کے ساتھ میں وہاں سے گزر جاتا ہوں یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ بے شک بات تو آپ ہی کی ہے معنی صادق اور سچے ہیں اور پھر اس شخص نے کہا کہ واللہ یہ شخص ہے جس کی شان اور صفت کو ہمارے علماء اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر ہوتا اور گرمی کی شدت ہوتی تو میں دو فرشتوں کو

علم ابن سعد کی روایت میں بعد عیسیٰ کا لفظ نہیں ہے یہ لفظ علامہ زرقانی نے نقل کیا ہے اس کلام کے ایک معنی تیرہ ہیں کہ جو ہم نے ذکر کیے کہ حضرت مسیح کے بعد آپ کے سوا اس دعوت کے نیچے کوئی نبی نہیں اترا۔ یہ مطلب علامہ سیل نے ردض الافاضل میں ذکر کیا ہے اور دوسرے معنی وہ ہیں کہ جو عرب جماعہ فرماتے ہیں وہ یہ کہ ممکن ہے کہ حضرت مسیح کے بعد اس دعوت کے نیچے کوئی شخص بھی نہ اترا ہو نہ نبی احد نہ غیر نبی اور آپ کے سوا کسی شخص کا نہ اترا یہ بھی من جملہ خوارق کے ہر جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے تفصیل کے لیے زرقانی ص ۱۹ ملاحظہ فرمائیں ۱۲۔

دیکھتا کہ وہ اگر آپ پر سایہ کر لیتے ہیں جب آپ شام سے واپس ہوتے تو دو پہر کا وقت تھا اور دو فرشتے آپ پر سایہ کیے جہتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے جب بالافانے سے آپ کو اس شان سے آتے دیکھا تو آپس کی تمام عورتوں کو بھی دکھلایا۔ تمام عورتیں تعجب کرنے لگیں۔ بعد ازاں عذیرؓ نے سفر کے تمام حالات و واقعات سنائے اور اپنے مال تجارت حضرت خدیجہؓ کے سپرد کیا اس مرتبہ آپ کی برکت سے حضرت خدیجہؓ کو اس قدر نافع ہوا کہ اس سے پیشتر کبھی اتنا نفع نہ ہوا تھا۔ حضرت حدیجہؓ نے جتنا سعادہ آپ سے منفر کیا تھا اس سے زیادہ دیا (۲)۔

اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کو واقدی اور محمد بن اسحاق اور ابن سکین نے روایت کیا ہے۔ یعنی اس واقعہ کا راوی صرف واقدی نہیں بلکہ محمد بن اسحاق اور ابن سکین بھی اس روایت کے راوی ہیں واقدی جمہور کے نزدیک ضعیف ہیں اور محمد بن اسحاق باقی ہیں۔ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک نزدیک حسن ہے واقدی اگرچہ محدثین کے نزدیک متروک ہیں لیکن حدیث کی کوئی کتاب واقدی کی روایت سے خالی نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ المصارم السلولی ص ۹۶ میں فرماتے ہیں کہ واقدی اگرچہ ضعیف ہیں۔ لیکن ان کے اعلم الناس بالمغازی ہونے میں کسی کو کلام نہیں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔ اتنی کلام غرض یہ کہ یہ روایت محمد بن اسحاق اور واقدی دونوں سے مروی ہے اور محمد بن اسحاق کی روایت محدثین کے نزدیک معتبر ہے جس سے کم نہیں اور واقدی کی روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن حدیث حسن کے لیے بلاشبہ توبہ اور شاہد بن سکین کی ہے۔

ملہ ظاہر ہے کہ میرہ بغت سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ حافظ عقیلی اصابع میں فرماتے ہیں کہ کسی صحیح روایت سے اب تک میسر نہ لایا جاتا تھا ثابت نہیں ہوا ۱۲۰ زرقانی ص ۱۹

(۲) طبقات ابن سعد ج ۱، ص: ۸۳، الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص: ۹۱، معری الاثر ج ۱، ص: ۲۹۔

# تحقیق و توثیق قصہ مسیرہ

اور تین ائمہ سیرت کا ذکر اور ان پر مختصر مباحثہ  
 قصہ مسیرہ کی روایت چونکہ محمد بن اسحاق اور واقدی دونوں سے مروی ہے جن کی جرح و  
 تعدیل میں علماء نے طویل کلام کیا ہے اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مقام پر تین ائمہ سیرت  
 کا کچھ حال بدیہ ناظرین کریں جو سیرت اور مغازی میں زیادہ مشہور ہیں۔  
 (۱) موسیٰ بن عقبہ (۲) محمد بن اسحاق (۳) واقدی تاکہ ائمہ سیرت کی روایات کا صحیح رتبہ معلوم  
 ہو جائے۔

## (۱) موسیٰ بن عقبہ

موسیٰ بن عقبہ مدنی ہیں مذہب میں علوم رضی کے خاندان کے آزاد کردہ غلام ہیں تابعی ہیں۔  
 مسلم اور حنفی علیہ ثقت ہیں کسی نے ان پر جرح نہیں کی امام مالک اور سفیان بن عیینہ اور  
 عبد اللہ بن مبارک نے ان سے روایت کی ہے اسلئے میں وفات پائی ائمہ سے نے صحاح سے  
 میں ان سے روایت کی ہے۔ امام مالک موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کے متعلق فرمایا کرتے  
 تھے کہ وہ اصح المغازی ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کا کوئی نسخہ موجود نہیں کتب  
 سلف میں متفرقا اس کی روایتیں پائی جاتی ہیں۔

## (۲) محمد بن اسحاق

محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی مدنی تابعی ہیں۔ سیرت اور مغازی کے امام ہیں جہلمو علماء  
 نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جرح کی ہے۔ حافظ ذہبی  
 تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق فی نفسہ صدوق اور مرضی یعنی پسندیدہ ہیں لیکن

ان کی حدیث درج صححت سے نازل ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو حسن الحدیث فرماتے تھے (انتہی) علی بن مدینی کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ داؤد بن ابی نعیم کہتے ہیں قابل احتجاج نہیں امام مالک فرماتے ہیں کہ دجال ہے من جلد و جالہ کے شعبہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے موصو کہ کوئی روایت نہیں لی البتہ تعلیقاً ان سے روایت لی ہے۔ اصحاب سنن نے محمد بن اسحاق سے روایت لی ہے اور امام مسلم نے مرقا بالغیر ان سے روایت لی ہے ۱۵۱ میں وفات پائی۔ سفاری ابن اسحاق کا اصل نسخہ مفقود ہے البتہ سیرت ابن ہشام کا جو نسخہ اس وقت موجود ہے وہ درحقیقت سیرت ابن اسحاق کا ہی نسخہ ہے جو جدید طریقہ سے ابن ہشام نے مرتب کیا ہے محمد بن اسحاق پر دو جرح کی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ روایت میں تدیس کرتے تھے دوم یہ کہ خیبر وغیرہ کے واقعات کو یہودی خیبر سے دریافت کرتے تھے۔ دوسری وجہ موجب جرح نہیں۔ مزید توفیق کے لیے یہود سے واقعات کی تحقیق کرنا قابل اعتراض نہیں۔ البتہ فقط یہود پر اعتماد کرنا اور محض ان کی روایات سے احکام شرعیہ کا ثابت کرنا درست نہیں۔ لیکن دُنیا میں کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں اور نہ کہیں یہ ثابت ہے کہ محمد بن اسحاق یہودی خیبر سے نافع اور زہری کی طرح روایت کرتے ہوں اور قائم اور عطلہ کی طرح یہودی خیبر کو ثقہ سمجھتے ہوں اور نہ کوئی ادنیٰ عقل والا مسلمان کافروں سے روایت کر سکتا ہے اور نہ ان کو ثقہ سمجھ سکتا ہے اور جس نے ایسا سمجھا غلط سمجھا۔ باقی تدیس کے متعلق خود آئمہ حدیث نے تصریح کر دی ہے کہ تدیس کا عنصر معتبر نہیں جب تک اس کا کما حقہ ثابت نہ ہو جائے۔

### (۳) واسطی

ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المدنی۔ سیرت اور مغازی کے امام اور حلیل القدر عالم تھے امام مالک اور سفیان ثوری اور عمر بن راشد اور ابن ابی ذئب کے تلامذہ میں

سے تھے کذا فی تاریخ ابن خلکان ص ۱۲۴ اور ان کے شاگرد رشید محمد بن سعد صاحب طبقات سفیان بن عیینہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ تاریخ ابن خلکان ص ۲۲۲ و اقدی نسہ اعین پیدا ہوئے اور ۲۰۶ھ میں وفات پائی میزان الاعتدال ص ۱۱۱

واقدی کے بارہ میں محدثین کے الفاظ مختلف ہیں امام شافعی اور امام احمد نے واقدی کو کذاب اور ان کی کتابوں کو کذب بتلایا ہے۔ امام بخاری اور ابوحاتم نے ترک الحدیث کہا ہے۔ علی بن الدینی اور نسائی نے ان کو واضع الحدیث کہا ہے اور آئمہ حدیث کی ایک جماعت نے ان کی تضعیف کی ہے یعنی واقدی ضعیف ہیں کاذب نہیں یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ واقدی ثقہ نہیں۔ واقطنی کہتے ہیں۔ فیہ ضعف یعنی واقدی میں کچھ ضعف ہے۔ علماء کی ایک قلیل جماعت نے واقدی کی توثیق کی ہے اور ان کو ثقہ بتلایا ہے۔

یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ واقدی ثقہ ہے۔ ابو عبیدہ اور ابراہیم حنبل نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ درادردی کہتے ہیں کہ واقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ حافظ ابن سعد اس نے عیون الاثر کے مقدمہ میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد واقدی کے ثقہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وقد تعصب مغلطاً للواقدي	حافظ مغلطاً نے واقدی کی حمایت میں تعصب
فقتل كلام من قواه ووثقه	کلام لیا ہے کہ جن لوگوں نے واقدی کو ثقہ اور
وسكت عن ذكر من وهاه	قوی بتلایا ہے ان کا کلام تو نقل کر دیا اور حرجیوں
واتهمهم وهم اكثر عددا	نے واقدی کو کمزور اور تہمت قرار دیا ہے ان کے
واشد اتقانا واقوم	ذکر سے مغلطاً نے سکوت کیا حالانکہ واقدی
معرفة به من الاولين	پر صریح کرنے والے توثیق کرنے والوں سے مدد
ومن جملة ما قواه به	میں بھی زیادہ ہیں اور ضبط اور اتقان اور علم
آن الشافعي روى عنه	معرفت میں بھی ان سے بڑے ہوتے ہیں اور



انصاف سے کام لیا ہے کہ توثیق اور تعدیل کے قول کو اختیار کیا اور جراحین اور فاضلین کی کثرت پر نظر نہیں کی اور فقہار کا مسلک اختیار کیا کہ جب کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے اور فقہا کا مسلک ہے کہ جب کسی راوی میں جرح و تعدیل جمع ہو جائیں تو جرح بہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی۔ اگرچہ جراحین کا عدم تعدیل کے عدد سے زیادہ ہو اور احتیاط بھی قبول ہی کرنے میں ہے رد کرنا خلاف احتیاط ہے۔ حافظ بدر الدین عینی کا شرح بخاری اور شرح ہدایہ میں اور شیخ ابن ہمام کا شرح ہدایہ میں یہی معمول ہے کہ توثیق اور تعدیل کو تضعیف اور جرح کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ کا کا بھی یہی مسلک ہے کہ جب تک کسی راوی کے ترک پر تمام اہل علم متفق نہ ہو جائیں اس وقت تک امام احمد اس کی روایت کو ترک نہیں کرتے سند میں از اول تا آخر اسی طریق پر روایتیں لائے ہیں۔ ابو داؤد اور نسائی بھی سنن میں اسی طریق پر چلے ہیں معلوم ہوا کہ حافظ مغلطی کا واقدی کی توثیق اور تعدیل کو ترجیح دینا اس اصول پر مبنی ہے تعصب پر مبنی نہیں واقدی کے بارے جو مختلف اقوال ہم نے نقل کیے ہیں وہ سب حافظ ذہبی کے میزان الاعتدال ص ۱۱۳ سے نقل کیے ہیں۔ تعجب ہے کہ واقدی کے بارے میں آئمہ حدیث کا یہ تمام اختلاف حافظ ذہبی کے سامنے ہے اور پھر اخیر میں حافظ ذہبی یہ کہتے ہیں۔ واستقر الاجماع علی دھن الواقدی۔ حالانکہ اس قدر اختلاف کے ہوتے ہوئے اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے حافظ ابن تیمیہ المصارم السلول میں فرماتے ہیں۔

مع ما فی الواقعی من الضعف	باوجود اس کے کہ واقدی میں ضعف و دنیا میں کوئی
لا یختلف اثنان ان الواقعی	و شخص بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کہے کہ واقدی
اعلم الناس بتفاصيل	سے زیادہ مغزنی کے جتنے دلائل ہیں اور مغزنی کے

علہ قال یعقوب قال لی احمد ذہبی فی الرجال انی لائرک حدیث محدث حتی یجتبع اہل مصر علی

ترک حدیث کذا فی التہذیب ص ۳۷۷

امور المغازی و اخبار احوالہا احوال و تفصیل کی معرفت میں سب سے زیادہ باخبر  
 و تدکن الشافعی و احمد و غیرہ ہیں اور امام شافعی اور احمد اور دیگر اہل علم و لدی  
 ہمایستفیدون علم ذلک من کتبہ (۱) کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔ اتنی  
 اور دنیا میں سیرت اور مغازی اور رجال کی کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جو واقدی کی روایات  
 سے خالی ہو۔ فتح الباری اور زندقانی شرح مواہب و واقدی کی روایات سے بھری پڑی ہے  
 اور خود علامہ شبلی نے بھی بکثرت واقدی سے استفادہ اور استفادہ کیا ہے۔ سیرت النبی کے  
 متعدد مواضع میں طبقات ابن سعد کی وہ روایتیں لی ہیں کہ جن کا پہلا راوی ہی واقدی  
 ہے۔ علامہ شبلی نے طبقات کا مع صفحہ اور جلد کا حوالہ بھی دیا۔ مگر ان مواضع میں یہ نہیں  
 بتلایا کہ اس روایت کا پہلا ہی راوی واقدی ہے جس کو علامہ مشہور دروغ گو اور  
 افسانہ ساز اور ناقابل ذکر سمجھتے ہیں اور جابجا ناقابل ذکر الفاظ سے ان کا ذکر کرتے ہیں مگر  
 جب علامہ اس مشہور دروغ گو سے روایت لیتے ہیں تو اس کا نام ذکر نہیں کرتے۔  
 البتہ اس دروغ گو کے شاگرد رشید یعنی ابن سعد کے نام سے روایت لیتے ہیں جو اسی  
 شاگرد دروغ گو اور افسانہ ساز سے ہوتی ہے۔





# روایاتِ واقدی در سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اب بطور نمونہ واقدی کے چند روایات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جن کو علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں لیا ہے (۱) قصی نے مرتے وقت حرم محترم کے تمام مناصب سب سے بڑے بیٹے عبدالدار کو دیے طبقات ابن سعد ص ۴۱ سیرت النبی ص ۱۵۳۔ علامہ نے یہ واقعہ بحوالہ طبقات ابن سعد نقل کیا ہے جو صرف واقدی سے منقول ہے۔

(۲) عبداللہ نے ترکریں اونٹ بکریاں اور ایک لونڈی تھی جس کا نام ام امین تھا۔ الخ طبقات ابن سعد ص ۶۲ سیرۃ النبی ص ۵۹۔ یہ واقعہ بھی طبقات میں صرف واقدی سے منقول ہے۔ واقدی کے بعد کسی سند کا ذکر نہیں ہے۔

(۳) ابن سعد نے طبقات ص ۴۱ میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے فصیح تر ہوں کیونکہ میں قریش کے خاندان سے اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔ سیرت النبی ص ۱۶۲ اس کا راوی بھی محمد عمر واقدی ہے۔

(۴) حلف الفضول کا واقعہ سیرۃ النبی ص ۱۶ پر بحوالہ طبقات ابن سعد ص ۸۲ مذکور ہے یہ واقعہ بھی طبقات میں واقدی کی روایت سے ہے۔

(۵) علامہ شبلی سیرۃ النبی ص ۴۲ پر غزوہ خیبر کے بیان میں لکھتے ہیں کہ حضور نے یہ اعلان عام فرمایا لا یخرجن معنا الا راغب فی الجہاد ہمارے ساتھ وہ لوگ آئیں جو طالب جہاد ہوں (ابن سعد) یہ روایت بھی ابن سعد کے حوالے سے نقل کی ہے جو واقدی سے مروی ہے کیا یہ علم اور امانت کے خلاف نہیں کہ جب کسی روایت کو رد کرنا چاہیں تو واقدی کا نام ذکر کر دیں اگرچہ اس روایت کا راوی واقدی کے علاوہ کوئی اور ثقہ بھی ہو اور جب واقدی کی روایت لینا چاہیں تو واقدی کا نام حذف کر دیں اور اس کے تاگر کے نام

پر اتکا کریں اور خاموشی کے ساتھ اس پر گزر جائیں۔

### خلاصہ کلام

یہ روایت کی کہ باہرے میں قول محقق اور راجح اور اقرب الی الصواب یہ ہے کہ وادی ضعیف ہے دروغ گو اور افسانہ ساز نہیں۔ وادی کی روایت کا وہی حکم ہے جو ضعیف روایت کی روایت کا حکم ہے یعنی جب تک کوئی حدیث صحیح۔ اس ضعیف حدیث کے معارض نہ ہو اس وقت تک ضعیف حدیث کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ خصوصاً جب کہ وہ ضعیف حدیث متعدد طریق اور مختلف اسانید سے مروی ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ سے بدرجہ تو اثر منقول ہے کہ حدیث ضعیف میرے نزدیک راتے رجال سے کہیں زیادہ محبوب ہے امام ابو حنیفہؒ کو جب کسی مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث دستیاب نہیں ہوتی تو ضعیف حدیث کو بمقابلہ تیاس ترجیح دیتے ہیں ضعیف حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ناقابل اعتبار ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ضعیف کے ضعف کو پیش نظر رکھو اور جب صحیح اور ضعیف میں تعارض ہو تو صحیح کو ترجیح دو اور جب کوئی حدیث صحیح نہ ملے تو اسی ضعیف حدیث کو اپنی رائے پر مقدم رکھو۔ اس لیے کہ راتے فی حدوۃ ضعیف اور کمزور ہے اور حدیث نبویؐ میں فی ذاتہ ضعف نہیں سند اور طریق روایت میں ضعف ہے جو محض عارضی ہے ذاتی نہیں ہے اور راتے کا ضعف ذاتی ہے اس لیے حدیث ضعیف کو راتے پر مقدم لکھا جائے گا اور ضعیف روایت کے قبول کے شرائط اصول حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں وہاں مراجعت کریں۔

ہذا ما ظہر لی فی ہذا المقام واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلما تم واحکم  
حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ الفیۃ السیر میں فرماتے ہیں۔

ثم مضی للشام مع ميسرة في متجبر والمال من خديجة  
من قبل تزويج بها قبلغا بصرى فباع وقماضى ما بغا

وقدرای میسرۃ العجائب      منہ وما خص به مواہبا  
 وحدث السیدۃ الجلیلة      خدیجۃ الکبری فاحضت قیلہ  
 ورغبت فخطبت محمدا      فیالہا من خطبۃ ما اسعدا  
 وکان اذ وجہا ابن الخمس      من بعد عشرين بغير لبس

## فوائد

ف (۱) اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کسی کے لیے بطور خرق عادت فرشتوں کا دیکھنا ممکن ہے جیسا کہ واقعہ مذکور میں میسرہ نے فرشتوں کو سایہ کرتے دیکھا (۱) اور حضرت یحییٰ کا جبریل امین اور دیگر ملائکہ کو دیکھنا قرآن کریم میں اور حضرت ہاجرہ کا فرشتہ کو دیکھنا صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں اور عمران بن حصین کا اپنے کرامات میں کو دیکھنا اصحاب میں مذکور ہے۔  
 ف (۲) اب تک متعدد روایات سے یہ معلوم ہو چکا کہ آپ پر برابر سایہ کرتا تھا مثلاً اہلیرسعدہ اور ان کے بچوں کا آپ پر برابر سایہ کرتا دیکھنا اور شام سے پہلے سفر میں پھیرا راہب کا ابر کے سایہ کو خود دیکھنا اور دوسروں کو دکھلانا ابوموسیٰ کی حدیث سے بحوالہ ترمذی ہم نقل کر چکے ہیں۔ علامہ ابن حجر کی شرح قصیدہ ہمزہ میں فرماتے ہیں کہ ترمذی کی روایت اس باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے جیسا کہ عز بن جماع فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ آپ پر ابر کے سایہ کرنا کی حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں تو اس کا یہ قول لغو اور باطل ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے (جیسا کہ حافظ سخاوی سے منقول ہے) کہ ابر کا سایہ کرنا ہمیشہ نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سفر ہجرت میں جب آپ پر دھوپ پڑنے لگی تو ابو بکر نے اپنی چادر سے آپ پر سایہ کیا اور علیؑ ہذا غزوہ جملہ میں آپ پر کپڑے کا سایہ کیا گیا۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی یارِ دوست پر گذرتے تو اس کو آپ کے لیے چھوڑ دیتے (۱)

## حضرت خدیجہ سے نکاح

ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کے تمام حالات سفر اور راہب کا مقولہ اور فرشتوں کا آپ پر سایہ کرنا درق بن نوفل سے جا کر بیان کیا اور قہ نے کہا کہ خدیجہ اگر واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمدؐ اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ امت میں ایک نبی ہونے والے ہیں جن کا ہم کو انتظار ہے اور ان کا زمانہ قریب آگیا ہے (۱) ان واقعات کو سن کر حضرت خدیجہ کے دل میں آپ سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ سفر شام واپسی کے دو مہینہ اور پچیس روز بعد خود حضرت خدیجہ نے آپ سے نکاح کا پیام دیا۔ آپ نے اپنے چچا کے مشورہ سے اس کو قبول فرمایا۔ تاریخ معین پر آپ اپنے چچا ابوطالب اور حضرت حمزہ اور دیگر روسائے خاندان کی معیت میں حضرت خدیجہ کے یہاں تشریف لائے۔ مہر دے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد کا تو حرب فجار سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے کسی کا قول ہے کہ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد خویلد بھی موجود تھے۔ علامہ سیلی فرماتے ہیں کہ مہر دہی کا قول صحیح ہے اور یہی جبیر بن مطعم اور ابن عباس اور عائشہ سے منقول ہے۔ روضہ الانف ص ۱۲۶

ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

اما بعد فان محمد امين لا يوزن	اما بعد محمد وہ ہیں کہ تریش میں کا جو جوان بھی
به فتحي من قريش الاربج	شررت اور رقت اور فضیلت اور عقل میں
به شرفا و نبلا و فضلا و	آپ کے ساتھ تو لا جاتے تو آپ ہی بھاری
عقلا وان كان في الحال	رہیں گے۔ مال میں اگرچہ آپ کم ہیں لیکن
قل فانه ظل زائل وعارية	مال ایک زائل ہرنیلا سایہ ہے اور ایک

مسترجعة وله في  
خديجة بنت خويلد  
مرغبته وله فيه  
مثل ذلك (۱)

عاریت ہے جو واپس کی جانے والی ہے  
یہ خدیجہ بنت خویلد کے نکاح کی طرف  
مائل ہے اور اسی طرح خدیجہ آپ سے  
نکاح کی طرف مائل ہے۔

نکاح کے وقت آپ کی عمر شریف پچیس سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر شریف  
چالیس سال کی تھی۔ بیس اونٹ مہر مقرر ہوا سیرۃ ابن ہشام اور حافظ ابو بکر دہلوی  
فرماتے ہیں کہ مہر کی مقدار ساڑھے بارہ اوقیہ تھی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے  
لہذا کل مہر پانچ سو درہم شرعی ہوا (۲)

آپ کا یہ پہلا نکاح تھا اور حضرت خدیجہ کا تیسرا منہصل حالات انشاء اللہ  
العزیز از وارج مطہرات کے بیان میں ذکر کریں گے۔



(۱) بعض الانصاف ج ۱، ص : ۱۲۲

(۲) زرقانی ج ۱، ص : ۲۰۲

# تعمیر اور آپ ﷺ کی حکیم

ابتداءً عالم سے اس وقت تک خانہ کعبہ کی تعمیر پانچ مرتبہ ہوئی۔ اول بار حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعمیر فرمائی دلائل بہت سی ہیں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت جبریلؑ کو حضرت آدم کے پاس تعمیر بیت اللہ کا حکم دے کر بھیجا۔ جب حضرت آدم اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حکم ہوا کہ اس گھر کا طواف کرو اور یہ ارشاد ہوا کہ تم پہلے انسان ہو اور یہ پہلا گھر ہے جو لوگوں کی عبادت کے لیے (بنایا گیا ہے) (۱)

کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلًا۔ جب روح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان آیا تو بیت اللہ کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر کا حکم ہوا۔

بنیادوں کے نشان بھی باقی نہ رہے تھے جبریل علیہ السلام نے اگر بنیادوں کے نشان

بتلائے تو حضرت خلیل اللہ نے حضرت یزید علیہما العت الف صلوٰۃ اللہ کی اعانت و

امداد سے تعمیر شروع کی مفصل قصہ کلام اللہ میں مذکور ہے۔ زیادہ تفصیل اگر درکار ہے تو فتح الباری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلًا اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر ابن جریر کی نظر مراجعت کریں (۲)

تیسری بار بغتہ نبوی سے پانچ سال قبل جب آپ کی عمر شریف ۳۵ سنی سال کی تھی۔ قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی بناء ابراہیم میں خانہ کعبہ غیر مسقف تھا دیواروں کی بلندی کچھ زیادہ

(۱) فتح الباری ج ۶، ص: ۲۸۵

(۲) فتح الباری ج ۶، ص: ۲۸۴-۲۹۲

نہ تھی تہ آدم سے کچھ زائد فوٹاتھ کی مقدار میں تھی۔ مرد و زنانہ کی وجہ سے بہت بوسیدہ ہو چکا تھا۔ نشیب میں ہونے کی وجہ سے بارش کا تمام پانی اندھ بھرتا تھا اس لیے قریش کو اس کی تعمیر کا اکر نو خیال پیدا ہوا۔ جب تمام رؤساء قریش اس پر متفق ہو گئے کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے از سر نو بنایا جائے تو ابو وہب بن عمرو مخزومی در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ماموں (کھڑے ہوئے اور قریش سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ دیکھو بیت اللہ کی تعمیر میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ کسب حلال ہو اور خدا اور چوری اور سود وغیرہ کا کوئی پیسہ اس میں شامل نہ ہو صرف حلال مال اس کی تعمیر میں لگایا جائے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو پسند کرتا ہے۔ اس کے گھر میں پاک ہی پیسہ لگاؤ اور اس خیال سے کہ تعمیر بیت اللہ کے شرف سے کوئی محروم نہ رہ جائے اس لیے تعمیر بیت اللہ کو مختلف قبائل پر تقسیم کرو یا کہ فلال قبیلہ بیت اللہ کا فلال حصہ تعمیر کرے اور فلال قبیلہ فلال حصہ تعمیر کرے۔

دروازے کی جانب بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ میں آئی اور حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ۔ بنی مخزوم اور دیگر قبائل قریش کے حصہ میں آیا اور بیت اللہ کی پشت بنی جمح اور بنی سہم کے حصہ میں آئی اور حلیم بنی عبد الدار بن قصی اور ابن اسد اور بنی عدی کے حصہ میں آیا۔ اسی اشار میں قریش کو یہ خبر لگی کہ ایک تجارتی جہاز جدہ کی بندرگاہ سے ٹکر کر ٹوٹ گیا ہے۔ ولید بن مغیرہ سنتے ہی جدہ پہنچا اور اس کے تختے خانہ کبہ کی چھت کے لیے حاصل کر لیے اس جہاز میں ایک رومی مہمار بھی تھا جس کا نام باقوم تھا۔ ولید نے تعمیر بیت اللہ کے لیے اس کو بھی ساتھ لے لیا۔ قال المحافظ فی الاصلۃ بحالہ نقات مع ارسالہ (۱) ان مراحل کے بعد جب قدیم عمارت کے منہدم کرنے کا وقت آیا تو کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بیت اللہ کے ڈھالے کے لیے کھڑا ہو۔ بالآخر ولید بن مغیرہ پہاؤ لائے کہ کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ

اللھم لا ترید الا الخیر لے اللہ ہم صوف خیر اور بھلائی کی نیت رکھتے ہیں۔

معاذ اللہ ہماری نیت بری نہیں اور یہ کہہ کر حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف سے ٹھانا شروع کیا۔ اہل مکہ نے کہا کہ رات انتظار کرو کہ ولید پر کوئی آسمانی بلا تو نازل نہیں ہوتی۔ اگر اس پر کوئی بلا آئے آسمانی اور آفت ناگہانی نازل ہوتی تو ہم بیت اللہ کو پھر اصلی حالت پر بنادیں گے ورنہ ہم بھی ولید کے معین و مددگار ہوں گے۔ صبح ہوئی کہ ولید صبح و سالم پھر بھاؤ لالے کر حرم محترم میں آ پہنچا۔ لوگوں نے سوجھ لیا کہ ہمارے اس فعل سے اللہ راضی ہے اور سب کی بہتیں بڑھ گئیں اور سب مل کر دل و جان سے اس کام میں شریک ہو گئے اور یہاں تک کھودا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں نمودار ہو گئیں۔ ایک قریشی نے جب بنیاد ابراہیم پر پہاؤ لاجلایا تو دفعہ تمام مکہ میں ایک سخت دھماکہ ظاہر ہوا جس کی وجہ سے آگے کھودنے سے رک گئے اور انھیں بنیادوں پر تعمیر شروع کر دی۔ تقسیم سابق کے مطابق ہر قبیلہ نے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کر کے تعمیر شروع کی۔ جب تعمیر مکمل ہو گئی اور حجر اسود کو کواچی جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو سخت اختلاف ہوا تاوار کھینچ گئیں اور لوگ جنگ جہل اور قتل و قتال پر آملاہ ہو گئے۔ جب چار پانچ روز اسی طرح گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی تو ابراہیم بن مغیرہ مخزومی جو قریش میں سب سے زیادہ عمر اور سن رسیدہ تھا۔ یہ رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے داخل ہوا اسی کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کرالو۔ سب نے رائے کو پسند کیا۔ صبح ہوئی اور تمام لوگ حرم میں پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ سب سے پہلے آنوالے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ لفظ نکلے۔

ہذا محمد الامین رضینا یہ تو محمد امین ہیں۔ ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں۔ یہ تو محمد امین ہیں۔



آپ نے ایک چادر منگائی اور حجرِ سود کو اس میں رکھ کر یہ فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو تھام لے تاکہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے اس فیصلہ کو سب نے پسند کیا اور سب نے بل کر چادر اٹھائی۔ جب سب کے سب اسی چادر کو اٹھائے اس جگہ پہنچے جہاں ایک رکھنا تھا تو آپ بنفس نفیس آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے حجرِ سود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ (۱)

چوتھی بار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیت اللہ کو شہید کر کے از سر نو تعمیر کرایا۔

پانچویں بار اس حجاج بن یوسف نے بنایا کہ اولین اور آخرین میں جس کے جو رستم اور ظلم تعدی کی نفیر نہیں تفصیل کے لیے کتب تاریخ ملاحظہ ہوں۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ الفیۃ السیر میں فرماتے ہیں

وَإِذْ بَنَيْتُ قُرَيْشَ الْبَيْتِ اخْتَلَفَ	مَلَأَهُمْ تَارُعًا حَتَّى وَقَفَ
أَمْرُهُمْ فِيمَنْ يَكُونُ يَضَعُ	الْحَجَرُ لَا سَوْدَ حَيْثُ يُوضَعُ
إِذْ جَاءُوا قَالُوا كُلُّهُمْ رَضِينَا	لَوْضَعَهُ مُحَمَّدٌ إِلَّا مَيْنَا
فَحَطُّ ثُوبٍ وَقَالَ يَرْفَعُ	كُلُّ قَبِيلٍ طَرَفًا فَرَفَعُوا
ثُمَّ أَوْدَعَ الْأَمِينَ الْحَجَرَ	مَكَانَهُ وَقَدَرَضُوا بِمَا جَرَى

### رسوم جاہلیت سے خدا و اتنفر اور بیزاری

انبیاء و مرسلین اگرچہ نبوت و رسالت سے پہلے نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر دلی اور صدیقِ ضرور ہوتے ہیں اودان کی ولایت ایسی کامل اور اتم ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے دلی

(۱) سیرت ابن ہشام ج ۱، ص: ۶۵، اروض الافئح ج ۱، ص: ۱۲۷، تاریخ طبری ج ۲، ص: ۶۰۰،

اور صدیق کی ولایت کو ان کی ولایت سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جو قطرہ کو دریا کے ساتھ یا ذرہ کو آفتاب کے ساتھ ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم کے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عَالِمِينَ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام واقعہ اور خصوصاً ان کا ارشاد اِلَّا تَصْرِفُ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ اور حق تعالیٰ شانہ کا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ ارشاد وَآتَيْنَاكَ الْحُكْمَ صَبِيًّا وَحَنَانًا وَغَيْرَ ذَلِكَ سب اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء نبوت و بعثت سے پہلے ہی اعلیٰ درجہ کے دلی اور صدیق ہوتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابتداء ہی سے شرک اور بت پرستی سے اور تمام مراسم شرک سے بالکل پاک اور منزہ رہے جیسا کہ ابن ہشام کی روایت میں ہے۔

فشب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال
واللہ یکلأہ ویحفظ ویحوط	میں جوان ہرستے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت
من اقدار الجاہلیہ لما یرید بہ	اور نگرانی فرماتے تھے اور جاہلیت کی تمام
من کرامتہ ورسالہ حتی بلغ	گندیوں سے آپ کو پاک اور محفوظ رکھتے تھے
ان کان رجلاً و افضل قومہ مریۃ	اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہر چکا تھا کہ آپ
واحسنہم خلقاً واکرمہم	کو نبوت و رسالت اور ہر قسم کی عزت و کرامت
حسباً و احسنہم جواراً و اعظم	سے سرفراز فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ کو کامل
حلماً و اصدقہم حدیثاً	ہر گئے اور مرد و احسن خلق اور حسب و نسب
واعظمہم امانۃ وابعدهم	علم اور بردباری اور راست بازی اور صداقت
من التلحش و الاخلاق التی	امانت میں سب سے بڑھ گئے اور فحش اور اخلاق
تدنس الرجال تنزہا و تکرما	رذیلہ سے انتہا درجہ دور ہر گئے یہاں تک
اسمہ فی قومہ الامین لما جمع اللہ فیہ من الاموال	کہ آپ امین کے نام سے مشہور ہو گئے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا گیا کہ آپ نے کبھی کبھی بت کو پوجا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا گیا کہ کبھی آپ نے شراب پی ہے آپ نے فرمایا نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں ہمیشہ سے ان چیزوں کو کفر سمجھتا تھا۔ اگرچہ مجھ کو کتاب ایمان کا علم نہ تھا (انحرابہ ابو نعیم وابن عساکر)

مسند احمد میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت خدیجہ کے ایک ہمایہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت خدیجہ سے یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم میں کبھی لات کی پریش زکروں گا۔ خدا کی قسم کبھی عزیٰ کی پریش زکروں گا (۱)

زید بن حارث فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو اسافؑ اور ناطرہ کو چھوتے تھے ایک بار میں نے آپ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا جب ان تینوں کے پاس سے گذرا تو ان کو چھوا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو منع کیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھوں تو سہی کہ چھونے سے ہوتا کیسا ہے اس لیے دوبارہ ان کو چھوا آپ نے پھر ذرا سختی سے منع فرمایا کہ تم کو منع نہیں کیا تھا۔ زید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد کبھی کسی بت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت رسالت سے سرفراز فرمایا اور آپ پر اپنا کلام اتارا۔ یہ روایت مستدرک حاکم اور دلائل ابی نعیم اور دلائل بیہقی میں مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ کو جاہلیت کی کسی بات کا کبھی خیال ہی نہیں آیا۔ صرف دو مرتبہ ایسا خیال آیا مگر اللہ نے بچایا اور مجھ کو اس سے محفوظ رکھا۔ ایک شب میں نے اپنے ساتھی سے کہا جو میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا کہ تم بکریوں کی خبر رکھنا اور میں مکہ میں جا کر کچھ قصے کہانیاں سن کر آتا ہوں۔ میں مکہ میں داخل ہوا ایک مکان سے گانے بجانے کی آواز سنائی دی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے معلوم

ہمارے خدا کی شادی ہے میں بیٹھا ہی تھا کہ فوراً نیند آگئی اور خدا نے میرے کانوں پر مہر لگا دی پھر سوا تیر خدا کی قسم آفتاب کی تمازت ہی نے مجھ کو بیدار کیا اٹھ کر اپنے ساتھی کے پاس آیا ساتھی نے دریافت کیا کہ بتلاؤ کیا دیکھا۔ آپ نے فرمایا کچھ بھی نہیں اور اپنے سونے کا واقعہ بیان فرمایا۔ دوسری شب آپ نے پھر سہی ارادہ فرمایا خدا کی طرف سے پھر سہی صودت پیش آئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد پھر میرے دل میں اس قسم کا کوئی خیال ہی نہیں آیا یہاں تک کہ اللہ نے مجھ کو اپنی پیغمبری سے سرفراز فرمایا۔ یہ حدیث مسند بزار اور مسند اسحاق بن راہویہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند متصل اور حسن ہے اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آپ بھی پتھر اٹھا اٹھا کر لایے تھے کہ آپ کے چچا حضرت عباس نے کہا کہ بڑا تہنبد کھول کر منڈھے پر رکھ لو تاکہ پتھروں کی رگوں سے محفوظ رہے آپ نے چچا کے کہنے سے تہنبد کھولا، کھولتے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔

ابو الطفیل سے مروی ہے کہ اس وقت آپ کو غیب سے یہ آواز آئی یا محمد غرہ شک اے محمد اپنے ستر کی خبر لو۔ یہ نبی آواز سے پہلی آواز تھی جو آپ کو سنائی دی۔ ابو الطفیل کی یہ روایت دلائل ابی نعیم اور دلائل بیہقی اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (۱)

ابن عباس کی روایت میں ہے کہ ابوطالب نے آپ سے پوچھا کہ کیا ماجرا تھا آپ نے فرمایا کہ ایک سفید پوش آدمی دکھلائی دیا جس نے یہ کہا اے محمد اپنے ستر کو چھپاؤ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اخر جابر بن سعد وابن عدی والحاکم وصحرو والیومین من طریق عکرمہ عن ابن عباس (۱)

ایک مرتبہ قریش نے آپ کے سامنے لاکر کھانا رکھا۔ اس مجلس میں زید بن عمرو بن نفیل بھی تھے۔ آپ نے اس کے کھانے سے انکار کیا۔ بعد ازاں زید نے بھی انکار کیا اور کہا کہ میں توں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور اور توں کے چڑھا دے نہیں کھاتا میں صرف وہی چیز کھاتا ہوں جس پر صرف اللہ کا نام لیا جائے۔ زید بن عمرو بن نفیل قریش سے یہ کہا کرتے تھے کہ بھئی کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور اللہ ہی نے اس کے لیے گھاس اگایا پھر تم اس کو غیر اللہ کے نام پر کیوں ذبح کرتے ہو۔ فتح الباری ص ۱۸۶ حدیث زید بن عمرو بن نفیل۔

زید بن عمرو بن نفیل - حضرت عمرو بن الخطابؓ کے چچا زاد بھائی اور سعید بن زید کے (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) والد ماجد ہیں شرک اور بت پرستی سے بیزار اور دین حق کے تلاشی تھے بعثت سے پانچ سال قبل جس وقت خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اس وقت انتقال کیا۔ تفصیل کے لیے۔ فتح الباری ص ۱۸۶ تا ص ۱۸۷ باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل اور اصحاب ص ۵۹۹ ترجمہ زید بن عمرو بن نفیل اور طبقات ابن سعد ص ۱۰۵ باب علامات النبوة قبل البعثت مطالعہ فرمائیں۔

### بدر الوحی اور تباشر نبوت

روایات مذکورہ بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرات انبیاء اللہؑ نبی سے ہونے سے پیشتر ہی کفر اور شرک اور ہر قسم کے فحشاء اور منکر سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں ابتداء ہی سے ان حضرات کے قلوب مضطربہ توحید و تفرید خشیت و معرفت سے بے ریز ہوتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ جو حضرات عنقریب کفر اور شرک کے مٹانے کے لیے اور

علم بدر الوحی سے مراد آغاز نبوت ہے یعنی وحی کی ابتداء کس طرح ہوئی اور تباشر نبوت سے

نبوت و رسالت کے مبشرات اور مبادی مراد ہیں یعنی وہ ائمہ کہ جو صریح بظہر و رسالت تو نہیں

مگر نبوت و رسالت کا دیباچہ اور پیش خیمہ ہیں ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

ہر فرشتہ اور مکر سے بچانے کے لیے ابد خیر کی طرف دعوت دینے کے لیے من جانب اللہ مبعوث ہونے والے ہیں اور خدا کے محبتی اور مصطفیٰ برگزیدہ اور پسندیدہ بندے بننے والے ہیں معاذ اللہ وہ خود ہی منصب نبوت و رسالت اور خلعت اختیار و مصلحت کی سرفرازی سے پیشتر کفر اور شرک کی نجاست میں ملوث اور فواحش و منکرات کی گندگی سے آلودہ ہوں۔ حاشائے حاشا قطعاً ناممکن اور محال ہے۔ حضرات انبیاء نبوت اور بعثت سے پیشتر اگرچہ نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر اعلیٰ درجہ کے اولیاء اور عرفاء ضرور ہوتے ہیں۔ صفات، خداوندی سے جاہل نہیں ہوتے اور نہ ان کو کسی وقت صفات خداوندی میں کسی قسم کا دھوکا اور مغالطہ ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کا شک اور اشتباہ آتا ہے۔

قال الله عز وجل. وَلَقَدْ آتَيْنَا  
ابْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ  
وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ (۱)  
اور تحقیق ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ان کی  
شان کے مطابق رشد عطا کیا تھا اور ہم ان کو  
اور ان کی استعداد کو پہلے ہی سے خوب جانتے تھے  
اب دیکھنا یہ ہے کہ رشد کے کیا معنی ہیں اور رشد اور راشد کس کو کہتے ہیں سورہ حجرات  
کی یہ آیت خریفہ اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَن نُّفَكِّرَ رَسُولَ اللَّهِ  
لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ  
لَعَنَ لَّكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ  
إِلَيْكُمْ الْإِيمَانُ وَزَيْنَةُ فِي قُلُوبِكُمْ  
فَكَرَّهَ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ  
وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ  
اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں انہیں فرض  
والتمذیر اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا  
ماننے لگیں تو بلاشبہ تم مشقت میں پڑ جاؤ  
لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو اس مشقت سے اس طرح  
بچایا کہ ایمان اور اطاعت کو تمہارے دلوں میں  
محبوب اور مرغوب بنا دیا اور کفر اور فسق اور

هُمُ الْبَاسِدُونَ فَضْلًا مِّنَ  
اللَّهِ وَنِعْمَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ  
حَكِيمٌ ط (۱)

معصیت کی نفرت تمہارے دلوں  
میں ڈال دی، ایسے لوگ کہ جنکے دلوں میں ایمان  
اطاعت کی محبت اور کفر و معصیت کی نفرت

راسخ ہو چکی ہو اللہ کے فضل و انعام سے رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
بڑے ہی علیم و حکیم ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قلب میں ایمان و اطاعت خداوندی کی محبت  
اور کفر و رفق اور معصیت کی نفرت و کراہت کے راسخ ہو جانے کا نام رشد ہے  
اور یہ رشد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق جل شانہ نے ابتداری عطا فرمادیا تھا  
جیسا کہ سورۃ انبیاء کی اس آیت سے واضح ہے اور رشد لغت عرب میں ضلالت  
اور گمراہی کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قَدْ بَيَّنَّ التُّشْدُ  
مِنَ الْغَيِّ رُشْدًا اور ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے جس سے صاف ظاہر  
ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتداری ہی سے رشد اور ہدایت پر تھے معاذ اللہ  
مگر اہ نہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ستاروں اور چاند اور سورج کو دیکھ کر  
فرمانا نہ رہا بی اس سے حال کے بعض مصنفین کو یہ دھوکہ ہوا کہ معاذ اللہ ابھی حضور اکرم

(۱) الحجرات، آیت : ۴ - علیہ علامہ شبلی سیرۃ النبی ص ۱۸۴ القطیع خرد میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
نے نبوت سے پہلے ستاروں کو دیکھا تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی، دھوکہ ہوا چاند نکلا تو ابھی شبہ رہا۔ آفتاب پاس سے زیادہ  
لیکن جب سب بخروں سے غائب ہو گئے تو یہ ساختہ پکا رہا۔ اِنِّیْ لَا اَحِبُّ لَافِیْسٍ۔ اتنی کلاں علامہ شبلی کا خیال  
سراپا اختلال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دھوکہ لگا۔ معاذ اللہ حضرات انبیاء مکرم کو خدا کی ذات و صفات میں کبھی  
دھوکہ نہیں لگا اور حضرت ابراہیم کو تو انبیاء و رسول میں ایک خاص شان امتیازی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون سا سطر  
الارض کا منہ دکھایا اور ان کو زمین میں سے بتایا ان کو خوب معلوم تھا کہ شمس و قمر اور کواکب اور نجوم سب حکم  
خداوندی کے مسخر اور تابعدار ہیں معاذ اللہ حضرت ابراہیم کو کوئی دھوکہ کاشیں لگا۔ علامہ ہی کو قطعاً معلوم  
یہ نہ رہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ لگا۔ پس سخن کو تواتر باید والسلام

شک و شب میں پڑے ہوتے تھے۔ جب غروب ہونے دیکھا تب اشتباہ زائل ہوا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ابتدا ہی سے شمس و قمر کو خدا کی ادنیٰ مخلوق سمجھتے تھے قوم چونکہ کواکب پرستی میں مبتلا تھی اس لیے ان کے عقیدہ فاسدہ کے مدد کرنے کے لیے فرمایا کہ اگر بطور فرض محال تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ستارہ تمہارے اعتقاد کے مطابق پیرارب ہے۔ تو بہت اچھا ذرا تھوڑی دیر اس کے غروب و افاول کا انتظار کرو خود ہی اس کا فانی اور حادث ہونا منکشف ہو جائے گا۔ پھر اسی طرح شمس و قمر کا حادث اور فانی ہونا سمجھایا اس لیے کواکب پرستوں کا عقیدہ یہ تھا کہ غروب کے بعد ستارہ میں وہ تاثیر باقی نہیں رہتی جو طلوع کے وقت تھی پس اگر یہ خدا ہوتے تو ان کی صفت تاثیر میں تغیر اور ضعف نہ آتا اس لیے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات تغیر اور ضعف سے پاک اور منزہ ہیں حضرت ابراہیم کا یہ تمام کلام اول سے آخر تک بطور محابہ اور مناظرہ تھا جیسا کہ بعد کی آیتیں و حَاجَّهٖ قَوْمُہٗ قَالَ اَتَحَاجُّوْنِیْ فِی اللّٰہِ وَقَدْ هَدٰۤاَنِ۔ اور آیۃ تِلْکَ حُجَّتُنَا اٰتٰیْنَاہَا اِبْرَہِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ صراحۃً اس پر دال ہیں کہ یہ تمام تر کواکب پرستوں کے ساتھ مناظرہ اور مجادلہ تھا اور یہ وہ حجت اور برہان تھی کہ جو اللہ نے آپ کو مناظرہ کے لیے تلقین کی تھی۔ الحاصل یہ مناظرہ تھا حضرت خلیل کی ذاتی نظر اور فکر نہ تھی۔ کیا حضرت ابراہیم نے اس سے پیشتر کبھی چاند اور سورج کو نہ دیکھا تھا نیز بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح میں یہ حدیث موجود ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابوہ  
 یہودانہ او ینصرانہ او مجسانہ۔  
 ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کے  
 ماں باپ اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں  
 اور یہ نہیں فرمایا کہ لیکن نہ کہ اس کے ماں باپ اس کو مسلمان بناتے ہیں اس لیے  
 کہ فطرۃ وہ مسلمان ہی پیدا ہوا ہے اور صحیح مسلم میں عیاض بن حماد سے مروی ہے کہ



رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ اللَّهُ اِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنْفَاءً  
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندوں  
کو فطرۃً حنیف پیدا کیا ہے۔

پس جب کہ ہر مولود ابتداء ہی سے حنیف اور فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ تو شخص  
شیخ ہو تمام انبیاء کا اور امام ہو تمام حنفاء کا اور مقتدا ہو تمام موحدین کا اور قدوسہ اور اسوہ  
ہو کفر اور شرک سے بری اور بیزاری ہونے والوں کا وہ بدرجہ اولیٰ ابتداء ہی سے حنیف اور  
رشید ہوگا اور اس کی فطرت سب سے زیادہ سلیم اور اس کی طبیعت سب سے زیادہ مستقیم ہوگی۔  
قرآن کریم میں جابجا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم، حنیف کی ملت کے اتباع کا حکم مذکور ہے۔  
ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَیْكَ اَنْ اَتَّبِعْ مِلَّةَ  
اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا وَّمَا كَانَ  
مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۱)

وَقَالَ تَعَالٰی قُلْ اِنِّیْ هَدٰی رَبِّیْ  
اِلَی الصِّرَاطِ مُسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیْمًا  
مِّلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا وَّمَا كَانَ  
مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۲)

آپ کہہ دیجیے کہ اللہ نے مجھ کو ایک سیدراستہ  
بتایا ہے وہ ایک صحیح دین ہے جو ابراہیم کا  
طریقہ ہے جن میں ذرا برابر کبھی نہ تھی اور نہ وہ  
کبھی مشرکین میں سے ہوتے۔

تفصیل اگر درکار ہے تو امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین ابن کثیر قدس اللہ روحہ و فرسوخہ  
(آمین) کی تفسیر کی مراجعت فرمائیں۔

نمائندہ جاہلیت میں جبکہ کفر اور شرک کی ظلتیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں اس وقت  
زید بن عمرو بن نفیل اور ورق بن نوفل اور اس قسم کے موحدین اور حنفاء کے دلوں میں  
جو توحید کی روشنی جلوہ گر تھی وہ توحید ابراہیمی کا پرتوہ اور عکس نہ تھا تو پھر کس کا تھا کیا ساطات

زید اور ورقہ کی فطرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ سلیم تھی۔  
قاضی عیاض قدس اللہ سرہ شفاعت فرماتے ہیں۔

اعلم منحناً اللہ تعالیٰ  
وایاک توفیقہ ان مارتق  
منہ بطریق التوحید والعلم  
باللہ وصفاتہ والایمان  
بہ وبما اوحی الیہ فعلی  
غایۃ المعرفة ووضوح العلم  
والیقین والانتفاء عن الجہل  
بشیء من ذلک والثلث والرب  
فیہ والعصمة من کل مایضاد  
المعرفة بذلک والیقین  
هذا ما وقع علیہ اجماع المسلمین  
علیہ ولا یصح بالبراہین  
الواضحة ان یمکن  
فنعقود الانبیا  
سواہ (۱)

اے عزیز خوب جان لے (اللہ تعالیٰ ہم کو  
اور تجھ کو اپنی توفیق کی نعمت عطا فرمائے کہ  
جس چیز کا اللہ کی توحید اور معرفت اور ایمان  
اور وحی سے اس کا تعلق ہے وہ حضرت  
انبیاء کو نہایت کامل اور واضح طریق سے  
معلوم ہوتی ہے۔ حضرت انبیاء کو خدا کی  
ذات و صفات کا علم یقینی ہوتا ہے معاذ اللہ  
کسی چیز سے بے خبر نہیں ہوتے اور نہ ان کو  
اس بارہ میں کوئی شک اور تردد ہوتا ہے  
اور ہر اس چیز سے معصوم اور پاک اور منزہ ہوتے  
ہیں کہ جو اس کی معرفت اور یقین کے منافی  
ہو اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور  
براہین قاطعہ اور دلائل واضحہ سے ثبابت  
ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کے عقائد میں  
کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔

### خلاصہ

یہ کہ حضرات انبیاء اللہ کے نفوس قدسیہ ابتداء ہی سے کفر اور شرک اور ہر قسم  
کے فتنہ اور منکر سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ شروع ہی سے وہ ضعیف اور رشید

ہوتے ہیں فطری طور پر ہر بری بات سے متنفر اور بیزار ہوتے ہیں۔ چنانچہ شدہ ابنِ اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فلما نشاءت بغضت  
الحب الا وثان وبغض  
توں کی شدید عداوت اور نفرت اور شہدے  
الى الشعر (۱)  
سخت نفرت میرے دل میں ڈال دی گئی۔

نبی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سرتاپا حق اور صدق ہو اس کے قول میں اس کے فعل میں اس کی نیت میں اس کے عزم اور ارادہ میں کہیں کذب اور تخیل کا شائبہ اور نام و نشان بھی نہ ہو۔ لہذا مناسب ہوا کہ نبی شاعر نہ ہو اس لیے کہ شاعر کا کذب اور سوائے پاک اور مزہ ہونا اغلباً اور عادتاً ناممکن ہے اس لیے ارشاد ہوا۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا  
يَنْبَغِي لَهُ - (۲)  
ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں عطا کیا  
اور یہ علم آپ کے لیے مناسب بھی نہیں۔

چونکہ منصب نبوت و رسالت آپ کے لیے مقدر ہو چکا تھا اس لیے حق جل شانہ نے ابتداء ہی سے آپ کے قلب مطہر کو ان تمام امور سے متنفر اور بے زار کر دیا کہ جو منصب نبوت و رسالت کے منافی اور مبایں تھے اسی طرح اللہ نے آپ کو بڑھایا اور جوان کیا جب زمانہ نبوت کا قریب آپ پہنچا۔ تو روایت سے صادقہ اور صالحہ سچے اور دھت خواب دکھائی دینے لگے۔ نبی نبار سے مشتق ہے۔ لغت عرب میں نبار اس خبر کو کہتے ہیں کہ مجرم یا ثانی

علم یہ روایت کنز العمال میں بحوالہ ابی یعلیٰ و ابی لیم ذکر کی گئی ہے۔ ۱۲۔ مسند حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب ہمیشہ صادق (سچا) ہوتا ہے کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ البتہ دنیا کے لحاظ سے کبھی صالحہ (ٹھیک) ہوتا ہے اور کبھی غیر صالحہ۔ لیکن آخرت کے لحاظ سے میخہ صالحہ ہی ہوتا ہے جیسے مصیبت مومن کے حق میں دنیا کے اعتبار سے مکروہ اور آخرت کے لحاظ

سے محبوب اور پسندیدہ ہے۔ ۱۲۔ کتاب التبعیر فتح الباری ص ۳۱۱

(۱) کنز العمال - ج ۶، ص ۳۰۵ (۲) یس - آیت : ۶۹ -

اور بالکل صحیح اور واقع کے مطابق ہو۔ مطلق خبر کو بنا نہیں کہتے۔ نبی کو نبی اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو بندیدہ وحی کے انبار الغیب یعنی غیبی خبروں پر کوجہ نہایت مہتمم بالشان اور بالکل صحیح اور واقع کے مطابق ہوتی ہیں اور کبھی غلط نہیں ہو سکتیں بنی کو بذریعہ وحی ایسی خبروں کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اہم ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ اپنے ایک مکتوب میں مختصراً نبوت کی حقیقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وچنانچہ طور عقل درائے طور حلت کہ انچہ محسوس  
جس طرح ادراک عقل کا طریقہ ادراک حسی کے علاوہ ہے کہ  
مدرک نشود عقل ادراک لک نمی چہنیں طور نبوت  
شی محسوس ظاہر سے نہ معلوم ہر عقل اسکا ادراک کر لیتی ہے  
درائے طور عقل ست انچہ بعقل مدرک نشود توسل  
اسی طرح طور نبوت طور عقل سے سوا ہے کہ جس چیز کے ادراک  
نبوت بدرک می دراید۔  
عقل قاصر اور عاجز ہے وہ چیزیں بندیدہ نبوت ادراک کیا کرتی ہے

حس ظاہر سے فقط محسوسات کا اور عقل سے فقط معقولات کا ادراک ہو سکتا ہے لیکن وہ غیبی امور کہ جو حس اور عقل کے ادراک سے بالا اور برتر ہیں۔ نہ ہاں حس کی رسائی ہے اور نہ عقل کی وہ غیبی امور بذریعہ وحی اور نبوت کے منکشف ہوتے ہیں امور غیبیہ کے، ادراک کا ذریعہ اور وسیلہ صرف وحی نبوت ہے۔ وحی نبوت کی حقیقت تر حضرات انبیاء ہر ہی سمجھ سکتے ہیں مگر حقیقتاً نے اپنی بے پایاں رحمت سے ہم جیسے نادانوں کے سمجھانے کے لیے وحی نبوت کا ایک نمونہ عطا فرمایا ہے کہ جس کو دیکھ کر کچھ نبوت کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ وحی نبوت کا وہ نمونہ روایتاً صالحہ ہے (سچا خواب) کہ جو حس اور عقل کے علاوہ غیبی امور کے انکشاف کا ایک ادنیٰ ذریعہ ہے۔

جس وقت انسان سو جاتا ہے اور اس کے تمام ظاہری اور باطنی قوائے اور اکیہ بالکل معطل اور بے کار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اس کو من جانب اللہ بہت سے امور منکشف ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لیے حجت الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہ کا رسالہ المنقذ من الضلال مطالعہ فرمائیں۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح غیبی امور کے انکشاف کا اعلیٰ ترین ذریعہ وحی نبوت ہے اسی طرح غیبی امور کے انکشاف کا ادنیٰ ترین ذریعہ روایاتے صادقہ ہے اور روایاتے صالحہ وحی نبوت کا ایک نمونہ ہے جس سے انبیاء کرام کی نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ دلائل ابی نعیم میں باننا وحسن عبداللہ بن مسعود کے شاگرد علقمہ بن قیس سے مرسل مروی ہے کہ اقل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خواب دکھلائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سچے خوابوں سے ان کے قلوب مطمئن ہو جاتے ہیں تب بحالت بیداری ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے (۱) باب کیفیت کان بدر المحجی۔ جیسے یوسف علیہ السلام کو نبوت سے قبل ایک عجیب غریب خواب دکھلایا گیا۔ اسی وجہ سے کہ روایاتے صالحہ وحی نبوت کا ایک نمونہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ روایاتے صالحہ نبوت کا ایک جز ہے۔ حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب تو ہمیشہ سچا ہی ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء کے خواب میں کذب کا امکان بھی نہیں۔ البتہ صلیحین کے خواب میں صدق غالب رہتا ہے شاذ و نادر ان کا خواب از قبیل اضغاث احلام ہوتا ہے۔ فساق و فجار کے خواب اکثر اضغاث احلام ہوتے ہیں صحیح کلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ جَوْشَخُصْ أَمْنِي بَاتٍ مِّنْ سَبْكَ زَلِيلِهِ سَجَا هِ حَدِيثًا - وہی خواب میں بھی سب سے زیادہ سچا ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ خواب کے صادق ہونے میں بیداری کے صدق کو خاص دخل ہے اور جو شخص جتنا زائد صادق الکلام ہے اسی قدر نبوت سے قریب ہے اور جس درجہ صدق سے دور ہے اتنا ہی نبوت سے دور ہے اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ دو روایاتے صالحہ نبوت کا چھ بیسواں جز ہے اور کبھی یہ فرمایا

کہ چالیسواں جز ہے ایک حدیث میں ہے کہ سینا لیسواں جز ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ پچاسواں جز ہے ایک اور حدیث میں سترواں جز ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ چھترہاں جز ہے۔ امام غزالی قدس اللہ سرہ۔ احیاء العلوم کی کتاب الفطر والزمہ میں فرماتے ہیں کہ حاشا ان مختلف کلمات کو یہ نہ سمجھو کہ باہم متعارض اور مضطرب ہیں بلکہ ان مختلف کلمات سے اختلاف مراتب کی طرف اشارہ سمجھو کہ خواب دیکھنے والے مختلف مراتب میں صدیقین کے خواب کو نبوت سے وہی نسبت ہوگی جو ایک کو چھبیس سے ہے اور کسی کے خواب کو نبوت سے وہی نسبت ہوگی جو ایک کو چالیس یا پچاس یا ستر یا چھترہ سے ہے (۱) اور ابو ہریرہؓ کی حدیث اصد قم رد یا صد قم حدیثا (جس کو ہم بھی نقل کر چکے ہیں) وہ بھی اسی اختلاف مراتب کی طرف شیر معلوم ہوتی ہے اس لیے معلوم ہوتی ہے اس لیے لفظ تنضیل کا استعمال اسی محل پر مناسب ہے کہ جہاں مراتب اور درجات مختلف اور متعادت اور متفاضل ہوں۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے صراحۃً منقول ہے کہ روایاتے صالحہ کے جز نبوت ہونے میں جس قدر بھی روایتیں مروی ہیں وہ سب اختلاف مراتب پر محمول ہیں (۲) دیکھو سوال کو روایاتے صالحہ کے جز نبوت ہونے کے کیا معنی ہیں حضرات اہل علم اس کے حل کے لیے فتح البدی کی مراجعت کریں (۳) اور بعد ازاں اپنے طلباء اور متوسلین کو سمجھائیں اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس فعل خیر کی جوار عطا فرمائے دلالت علی الخیر کے اجر کا یہ ناچیز بھی اپنے پروردگار سے امید دار ہے۔ تطویل کے اندیشے اس وقت پہنچتی پر مجبور کیا لعل اللہ یُحَدِّثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ اَمْرًا۔

اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ بخاری اور مسلم میں ام الترمذیین ملنے کی بہت حدیثیں سے مروی ہے۔

(۱) فتح الباری، ۵: ۱۲، ص: ۳۱۹-۳۲۲ (۲) مدارج السالکین، ۵: ۱، ص: ۲۸

(۳) فتح الباری، ج: ۱۲، ص: ۳۳۱، ۳۳۲

اول مابدئی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم من الوحی الرؤیا الصالحة فی النوم  
 ردیائے صالحہ سے ہوئی جو خواب بھی دیکھتے  
 فكان لا یمری رؤیا الا جاءت مثل ظن الصبح  
 وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو کر رہتا۔

ابن ابی جرہ فرماتے ہیں کہ روایاتے صالحہ کو صبح کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ  
 ہنوز آفتاب نبوت نے طلوع نہ کیا تھا۔ جس طرح صبح صادق کی روشنی طلوع آفتاب کا دیا چر  
 ہے اسی طرح روایاتے صالحہ آفتاب نبوت و رسالت کے طلوع کا دیا چر تھا

ردیائے صادقہ کی صبح صادق خبر دے رہی تھی کہ عنقریب آفتاب نبوت طلوع کرنے  
 والا ہے اور جس طرح صبح کی روشنی آنا فانا بڑھتی رہتی ہے اسی طرح روایاتے صالحہ اور  
 صادقہ کی روشنی بھی آنا فانا بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ آفتاب نبوت و رسالت فلاں کی چڑیوں  
 سے جلد گرہوا، جو قلب کے بصیر اور مینا تھے مثلاً ابوبکرؓ وہ سنانے آئے اور آفتاب نبوت  
 کے انوار تجلیات سے مستفید ہوئے اور کجور باطن اور خفاش دل تھے جیسے ابوجہل آفتاب کے  
 طلوع ہوتے ہی خفاش کی طرح ان کی آنکھیں بند ہو گئیں اور نبوت و رسالت کے آفتاب عالم  
 تاب کی تازت کی تاب نہ لاسکے۔

گر نہ بیند بروز شپہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ  
 چہرہ آفتاب خود فاش است بے نصیبی نصیب خفاش است  
 باقی لگ ابوبکر اور ابوجہل کے بین بین تھے اپنی اپنی بصیرت نور قلبی کے موافق  
 ہر شخص آفتاب نبوت سے مستفید ہوا (۱)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

ثُمَّ جَبَّ إِلَيْهِ الْخَلَائِكُ  
 پھر آپ ک نعوت اور تنہائی محبوب بنادی گئی  
 يَخْلُو بَعَارِ حِرَاءَ۔  
 آپ غار حراء میں جا کر نعوت فرماتے۔

ام المؤمنین نے مجتب کو بصیغہ مجهول بظاہر اس لیے ذکر فرمایا کہ یہ نہیں معلوم ہر کسا کہ وہ کیا سبب اور کیا داعی تھا کہ جس نے خلوت اور عزلت کو آپ کے لیے محبوب بنا دیا وہ کوئی امر باطنی اور غیبی تھا کہ جس نے خلوت و تنہائی پر آپ کو مجبور کر دیا اللہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ کیا تھا۔ اوروں کے حق میں وہ سراسر مجهول ہے اس لیے ام المؤمنین نے اس کو بصیغہ مجهول ذکر فرمایا۔

حق جل شانہ جب کسی کے ساتھ خاص رحمت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے قلب میں خلوت و عزلت کا داعیہ پیدا فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ حق جل شانہ اصحاب کف کے قصہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَإِذَا عَزَلْتَ تَتَوَسَّعُ وَمَا يَعْبُدُونَ  
إِلَّا اللَّهَ فَأَوَّا إِلَى الْكَلْهَمِ يَنْشُرُ لَكُمْ  
رَحْمَتَهُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَهَيِّئُ لَكُمْ  
مِنْ أَمْرِكُمْ  
مَرْفَقًا (۱)

اور جب تم ان کافروں سے امدان کے کام  
مبوروں سے سوائے اللہ کے الگ ہو جاؤ  
تو ایک غار میں جا کر ٹھکانا بناؤ تاکہ اطمینان  
سے اللہ کی عبادت کر سکو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی  
رحمتیں برسانے کا اور ہر کلم میں تمہارے لیے  
سہولت پیدا فرمائے گا۔

یہ ضروری نہیں کہ خلوت و عزلت سے نبوت اور رسالت لمجائے اس لیے کہ  
نبوت اور رسالت کوئی اکتسابی شے نہیں اللہ جس کو چاہے نبی اور رسول بنائے واللہ اعلم  
حيث يجعل رسالته

تبارك الله ما وحى بكتسب ولا نبى على غيب بمتهم  
ہاں جس کو وہ خود اپنی رحمت سے نبی اور رسول بنانا چاہتے ہیں خلوت و عزلت  
ان کے حق میں نبوت و رسالت کا دیا جا رہی ہے جیسا کہ ردیائے صالحہ فقط ان



حضرات کے لیے نبوت و رسالت کا پیش خیمہ ہوتا ہے جن کے لیے منصب نبوت پر فائز ہونا علم الہی میں مقدر ہو چکا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جس کو روایت سے صالح اور سچے خواب نظر آئیں وہ نبی ہو جاتے گا۔

وقال تعالى فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ  
وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا  
إِسْمٰحَ وَيَعْقُوبَ وَكَانَ لَنَا  
فَيْسًا (۱)

پس جب ابراہیم علیہ السلام کافروں سے اور  
سوائے خدا کے ان کے تمام معبودوں سے الگ  
ہو گئے تو ہم نے ابراہیم کو اسحاق جیسا بیٹا اور  
یعقوب جیسا پوتا عطا کیا اور ہر ایک کو نبی بنایا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کا منصب نبوت پر فائز ہونا عزالت ابراہیمی کی برکات میں سے تھا، پس اسی طرح آپ بھی غار حراء میں جا کر اعتکاف فرماتے اور کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے اور وہاں رہ کر اللہ کی عبادت اور بندگی کرتے کسی حدیث میں آپ کی عبادت کی کیفیت مذکور نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ ذکر الہی اور مراقبہ اور تفکر اور تذکرہ آپ کی عبادت تھی علاوہ ازیں فساق و فجار شرکین اور کفار سے علیحدہ رہنا یہ خود مستقل عبادت ہے (آخر ہجرت جس کی مدح و ثنا سے سارا قرآن بھرا پڑا ہے وہ کیا ہے خدا اور رسول کے دشمنوں سے علیحدگی ہی تو نام ہے) اور جب توشہ ختم ہو جاتا تو گھر واپس آکر توشہ لے جاتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ زرقانی ص ۱۱۱ والمختار عندنا ان الله كان يعمل بما ظهر له من الكشمت الصادق من شريعت ابراهيم وغيره كما في الدر المختار ص ۱۶۳۔

ملہ ہیں انھیں ہوجاوت ہے وہ تولد کی طرف سے ہے اس لیے اس کو علامہ زرقانی کے کلام سے متاثر نہ ہونا جس دلیل سے اسے قبل از کو عبادت و خلصی کا دیکھنا موجب خیر و برکت ہے اسی دلیل سے بھی حاشیہ اعلیٰ ص ۱۶۳۔

(۱) مریم، آیہ : ۴۹

یعنی فقہاء حنفیہ کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ آپ کو کشف صادق اور الہام صحیح سے جو ظاہر اور منکشف ہوتا کہ یہ امر حضرت ابراہیمؑ یا اور کسی نبی کی شریعت سے جہاس کے مطابق عمل فرماتے جیسا کہ بعض روایات میں بجائے فیتخت کے فیتخت کا لفظ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم حنیف کے طریقہ پر چلتے تھے یہ لفظ اس کی تائید کرتا ہے کہ آپ ملت حنیفہ کے مطابق اپنے کشف اور الہام سے عمل کرتے تھے۔

## آفتاب رسالت کا فاران کی چوٹیوں سے طلوع

یہاں تک کہ جب عمر شریف چالیس سال کو پہنچی تو حسب معمول آپ ایک روز غار حرا میں تشریف فرماتے تھے کہ دفعہ ایک فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپ کو سلام کیا اور پھر یہ کہا اقرأ پڑھیے آپ نے فرمایا۔ مَا أَنَا بِقَارِئٍ مِّسْ بَٹھ نہیں سکتا۔ اس پر فرشتے نے پڑھو مجھ کو اس شدت سے دیا کہ میری مشقت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا اقرأ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ مَا أَنَا بِقَارِئٍ۔  
حاشیہ کنندہ تھے یہ ملاحظہ فرمائیں

اعداء اللہ کا دیکھنا سلیم طبیعتوں کے لیے موجب کدورت اور باعث ظلمت ہے کیا ہارون اور موسیٰ بن عمران اور فرعون، ہامان اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل عدو اللہ اور کبر صديق اور میلہ نگز اب کا دیکھنا برابر ہے حاشا ثم حاشا ولایکے لک الامن سفر نفسہ۔ والعاقل کفیفہ الاشواء

## فائدہ جلیلہ :

ماَنَا بَقَارِیٰ کے بظاہر معنی یہ ہیں کہ میں پڑھا ہوا نہیں اُتی ہوں لیکن اس معنی میں اشکال یہ ہے کہ قرأت یعنی زبان سے پڑھنا اُمت کے منافی نہیں۔ اُمتی شخص بھی کسی کے تعلیم و تلقین سے قرأت اور تلفظ کر سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ فصاحت و بلاغت اس کی غلام ہو۔ اُمت کے منافی ہے۔ اُمتی شخص لکھی ہوئی تحریر کو نہیں پڑھ سکتا، لیکن زبانی تسلیم و تلقین سے تلقین کردہ الفاظ کی قرأت کر سکتا ہے۔ پس اگر جبریل امین کوئی لکھی ہوئی تحریر لے کر آئے تھے کہ جس میں یہ کتبیں لکھی ہوئی تھیں اور اس کی نسبت یہ کہتے تھے کہ اقرار یعنی اس تحریر کو پڑھو تو پھر اس کے جواب میں ماَنَا بَقَارِیٰ کہنا ظاہر اور مناسب ہے جیسا کہ بعض کلمہ روایات میں ہے کہ جبریل ایک عربی صحیفہ لے کر آئے جو جواہر سے مرصع تھا اور وہ صحیفہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اقرار یعنی اس عربی صحیفہ کو پڑھیے۔ اپنے فرما ماَنَا بَقَارِیٰ یعنی میں اُتی پہل لکھی ہوئی تحریر کو پڑھ نہیں سکتا۔

## ہاشیہ صفحہ گذشتہ

علمہ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوا ابن عباس اور انس بن مالک سے صحیح بخاری میں مذکور ہے اور ایسا ہی جبر بن معظم اور عطار اور سعید بن المسیب سے مروی ہے ۱۲ عیوی الاثر و زرقانی ص ۲۱۴ عہ اس حدیث کو امام بخاری نے بدر الوسی اور کتاب التبعیر اور کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے مگر حتیٰ بلغ منی الجبد کا لفظ بدر الوسی میں صرف پہلی اور دوسری بار کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن کتاب التفسیر اور کتاب التبعیر میں تیسری بار کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ عفا عنہ۔

عہ زرقانی شرح ماہب ص ۱۱۴ میں ہے قدوی ابن اسحاق فی سیر علی بن ابی طالب ص ۱۱۴

بعض مفسرین کا قول ہے کہ اِنَّ ذٰلِكَ اَلْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِی اسی کتاب کی طرف اشارہ ہے جس کو جبریل امین لے کر آئے تھے اور اگر جبریل امین کوئی تحریریک نہیں آتے تھے اور اقرآن کسی لکھی ہوئی تحریر کا پڑھنا مطلوب نہ تھا۔ بلکہ محض زبان سے قرأت اور تلفظ مطلوب تھا تو اس صورت میں نا اَنَّا بَقَارِی کے یہ معنی نہیں کہ میں اُتی ہوں پڑھا ہوا نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ وحی کی ہیبت اور دہشت کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتا دِیْت ملک اور مشاہدۂ انوار وحی کی وجہ سے قلب پر اس وجہ ہیبت اور دہشت طاری ہے کہ زبان اُٹھتی نہیں کس طرح پڑھوں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کیف اقرأ اس بنا پر ہم نے نا اَنَّا بَقَارِی کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ جو اس معنی کے بھی مناسب ہے اور پہلے معنی کے ساتھ بھی درست ہو سکتا ہے۔ ہذا توضیح ما افادہ ایشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی فی اشعة اللمعات (۱) مدارج النبوة (۲) وکذا فی تیسیر القاری شرح بخاری زبان فارسی ایشیخ نورالحق دہلوی ص ۱۱۶ وشرح فارسی شیخ الاسلام دہلوی (۳)

فرشتہ نے پھر تیسری بار مجھ کو پکڑا اور اسی شدت کے ساتھ دایا اور چھوڑ دیا اور یہ کہا کہ پڑھو۔

اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ- اِقْرَا وَرَبُّكَ  
اَلَا کَرَّمَ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (۴)

آپ اپنے پروردگار کے نام کی مدد سے پڑھے جو  
خالق ہے نام کائنات کا خصوصاً انسان کا کہ جس  
کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ پڑھیے کہ آپکا  
رب بہت ہی کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا اور  
انسان کو چیزیں سکھائیں جنکو وہ نہیں جانتا تھا۔

(۲) مَا لَمْ یَعْلَمْ تَمک پڑھنا کتاب التفسیر اور کتاب التبعیر میں مذکور ہے بدرالحق کی دعابت میں

فَقَطَّ وَدَّيْتُكَ الْاَلَا کَرَّمَ تَمک پڑھنا مذکور ہے ۱۲ عقائد (۲) ج : ص ۳۰ (۳) ج : ص ۱۱۳

(۳) ج : ص ۴ : ص ۵۲۲ (۴) العلق آیت ۱۴

۱۲۔ بعض مفسرین کا یہ قول اشعة اللمعات میں نہیں بلکہ رض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے ۱۲۔

بعد ازاں آپ گھر تشریف لائے۔ بعد میں مبارک پر رزہ اور لکچھی بھی آتے ہی حضرت خدیجہ سے فرمایا کہ تو فی زکوٰۃ کی کچھ اڑھاؤ جب کچھ دیر کے بعد گھبراہٹ اور پریشانی دور ہوئی تو تمام واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا اور یہ کہا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ میری جان بھل جائے۔ چونکہ وہی اور فرشتہ کے انوار و تجلیات کا حضور کی بشریت پر وقفہ نزول اور ورنہ ہوا اس لیے وہی کی عظمت اور جلال سے آپ کو یہ خیال ہوا کہ اگر وہی کی یہی شدت رہی تو عجب نہیں کہ میری بشریت ہی کے اس ثقل اور بوجھ کو زبرداشت کر سکے یا بارِ نبوت سے مغلوب ہو کر فنا ہو جائے۔ چنانچہ اس آیت میں اسی ثقل کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّا سَنُلْقِيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (۱) اے محمد تم پر ایک ثقیل اور گراں کلام نازل کریں گے۔ سوار ہونے کی حالت میں اگر وہی نازل ہو جاتی تو ناقہ وہی کی وجہ سے مجبوراً بیٹھ جاتی تھی۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ کی ران میری ران پر تھی کہ وہی نازل ہو گئی۔ اُس وقت آپ کی ران اس درجہ ثقیل معلوم ہوئی کہ اپنی ران کے چوڑے چوڑے ہوجانے کا اندیشہ ہو گیا ایک معمولی شے اگر خلافت طبع پیش آجاتی ہے تو انسان پریشان ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایسا عظیم الشان واقعہ پیش آئے کہ جو دم و گمان سے بھی بالا ہو اس واقعہ سے گھبرا جانا کوئی مستبعد نہیں، موسیٰ علیہ السلام کو جب حق جل شانہ کی طرف سے معجزہ عصا عطا ہوا اور حکم ہوا کہ اے موسیٰ اپنا عصا زمین پر ڈال دو جب دیکھا کہ وہ تو سانپ بن کر چلنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام الصلوٰۃ والسلام ڈر کر اس قدر بھاگے کہ منہ موڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس وقت آواز آئی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ اے موسیٰ واپس آؤ ڈر مت تم بالکل مامون رہو گے۔ موسیٰ علیہ السلام کا یہ ڈرنا اور بھاگنا طبیعت بشریہ کا اقتضا تھا۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ضَعِيْفًا كَسِي ثَمَكًا اور تردد کی وجہ سے نہ تھا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عربی

اور پریشانی بھی فقط اس بنا پر تھی کہ دفعۂ نبوت اور وحی کا بارگراں آپؐ کسی تردد اور شک کی بنا پر یہ پریشانی نہ تھی۔ خوب سمجھ لو اور شک اور تردد میں نہ پڑو۔ بشریت پر دفعۂ ملکیت کے غلبہ سے آپؐ کا مرعوب اور خوف زدہ ہو جانا کوئی مستبعد نہیں رفتہ رفتہ جب ملائکہ کی آمد درفست آپؐ کی بشریت ملکیت سے مانوس ہو گئی تو یہ خوف جاتا رہا اچانک بابرکت پڑ جانے سے آپؐ گھبرا گئے اور آپؐ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس بار سے میری روح نہ پرواز کر جائے۔ معاذ اللہ نبوت و رسالت میں کوئی شک اور تردد نہ تھا اس لیے کہ نزول جبریل اور مشاہدۃ انوار و تجلیات کے بعد نبوت میں شک و تردد و محال ہے چنانچہ ابن شہاب نہری کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ جبریل امین آئے اور میرا سینہ چاک کیا اور ایک نہایت عمدہ مسند پر بٹھالایا جو روایت اور جوامہرات سے مرصع تھی۔

ثم استعلن له جبرئيل فبشره  
برسالة الله حتى اطمان - النبي صلى الله عليه وسلم ثم قال له اقرأ  
فقال كيف اقرأ فقال اقرأ باسم ربك  
الذي خلق - ما لم يعلم فقبل الرسول  
رسالة ربه وانصرف فجعل  
لا يمر على شجر ولا حجر  
الا سلم عليه فرجع  
مسروراً الى اهله موثقاً قد راي  
امراً عظيماً الحديث

اور جبریل ظاہر ہوئے منجانب اللہ آپؐ کو منصب نبوت و رسالت کی بشارت دی یہاں تک کہ آپؐ مطمئن ہو گئے پھر کہا کہ پڑھو۔ آپؐ فرمایا کہ طرح پڑھوں جبریل نے کہا۔ اقرأ باسم ربك الذي خلق۔ ما لم يعلم۔ آپؐ اللہ کے پیغام کو قبول کیا اور واپس ہونے راستہ میں جس شجر اور حجر پر آپؐ کا گندہ تھا وہ آپؐ کو اسلام ایک یا رسول اللہ کہتا پس اس طرح آپؐ شاداں و فرماں اپنے گھر واپس آئے اور یہ یقین کیے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو شئی عظیم عطا فرمائی نبوت و رسالت۔

یہ روایت دلائل بہت سی اور دلائل ابی نعیم میں بطریق موسیٰ بن عقبہ سے مروی

ہے (۱) اور یہ روایت عیون الاثر میں حافظ ابو بشر دلالی کی سند سے مذکور ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے کہ عبید بن عمر کی مرسل روایت میں ہے کہ جبریل آئے اور مجھ کو ایک سند پر بٹھلایا کہ جو اہل بیت سے مرصع تھی اور زہری کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ مجھ کو ایسی عمدہ سند پر بٹھلایا جسکو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا (۲) غرض یہ کہ آپ گھر تشریف لانے اور حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھ کو اپنی بان کا خطہ ہے تو حضرت خدیجہ نے یہ فرمایا۔ آپ کو بشارت ہو آپ ہرگز نہ ڈریے۔ خدا کی قسم اللہ آپ کو بھی رسوا کر لیا آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپ کی صلہ رحمی بالکل محقق ہے۔ ہمیشہ آپ سچ بولتے ہیں لوگوں کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں یعنی دوسروں کے قرضے اپنے سر رکھتے ہیں اور ناداروں کی خبر گیری فرماتے ہیں، امین ہیں لوگوں کی امانتیں ادا کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں حق بجانب امور میں آپ ہمیشہ امین اور مددگار رہتے ہیں، یہ روایت بخاری اور مسلم کی ہے ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے یہ بھی فرمایا مَا آتَيْتَ فَاَحْسَنَتْهُ قَطُّ آپ کبھی کسی فاحشہ کے پاس بھی نہیں بھیجے (۳) خلاصہ یہ کہ جو شخص ایسے محاسن اور کمالات اور ایسے محامد اور پاکیزہ صفات اور ایسے اخلاق و شمائل اور ایسے معانی اور فضائل کا مخزن اور معدن ہو اس کی رسوائی ناممکن ہے وہ دنیا میں رسوا ہو سکتا ہے نہ آخرت میں حق تعالیٰ شانہ جس کو اپنی رحمت سے یہ محاسن اور کمالات عطا فرماتے ہیں اس کو ہر بلا اور ہر آفت سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور یہ کہا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں خدیجہ کی جان ہے میں قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے (۴) اور روایت میں ہے۔

(۱) انھدائے الکبریٰ ج: ۱، ص: ۹۳ (۲) فتح الباری، ج: ۱۲، ص: ۳۱۳

(۳) تاریخ طبری، ج: ۲، ص: ۸۱ (۴) ابن ہشام، ج: ۱، ص: ۸۱

واخبرها بما جاء به فقالت  
 ابشر فوالله لا يفعل الله بك  
 الا خيرا فاقبل الذي جاءك من  
 الله فانه حق وابشر فانك ورسول  
 الله حقارواه اليه حتى في الدلائل من  
 طريق الحيرة  
 آپ نے تمام واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا،  
 حضرت خدیجہ نے کہا مابک ہو اور آپ کو  
 بشارت ہو خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ سائے  
 خیر اور بھلائی کے کچھ نہ کرے گا جو منصب اللہ کی  
 جانب سے آپ کے پاس آیا ہے اس کو قبول کیجیے  
 وہ بلاشبہ حق ہے اور پھر کہتی ہوں کہ آپ کو  
 بشارت ہو آپ یقیناً اللہ کے رسول برحق ہیں۔  
 مرسلا (۱)

حافظ عسقلانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ روایت صراحۃً اس پر  
 دلالت کرتی ہے کہ علی الاقرب پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ بعد ازاں خدیجہ  
 تنہا اپنے چچا زاد بھائی و رقبہ بن نوفل کے پاس گئیں جو توریت اور انجیل کے بڑے  
 عالم تھے اور سریانی زبان سے عربی زبان میں انجیل کا ترجمہ کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت  
 میں بت پرستی سے بیزار ہو کر نصرانی بن گئے تھے اور اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا  
 ہو چکے تھے۔ ان سے یہ تمام واقعہ بیان کیا۔ درقہ نے سن کر یہ کہا۔

لئن كنت صدقتني آتته  
 لياتي ناموس عيسى  
 اگر تو سچ کہتی ہے تو تحقیق ان کے پاس وہی فرشتہ  
 آتا ہے جو علی علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔

یہ روایت دلائل ابی نعیم میں بائنا حسن مذکور ہے اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو  
 اپنے ہمراہ لے کر درقہ کے پاس گئیں اور کہا اے میرے چچا زاد بھائی ذرا اپنے بھتیجے کا حال مانی خود  
 ملے خیر کی خبر لانے والے کو ناموس کہتے ہیں اور شر کی خبر لانے والے کو جاسوس کہتے ہیں ۱۲ فتح الباری ج ۲  
 ملے بین القوسین یعنی الح کا اس لیے اضافہ کیا گیا تاکہ بخاری اور دلائل ابی نعیم کی روایت میں تباہی  
 کا توہم نہ ہو ۱۲۔



ان کی زبان سے) سنئے۔ ورقہ نے۔ آپ سے، مخاطب ہو کر کہا اے پیغمبر تبارک و تعالیٰ کیا دیکھا آپ نے تمام واقعہ بیان فرمایا۔

فلما سمع کلامہ ورقہ نے جب آپ کا کلام سنا تو سننے ہی

یقین بالحق حق کا یقین آگیا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں

واعترف بہ وہ بالکل حق ہے اور ورقہ نے اس حق کا

(فتح الباری ص ۳۱۲ کتاب التبعیر) اعتراف کیا اور اس کو تسلیم کیا۔

ورقہ نے آپ کا تمام حال سن کر یہ کہا کہ یہ وہی ناموس "فرشتہ ہے" جو موسیٰ علیہ السلام

پر اترتا تھا۔ کاش میں تمہارے زمانہ پیغمبری میں قوی اور توانا ہوتا جبکہ تمہاری قوم تم کو

وطن سے نکالے گی یا کم از کم زندہ ہی ہوتا۔ آپ نے بہت تعجب سے فرمایا کیا وہ مجھ کو

صلیہ سمع اور یقین اور اعتراف کی تمام صفت ورقہ کی طرف راجع علامہ شبلی نے تمام صفتوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف راجع کر کے اس طرح ترجمہ کیا جب آپ نے ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین ہو گیا اور آپ نے اس کا اعتراف

کیا سیوۃ النبی ص ۱۸۹ قطع خود علامہ شبلی نے یہ بھی کہ حضور پروردگار کو اپنی نبوت و رسالت میں شک تھا

ورقہ کے کہنے سے آپ کو اپنی نبوت کا یقین آیا علامہ شبلی کا یہ خیال بالکل غلط ہے حضور پروردگار کو اپنی نبوت و

رسالت کا کوئی شبہ ہی نہیں علم اور یقین حاصل ہو گیا تھا۔ جب جبریل امین غار حرا میں داخل ہوئے تو ادا آپ کو

سلام کیا جیسا کہ ابو داؤد و طیالسی کے روایت میں ہے دیکھو زر قانی ص ۱۰ ج ۱۔ فتح الباری ص ۳۱۳

کتاب التبعیر اور پھر آپ کو رسالت الہیہ کی بشارت دی یہاں تک کہ آپ مطمئن ہو گئے پھر آپ کے کما اقر اور

سودۃ اقر کی کہیں کہیں بچھائیں بعد ازاں جب آپ غار حرا سے واپس ہوئے تو ہر شجر و حجر میں السلام علیک

یا رسول اللہ کی آواز آپ سننے لگی دیکھو خصائص کبریٰ ص ۹۳ و ۹۴ غرض یہ کہ ان تمام امور سے آپ کو

اپنی نبوت کا یقین کامل حاصل ہو چکا تھا۔ البتہ ورقہ کو آپ کا کلام سننے کے بعد آپ کی نبوت کا یقین آیا

اور یقین لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی توحید اور انجیل میں بشارت دی گئی ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کی

تصدیق کہ علامہ نے غلطی سے سمع والیقین و اعتراف کی ضمیر بجاتے ورقہ کے حضور پروردگار کی طرف راجع

کیں اور غلطی میں مبتلا ہوئے۔

نکالیں گے۔ ورقہ نے کہا ایک تم ہی پر موقوف نہیں جو شخص بھی پیغمبر ہو کہ اللہ کا کلام اور اس کا پیام لے کر آیا لوگ اسی کے دشمن ہوئے اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں نہایت زور سے آپ کی مدد کروں گا مگر کچھ زیادہ دن گزرنے نہ پائے کہ ورقہ کا انتقال ہو۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اور ابو مسرہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ ورقہ نے کہا۔

ابشر فانا اشهد انك الذي  
بشر به ابن مريم  
وانك على مثل ناموس  
موسى وانك نبى مرسل  
وانك تو صر بالجهاد (۱)

آپ کو بشارت ہمیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی  
نبی ہیں جنکی حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
بشارت دی ہے اور آپ مثل موسیٰ علیہ السلام  
کے نبی مرسل ہیں اور آپ کو عنقریب اللہ کی  
طرف سے جہاد کا حکم کیا جائے گا۔

چونکہ آپ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی الجہاد ہیں اور شریعت موسویہ کی طرح آپ کی شریعت بھی حدود و تغریات جہاد و قصاص۔ حلال و حرام کے احکام پر علی وجہ الاثم مشتمل ہے اس لیے اس وقت ورقہ نے باوجود نصرانی ہونے کے یہ کہا کہ یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا اور جس وقت اول بار حضرت خدیجہؓ نے آپ کی غیاب میں ورقہ سے آپ کا حال بیان کیا تو اس وقت ورقہ نے نصرانی ہونے کے باعث آپ کے ناموس (فرشتہ) کو ناموس عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی اور ایک روایت میں ہے کہ چلتے وقت ورقہ نے آپ کے سر کو بوسہ دیا (۲) آپ گھر واپس آگئے اور حرجی کا آنا چند روز کے لیے رک گیا تا آنکہ دل سے گذشتہ دہشت اور خوف دور ہو جائے

(۱) فتح الباری ۵: ۸، ص: ۴۵۴، عیون الاثر ج: ۱، ص: ۸۴ (۲) عیون الاثر ج: ۱، ص: ۸۴

(۳) دجی کے رک جانے کا مطلب ہے کہ قرآن کریم کا نازل ہونا چند روز کے لیے بند ہو گیا اور یہ مطلب نہیں کہ جبریل کا آنا بند ہو گیا۔ جبریل امین کی آمد رفت برابر جاری رہی۔ عمدۃ القاری ص: ۳۱



## خلاصہ

یہ کہ حضرت خدیجہ کا یہ استدلال آپ کی نبوت و رسالت پر عقلی تھا کہ ایسے محاسن اور شمائل اور کمالات و فضائل کا منبع اور سرچشمہ نبی ہی کی ذات بابرکات ہو سکتی ہے اور ورقہ کا استدلال نقلی تھا کہ وہی نبی و رسول ہیں کہ جن کی حضرت مسیح بن مریم نے بشارت دی ہے۔ سلیمان بیبی اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنی کتاب المغازی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ ورقہ سے پہلے عداس کے پاس گئیں اور جبریل کا آنا بیان کیا۔ عداس نے جبریل کا نام سنتے ہی یہ کہا۔ قدوس قدوس یعنی سبحان سبحان اللہ ان بُت پرستوں کی سرزمین میں جبریل کا کیا ذکر وہ واللہ کے امین ہیں اُس کے اور اس کے پیغمبروں کے مابین سفیر ہیں اور موسیٰ اور علی کے دوست ہیں بعد ازاں ورقہ کے پاس گئیں (۲) بعض کتب سیر میں ہے کہ حضرت خدیجہ بحیرا کے پاس بھی گئیں اور واقعہ بیان کیا۔ بحیرا کے جواب کے الفاظ تقریباً وہی تھے کہ جو عداس کے جواب کے ہیں۔ ترمذی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت خدیجہ نے ایک بار آپ سے عرض کیا کہ ورقہ نے آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی لیکن اعلانِ نبوت سے پہلے ہی وفات ہو گئے آپ نے فرمایا کہ میں نے ورقہ کو خواب میں دیکھا کہ سفید لباس میں ہے اگر وہ اہل ناریں سے جوتے تو کسی اور لباس میں ہوتے۔ فتح الباری کتاب التفسیر سورۃ اقرآمنہ بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ورقہ کو بُرامت کو میں نے اس کے لیے جنت میں ایک باغ یاد و باغ دیکھے ہیں۔ (۳)

فائدہ جلیلہ :

حضرت خدیجہ کا حضور پر نور کو کبھی ورقہ کے پاس لے جانا اور کبھی عداس کے پاس لیجنا اور آپ کا حال بیان کرنا اس سے کسی شک اور تردید کا ازالہ اور یقین کا حامل کرنا مقصود نہ تھا بلکہ حضور کی تسلی اور تقفی مقصود تھی کہ نزول وحی کی وجہ سے جو حضور پر ایک خاص خشیت

اور دہشت طاری ہے وہ مبدل بسکون ہو جائے اور چونکہ حضرت خدیجہ نے حضور پر نور سے جو نکاح کیا تھا وہ غیبی کرامتیں اور خوارق دیکھ کر اس اُمید پر کیا تھا کہ جس نبی آخر الزماں کی بشارتیں اپنے چچازاد بھائی و رقبہ بن نوفل سے بار بار سنی تھیں۔ اس کا مصداق حضور ہوں گے چنانچہ جب آپ پر وحی نازل ہوئی اور غار حراء سے واپس آکر خدیجہ الکبریٰ سے بیان کیا تو حضرت خدیجہ کو کہتے ہی نبوت کا یقین آگیا تھا لیکن فرط شرم اور جوشِ محبت میں مزید اطمینان کے لیے کبھی آپ کو ورقہ کے پاس اور کبھی عداس کے پاس لے جاتیں کہ جس اُمید پر نکاح کیا تھا بحمد اللہ وہ اُمید برآئی تو حضرت خدیجہ فقط آپ کی پریشانی سے پریشان تھیں ورنہ اپنے دل میں بے انتہا شادمانی و فرحان تھیں اور حضور کا مقصد بھی تسلی و تشفی ہی تھا۔ معاذ اللہ۔ آپ کو اپنی نبوت و رسالت میں ذرہ برابر شک اور تردد نہ تھا اور مشاہدہ جبریل اور معائنۃ افکار و احوال کے بعد تردد اور شک کا ہونا بھی ناممکن اور محال ہے وجہ یہ بھی کہ ورقہ اگرچہ عالم تھے مگر صاحبِ حال اور صاحبِ کیفیت نہ تھے آپ کے قلب مبارک پر جو وحی کی کیفیت گزر رہی تھی اس کی اصل حقیقت اور اصل لذت اور اس کی لذت کی کیفیت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو معلوم تھی۔ ورقہ اس کیفیت کو ذوقی طور پر نہیں جانتے تھے۔ ذوقاً اس سے بالکل نا آشنا تھے بلکہ محض علمی طور پر جانتے تھے کہ حضراتِ انبیاء پر نزولِ وحی کے وقت یہ کیفیات گزرتی ہیں اس لیے وہ آپ کی تسلی کرتے تھے اور ایسے وقت میں تسلی و تشفی دہی کر سکتا ہے کہ جس پر یہ حالت اور کیفیت طاری نہ ہو اور کچھ اجمالی طور پر اس قسم کی چیزوں سے باخبر ہو جیسے بیمار و اچھا کی تسلی کرتا ہے۔ ورنہ جس پر یہ کیفیت اور یہ حالت طاری ہوگی وہ خود ہی خوفِ زندہ اور بیہوش ہو جائے گا اسے اپنی اپنی ہی خبر نہ رہے گی وہ دوسرے کی کیا تسلی کرے گا اور عقلاً اور شرعاً یہ ضروری نہیں کہ تسلی دینے والا صاحبِ حال سے افضل اور

اکمل یا اعلم اور افہم ہو فافہم ذالک واستقم۔  
تاریخ بعثت :

اس پر تو تمام محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہے کہ بروز دو شنبہ آپ کو نبوت رُست  
کا خلعت عطا ہوا۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آپ کس مہینہ میں مبعوث ہوئے  
حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول کی آٹھ تاریخ کو خلعت نبوت عطا  
ہوا۔ اس بنا پر بعثت کے وقت آپ کی عمر شریف ٹھیک چالیس سال کی تھی اور  
محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ سترہ رمضان المبارک کو آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

وات علیہ رجعون فاشترقت شمس النبوة منه فی رمضان  
اس اعتبار سے بعثت کے وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال اور چھ ماہ کی تھی حافظ  
عسقلانی نے فتح الباری میں اسی قول کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ غار حرا  
کا اعمک آپ رمضان ہی میں فرماتے تھے تفصیل کے لیے زرقانی ص ۲۰۶ فتح الباری  
ص ۱۳۲ کتاب التبیین ص ۵۸ کتاب التفسیر ص ۲۶ بدر الوحی کی مراجعت فرمائیں۔

### فوائد و لطائف

(۱) منصب نبوت و رسالت کی سرفرازی کے لیے چالیس سال کا سن اس لیے تجویز  
کیا گیا کہ انسان کی قوائے جسمانیہ اور روحانیہ چالیس ہی سال کی عمر میں حد کمال کو پہنچتے  
ہیں کہما قال تعالیٰ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ اَشَدُّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً۔ اصل عرتو  
انسان کی چالیس ہی سال ہے۔ اس کے بعد تو انحطاط اور زوال ہے اسی طرح جب  
آپ کے قوائے جسمانیہ و روحانیہ حد کمال کو پہنچ گئے اور تجلیات الہیہ اور نعمات قدسیہ  
کے قبول کرنے کی استعداد مکمل ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے  
آپ کو نبوت و رسالت کا خلعت عطا فرمایا وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنۡ  
يُّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۱)

(۲) شعبی کی ایک مرسل روایت میں ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ بشت کے بعد سے کچھ عرصہ تک اسرافیل علیہ السلام آپ کی معیت اور رفاقت کیلئے مامور ہوتے وقتاً فوقتاً آپ کو بحسن آداب وغیرہ کی تلقین و تعلیم فرماتے مگر ان کے توسط سے کبھی قرآن کی کوئی آیت نازل نہیں ہوتی۔ سند اس روایت کی صحیح ہے (۱)

اسرافیل علیہ السلام کی معیت و رفاقت میں اس طرف اشارہ تھا کہ یہ نبی آخری نبی ہیں ان کے بعد قیام قیامت کا انتظار کرنا چاہیے اس لیے کہ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نفع صور کے لیے مامور ہر چکے ہیں انھیں کے صور بھونکنے سے قیامت قائم ہوگی اور اس وقت فی الاقان نقل عن بعض الایمة۔

(۳) حدیث کا یہ لفظ ثم جب الیہ الخلا یعنی خلوت و عزلت کی محبت ڈال دی گئی مینی قبول لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ خلوت کی محبت خود بخود پیدا نہیں ہوتی بلکہ کسی ڈالنے والے نے دل میں ڈال دی ہے یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عطیہ ہے اور خلوت کی محبت اس لیے دل میں ڈالی گئی کہ خلوت اور عزلت یعنی مخلوق سے علیحدگی اور نہانی تمام عبادتوں کی جڑ ہے بلکہ خلوت خود مستقل عبادت ہے اور اگر خلوت کے ساتھ ذکر و فکر کی عبادت بھی ملجائے تو سبحان اللہ نور علی نور ہے۔

(۴) اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ مبتدی کے لیے خلوت اور عزلت ہی مناسب ہے گھر میں اور اہل و عیال میں رہ کر اچھی طرح عبادت نہیں کر سکتا۔ ختمی کے لیے خاص خلوت کی ضرورت نہیں اس لیے کہ کامل اور ختمی کہتے اہل و عیال کی صحبت۔ تعلق مع اللہ سے مانع نہیں ہوتی۔ کما قال تعالیٰ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ الْآیۃ (۳)

(۱) البقرہ، آیت : ۱۰۵ (۲) زکریٰ ۱۵، ص : ۲۳۶

(۲) نور، آیت : ۳۷ -

از دروں شواشا دوازہ دل بیگانہ باش      اس خپس زیبا روش کم یوہ اندر جہاں  
 مگو مگھتی کے لیے بھی آنا ہی ضروری ہے کہ دن میں کچھ نہ کچھ وقت خلوت کے لیے مخصوص  
 کرے۔ کما قال تعالیٰ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ - (۱)  
 (۵) غار حرا جاتے وقت آپ کا توشہ لے جانا اس کی دلیل ہے کہ کھانے اور پینے کا  
 انتظام توکل کے منافی نہیں۔ بلکہ رزق خداوندی کی طرت اپنے فقر اور فاقہ ضرورت حاجت  
 کا اظہار ہے جو عین عبادت ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ قَلِمًا اَنْزَلْتَ اِلَیْ مِنْ خَیْرِ فُقَیْرٍ (۲)  
 والفقر لی وصف ذات لازم ابداً      کما الغنی ابدًا وصف له ذاتی  
 فقر اور حاجت میرا وصف ذاتی ہے میری ذات اور حقیقت کو لازم ہے کبھی جدا  
 نہیں ہو سکتا جیسا کہ غنا اور بے نیازی خدا کا وصف ذاتی ہے پس جیسے خدا کے لیے  
 استغفار اور بے نیازی لازم ہے اسی طرح فقر اور احتیاج بندہ کے لیے لازم ذات ہے  
 یرضخ حافظ ابن تیمیہ قدس اللہ سرہ کا ہے حافظ موصوف اس شعر کو کثرت سے  
 پڑھا کرتے تھے پورا قصیدہ مدارج السالکین میں مذکور ہے اور اسی مضمون کو اس ناچیز  
 نے ان اشعار میں ذکر کیا ہے۔

توغنی مطلق اے ذو الجلال      من فقیر مطلق بے قیل و قال  
 توکرمی من گدائے مطلق      تو عزیز می من ذلیل مطلق  
 ذات پاکت منبع جو دو ذال      ماز سرتا پاشدہ نقشس سوال  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب مدین پہنچ کر بھوک لاسی ہوئی تو بارگاہ خداوندی  
 میں اپنے فقر و فاقہ کو اس طرح پیش کیا۔  
 رَبِّ اِنِّیْ قَلِمًا اَنْزَلْتَ اِلَیْ مِنْ  
 خَیْرِ فُقَیْرٍ (۳)  
 اس کا محتاج ہوں۔



رزق خداوندی کی طرف اپنے فقر اور احتیاج کو ملحوظ رکھنا عین عبادت ہے اور حضرات انبیاء المرسلین علیہم السلام صلوٰۃ اللہ کی سنت ہے اور قوشہ نہ لینے میں درپردہ ادا مار توکل ہے چنانچہ بعض صالحین کا یہ معمول تھا کہ کئی کئی روز کا صوم وصال رکھتے لیکن تیکہ کے نیچے ایک روٹی ضرور رکھی رہتی تھی۔ ایک دن کسی مرید نے شیخ کے تیکہ کے نیچے سے اس روٹی کو اٹھالیا۔ شیخ کی جب نظر پڑی تو دیکھا روٹی غار دہے متوسلین پر بہت ناراض ہوتے اور سخت دسست کہا۔ مرید نے کیا کہ حضرت کو اس کی کیا ضرورت ہے شیخ نے فرمایا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں کئی کئی روز صوم وصال رکھنے پر قادر ہوں اس لیے روٹی رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے میں اپنی قوت کے بھروسہ پر روزہ نہیں رکھتا بلکہ محض خداوند ذوالجلال کے فضل و کرم کے بھروسہ پر رکھتا ہوں اور ہر وقت اپنے ضعف اور ناتوانی سے ڈرتا رہتا ہوں معلوم کس وقت مجھ سے یہ توفیق اور تائید روحانی روک لی جائے اور بشریت اور جسمانیّت کی طرف لوٹا دیا جائے اور اس رزاق ذوالقوة المتین کی سوکھی ہوئی روٹی کا محتاج ہو جاؤں بند اپنی ذات سے ایک لمحہ کے لیے بھی رزق خداوندی مستغنی نہیں ہو سکتا نفس کے اطمینان کے لیے روٹی ہر وقت پاس رکھتا ہوں تاکہ نفس کو کسی قسم کا اضطراب لاحق نہ ہو سالک کو بجاتے نفس کے رزق پر فقط رزق ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ رزق خداوندی ہونے کی حیثیت سے اعتماد اور بھروسہ کرنا بہتر ہے (۱)

(۶) غار حرام کی خلوت و عزلت میں آپ کا یہ معمول رہا کہ کبھی کبھی آپ گھر تشریف لاتے اور چند روز کا قوشہ لے کر گھر واپس ہو جاتے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصحاب خلوت و عزلت کے لیے انقطاع کلی مناسب نہیں اہل و عیال کے حقوق کی علیت بھی ضروری ہے اسی وجہ سے ارشاد فرمایا لا یسائیۃ فی الاسلام۔ اسلام میں عبادت نہیں

باطنی امراض کے مالجہ کے لیے اور عبادت میں پختگی اور صومخ پیدا کرنے کے لیے اگر کسی غار یا پہاڑ میں مدت معینہ کے لیے خلوت کی جائے جیسا کہ حضرات صوفیہ کا طریقہ ہے تو یہ عین سنت ہے۔ بدعت نہیں ہے۔

(۷) نیز اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی غار یا پہاڑ میں خلوت اور عزلت کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ اہل خانہ کو مقام خلوت سے ضرور مطلع کر دے تاکہ ان کو کسی قسم کی تشویش نہ ہو اس کی طرف سے قلب میں کوئی بدگمانی نہ ہو۔ عند الضرورت اس کی خبر گیری کر سکیں۔ یہاں ہر تو تیمارداری کر سکیں وغیرہ ذالک۔

(۸) جبریل امین کا آپ کو تین بار دیکھا، علی اور روحانی فیض پہنچانے کے لیے تھکا کہ جبریل کی روحانیت اور ملکیت آپ کی بشریت پر غالب آجائے اور قلب مبارک آیات الہیہ اور اسرار غیبیہ اور علوم بانیہ کا تحمل کر سکے اور آپ کی ذات بركات خالق اور مخلوق کے باہم واسطہ اور عالم شہادت کا منتہی اور عالم غیب کا مبداء بن سکے۔ حضرات عارفین کا اس طرح سے کسی کو فیض پہنچانا بطریق تو اتر ثابت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بار نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور یہ عافوائی۔ اللہم علّمنا الکتاب (بخاری شریف) اے اللہ اس کو اپنی کتاب کا علم عطا فرما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن عباس کو اپنے سینہ سے لگانا ایسا ہی تھا جیسے کہ جبریل امین نے آپ کو اپنے سینہ سے لگایا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بسا اوقات آپ حدیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی۔ آپ نے دست مبارک سے کچھ اشارہ فرمایا جیسا کہ کئی دوا لپ بھر کر کچھ ڈالتا ہوں اور یہ کہہ کر اب اس چادر کو اپنے سینہ سے لگا لو۔ میں نے اُس چادر کو اپنے سینہ سے لگا لیا اس کے بعد میں کسی حدیث کو نہیں بھولا۔ (۱)

حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ کسی حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ آپ نے ودلپ بھر کر ابوہریرہ کی چادر میں کیا ڈالا۔ لیکن یہ بندہ تاجیز کرتا ہے ان کلن صوابا فمن الله عز وجل۔ وَاِنْ كَانَ خَطَا فَمَتَّى وَمَنِ الشَّيْطَانُ لَمَّا نِيَّ هُوَ كَعَالَمٍ غَيْبٍ مِّنْ جَوْزِ اَنَّهُ حَفِظَ هُوَ اَنْ حَضَرَتْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَے اس خزانہ سے حفظ کی ودلپ بھر کر ابوہریرہ کی چادر میں ڈالیں اور پھر وہ حفظ چادر سے ابوہریرہ کے سینہ میں پہنچا حفظ اگرچہ عالم شہادت والوں کے نزدیک غیر محسوس ہے مگر محرمان عالم غیب کے دور میں نگاہوں سے پوشیدہ اور مخفی نہیں۔ اس قسم کی باتوں کے وہی لوگ منکر ہیں جو حضرات انبیاء اللہ علیہم السلام صلوات اللہ کے حواس سے بیگانہ ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حفظ کا ایک اور عجیب واقعہ ہے جس کا اس مقام سے تعلق نہیں حضرات اہل علم فتح الباری باب حفظ العلم ص ۱۹۱ کی مراجعت فرمائیں۔

(۹) علامہ طیبی طیب اللہ شاہ۔ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ سورہ اقراس کی نازل شدہ آیتوں میں آپ کے اس کے خبر کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ ماؤنا بتقویٰ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں وہ یہ کہ بے شک تم پڑھے ہوئے نہیں مگر اپنے دہب کے نام پاک کی اعانت اور امداد سے پڑھو سب آسان ہو جائے گا اور سمجھ لو کہ حق جل شانہ کسی کو علم کتاب اور قلم کے واسطے سے عطا فرماتے ہیں جس کو اصطلاح میں علم کتابی کہتے ہیں علم بالقلم میں اسی طرف اشارہ ہے اور کسی کو براہ راست بغیر اسباب ظاہری کے وساطت کے علم عطا فرماتے ہیں جس کو اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں اور علم للانسان بالمعلم میں اسی طرف اشارہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپ پڑھے ہوئے نہیں مگر حق جل و علا کی قدرت بہت وسیع ہے بغیر اسباب ظاہری کی وساطت کے بھی جس کو چاہتا ہے علوم و معارف سے سرفراز فرماتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی علم و معرفت عطا فرمائے گا۔

کما قال تعالیٰ

وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَمَكَانَ ۝ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ باتیں بتلائیں کہ جن کی  
فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكَ ۝ آپ بغیر خدا کے بتلاتے از خود جان بھی نہیں سکتے  
عَظِيمًا ۝ (۱) تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت ہی بڑا ہے۔

(۱۰) حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی اور ممانداری اور سخاوت  
اور ہمدردی کی وجہ سے دنیا میں بھی انسان آخرتوں سے مأمول و محسّن رہتا ہے (۲)  
(۱۱) حضرت خدیجہؓ کا آپ کی تسلی کے لیے آپ کے محاسن اور کمالات کا ذکر کرنا اس کی دلیل ہے  
کہ کسی کے ماقی اور نفس الامری محاسن اور کمالات اس کے مزہ پر بیان کرنا بشرطیکہ مدح کا موجب  
اور خود پسندی میں مبتلا نہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو صرف جائز ہی نہیں بلکہ تحسن ہے (۳)

(۱۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے اس واقعہ کا حضرت خدیجہ سے ذکر کرنا اس امر کی  
دلیل ہے کہ انسان پر اگر کوئی اہم واقعہ پیش آئے تو اگر اس کے اہل خانہ دیندار اور سمجھدار ہوں  
تو سب سے پہلے ان سے تذکرہ کرے اور بعد میں جواہل علم اور اہل فہم ہوں ان سے ذکر کرے۔  
(۱۳) حضرت خدیجہؓ کا اس واقعہ کو سن کر آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا۔

جس اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اس امر کی دلیل ہے کہ جب کوئی نامور واقعہ پیش  
آئے تو علماء سے رہنمائی پر پیش کرنا چاہیے۔

(۱۴) نیز اہل علم کی خدمت میں کسی کے توسط سے حاضر ہونا زیادہ بہتر ہے جیسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ  
والتسلیم نے حضرت خدیجہؓ کی وساطت سے ورقہ بن نوفل سے ملاقات فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نہاد ورقہ کے پاس تشریف نہیں لے گئے بلکہ خدیجہؓ کو ساتھ لیا جن کی ورقہ سے قربت  
حققی معلوم ہوا کہ علماء اور صلحاء کی ملاقات کے لیے اگر کسی رہنما کو ساتھ لے لیا جائے تو مناسب  
ہے تاکہ گفتگو میں سہولت رہے۔

(۱) نساء، آیت: ۱۱۳، (۲) عمدۃ القاری ج ۱، ص: ۷۵

(۳) عمدۃ القاری ج: ۱، ص: ۷۵

(۱۵) جو شخص اپنے سے عمر میں بڑا ہو اُس کی ترقی اور تعظیم و تحکیم ضروری ہے اگرچہ یہ کم عمر علم اور فضل مرتبہ اور کمال میں سارے عالم سے ناواقف اور برتر ہو۔

(۱۶) چھوٹا اگرچہ مرتبہ میں بڑا ہو مگر بڑی عمر والے کے لیے یہ جائز ہے کہ مخاطبت میں اپنے سے کم عمر والے کے لیے وہی الفاظ استعمال کرے جو اصغر کے لیے کیے جاتے ہیں جیسا کہ وقت نے باوجود آپ کو نبی اور رسول ماننے کے آپ کو یا ابنِ ابی اسے میرے بھتیجے بلکہ خطاب کیا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصغر جب اکابر کی مجلس میں حاضر ہوں تو اکابر کے ادب کو ملحوظ رکھیں جب تک اکابر نے خود ابتداء کلام نہ فرمائیں اس وقت تک اصغر کو ابتداء کلام نہ چاہیے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ جب آپ کو ورقہ کے پاس لے کر گئیں اور یہ کہا۔

یا ابنِ عمر اسمع من ابنِ اخیك لے ابنِ عمر اپنے بھتیجے سے کچھ سنیے۔

تو آپ خاموش رہے جب ورقہ نے خود ابتداء بالکلام کی اور یہ کہا۔

یا ابنِ اخی ما ذا تسری۔ لے میرے بھتیجے کیا دیکھا۔

تب آپ نے تمام واقعہ کی خبر دی (۱)

(۱۸) ورقہ کے جواب میں آپ کا یہ فرماناد مخرجی ہم کیا یہ لوگ مجھ کو کہنے نکالیں گے اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ وطن کی مخالفت حضراتِ انبیاء پر بھی شاق ہے (۲)

(۱۹) نیز اس وقت ورقہ کا یہ کہنا کہ کاش میں اس وقت قوی اور توانا ہوتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو

وطن سے نکالے گی یہ اس کی دلیل ہے کہ انسان کو کسی خیر کی متنا جائز ہے اگرچہ اس خیر کی حصول

کی امید نہ ہو (۳)

(۲۰) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ جبریل نام رکھنا کیسا ہے تو

نا پسند فرمایا۔ (۴)

(۱) بحۃ النفوس، ج: ۱، ص: ۲۰ (۲) روض الانفت، ج: ۱، ص: ۱۵۸ (۳) بحۃ النفوس،

ج: ۱، ص: ۲۱ (۴) روض الانفت، ج: ۱، ص: ۱۵۶

## توحید رسالت کے بعد سب سے پہلا فرض

توحید و رسالت کے بعد سب سے پہلے جس چیز کی آپ کو تعلیم دی گئی وہ وضو اور نماز تھی۔ اول جبریل نے زمین پر اپنی ایٹری سے ایک ٹھوکہ ماری جس سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا جبریل نے اس سے وضو کی اور آپ دیکھتے رہے بعد ازاں آپ نے بھی اسی طرح وضو کی پھر جبریل نے دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ نے اقتدار کی اور وضو اور نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لاتے اور حضرت خدیجہ کو وضو اور نماز کی تعلیم دی یہ روایت دلائل ابی نعیم ص ۳۶ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں سند اس کی ضعیف ہے (۱)

اساتر بن زید اپنے باپ زید بن حارثہؓ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابتداء بعثت و نزول وحی کے وقت جبریل میرے پاس آتے اور وضو اور نماز کی مجھ کو تعلیم دی۔ یہ روایت مسند احمد اور سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے۔ علامہ عزیزی شرح جامع صغیر میں اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں۔ قال الشيخ هذا حديث صحيح السراج المينى ص ۲۹ اور یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے اور علامہ سیلی نے بھی اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ان دونوں سندوں میں عبد اللہ بن لبیعہ واقع ہے جس میں محدثین کو کلام ہے۔ حافظ ابن سید الناس قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں جس طرح یہ حدیث زید بن حارثہؓ سے مروی ہے اسی طرح برابر بن عازب اور عبد اللہ بن عباس سے بھی مروی ہے ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ یہ پہلا فرض تھا (عمری اللانصر ص ۹) علامہ سیلی اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں پس وضو باعتبار فرضیت کے مکمل ہے اور باعتبار تلاوت کے مدنی ہے اس لیے کہ آیت وضو کا نزول ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوا (۲)

(۱) الاصابہ، ج ۴، ص ۲۸۱ (۲) روض الانف ج ۱، ص ۱۶۳۔

ابتداء بعثت ہی سے آپ کا نماز پڑھنا قطعاً ثابت ہے اختلاف اس میں ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے (کہ جو شب معراج میں فرض ہوئیں) ان سے پہلے آپ پر کوئی نماز فرض تھی یا نہیں بعض علماء کے نزدیک معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہ تھی آپ جس قدر چاہتے نماز پڑھتے۔ صرف صلوٰۃ اللیل کا حکم نازل ہوا تھا اور بعض علماء کے نزدیک ابتداء بعثت سے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں عصر کی۔

لما قال تعالى: وَبَشِّرِ بِحَمْدِ رَبِّكَ  
يَا لَعَنَتِي وَالْأَلْبَنَاءُ (۱) وَبَشِّرِ بِحَمْدِ  
رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (۲)  
اللہ کی تسبیح و تحمید کرو شام اور صبح  
پہلے اللہ کی تسبیح و تحمید کیا کرو۔

وَاقْبِرِ الصَّلَاةَ حَرِّي النِّهَارِ (۳)  
اور بعد چندے سورۃ مزمل نازل ہوئی اور قیام میل یعنی تہجد کا حکم نازل ہوا۔ فتح الباری کتاب  
الصلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں مزی ازیری بن سلام سے ایسا ہی  
منقول ہے (۴)

مقاتل بن سلیمان سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء اسلام میں دو رکعتیں صبح کی اور  
دو رکعتیں شام کی فرض کیں اور پھر پانچ نمازیں شب معراج میں فرض کیں (۵)  
سابقین اولین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ

سب سے پہلے آپ کی حرم محترم صدیقہ النساء خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول

(۱) غافر، آیت: ۵۵، (۲) طہ، آیت: ۱۳۰ (۳) ہود، آیت: ۱۱۴

(۴) روض الانصاف، ج ۱، ص: ۱۶۲ (۵) حیدر الاثر، ج ۱، ص: ۹۱۔

(۶) ترجمہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوتے حضرات صحابہ کے متعلق  
قرآن کریم میں جا بجا یہی کلمات مذکور ہیں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ راضی اسی سے ہوتے ہیں جس کا خاتمہ  
ایمان اور اخلاص پر ہر فاسق اور منافق سے خدا تعالیٰ کبھی راضی نہیں ہوتا ۱۲۔

کیا اور بروزِ دو شنبہ شام کے وقت سب سے پہلے آپ کے ہمراہ نماز پڑھی لہذا اول اہل قبلہ آپ ہی میں (اصحاب) و عیون الاثر) اور پھر درقینِ نوفل مشرف باسلام ہوتے بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو مدت سے آپ کی آغوشِ تربیت میں تھے دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور بعثت سے اگلے روز بروزِ شنبہ آپ کے ہمراہ نماز پڑھی (۲) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ بعثت سے اگلے روز حضرت علی نے آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ کو نماز پڑھتے دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا دین ہے یہی دین لیکر غیر دنیا میں آتے ہیں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں کہ اسی کی عبادت کرو اور لات و عمری کا انکار کرو حضرت علی نے کہا یہ بالکل ایک نئی شے ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی جب تک میں اپنے باپ ابوطالب سے اس کا ذکر نہ کروں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ پر یہ بات شاق گذری کہ آپ کا راز کسی پر فاش ہو اس لیے حضرت علی سے یہ فرمایا کہ اے علی اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو اس کا کسی سے مت ذکر کرو۔ حضرت علی خاموش ہو گئے۔ ایک رات گزرنے نہ پائی کہ دل میں اسلام ڈال دیا گیا جب صبح ہوئی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور لات و عمری کا انکار کرو اور بت پرستی سے نفرت اور بیزاری ظاہر کرو۔ حضرت علی نے اسلام قبول کیا۔ اور عرصہ تک (یعنی ایک سال تک جیسا کہ بعض روایت میں ہے) اپنے اسلام کو ابوطالب

(۱) ایک بار جب کہ میں قحطِ سالی ہوئی تو آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوطالب کثیر العیال ہیں اور نہ تھوڑے سال کا ہی ابوطالب کی کوئی اعانت اور امداد کرنی چاہیے جس کا انکار ہوا ہو۔ بعض احوال کے کہ او بعض اولاد کا میں کفیل ہو جاؤں آپ اور عباس دونوں ملکر ابوطالب کے پاس گئے اور یہی رزقِ ذات کی ابوطالب نے یہ کہا کہ تم میرے لیے چھوٹا دواؤ باقی جس کو پہلے یلو۔ آپ نے علی کو اور حضرت عباس نے جعفر کو اپنی کفالت کے لیے پسند فرمایا ۱۲ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۴۷ (۲) میزان اللغات: ۱۰۱، ۱۰۳



سے مخفی رکھا (۱) بعد ازاں آپ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اسلام لائے اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کی (۲)

اسلام ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

جب تمام اہل بیت اسلام میں داخل ہو گئے تب آپ نے احباب و مخلصین کو اس رحمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ سب سے پہلے آپ نے اپنے صدیق باخلاص اور محب با اختصاص اور رفیق قدیم اور ولی حمیم یعنی ابوبکر صدیق کو ایمان اسلام کی دعوت دی۔ ابوبکر نے بلا کسی تامل اور تفکر کے اور بغیر کسی غور اور تدبیر کے اول پہلو میں آپ کی دعوت کو قبول کیا۔

چشم احمد بر ابوبکر سے زدہ وزیکے تصدیق صدیق آمدہ

آپ نے صدق کو پیش کیا اور ابوبکر نے تصدیق کی ایک ہی تصدیق نے صدیق بنا دیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ میں نے جس کسی پر بھی اسلام پیش کیا وہ اسلام سے کچھ نہ کچھ ضرور جھجکا مگر ابوبکر کو اس نے اسلام کے قبول کرنے میں ذرہ برابر کوئی توقف نہیں کیا (۳)۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ سب سے پہلے کون مسلمان ہوا (تو یہ ارشاد فرمایا کہ رجال اصرار یعنی آزامردوں میں سے سب سے پہلے ابوبکر اسلام لائے اور عورتوں میں سے حضرت خدیجہ اور غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ اور مکمل میں سے حضرت علی (۴)

بد مالوجی کی روایات سے اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی پہلے اسلام لائے مگر ان کا یہ تقدم موجب فضیلت و برتری نہیں اس لیے کہ حضرت خدیجہ تو آپ کی بیوی تھیں اور آپ کے تابع تھیں اور حضرت علی صغیر السن تھے اور آپ کی آغوش تربیت میں تھے۔ گھر کی

(۱) البدایۃ والنہایۃ : ج ۳ : ص ۲۳ (۲) عیون الاثر ج ۱ : ص ۹۴

(۳) عیون الاثر ج ۱ : ص ۹۵ (۴) البدایۃ والنہایۃ ج ۳ : ص ۲۹

عورتوں اور بچوں میں یہ طاقت اور مجال نہیں ہوتی کہ وہ بڑے کی رائے کو دفع کر سکیں۔  
 بخلاف ابوبکر کے کہ وہ مستقل اور آزاد تھے کسی کے تابع اور زیر اثر نہ تھے ان کا بلا کسی تردد  
 اور بلا کسی دباؤ اور بلا کسی کے تبعیت کے اسلام قبول کرنا موجب صد فضیلت ہے۔ نیز  
 حضرت خدیجو اور حضرت علی کا اسلام ان کی ذات تک محدود تھا بخلاف ابوبکر کا ان کا  
 اسلام متعدی تھا اور غیر متعدی۔ غیر لازم سے فضل ہوتی ہے اس لیے کہ ابوبکر اسلام میں داخل  
 ہوتے ہی اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و دعوت میں مصروف ہو گئے اور حضور پر نور کو  
 مدد پہنچائی اور آپ کے لیے موجب تقویت بنے اور جناب علی رضی اللہ عنہ اس وقت  
 ایک صغیر السن بچے تھے وہ دعوت اسلام میں کیا مدد دے سکتے تھے حضرت علی تو اپنے  
 اسلام کو اپنے باپ سے بھی پھیلے ہوئے تھے (دیکھو زقانی ص ۲۴۲) اور ابوطالب کی غربت  
 کی وجہ سے حضور پر نور کی تربیت میں تھے ایسی حالت میں وہ حضور پر نور کو اور اسلام کو  
 کوئی مالی مدد بھی نہیں پہنچا سکتے تھے نیز بچوں کی عادت ہے کہ جب وہ کسی کی صحبت اور  
 تربیت میں ہوتے ہیں تو جو کام اس کو کرتے دیکھتے ہیں اس کی ریس میں وہی کام کرنے لگتے ہیں  
 بچوں میں کسی کام کے نفع اور ضرر اور حسن وقوع کے سمجھنے اور پرکھنے کی صلاحیت اور تمیز نہیں  
 ہوتی۔ یہی حال اس وقت حضرت علی کا تھا بخلاف ابوبکر کے کہ وہ بڑے عاقل اور خوشمند  
 زیرک تھے اور نفع اور ضرر اور حسن وقوع میں تمیز کی پوری صلاحیت رکھتے تھے اور نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے اور مکہ کے ذی ثروت اور ذی شوکت اور ذی اثر لوگوں  
 میں تھے ابوبکر نے ایسی حالت میں بلا کسی دباؤ کے اول ولہ میں اسلام کی دعوت کو  
 قبول کیا اور لوگوں پر اپنے اسلام کو ظاہر کیا کسی باپ اور بھائی سے اپنے اسلام کو  
 مخفی نہیں رکھا اور اپنے احباب خاص پر خاص طور پر اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اس دین  
 میں داخل ہونے کی دعوت دی ایسا اسلام موجب صد فضیلت ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ

ابوبکر ایسے شخص تھے کہ جو آواز اور مستقل تھے اور ہوشمند اور صاحب شوکت و تربیت تھے وہ  
 اول دہ میں اسلام لائے اور ابتداء ہی سے دعوت اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 دست و بازو بنے اور مال و متاع اور زندگی کا کل سرمایہ اسلام کے لیے وقف کر دیا اور کل  
 تیرہ سال تک ہر طرح کی تکلیف اور مصیبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور  
 دشمنوں کی مداخلت کی۔ حضرت علیؓ میں کم سن ہونے کی وجہ سے دشمنوں کی مداخلت اور  
 اُن کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اور اسلام میں داخل ہوتے ہی اسلام کی تبلیغ شروع کر دی  
 آپ کے احباب و مخلصین میں سے جو آپ کے پاس آتا یا آپ جس کے پاس جلتے اُس کو  
 اسلام کی دعوت دیتے چنانچہ آپ کے رفقاء اور صحابہ میں سے آپ کی تبلیغ سے یہ  
 حضرات اسلام میں داخل ہوئے (۱) عثمان بن عفانؓ اور زبیر بن عوامؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ  
 اور طلحہ بن عبید اللہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ یہ اعیان قریش اور شرفا خاندان آپ کے ہاتھ پر  
 اسلام لائے۔ ابوبکرؓ ان سب کو کبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 سب نے اسلام قبول کیا اور آپ کی ہمراہ نماز پڑھی، بعد ازاں یہ حضرات مشرف باسلام ہوئے  
 ابو عبیدہؓ عامر بن الجراحؓ ارقم بن ابی الارقمؓ منظعون بن حبیہؓ کے تینوں بیٹے۔ عثمان بن  
 منظعونؓ اور قتادہ بن منظعونؓ اور عبداللہ بن منظعونؓ اور عبیدہ بن الحارثؓ اور سعید بن زیدؓ  
 بن عمرو بن نفیلؓ اور ان کی بیوی فاطمہ بنت خطابؓ یعنی حضرت عمرؓ کی بہن اور اسامہ  
 بنت ابی بکرؓ اور خباب بن الارتؓ اور عُبَیْر بن ابی وقاصؓ یعنی سعد بن ابی وقاصؓ کے  
 بھائی اور عبداللہ بن مسعودؓ اور مسعود بن القاریؓ اور سلیط بن عمروؓ اور عیاش بن ابی ربیعہؓ اور  
 ان کی بیوی اسامہ بنت سلامہؓ اور خنیس بن حذافہؓ اور عامر بن ربیعہؓ اور عبداللہ بن جحشؓ اور ان  
 کے بھائی ابو احمد بن جحشؓ اور جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کی بیوی اسامہ بنت عیسؓ اور عاتب

۱۔ مکہ کے موزن اور سیر پر آمد وہ لوگوں میں سے گیا یہ یا بدہ صحابہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے ۱۲۔ اصحاب  
 مدینہ ابو عبیدہ دارقلم میں پناہ گزیں ہونے سے پہلے اسلام لائے ۱۳۔ طبقات ابن سعد ۱۲

بن الحارث اور ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل اور اس کے بھائی خطاب بن حارث اور ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار اور معمر بن حارث اور سائب بن عثمان بن مظعون اور مطلب بن ازہر اور ان کی بیوی رطلہ بنت ابی عوف اور نعیم بن عبداللہ النخلم اور عامر بن نفیعہ البکری کے آزاد کردہ غلام اور خالد بن سعید بن العاص اور ان کی بیوی اُمئیہ بنت خلف اور حاطب بن عمرو اور ابو حذیفہ بن عتبہ اور واقد بن عبداللہ اور بکیر بن عبدیالیل کے چاروں

علہ عبداللہ بن محمد فرماتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی کرباں چرایا کرتا تھا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گواہ کی طرف سے گزرے اور ابو بکر آپ کے پہلو تھے آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دودھ ہے میں نے کہا کہ میں ہوں آپ نے فرمایا کہ کوئی بے دودھ کی بکری ہو تو لاؤ میں نے ایک بے دودھ کی بکری پیش کی آپ نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور دودھ دوا پہلے ابو بکر کو اور بعد میں مجھ کو دودھ پلایا جس سے ہم دونوں سیراب ہو گئے بعد ازاں تھن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اقلص۔ اے دودھ تو اس تھن سے منقطع ہو جائے فرماتے ہی بکری پھر دیے ہی بغیر دودھ کے رہ گئی یہ سجدہ دیکھ کر میں مسلمان ہو گیا اور آپ سے عرض کیا۔ عظمیٰ یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول مجھ کو تعلیم دیجئے آپ نے اپنا دست مبارک میرے سر پر چیرا اور فرمایا۔ بارک اللہ فیک ناکم غلام علم اللہ تمہ میں برکت دے تو خدا کا تعلیم کر وہ تو نال ہے حافظ ابن سیدان اس نے اس روایت کو اپنی سند سے بیان کیا ہے ۱۲

عیون الاثر متہ غملم نم نم سے شش ہے جس کے معنی آواز کے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا اللہ سمعت نحرہ

فی الجنۃ میں نے نعیم بن عبداللہ کی آواز جنت میں سنی ہے۔ سیرۃ ابن ہشام راجع اصحابہ ص ۶۴۴ و طبقات ص ۱۲

قسم اول علیہ عامر بن نفیرۃ غزوہ تبوک میں شہید ہوئے اور فرشتے اور ان کی نفس کو آسمان پر اٹھالے گئے ۱۲

روض الانف ص ۱۶ علیہ دار ارقم میں سی چاروں بھائی خالد اور عامر اور حاتل اور یاس سب سے مشغول مسلم ہوئے اور آپ کے اہل بیت پر بیعت کی اور جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو سب نے مع عورتوں اور بچوں کے ہجرت کی اہل خانہ میں کوئی شخص کو میں باقی نہ رہا مسکان کو فضل ڈال کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے رفاعہ بن عبداللہ کے مکان پر ہمارے۔ طبقات ابن سعد ص ۲۸۶ قسم اول۔ عاتل کا نام اصل میں غافل تھا رسول اللہ علیہ وسلم نے بجلتے غافل کے عاتل نام رکھا۔ اصحابہ ص ۲۴۳ پہلے آخرت کے غافل تھے اب عاتل ہو گئے۔

بیٹے خالد اور عامر اور عاقل اور ایاس اور عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان عبداللہ بن جعدان کے آزاد کردہ غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

جب نماز کا وقت آتا تو آپ کسی گھاٹی یا درہ میں جا کر پوشیدہ نماز پڑھتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اور حضرت علیؓ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یکایک ابوطالب اس طرف آئے۔ حضرت علیؓ نے اس وقت تک اپنے اسلام کو اپنے ماں باپ اور اعمام اور دیگر اقارب پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ اے بھتیجے یہ کیا دین ہے اور یہ کیسی عبادت ہے آپ نے فرمایا اے چچا یہی دین ہے اللہ کا اور اس کے تمام فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور خاکہ ہمارے جد امجد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین ہے اور اللہ نے مجھ کو اپنے تمام بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ سب سے زیادہ آپ میری نصیحت کے مستحق ہیں کہ آپ کو خیر اور ہدایت کی طرف بلاؤں اور آپ کو چاہیے کہ آپ سب سے پہلے اس ہدایت اور دین برحق کو قبول کریں اور اس بارہ میں میرے معین اور مددگار ثابت ہوں۔

ابوطالب نے کہا اے بھتیجے میں اپنا آبائی مذہب تو نہیں چھوڑ سکتا لیکن آنا ضرور ہے کہ تم کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔ بعد ازاں حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بیٹے یہ کیا دین ہے جس کو تم نے اختیار کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا باپ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کچھ وہ من جانب اللہ لے کر آئے اس کی تصدیق کی اور ان کے ساتھ اللہ کی عبادت اور بندگی کرتا ہوں اور ان کا قبیعہ اور پیرو ہوں۔ ابوطالب نے کہا بہتر ہے تم کو بھلائی اور خیر ہی کی طرف بلایا ہے۔ ان کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۸۷ ج ۱۔

اسلام جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک روز حضرت علیؓ فرما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشغول عبادت تھے۔

عہ حضرت علیؓ کی عینی بھائی حضرت علیؓ سے عمر میں دس سال جڑے تھے بخاشی شاہ حبشہ آپ ہی کے ہاتھ پر مشرب اسلام ہوا غزوہ تبوک میں شہید ہوئے اس غزوہ میں فہ سے زیادہ جسم باک پر زخم کئے بغضل مذکورہ انشاء اللہ تعالیٰ غزوہ موتہ کے سال بم ۱۲۷ کا ۱۲ احبار۔

حضرت علیؓ آپ کے دائیں جانب تھے اتفاق سے ابوطالب اُنہرے گندے جعفر بھی آپ کے ہمراہ تھے آپ کو جب نماز پڑھتے دیکھا تو جعفر سے مخاطب ہو کر کہا اے بیٹا تم بھی علیؓ کی طرح اپنے چچا زاد بھائی کے قوت بازو ہو جاؤ اور بائیں جانب کھڑے ہو کر ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ۔ اسد الغابہ ص ۲۸۷ جعفر سابقین اسلام میں سے ہیں۔ انیس یا پچیس صحابہ کے بعد شرف باسلام ہوئے۔ اصحابہ ص ۲۳

### اسلامِ عقیقت کنہی رضی اللہ عنہ

عقیقت کنہی حضرت عباس کے دوست تھے عطر کی تجارت کرتے تھے۔ اسی سلسلہ تجارت میں مین بھی آمد رفت رہتی تھی۔ عقیقت کنہی فرماتے ہیں کہ ایک بائیں منیٰ میں حضرت عباس کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اور اول نہایت عمدہ طریقہ سے وضو کیا اور پھر نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک عورت آئی اس نے بھی اسی طرح وضو کی اور پھر نماز کے لیے کھڑی ہو گئی پھر ایک گیارہ سالہ لڑکا آیا اس نے بھی وضو کی اور آپ کے برابر نماز کے لیے کھڑا ہو گیا میں نے عباس سے پوچھا یہ کیا دین ہے، حضرت عباس نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد رسول اللہ کا دین ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ لڑکا علی بن ابی طالب بھی میرا بھتیجہ ہے جو اس دین کا پیرو ہے اور یہ عورت محمد بن عبد اللہ کی بیوی ہیں۔ عقیقت بعد میں شرف باسلام ہوئے اور یہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں چوتھا مسلمان ہوتا (عیون الاثر) قال ابن عبد البر ہذا حدیث حسن جدا۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت عمدہ ہے اس کے حسن ہونے میں

علامہ عقیقت اصل میں لقب ہے۔ حافظ فرماتے ہیں ان کا نام شراحیل تھا عفت اور پاکدامنی کی وجہ سے عقیقت کے لقب سے ملقب ہوئے۔ چنانچہ حضرت عقیقت کے اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے وقالت لی حلم الی النضائی۔ قطعت عَفَفْتُ عَمَّا تَعْلَمُ۔ اس نے پھر کہہ کر دلعب کی طرف بلایا میں نے کہا کہ تجھ کو میری عفت اور عصمت خوب معلوم ہے۔ اصحابہ ص ۲۸۷ ج ۲ - ۱۲

کوئی کلام نہیں۔ حافظ عثمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں اور بغوی اور ابن مندہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں اس قدر اور زائد ہے کہ حضور عباس نے یہ فرمایا کہ میرا بھتیجا یہ بھی کتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزان بھی اس پر فتح ہوں گے۔  
اصحابہ ص ۲۸۸ ترجمہ غنیف کندی۔

### اسلام طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میں بغرض تجارت بصری گیا ہوا تھا ایک روز بصری کے بازار میں تھا کہ ایک راہب اپنی صومعہ میں سے یہ پکار رہا تھا کہ دریافت کرو کہ ان لوگوں میں کوئی حرم مکہ کا رہنے والا تو نہیں طلحہ نے کہا کہ میں حرم مکہ کا رہنے والا ہوں۔ راہب نے کہا کہ کیا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کون (صلی اللہ علیہ وسلم) راہب بنے گا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے۔ یہ مہینہ ان کے ظہور کا ہے حرم مکہ میں ظاہر ہوں گے ایک پتھر ملی اور تختانی زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔ دہرا خرا الانبیاء اور وہ آخری نبی ہیں۔ دیکھو تم پیچھے رہنا راہب کی اس گفتگو سے میرے دل پر خاص اثر ہوا۔ فوراً واپس آیا اور لوگوں سے دریافت کیا کیا کوئی نئی بات پیش آئی لوگوں نے کہا ہاں۔ محمد امین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکر ان کے ساتھ گئے ہیں میں فوراً ابوبکر کے پاس پہنچا۔ ابوبکر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حاضر ہو کر میں مشرف باسلام ہوا اور آپ راہب کا تمام واقعہ بیان کیا۔ اصحابہ ص ۲۹۹ ترجمہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### اسلام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے سے تین شب قبل یہ خواب دیکھا کہ میں ایک شدید ظلمت اور سخت تاریکی میں ہوں تاریکی کی وجہ سے کوئی شئی مجھ کو نظر نہیں آتی۔ اچانک ایک ہاتھ اب طلوع ہوا اور میں اس کے پیچھے ہولیا دیکھا تو زید بن

حارثہ اور علی اور ابو بکرؓ سے پہلے اس نزدیکی طرف سبقت کر چکے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کس چیز کی بخوشی ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ کی وحدانیت اور اپنے رسول اللہ ہونے کی شہادت کی طرف تم کو بلاتا ہوں میں نے کہا اشهد ان لا اله الا الله واشہد محمد رسول الله - اخر جبرائی الدنيا وابن عساكر - خصائص کبریٰ ص ۱۲۲ -

اسلام خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

سابقین اولین میں سے ہیں چوتھے یا پانچویں مسلمان میں (۱) اسلام لانے سے پیشتر یہ خواب دیکھا کہ ایک نہایت وسیع اور گہری آگ کی خندق کے کنارے پرکھڑا ہوں میرا باپ سعیدؓ مجھ کو اس کی طرف دھکیلنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ ناگہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور میری کمر بچ کر کھینچ لیا۔ خواب بیدار ہوا اور قم کھا کر میں نے یہ کہا واللہ یہ خواب حق ہے۔

ابوبکرؓ کے پاس آیا اور یہ خواب ذکر کیا۔ ابوبکرؓ نے یہ کہا کہ اللہ نے تیری ساتھ کچھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے یہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا اتباع کرو اور اسلام کو قبول کرو اور انشاء اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے گا اور اسلام میں داخل ہو گا اور اسلام ہی تجھ کو آگ میں گرنے سے بچائے گا مگر تیرا پانگ میں گرنا نظر آتا ہے پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہم کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

ادعوك الى الله وحده لا شريك له	میں جبکہ اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے کوئی
وان محمد اعبدہ ورسولہ	اس کا شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے
تخلع ماکنت علیہ من عبادة	اور اس کے رسول ہیں اور اس بات کی دھڑ
حجر لا یضر ولا ینفع	پرتا ہوں کہ تہل کی پرستش کر چھوڑ دو کہ جو
ولا یدری من عبده	نفع اور ضرر کے مالک ہیں اور ان کی پر علم ہے



معنی لوح عبودہ۔ گرس نے ان کی پرستش کی اور گرس نہیں کی۔

خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں گراہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے رسول برحق ہیں اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ باپ کو جب میرے اسلام کا علم ہوا تو مجھ کو تھک مانا کہ سرزنجی ہو گیا اور ایک چھڑی کو میرے سر پر توڑ ڈالا اور پھر یہ کہا کہ تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کیا جس نے ساری قوم کے خلاف کیا اور ہمارے معبودوں کو برا اور ہمارے آباد اجداد کو ناحق اور جاہل بتلاتا ہے۔ خالد کہتے ہیں۔ میں نے اپنے باپ سے کہا۔ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچ فرماتے ہیں۔ باپ کو اور بھی غصہ آگیا اور مجھ کو سخت ست کیا اور گالیاں دیں اور یہ کہ لے کینہ تو میرے سنانے سے دُور سہجا۔ واللہ میں تیرا کھانا پینا بند کر دوں گا۔ میں نے کہا اگر تم کھانا بند کر لو گے تو اللہ عز و جل مجھ کو رزق عطا فرمائیں گے اس پر باپ نے مجھ کو اپنے گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ کوئی اس سے کلام نہ کرے اور جو اس سے کلام کرے گا اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے گا۔ خالد اپنے باپ کا درجہ بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در و دولت پر آ پڑے۔ آپ خالد کا بہت اکرام فرماتے تھے (۲) اور حافظ عسقلانی نے بھی اصابہ میں اس واقعہ کو اجمالاً ذکر کیا ہے۔ انسان کسی کا درجہ بڑھ کر ذلیل اور سوا نہیں ہوتا مگر اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بڑھ کر کہیں عزت نہیں پاسکتا۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ اس آیت سے ظاہر ہے کہ عزت تو ایمان میں ہے کفر میں تو ذلت ہی ذلت ہے کفر میں تو عزت کا امکان ہی نہیں۔

(۱) الاصابہ - ۳ : ۱۶۱ ص : ۴۰۶ ملکہ اقرار توحید و رسالت کے بعد کفر و شرک سے

میلہ کی کا حکم دینا یہ کفر سے بڑی اور بڑاری کی طرف اشارہ ہے جو اسلام و ایمان کے لیے خطر ہے  
جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے ۱۲ منہ معنی ۱۲ (۲) المستدرک - ۵ : ۳۰ ص : ۲۴۸۔

عزیزیکہ از در گشس سرتافت بہر در کہ شد ہیچ عروت زیافت  
 خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا باپ ایک بار سید ہوا تو یہ کہا کہ اگر اللہ  
 نے مجھ کو اس مرض سے عافیت بخشی تو مکہ میں اس خدا کی عبادت نہ ہونے دوں گا جس  
 کی عبادت کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حکم کرتے ہیں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں نے اللہ سے یہ دعا مانگی  
 کہ اے اللہ میرے باپ کو اس مرض سے اٹھنے کے قابل نہ بنا۔ چنانچہ اسی مرض میں میرا  
 باپ مر گیا۔ (۱)

اسلام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار گھر میں گیا تو اپنی خالدہ سعدی کو گھر والوں کے  
 ساتھ بیٹھ دیکھا۔ میری خالدہ کمانت بھی کیا کرتی تھیں۔ مجھ کو دیکھتے ہی یہ کہا۔

أَبَشَّرُ وَحِشِيَّتِ ثَلَاثًا وَشَرًّا      ثُمَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثًا أَخْرَى  
 اے عثمان تجھ کو ثارت ہو اور سلامتی ہو      تین بار اور پھر تین بار اور پھر تین بار  
 ثُمَّ بِأَخْرَى لَكُنِّي تَمْتَمُ عَشْرًا      لَقِيتُ خَيْرًا وَوَقِيتُ شَرًّا  
 اور ایک بار تاکہ وہ پورے ہو جائیں      تو خیر سے ملا اور شر سے محفوظ ہوا  
 نَكَحْتُ وَاللَّهِ حَصَانًا مَرَّ هُرًّا      وَأَنْتَ بَكْرٌ وَلَقِيتَ بَكْرًا  
 خدا کی قسم تو نے ایک نہایت پاکدامن اور حسین عورت سے      نکاح کیا تو خود بھی ناکندہ ہے اور نکندہ ہے میری شادی سے  
 یہ سن کر مجھ کو بہت تعجب ہوا اور میں نے کہا اے خالد کیا کہتی ہو اس پر سعدی نے  
 یہ اشعار پڑھے۔

عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ      لَكَ الْجَمَالُ وَلَكَ الشَّانُ  
 اے عثمان اے عثمان اے عثمان      تیرے لیے جمال بھی ہے اور تیرے لیے شان بھی ہے  
 هَدَانِي مَعَهُ الْبُرْهَانُ      أَرْسَلَهُ بِحَقِّهِ الدِّيَانُ  
 یہ نبی ہیں جسکی ساتھ نہایت رسلت کے براہیں اور دلائل      بھی ہیں بلکہ جبرائیل نے ان کو حق دیکر بھیجا ہے

وَجَاءَ التَّنْزِيلُ وَالْفُرْقَانُ فَاتَّبَعَهُ لَا تَعْيَابُكَ الْأَوْثَانُ

ابوہاشمہ کا کلام آتا ہے جو حق اور باطل میں تمیز کرتا ہے۔ پس تو ان کا اتباع کر کہیں بت تجھ کو گمراہ نہ کر دیں میں نے کہا کہ اے خالد آپ تو ایسی شے کا ذکر کرتی ہیں کہ جس کا شہر میں کبھی نام بھی نہیں سنا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس پر سعدی نے یہ کہا :-

محمد بن عبد اللہ رسول من محمد پیٹے عبد اللہ کے رسول ہیں اللہ کی طرف سے  
عند اللہ جاء بتنزيل الله يدعو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ قل انك امرس فلاح  
الى الله قوله صلاح ودينہ اور یہ وہی اور ان کا حال کا مباحثہ ان کے  
فلاح وامرہ نجاح۔ ما ينفع مقابلہ میں کسی کی حیح و پکار نفع نہ دے گی اگرچہ  
الصياح لو وقع الرماح وملت کتنی ہی تلواریں اور نیزے ان کے مقابلہ میں  
الصفاح ومدت الرماح۔ چلائی جائیں۔

یہ کہہ کر اٹھ گئیں مگر ان کا کلام میرے دل پر اثر کر گیا۔ اسی وقت سے غور اور فکر میں پڑ گیا۔ ابو بکر سے میرے تعلقات اور روابط تھے ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ ابو بکر نے مجھ کو تشکر دیکھ کر دریافت فرمایا۔ متفکر کیوں ہو میں نے اپنی خالہ سے جو سنا تھا میں نے ابو بکر سے بیان کر دیا۔ اس پر ابو بکر نے کہا اے عثمان ما شاء اللہ تم ہوشیار اور سمجھ دار ہو۔ حق اور باطل کے فرق کو خوب سمجھ سکتے ہو تم جیسے کو حق اور باطل میں اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بت کیا چیز ہیں جن کی پرستش میں ہماری قوم مبتلا ہے کیا یہ بت اندھے اور بہرے نہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی کو مضر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم بے شک ایسے ہی ہیں جیسے تم کہتے ہو اس پر ابو بکر نے کہا واللہ تمہاری خالہ نے بالکل سچ کہا یہ محمد بن عبد اللہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنا پیام دے کر تمام مخلوق کی طرف بھیجا ہے تم اگر مناسب سمجھو تو آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر آپ کا کلام سنو یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ حسن اتفاق دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس

اس طرف سے گزرتے ہوئے دکھائی دیتے اور حضرت علیؑ آپ کے ہمراہ تھے اور کوئی کڑا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ ابوبکرؓ آپ کو دیکھ کر اٹھے اور آہستہ سے گوش مبارک میں کچھ عرض کیا آپ تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور حضرت عثمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے عثمان اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے تو تم اللہ کی دعوت کو قبول کرو اور میں اللہ کا رسول ہوں جو تیری طرف اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں -

فواللہ ما تما لکت حین سمعت  
خدا کی قسم آپ کا کلام سنتے ہی ایسے بے خود اور  
قوله ان اسلمت واشہدت ان  
بے اختیار ہوا کہ فوراً اسلام لے آیا اور یہ کلمات  
لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک  
زبان پر جاری ہو گئے اشدان لا الہ الا اللہ وحدہ  
لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ  
لا شریک لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ  
در دل ہر امتی کو حق مزہ است  
روئے دآواز پیر بمعجزہ است  
بکھر روز نگزرے کہ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں آئیں اور  
سب نے اس ازواج و اقتران کو بنظر استحسان دیکھا اور میری خالدہ سعدی نے اس بارہ میں نہ  
اشعار پڑھے۔

ہمدی اللہ عثمان الصفیٰ بقولہ  
اللہ نے اپنے بندے عثمان کو ہدایت دی  
فان شدہ واللہ ینہدی الی الحق  
اور اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے  
فتابع بالرئی السدید محمدًا  
وکان ابن اروی لا یصد عن الحق  
پس عثمان نے اپنی صحیح رائے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور آخر اروی کا بیٹھا تھا کہ اور روی یعنی صحیح سے کام لیا  
اور حق سے اعراض نہ کیا۔ اروی بنت کریم حضرت عثمان کی والدہ کا نام ہے۔

وانکھ المبعوث احدى بناته  
فکان کبد رمانج الشمس فی الافق  
اور اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی انکھ کے نکاح میں دی بہن القادسیہ اس پر جیسے شمس بڑا افق میں اجتماع ہوا

فَدَىٰ لَكَ يَا اَبْنَ الْهَاشِمِيِّينَ مُهَجَّبِي ۖ فَانْتَا اَمِيْنُ اللّٰهِ اُرْسِلْتَ لِلْخَلْقِ

اے اہم کے بیٹے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر قرین ہوا ہے اللہ کے امین ہی عنون کی ہوتا کیسے بھیجے گئے ہیں (۱)  
حضرت عثمان بن عفان کے اسلام لانے کے دوسرے روز بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ  
ان حضرات کو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔

عثمان بن مظعون۔ ابوعبیدہ بن الجراح۔ عبد الرحمن بن عوف۔ ابوسلمہ بن عبد الاسد ارقم بن  
الارقم یہ سب کے سب ایک ہی مجلس میں مشرف باسلام ہوئے (الریاض النضرۃ) ص ۱۵۶ زید بن  
رومان سے مروی ہے کہ عثمان مظعون اور عبیدہ بن الحارث اور ابوعبیدہ بن الجراح اور عبد الرحمن  
بن عوف اور ابوسلمہ بن عبد الاسد یہ سب مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے  
اسلام پیش کیا اور احکام اسلام سے آگاہ اور خبردار کیا۔ بیک وقت سب نے اسلام قبول کیا  
اور یہ سب حضرات دار ارقم میں پناہ گزیں ہونے سے قبل اسلام لائے (۶)

اسلام عمار و صہیب رضی اللہ عنہما

عماد بن یاسر فرماتے ہیں کہ دار ارقم کے دروازہ پر صہیب بن سنان سے میری ملاقات  
ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف فرما تھے میں نے صہیب سے پوچھا کیا ارادہ ہے  
صہیب نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے میں نے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کے

(۱) الاصل ج ۱: ص ۲۶۷ (۲) عثمان بن مظعون نے جاہلیت ہی سے شراب کے متفرق اور بیزار تھے اہل یہ کہا

کہتے تھے کہیں عیسیٰ کی برگزینہیں گناہ و عقل کو سب کرے اور میرے سے کتر اور لونی آدمی کو کچھ پرہیز نہ سرتے دے اور  
بے خبری و عداوت اپنی بی بی کا ایسے شخص سے نکاح کرانے جس سے نکاح کرنا میں ہند نہیں کرنا جب تخریم خمر کے بارے میں سوفا مائے  
کی آیت نازل ہوئی تو ایک شخص نے اگر نہ آیت آپ کو نہ آئی تو یہ کہ خدا اس شراب کو ہلاک اور بیکار کرے میری شکایات  
بارے میں پہلی سے اخیر ترقی طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸۱ قلم اول (۳) ابوعبیدہ کہتے ہیں اور عمار نام ہے اور اس میں ملاقات  
انکا تصبیح مسابقیہ اولین اور عشرہ مبشرین میں سے ہیں۔ دوسری ہجرت کی اول بجانب حبشہ دوسری جانب مدینہ منورہ  
تمام غزوہ میں شرکت یہ نادر و عظیم کے طے خلاف میں شامی افواج کے سپہ سالار تھے طاعون غلامس ۸۵ میں شام میں  
انتقال فیما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت فوت تھے اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو کچھ طیفہ ملاتے اور اسلام جنوں صلی اللہ علیہ وسلم کے  
رضاعی بھائی آدم بن النضیر ام سنان کے نفع اول ہیں (۶) طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۸۶ -

پاس حاضر ہوں اور آپ کا کلام سنوں ہم دونوں دار ارقم میں داخل ہوتے آپ نے ہم پر اسلام کو پیش کیا ہم اسی وقت مشرف باسلام ہو گئے۔ (۱)

اسلام عمرو بن عبدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمرو بن عبدیہ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء ہی سے بت پرستی سے بیزار اور منفرد تھا اور میرے بھٹھا تھا کہ یہ بت کسی نفع اور ضرر کے اصلاً مالک نہیں محض پتھر ہیں۔ علماء اہل کتاب میں سے ایک عالم سے مل کر یہ دریافت کیا کہ سب سے پہلے افضل اور بہتر کونسا دین ہے اس عالم نے یہ کہا کہ ایک شخص مکہ میں ظاہر ہو گا۔ بت پرستی سے اللہ کی توحید کی طرف بلاتے گا سب سے بہتر اور افضل دین لائے گا۔ تم اگر ان کو پاؤ تو ضرور ان کا اتباع کرنا۔ عمرو بن عبدیہ فرماتے ہیں اس وقت سے ہر وقت مجھے کو مکہ ہی کا خیال رہتا تھا۔ ہر دار و وصال سے مکہ کی خبریں دریافت کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ملی۔ یہ روایت معجم طبرانی اور دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے۔ مذکورہ عمرو بن عبدیہ آپ کی خبر ملنے پر میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا اور مخفی طور پر آپ سے ملا اور عرض کیا کہ آپ کلن میں آپ نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں میں نے کہا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا اللہ نے آپ کو کیا پیغام دیکھ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کو ایک مانا جائے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانا جائے۔ بتوں کو توڑا جائے اور صلہ رحمی کی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ اس بارہ میں کون آپ کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام یعنی ابوبکرؓ اور بلالؓ میں نے عرض کیا میں بھی آپ کا پیرو اور تابع ہوں آپ کے ہمراہ ہوں گا آپ نے فرمایا اس وقت تو اپنے وطن لوٹ جاؤ جب میرے غلبہ کا علم ہوا اس وقت آ جانا عمرو بن عبدیہ فرماتے ہیں میں مسلمان ہو کر وطن واپس ہو گیا اور آپ کی خبریں دریافت کرتا رہا جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھ کو پہچان لیا آپ نے فرمایا ہاں تم وہی ہو جو مکہ میں میرے پاس آتے تھے میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم میں وہی ہوں مجھ کو کچھ تعلیم دیکھیے۔ الی آخر الحدیث۔ پوری حدیث سننا احمد میں مذکور ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے (۱)

اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوذر غفاری کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی تو اپنے بھائی انیسؓ سے کہا کہ مجھ کو اس شخص کی خبر لے کر آؤ جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور آسمان سے مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس کا کلام بھی سنو۔ ابوذر کی ہمت کے مطابق انیسؓ مکراتے اور آپسے بل کر واپس ہوئے۔ ابوذر نے دریافت کیا کیا خبر لاتے۔ انیسؓ نے کہا کہ جب میں کہہ بیٹھا تو کوئی آپ کو کاؤٹ سا حرکتا تھا کوئی کاہن و شاعر۔ واللہ وہ نہ شاعر ہے نہ کاہن۔ انیسؓ خود بھی بہت بڑے شاعر تھے۔ اس لیے فرماتے ہیں میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے۔ ان کا کلام کاہنوں کے کلام سے مشابہ نہیں ان کے کلام کو اور ان شعر پر رد کر دیکھا شعر بھی نہیں واللہ انہر لصادق خدا کی قسم وہ بالکل صادق ہے۔ اور یہ بھی کہا۔

رأيتہ یا مر بالخير وینہی  
عن الشر ورايتہ یا مر  
بمکارم الاخلاق و  
کلاما ما هو بالشعر۔  
اس شخص کو میں نے صرف خیر اور بھلائی کا حکم کرتے  
ہوئے اور شر اور برائی ہی سے منع کرتے ہوئے  
دیکھا اور عمدہ اور پاکیزہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا  
اور ان سے ایک کلام سنا جو شعر کے کوئی تعلق نہیں

ابوذر نے سن کر یہ کہا کہ دل کو پوری شفا نہیں ہوتی۔ غالباً ابوذر آپ کے حالات اور واقعات تفصیل کے ساتھ سننا چاہتے تھے اتنا اجمال ان کے لیے کافی اور خافی نہ ہوا اس لیے ابوذر خود کچھ توشہ اور حکیزہ لے کر مکہ روانہ ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے توسط سے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور آپ کا کلام سنا اسی وقت اسلام لاتے اور حرم

(۱) الاصابہ، ج ۳، ص ۶۰ - (۲) انیسؓ عمر میں ابوذر سے بڑے تھے۔ اصابہ ص ۱۷۱

میں پہنچ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کفار نے اتنا مارا کہ زمین پر ٹا دیا۔ حضرت عباس نے آکر بچایا۔ آپ نے فرمایا اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو بھی اس سے آگاہ کرو۔ جب ہمارے ظہور اور غلبہ کی خبر سنو تب آنا۔ ابوذرؓ واپس ہوتے۔ دونوں بھائیوں نے مل کر والدہ کو اسلام کی دعوت دی والدہ نے نہایت خوشی سے اس دعوت کو قبول کیا۔ بعد ازاں قبیلہ غفار کو دعوت دی نصف قبیلہ اسی وقت مشرف باسلام ہوا (۱)

فائدہ :-

عمر بن عبسہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما کے واقعہ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین الہی کے ظہور اور غلبہ کا کامل یقین تھا اور اس بے سرو سامانی میں یہ یقین بدون وحی الہی کے ممکن نہیں۔

## مسلمانوں کا دار ارقم میں اجتماع

جب اسی طرح رفتہ رفتہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہو گئی تو حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان جمع ہونے کے لیے تجویز ہوا کہ وہاں سب جمع ہوا کریں۔ حضرت ارقمؓ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ساتویں یا دسویں مسلمان ہیں کہ صحفا پر آپ کا مکان تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وہیں جمع ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لے کرنے کے بعد جہاں چاہتے جمع ہوتے (۳)

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وَ اتَّخَذَ النَّبِيُّ دَارَ الْاَرَقَمِ لِلصَّحْبِ مُتَخَفِينَ عَنْ قَوْمِهِمْ

(۱) الاصابہ ج ۲: ص ۶۲ (۲) ارقم۔ بدر اور دیگر شاہد میں حاضر ہوتے حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت

میں عصر میں وفات پائی۔ اسید مشرقی (۳) الاصابہ ج ۱: ص ۲۸۔



وَقِيلَ كَانُوا يَخْرُجُونَ تَتَرَىٰ إِلَى الشَّعَابِ لِلصَّلَاةِ سَرًا  
 حَتَّىٰ مَضَتْ ثَلَاثَةُ سَنِينَ وَأَظْهَرَ الرَّحْمَنُ بَعْدَ الدِّينِ  
 وَصَدَعَ النَّبِيُّ جَهْرًا مُّعَلَّنًا إِذْ نَزَلَتْ فَاصْدَعْ بِمَا فَاوَضْنَا  
 وَأَنْذَرَ الْعَشَائِرَ الَّتِي ذُكِرَ يَجْمَعُهُمْ إِذْ نَزَلَتْ وَأَنْذَرْنَا

### اعلان دعوت

تین سال تک اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے اور اسی طرح لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہوتے رہے تین سال کے بعد حکم نازل ہوا کہ علی الاعلان اسلام کی طرف بلائیں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔  
 جرات کا اظہار کیا گیا ہے کہ خاص خاص اعلان کر دیجیے اور مشرکین کی پرہیزگاری کیجیے۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَخَفِضْ جَنَاحَكَ۔  
 اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر اور شرک سے ڈراتے۔

لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔  
 اور جو ایمان لا کر آپ کا اتباع کرے اسکے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ فرماتے۔

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ۔  
 اور آپ یہ اعلان کر دیجیے کہ میں واضح طور پر ڈھانے والا ہوں۔

چنانچہ آپ کوہ صفا پر چڑھے اور قبائل قریش کو نام بنام بکارا جب سب جمع ہو گئے تو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ پہاڑ کے عقب میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا بیشک ہم نے تو آپ سے سوائے صدق اور سچائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ تب آپ نے فرمایا میں تم کو ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ابولسبے کہا تھ ہے تجھ پر کیا ہم کو اس لیے جمع کیا تھا اس پر تبت یلا ابی لب

دتب یہ تمام سورت اسی کے بارہ میں نازل ہوئی (بخاری)

## دعوتِ اسلام اور دعوتِ طعام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا کہ ایک صاع غلہ اور بکری کا ایک دست اور دودھ کا ایک پیالہ لے کر دو اور بعد ازاں اولادِ مطلب کو جمع کرو میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ کم و بیش چالیس آدمی جمع ہو گئے جس میں آپ کے اعمام ابوطالب اور حمزہ اور عباس اور ابولہب بھی شامل تھے۔ میں نے وہ گوشت کا ٹکڑا لے کر ندانِ مبارک سے چرا اور پھل سی پیلے میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ اسی ایک پیالہ گوشت سے سب سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔ حالانکہ وہ کھانا صرف اتنا تھا کہ ایک شخص کے لیے کافی ہو سکتا تھا اور اس کے بعد مجھ کو حکم دیا کہ دودھ کا پیالہ لاؤ اور لوگوں کو پلاؤ اسی ایک پیالہ دودھ سے سب سیر اب ہو گئے حالانکہ ایک پیالہ دودھ اتنی زیادہ مقدار نہ تھی۔ ایک پیالہ دودھ تو ایک آدمی بھی سکتا ہے چہ جائیکہ چالیس آدمی جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے کچھ فرماتے کا ارادہ کیا تو ابولہب نے یہ کہا کہ لے لو گاٹھو محمد نے تو آج تمہارے کھانے پر جاؤ کر دیا ہے ایسا جادو تو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ یہ کہتے ہی لوگ متفرق ہو گئے اور آپ کو فرمانے کی نوبت نہ آئی۔ دوسرے روز اپنے پیچھے حضرت علی کو اسی طرح کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح دوسرے روز سب جمع ہوئے جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ جو شے میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہے کسی شخص نے بھی اس سے بہتر شے اپنی قوم کے سامنے پیش نہیں کی۔ میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کی خبر لے کر آیا ہوں۔ اخرج

ابن اسحاق والبیہقی وابو نعیم (۱)

ابولب اگرچہ رشتہ میں آپ کا چچا تھا لیکن جس طرح تصدیق اور جان نثاری اور صداقت و محبت میں ابوبکر صدیقؓ سب سے اول رہے اسی طرح تکذیب اور ایذا اور استہزاء بغض اور عداوت میں ابولبؓ سے اول رہا۔ سخط اللہ علیہ۔ اسی عداوت میں آپ کی صاحبزادیوں کو یعنی حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قبل از بعثت عقبہ اور عتبہ سے منسوب تھیں اپنے بیٹوں سے طلاق دلائی تاکہ آپ کو ان کے طلاق دیتے جانے سے صدمہ ہو۔ مگر حقیقت میں یہ اللہ کی عظیم الشان رحمت تھی بعد میں دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں اور حضرت عثمان ذی النورینؓ کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیار و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے صحابہ کرام میں سے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ الرحمن ایک ایسے صحابی ہیں کہ حین کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے پیغمبر کی دو صاحبزادیاں آئیں اور ذی النورینؓ کہلائے۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو صرف اسلام کی دیتے رہے اس وقت تک قریش نے آپؐ کوئی تعرض نہیں کیا لیکن جب علی الاعلان اور بت پرستوں کی برائیاں بیان کرنا شروع کی اور کفر اور شرک سے روکنا شروع کیا تب قریش عداوت اور مخالفت پر آمادہ ہوئے مگر ابوطالب آپ کے حامی اور مددگار رہے۔ ایک مرتبہ قریش کے چند آدمی جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے کہ تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کی برائیاں کرتا ہے اور ہمارے دین کو برا اور ہم کو احمق اور نادان اور ہمارے آب و اجداد کو گمراہ بتلاتا ہے آپ یا تو ان کو منع کر دیں یا ہمارے اور ان کے درمیان میں نہ پڑیں ہم خود سمجھ لیں گے۔ ابوطالب نے ان کو خوش اسلوبی اور نرمی سے ٹلا دیا اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح توحید کی دعوت اور کفر اور شرک کی مذمت میں مشغول رہے۔ ابولب اور اس کے ہم خیالوں کی بغض و عداوت کی آگ میں انتہاب اور اشتعال پیدا ہوا اور ان لوگوں کا ایک جھنڈ دوبارہ ابوطالب کے پاس آیا اور کہا آپ کا

شرف اور آپ کی بزرگی ہم کو مسلم ہے لیکن ہم اپنے معبودوں کی خدمت اور آباؤ اجداد کی تحسین و تحمیق پر کسی طرح صبر نہیں کر سکتے تھے۔ آپ یا تو اپنے بھتیجے کو منع کر دیں ورنہ لو کہ ہم سے ایک ایک فریق ہلاک ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ابوطالب پر خاندان اور پوری قوم کی مخالفت اور عداوت کا ایک اثر پڑا۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ کہا کہ اے جانِ عالم تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور یہ کہہ کر گئے ہیں۔ لہذا تم مجھ پر بھی غم کرو اور اپنے پر بھی رحم کھاؤ اور مجھ پر ناقابلِ تحمل بار نہ ڈالو۔ ابوطالب کی اس گفتگو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید ابوطالب میری نصرت و حمایت سے کٹ کر ہوجانا چاہتے ہیں تو اپنے اس وقت چشمِ پرِ غم اور دل پر غم سے یہ فرمایا اے چچا خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے واپس ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں مانتاب بھی لا کر رکھ دیں اور یہ کہیں کہ اس کام کو چھوڑ دو تو میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک اللہ میرے دین کو غالب کرے یا میں ہلاک ہو جاؤں اور یہ کہہ کر رو پڑے اور اُٹھ کر جلنے لگے۔ ابوطالب نے آواز دی اور کہا اے جانِ عالم تم جو چاہو کرو میں تمہیں کبھی دشمنوں کے حوالے نہ کروں گا (۱)۔

نکتہ: ظاہر نظر میں آفتاب مانتاب سے زائد کوئی شے روشن اور منور نہیں۔ لیکن اربابِ بصیرت کے نزدیک وہ نورِ مبین جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر دنیا میں آئے وہ آفتاب اور مانتاب سے کہیں زائد روشن اور منور ہے۔ مشرکین اس نورِ مبین کو بھجانا چاہتے تھے۔

لما قال اللہ تعالیٰ۔

يُرِيدُ أَنْ يُلْغِقَ نُوْرَ اللَّهِ بِأَنۡوَارِهِمْ  
وَيَأْتِي اللَّهَ إِلَّا أَنْ يَشْفَعُوا نُوْرُهُ  
وَلَوۡ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۲)

یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بھجائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو بغیر کمال تک پہنچانے  
ہرگز نہیں مانے گا اگر کافر اس کو پسند نہ کریں۔

(۱) البدایہ والنہایہ - ج: ۳، ص: ۴۷۷۔

(۲) توبہ، آیہ: ۳۲۔

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب اور ماہتاب کا ذکر فرمایا اور یہ بتلایا کہ جس نور میں کہیں لیکر آیا ہوں اس کے سامنے آفتاب اور ماہتاب کی بھی کوئی حقیقت نہیں آفتاب اور ماہتاب کو اس نور میں کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب کے ساتھ ہے۔  
 لَمَّا قَامَ الْحَقُّوْنَ كَيْفَ سَمِعَ مِنْ نُوْرٍ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ كَوْنَهُ اَوْ كَيْفَ اَخْتَارَ رُتَابَهُمْ - اَلْتَسْتَبْدِلُوْنَ  
 الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ اَوْ جَسَ طَرَحَ دَلِيْلًا مَّا تَهْتَبُ بِرَبِّبَتِ بَابِيْنَ مَّا تَهْتَبُ كَيْفَ يَدَاهُ  
 اشرف اور افضل ہے اسی طرح آفتاب بھی ماہتاب سے کہیں اعلیٰ اور برتر ہے اس لیے نبی کریم  
 افصح العرب العجم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کا دائیں ہاتھ میں اور ماہتاب کا بائیں ہاتھ میں  
 رکھنا بیان فرمایا (۱)

### فائدہ حلیہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علی الاعلان کفر و شرک کی ممانعت اور بتوں اور بت پرستوں  
 کی خدمت اور اعداء اللہ کی باجوہ شدید عداوت اور مخالفت کے آپ کی اور آپ کے صحابہ کرام کی  
 استقامت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام کے لیے فقط تصدیق قلبی یا سانی کافی نہیں  
 بلکہ کفر اور کافری اور خصائص شرک اور لوازم سے برائی نیز ارمی بھی لازمی اور ضروری ہے۔

عق تولا بے برانیت ممکن۔ اس جگہ صادق ہے۔ وقد قال تعالیٰ

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسُوْلًا حَسَنَةً فِيْ  
 اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اِذْ قَالُوْا الْقَوْمُ  
 اِنَّا بَرُّوْا مِنْكُمْ وَرَمٰۤا عِبَادُوْنَ  
 تحقیق تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں  
 ایک عمدہ نمونہ ہے۔ تمہیں لازم ہے کہ اس نمونہ  
 کا اتباع کرو جس وقت ان لوگوں نے اپنی قوم

سے خاص الشریعین لانہما الایۃ المبصرۃ ونفس القرب بالشمال لانہما الایۃ المحمۃ وقد قال عز وجل  
 تعالیٰ الرجل قال لا ائی رأیت فی المنام کان الشمس والقمر لقیطان و مع کل واحد منهما نجم فقال عمر مع لیمان  
 فقال مع القمر قال كنت مع الایۃ المحمۃ اذ بسبب فلا تعمل لی عملا ولا تملأ لفرقة فصل الرجل فی منین مع معاذ

واسمہ عابین بن محمد ۱۲۔ روض الالف ص ۱ (۱) روض الالف - ج ۱، ص : ۱۷۰۔

مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ  
 وَبَدَّأَيْنَا وَيُبْسِلْكُمْ أَعْدَاؤُكُمْ  
 وَالْبَغْيُ أَأَبَدٌ أَحْسَنُ  
 تَوُصُّوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ (۱)  
 وقال تعالى:  
 فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ  
 تَبَيَّنَ مِنْهُ (۲)

یہ یہ صاف صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے سوائے خدا  
 کے تمہارے جو دلوں سے بری اور بیزار ہیں ہم  
 اللہ کے دشمن اور تمہارے کافروں و منکر ہیں اور ظاہر  
 بھی ہمارے تمہارے دو ایمان میں کھلی عداوت اور  
 نفرت ہے جب تک کہ تم ایک خدا پر ایمان لاؤ۔  
 جب حضرت ابراہیم پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ خدا اور  
 اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بری اور بیزار ہو گئے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح اہل ایمان کے لیے حق و حل علما اور اس کے  
 رسول مصطفیٰ اور نبی مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا اعلان ضروری ہے اسی  
 طرح خدا کے دشمنوں سے بغض اور عداوت کا اعلان بھی ضروری ہے جیسا کہ آپ ﷺ میں  
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خاص اس لیے روانہ فرمایا کہ موسم حج میں براہمت کا اعلان فرمائیں  
 جس کے لیے سورۃ براءت کی آیتیں نازل ہوئیں تھیں اور حدیث میں ہے مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ  
 وَابْغَضَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانُ جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے  
 لیے بغض رکھا اُس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا اللہ کی محبت اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی  
 ہے جب تک اللہ کے دشمنوں سے بغض اور عداوت کامل نہ ہو۔ قلب میں جس قدر خدا کے  
 دشمنوں کے لیے گنجائش ہے اسی قدر قلب اللہ کی محبت سے خالی ہے۔ مَا جَعَلَ اللَّهُ  
 لِرَجُلٍ مِّنْ قُلُوبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ اللَّهُ نے کسی کے لیے دو دل نہیں بنائے لہذا ایک قلب  
 میں دو متضاد چیزیں کیسے سما سکتیں ہیں موسم کی کامل توہی ہے کہ ایک خدا کی رضا اور نفرت  
 کے مقابلہ میں سارے عالم کی نافرمانی کی ذرہ برابر پرواہ نہ رکھتا ہو۔ ع

اسْتَخْطَتْ كُلُّ النَّاسِ فِيْ إِسْرَافَاتِهِ

حضرات انبیاء اللہ علیہم السلام صلوات اللہ علیہم کی یہ سنت ہے کہ جس طرح وہ خلفہ ذوالملک الملکوت کے ایمان و تصدیق کی دعوت دیتے ہیں اسی طرح کفر اور شرک اور طاغوت کی تکذیب اور انکار کا بھی حکم دیتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ

وَيُرِيدُونَ أَنْ يُتَعَٰلَمُوا بِحَيْثُ كَفَرُوا  
الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمْسِدُوا  
أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ (۱)

یہ لوگ شیطان کے پاس اپنے مقدمات لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا کفر کریں یعنی اس کا حکم نہ مانیں۔

تفصیل اگر درکار ہے تو امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کی مکتوبات ۳۲۵ دفتر اول مکتوبات کی مراجعت فرمائیں۔

قریش نے جب یہ دیکھا کہ ابوطالب آپ کی امداد اور حمایت پر تلے ہوئے ہیں تو پھر قیسری بازشرہ کر کے ابوطالب کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ابوطالب یہ عمارت بن الوحید قریش کا نہایت حسین جیل اور خوب صورت ہوشیار اور بھیدار نوجوان ہے آپ اس کو لے لیں اور پھر اپنے بھتیجے کو جس نے ہماری تمام قوم میں تفریق ڈال دی ہے اس کو ہمارے حوالے کریں تاکہ ہم ان کو قتل کر کے قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں ابوطالب نے کہا واہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اپنے پلے ہوئے بیٹے کو قتل کے لیے تمہارے حوالے کر دوں اور تمہارے بیٹے کو لے کر پالوں اور پرورش کروں۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ معلم بن عدی نے کہا اے ابوطالب خدا کی قسم آپ کی قوم نے ایک علولانہ اور منصفانہ راستے اور اس مصیبت سے مدافعت کی بہترین صورت آپ کے سامنے پیش کی تھی مگر آپ نے اس کو قبول نہیں کیا۔ ابوطالب نے کہا خدا کی قسم میری قوم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا تم سے جو ہو سکتا ہے وہ کر گزرد، قریش جب ابوطالب سے بالکل ناامید ہو گئے تو حکم کھانا لنت پر آمادہ ہو گئے اور جس قبیلہ میں کوئی بیکس اور بے سہارا مسلمان تھا اُس کو طرح طرح کی

تکلیفیں دینے لگے۔ ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کی دعوت دی۔ ابوطالب کی اس آواز پر تمام بنی ہاشم اور بنی المطلب نے لبیک کہا۔ بنی ہاشم میں سے ابولہب آپ کے دشمنوں کا خریکِ حال ہوا (عیون الآثار) ربیعہ بن عبا کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بازارِ عکاظ اور بذاذی الجاز میں دیکھا لوگوں سے یہ فرماتے تھے۔

یا ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ اے لوگو! لا الہ الا اللہ کو فلاح پاؤ گے اور ایک بھینکا شخص آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ شخص صابی (بے دین) اور جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون شخص ہے معلوم ہوا کہ یہ آپ کا چچا ابولہب ہے یہ حدیث مسند احمد اور معجم طبرانی میں مذکور ہے۔ اصابع ترجمہ ربیعہ بن عباد اور حافظ ابن سید الناس نے بھی اپنی سند سے اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ لوگوں سے یہ فرماتے تھے (۲)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا۔ اے لوگو! تحقیق اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کو ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

اور ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہتا پھرتا ہے۔

یا ایہا الناس ان هذا یا امرکوا ان تدرکوا دین اباءکوا (عیون الآثار ص ۱۸) ایاہ اجداد کا ذہب چھوڑ دو۔ برگزیدہ انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ترا سلام اور دار السلام کی طرف بلاتے تھے اور ابولہب نارِ ذاتِ لب (دکھتی ہوئی آگ) کی طرف بلاتا تھا۔

(۱) عباد کبر المملۃ و تخفیف الموحدة الدلیلی و یقال فی بیہ بالفتح و التثقیل و الاول الصواب

قالہ ابن معین وغیرہ ۱۲۔ اصابع (۲) اصابع ج ۲ : ص ۵۰۹



## اشاعتِ اسلام روکنے کے لیے قریش کا مشورہ

قریش نے جب یہ دیکھا کہ روز بروز اسلام کی رفتار بڑھ رہی ہے تو ایک روز ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے جو ان میں معمر اور سن بیدہ تھا اور یہ کہا کہ موسم حج کا قریب آگیا ہے اور آپ کا ذکر اور چچا سب جگہ پھیل چکا ہے اب اطراف و اکناف سے آنے والے تمہارے اس صاحب (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تم سے دریافت کریں گے لہذا مل کر آپ کے متعلق یہ رائے قائم کر لینی چاہیے اور سب کے سب متفق رائے ہو جائیں اختلاف نہ رہنا چاہیے ورنہ خود ہم میں ہی سے بعض بعض کی تکذیب اور تردید کرے گا اور یہ اچھا نہ ہوگا اے ابو عبد اللہ (ولید کی کنیت) آپ ہمارے لیے کوئی رائے قائم کر دیجیے ہم سب ان پر کاربند رہیں گے۔ ولید نے کہا تم لوگ کو میں سنوں گا اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کر دوں گا۔ لوگوں نے کہا معاذ اللہ آپ کا ہن ہیں ولید نے کہا غلط کہتے ہو۔ خدا کی قسم آپ کا ہن نہیں میں نے کاہنوں کو خوب دیکھا ہے نہ آپ میں کاہنوں کی کوئی علامت ہے اور نہ آپ کا کلام کاہنوں کے (زمرہ) گنگناہٹ اور آواز سے گلہ کھاتا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ مجنون ہیں ولید نے کہا آپ مجنون بھی نہیں میں جنون اور دیوانگی کی حقیقت سے بھی واقف ہوں آپ میں کوئی علامت جنون کی نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا آپ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا میں خود شاعر ہوں شعور اور اس کے تمام انواع اقسام مثلاً رجز اور ہزج مقبوض اور بسوط وغیرہ سے بخوبی واقف ہوں آپ کے کلام کو شعر سے کوئی نسبت نہیں۔ لوگوں نے کہا آپ ساحر (جادوگر) ہیں ولید نے کہا آپ ساحر بھی نہیں نہ ساحروں کا سہجونا اور دم کرنا ہے۔ اور نہ ساحروں جیسا گرہ لگانا ہے۔ لوگوں نے کہا اے ابو عبد شمس آخر کچھ کیا ہے ولید نے کہا واللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام میں ایک عجیب جلالت اور شیرینی ہے اور اس پر عجیب قسم کی رونق ہے اور اس قول کی جڑ نہایت تر و تازہ اور

مث اور مسترک کی دلالت میں اس قدر اور زائد ہے ولہ ینعلو وما یعلیٰ وانی یحلم ماتحتہ یعنی یہ کلام بلند اور غالب ہو کر بریگا۔ مصلوب ہوگا اور یہ سب کو کھل کر رکھ دے گا۔ ۱۲۔ مستدرک ص ۲۵۷

اس کی شاخیں ٹھوڑی ہیں (یعنی یہ اسلام بمنزلہ شجرہ طیبہ کے ہے کہ جڑیں اس کی محکم اور مضبوط اور زمین راسخ ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچتی ہیں نو اگر اور ثمرات سے لدا ہوا ہے) اور جو کچھ تم نے کہا ہے میں خوب جانتا ہوں کہ وہ سب باطل اور خوسے میرے خیال میں سب سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کہو کہ یہ شخص ساحر ہے اور اس کا کلام بھی سحر ہے جو میاں بیوی اور باپ بیٹے بھائی بھائی اور قبیلہ لو کہ نبی میں تعریف ڈالتا ہے جو خاصہ سحر کا ہے۔ مجلس درخواست ہو گئی جب حج کا موسم آیا اور باہر سے لوگ آنے شروع ہوئے تو قریش نے آدمی راستوں اور گزرگاہوں پر بٹھلا دیئے جو شخص ادھر سے گذرتا اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے کہ یہ ساحر ہے اس سے بچتے رہنا مگر قریش کی اس تدبیر سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہونچا بلکہ اطراف و اکناف سے آنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی واقف ہو گئے (۱)۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں اس حدیث کو ابن اسحق اور حاکم اور بیہقی نے سند جیدہ کے ساتھ روایت کیا ہے ”حق تعالیٰ شانہ نے اسی ولید بن مغیرہ کے بارہ میں سورۃ مدثر کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ  
لَهُ مَا لَا مَمْدُودًا وَأَوْبَسِيْنَ  
شُهُودًا وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا  
ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اُزِيْدَ كَلًّا ثُمَّ اِنَّهٗ  
كَانَ لِاٰتِيَانَا عِنْدَ صُورٍ ثُمَّ نَضْوَاْ اِلَيْهٖ  
فَكَرَّ وَكَدَّرَ فَنُفِثَ كَيْفَ قَدَّرَ  
ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَنْظُرُكُمْ  
عَلٰى عَرْسٍ وَبِمَكَرٍ ثُمَّ

آپ چھوڑ دیجیے مجھ کو اور اس شخص کو جس کو میں نے  
تمہارا پیدا کیا یعنی خدو اس سے منٹ لوں گا آپ فخر  
نہ کریں اور میں نے ہی اس کو مال فراخاں دیا اور  
ایسے بیٹے دیئے کہ جو مجلس میں حاضر ہوں اور دنیاوی  
عزت اور سرداری کے سامان اس کے لیے میلہ کیے پھر  
طمع لکھتا ہے کہ اور زیادہ دولت ہو کر نہیں وہ اس  
قابل نہیں وہ ہماری آیتوں کا سامان اور مرنی لگتا  
میں غلاموں کو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا اور

اَذْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ  
 اِنْ هَذَا اِلَّا سِحْرٌ يُوشِرُ  
 اِنْ هَذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشْرِ  
 سَاطِلِيْهِ سَقَرَه  
 الی آخر الآیات (۱)

پھر اُس سے نیچے گر آؤں گا۔ اس شخص نے کیا اول میں کچھ  
 انکار نہ ٹھیرایا پس نہ رہا بلکہ کہ کیا اندازہ کیا پھر یہ  
 کیا اندازہ ٹھیرایا پھر اصرار اصرار دیکھا اور یہی بڑھتی  
 اور نہ بنایا اور پھر شپٹ پھیری اور غرور کیا اور پھر لولا  
 یہ قرآن کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو جلا آتا ہے۔ نہیں ہے

یہ قرآن مگر ایک آدمی کا کلام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسکو ضرور آگ میں ڈالوں گا۔ الی آخر الآیات

اور ایک رسول روایت میں ہے کہ آپ نے اس پر یہ آیتیں پڑھیں۔ اِنَّ اللّٰهَ بِاَمْرِ الْغَدَلِ  
 وَالْاِحْسَانِ وَاَيُّهَا الَّذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ  
 يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۲)۔ جو مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی جامع ہے، (۳)  
**اسلام حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

ایک روز رسول اللہ صلیہ وسلم کوہ صفا کی طرف سے گذر رہے تھے۔ اتفاق سے ابوجہل بھی  
 اسی طرف سے نکلا۔ آپ کو دیکھ کر بہت کچھ سخت و ست کہا مگر آپ نے ابوجہل کی ناشائستہ  
 کلمات کا کئی جواب نہیں دیا۔ جواب جاہلانہ باشد غمخشی اور تشریف لے گئے۔ عبد اللہ بن  
 جدعان کی باندی یہ تمام واقعہ دیکھ رہی تھی۔ اتنے ہی میں حضرت حمزہ شکار سے اپنا تیر کمان  
 لیے ہوئے واپس آئے عبد اللہ بن جدعان کی باندی نے حضرت حمزہ دیکھ کر کہا اے ابوعبیدہ کاش  
 تم اس وقت موجود ہوتے جب ابوجہل تمہارے پیچھے کو نہایت سخت اور ست اور نازیبا کلمات  
 کہہ رہا تھا۔

سنئے ہی حضرت حمزہ کی حمیت اور غیرت جوش میں آگئی وہیں سے ابوجہل کی تلاش میں روانہ

(۱) البدایہ و مدثر، آیت: ۱۱ (۲) النحل، آیت: ۹۰ (۳) البدایہ و النہایہ، ج ۳، ص: ۶۱

(۴) ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ نبوی میں اسلام لائے اور یہی مشہور قول ہے حافظ

ابن حجر اسلم میں فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ سلسلہ نبوی میں اسلام لائے۔ ۱۲ زرقانی ص ۱۵۲ ج ۱

ہوتے۔ حضرت حمزہ کا یہ معمول تھا کہ جب شکار سے واپس آتے تو سب سے پہلے حرم میں حاضر ہوتے۔ اسی معمول کے مطابق حرم میں پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ ابوہل قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا ہے۔ پہنچتے ہی اس کے پاس زور سے کمان ماری کہ سر زخمی ہو گیا اور کہا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے میں غزا کے دین پر ہوں بعض حاضرین مجلس نے چاہا کہ ابوہل کی حیات کیلئے کھڑے ہوں لیکن ابوہل نے خود ہی سب کو روک دیا اور کہا آج میں نے ان کے بھتیجے کو بہت سخت سست کما ہے۔ حمزہ کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بعض حاضرین مجلس نے حضرت محمدؐ سے مخاطب ہو کر یہ کہا اے حمزہ کیا تم صابی (بے دین) ہو گئے ہو۔ حضرت حمزہ نے فرمایا مجھ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صداقت خوب منکشف ہو گئی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ فرماتے ہیں وہ سراسر حق ہے میں کبھی اس سے باز نہ آؤں گا۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو حضرت حمزہ یہ کہہ کر گھر واپس آئے شیطان نے مسورہ ڈالا کہ اے حمزہ تم قریش کے سردار ہو تم نے اس صابی کا کیسے اتباع کیا اور اپنے ابا و اجداد کا دین کیوں چھوڑ دیا اس سے مرجانا بہتر ہے جس سے حمزہ کچھ تردد و اشتباہ میں پڑ گئے۔ حضرت حمزہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ جل شانہ سے دُعا مانگی۔

اللہم ان کان رشد افاععل لے اللہ اگر یہ ہدایت ہے تو اسکی تصدیق میرے  
تصدیقہ فی قلبی والا فاجعل قلب میں ڈال دے۔ ورنہ اس سے چھٹک لگتی  
لی مما وقعت فیہ مخنجا۔ مستند ۱۹۳ (۱) صورت پیدا فرما۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تمام شب اسی بے چینی اور اضطراب میں گزری ایک لمحہ کے لیے بھی آنکھ نہ لگی جب کسی طرح یہ اضطراب اور بے چینی رفع نہ ہوئی تو حرم میں حاضر ہوا اور نہایت تضرع اور زاری سے دعا مانگی۔ لے اللہ میرا سینہ حق کے لیے کھول دے اس شک اور تردد کو دور فرما۔ دعا ابھی ختم نہ کرنے پایا تھا کہ لحنت تمام خیالات باطل میرے قلب سے

صاف ہو گئے اور دل ادعان اور ایمان سے لبریز ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا۔ آپ نے میرے استقامت اور اسلام پر قائم اور ثابت رہنے کی دعا فرمائی (۱)۔ مندرک حاکم میں ہے کہ حضرت حمزہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ کہا۔

أَشْهَدُ أَنْكَ لَصَادِقٌ شَهِادَةً  
مُصَدِّقٌ وَالْعَارِفُ - میں گواہی دیتا ہوں کہ تھیں آپ یقیناً سچے ہی ہیں  
تصدیق کرنے والے اور پہچاننے والے کی ہی گواہی دیتا ہوں۔

اے میرے بھتیجے آپ اپنے دین کو علی الاعلان ظاہر فرمائیے خدا کی قسم مجھ کو دنیا و مافیہا بھی ملے تب بھی آپ کا دین چھوڑ کر آباؤی دین اختیار نہ کروں گا اور یہ شعر پڑھے۔

حَمِدْتُ اللَّهَ حِينَ هَدَى قَوَادِي  
إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللِّدَيْنِ الْحَنِيفِ اور میں نے خدا کی حمد فرمائی جب اس نے میرے ملک اسلام و دین الایہی کے قبول کرنے کی توفیق دی۔

لِلدِّينِ جَاءَ مِنْ رَبِّ عَزِيزٍ  
خَبِيرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيفٌ اس دین کی توفیق دی جو ایسے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو کہ بندوں کے حال سے باخبر اور ان پر مہربان ہے  
إِذْ أَتَيْتُ رَسُولَهُ عَلَيْنَا تَحَدَّرَ دُمُوعُ ذِي اللَّبِّ الْحَنِيفِ جب اس کے پیام پر پڑھے چلتے ہیں تو کامل العقل انسان کے آنسو بہنے لگتے ہیں

رَسُولُ جَاءَ أَحْمَدُ عَنْ هَذَا هَا  
بَايَاتٍ مُبَيِّنَةٍ الْحُرُوفِ وہ خدا کے پیام پر جو کہ تمہاری اصل اللہ علیہ وسلم کے رسول کی طرف سے لیا کرتے ہیں جو صاف صاف اور واضح آیتیں ہیں  
وَأَحْمَدُ مُصْطَفَى فِينَا مُطَاعٌ فَلَا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيفِ اور احمد تمہاری خدا کے برگزیدہ ہم میں واجب الامت ہیں جو حق وہ لیکر آتے ہیں اس کو ڈرنا کلمی سے چھپاؤ۔

فَلَا وَاللَّهِ نَسَلُهُ لِقَوْمٍ وَلَمَّا نَقَضَ فِيهِمْ بِالسُّيُوفِ خدا کی قسم جب تک تم اللہ کے فیصلہ نہیں لیں اور تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز لوگوں کے حوالے نہ کریں گے (۲)

حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے قریش یہ سمجھ گئے کہ آپ کو ایذا اور تکلیف دینا کوئی آسان نہیں۔

**قائدہ:-** جس وقت عبداللہ بن جدعان کی باندی نے حمزہ سے ابو جہل کے سخت و سست کئے ہوئے واقعہ بیان کیا تو حمزہ غیظ و غضب سے بھڑک اٹھے۔ سیرۃ ابن ہشام اور مستدرک حاکم اور عیون الاثر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیظ و غضب ان الفاظ میں مروی ہے۔  
**فاحتمل الغضب لما أراد الله** حمزة حمزة غصه میں آگئے اس لیے کہ اللہ نے بہ من کرامتہ۔ ان کو کرامت اور شرف عطا کرنے کا ارادہ فرمایا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حق جل شانہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کی قلب میں اپنے دشمنوں کا غیظ و غضب ڈالتے ہیں۔ ایمان کی میزان (ترازو) جب ہی سوار سوار (برابر) ہوتی ہے کہ جب اس کا دایاں پلہ حُبِّ فی اللہ سے اور بائیں پلہ بُغْضِ فی اللہ سے بھرا رہے۔  
**لما قال النبي صلى الله عليه وسلم من أحب لله وأبغض لله فقد استكمل الايمان**۔ یعنی جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے بغض رکھا اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ اس ناچیز کے خیال میں جب فی اللہ اور بغض فی اللہ میں تلازم ہے ایک کا دوسرے سے انفکاک اور انفصال ناممکن اور محال معلوم ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کبھی حب فی اللہ کا ظہور پہلے ہوتا ہے اور کبھی بغض فی اللہ کا نیز حب فی اللہ مقصود بالذات ہے اور بغض فی اللہ مقصود بالعرض ہے۔ اس لیے حب فی اللہ کا ترازوئے ایمان کے دائیں پلہ میں اور بغض فی اللہ کا بائیں پلہ میں رکھا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

**سردارانِ قریش کی طرف سے دعوتِ اسلام کو بند کر دینے کے لیے مال و دولت اور حکومت و ریاست کی طمع اور آپ کا جواب باصواب**

قریش نے جب یہ دیکھا کہ حضرت حمزہ بھی اسلام لے آئے اور دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے تو ابو جہل اور عقبہ اور شیبہ اور ولید بن مغیرہ اور امیر بن خلف اور اسود بن المطلب اور دیگر

روساتے قریش نے مشورہ کر کے آپؐ سے گفتگو کرنے کے لیے عقبہ بن ربیعہ کو منتخب کیا جو سحر اور کمانت اور شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا مکتا تھا۔

عقبہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا اے محمدؐ آپؐ کے حبیب و نسیب لائق و فائق ہونے میں کوئی تردد نہیں مگر انفسوس کہ آپؐ نے تمام قوم میں تفریق ڈال دی۔ ہمارے بھائیوں کو برا کہتے ہیں ابواجد اور کواحق اور نادان بتلاتے ہیں اس لیے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوالولید کہو میں سنتا ہوں۔

عقبہ نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تمہارا ان باتوں سے کیا مقصد ہے۔ اگر تم مال و دولت کے خواہاں ہو تو ہم سب تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیں کہ بڑے سے بڑا امیر بھی تمہاری ہمسری نہ کر سکے گا اور اگر تم شادی کرنا چاہتے ہو تو جس عورت کے اور جتنی عورتوں سے چاہو تو ہم شادی کر دیں اور اگر عزت اور سرداری مطلوب ہے تو ہم سب آپؐ کو اپنا سردار بنالیں اور اگر حکومت اور ریاست چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنالیں اور اگر تم کو آسیب ہے تو ہم علاج کرائیں۔

آپؐ نے فرمایا اے ابوالولید کیا تم کو جو کہنا تھا وہ کہہ چکے۔ عقبہ نے کہا۔ ہاں آپؐ نے فرمایا اچھا اب جو میں کہتا ہوں وہ سنو۔ مجھ کو نہ تمہارا مال و دولت و نہ کار ہے اور نہ تمہاری حکومت اور سرداری مطلوب ہے میں تو اللہ کا رسول ہوں اللہ نے مجھ کو تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب اتاری اور مجھ کو حکم دیا کہ میں تم کو اللہ کے ثواب کی بشارت سناؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور بطور نصیحت و خیر خواہی اس سے تمہیں آگاہ کر دیا اگر تم اسکو قبول کرو تو تمہارے لیے سعادت دارین اور فلاح کو نین کا باعث ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کر دوں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان میں فیصلہ فرماتے اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
حَمْدٌ مُّزَيَّلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
كِتَابٌ فَصَّلَتْ اِيَّاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّعَلَّيْ  
يَعْلَمُوْنَ هٗ بِشِيْرٍ اَوْ نَذِيْرٍ فَاَعْضِ  
اَكْثَرَهُمْ فَهَمْ لَا يَمْعَمُوْنَ  
وَقَالُوْا اَقْلُوْبُنَا فِيْ اِكْنَةِ مِمَّا  
تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ وَفِيْ اَذْنَانَا وَقُرُوْ  
مِّنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ  
اِنَّا عَمِلُوْنَ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ  
مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا الْهٰكُمُ  
اِلٰهُ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْا اِلَيْهِ  
وَاَسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ  
لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُوْلُوْنَ  
الرَّكُوْعَةَ وَهُمْ بِاٰخِرَةِ هُمْ  
كَافِرُوْنَ هٗ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا  
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ  
قُلْ اِيْنكُمْ تَكْفُرُوْنَ بِاِلٰدِيْ  
خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ  
لَهٗ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ  
وَجَعَلَ فِيْهَا رِاْسِيْ مِّنْ قُوْرَتِهَا وَاَبٰرَكْ  
فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَنْوَاْنَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
یہ کلام ہے جو رحمان اور رحیم کے طرف سے نازل کیا  
گیا۔ یہ ایک کتاب ہے جسکی آیتیں صاف اور واضح  
ہیں۔ ایسا قرآن ہے جو عربی زبان میں آتا را گیا  
ہے ان لوگوں کے لیے ناصح ہے جو سمجھ رہے ہیں  
بشارت دینے والا اور ڈراؤ والا ہے حتیٰ تو یہ تھا  
کہ اس پر ایمان لاتے مگر اکثر لوگوں نے اسے جبراً عرض  
کیا کہ سنئے ہی نہیں اور یہ کہتی ہیں کہ ہمارے دل  
پر دلوں میں ہیں اس چیز سے کہ جس کی طرف آپ  
ہم کو دعوت دیتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈالتے  
اور ہمارے آپ کے درمیان ایک بڑا حجاب عا ہے  
جس کی وجہ سے آپکی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔  
پس آپ اپنا کلام سمجھئے اور ہم اپنا کلام کہتے ہیں آپ  
ان کو جواب میں کہہ دیجئے کہ میں تمکو ایمان لانے پر مجبو  
نہیں کرتا فقط حق کی دعوت پر اکتفا کرتا ہوں۔ جزیاء  
نیست میں تم جیسا بشر ہیں لیکن حق تعالیٰ نے مجھ کو  
نبرت اور رسالت سے سرفراز فرمایا ہے مجھ پر اللہ  
کی وحی آتی ہے کہ تمکو بتلاؤں کہ تم اسے جو ایک  
ہی ہے پس سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور  
غیر اسکی پرستش سے توبہ اور استغفار کرو اور وہی  
خرابی ہے شرک کرنے والوں کے لیے کہ جو رکوعۃ



اَيَّامٍ سَوَاءٍ لِّلسَّائِلِينَ ثَوَّاسْتَوَىٰ  
 إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ  
 لَهَا وَ لِلْأَرْضِ اجْنِي طَوْعًا  
 أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعَتَيْنِ  
 فَفَضَّهْنِ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي  
 يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ  
 سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا  
 السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ  
 وَحِفْظًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ  
 الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝  
 فَإِنِ اعْرَصُوهُنَّ لَأُنْذِرَنَّكُمْ  
 صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ  
 عَادٍ وَثَمُودَ ۝ (۱)

نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں تحقیق  
 جو لوگ ایمان لاتے اور نیک کام کیے ان کے  
 لیے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف نہیں ہوگا۔ آپ  
 ان سے کہہ دیجیے کہ کیا تم اس خدا کا انکار  
 کرتے ہو جس نے تمام زمین کو دو دن میں بنایا  
 اور اس کے لیے شریک تجویز کرتے ہو یہی زمین  
 کا بنانے والا تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور  
 اسی نے زمین پر پہاڑ بنائے اسی نے زمین  
 میں برکتیں رکھیں یعنی نباتات و حیوانات پیدا  
 کیے اور اسی میں ان کی غذا میں مقرر کیں۔ یہ  
 سب چائل میں ہوا۔ پوچھنے والوں کے لیے  
 حقیقت حال کو بتلادیا گیا پھر یہ سب کچھ پیدا  
 کر کے آسمان کے بنانے کی طرف توجہ فرمائی

اور اس وقت آسمان ایک دھواں سا تھا۔ اس کو مجرد صورت پر بنایا اور پھر آسمان اور زمین  
 سب سے فرمایا کہ میری حکم کی طرف آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم نہایت خوشی  
 سے تعمیل حکم کیے حاضر ہیں پس دو روز میں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس  
 کے احکام بھیجے اور آسمان دنیا کو چرخوں سے مزین کیا اور استراقِ شیا طین سے ان کو محفوظ کیا۔ یہ  
 ہے تدبیرِ خدائے غالب اور دانائی پس اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کہہ دیجیے کہ میں تم کو ایسے آسمانی  
 عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے قوم عاد اور ثمود پر میں نے نازل کیا تھا۔

آپ تلاوت فرماتے رہے اور قہر و دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب زمین پر ٹیکے ہوئے

بہوت سنا رہا لیکن آپ جب اس آخری آیت فان اعرضوا لایہ پر پہنچے تو عتبہ نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ پر رکھ دیا آپ کے قدم دے کر کہا اللہ آپ ہم پر رحم فرمائیں عتبہ کو ڈر ہوا کہ کہیں قوم کا اور قوم نمود کی طرح اسی وقت مجھ پر کوئی عذاب نازل ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے پھر سجدہ تک آیتیں تلاوت فرمائیں اور سجدہ تلاوت فرمایا جب تلاوت ختم فرما چکے تو عتبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوالولید جو کچھ سنا تھا وہ تم سُن چکے اب تم کو اختیار ہے۔ عتبہ آپ سے رخصت ہو کر اپنے رفقاء کے پاس آیا لیکن عتبہ وہ عتبہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ ابوجہل بول اٹھا کہ عتبہ وہ عتبہ نظر نہیں آتا۔ غلبہ تو صابی ہو گیا۔ عتبہ نے کہا میں نے ان کا کلام سنا۔ واللہ میں نے کبھی ایسا نہیں سنا وہ شعر ہے زدہ سحر ہے اور نہ کمانت ہے۔ وہ تو کوئی اور ہی چیز ہے۔ اے قوم اگر تم میرا کہنا مانو تو محمد کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ خدا کی قسم جو کلام میں ان سے سُن کر آیا ہوں عنقریب اسکی ایک شان ہوگی۔ اگر عرب ان کو ہلاک کر دیا تو بھیر تمہیں کسی فکر کی ضرورت ہی نہیں اور اگر محمد عربیؐ غالب آئے تو ان کی عزت تمہاری عزت ہے اور ان کی حکومت تمہاری حکومت ہے اس لیے کہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں۔ قریش نے کہا اے ابوالولید محمد نے تم پر سحر کر دیا ہے عتبہ نے کہا میری رائے تو یہی ہے تم جو چاہو کرو،

### نزولِ قل یا ایہا الکافرون

ابن عباس سے مروی ہے کہ قریش نے آپؐ سے یہ درخواست کی کہ یا تو آپ ہمارے بتوں کی مذمت سے باز آجائیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کی ایک صورت ہے کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پرستش کیجیے اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت اور بندگی کریں گے معجم طبرانی میں ہے کہ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ  
آپ کہہ دیجیے اے منکر دینیوں تمہارے  
مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ  
معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور تم میرے

(۱) غیون الاثر ج: ۱، ص: ۱۰۵، نزقانی شرح مواہب ج: ۱، ص: ۲۵۷ الخصائص الکبریٰ

ج: ۱، ص: ۱۱۳۔

مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدُ  
تُمْرُ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُهُنَّ مَا أَعْبُدُ  
لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ  
دین - (۱)

معبود کی پرستش کرتے ہوا روز میں تمہارے  
معبودوں کی پرستش کروں گا اور تم میرے  
معبود کی پرستش کرو گے تمہارے لیے تمہارا دین  
ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔

ابن جریر طبری کی روایت میں ہے کہ سورۃ کافرون کے علاوہ یہ آیت بھی نازل ہوئی۔  
أَقُلُّ أَفْغَرُ اللَّهُ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ  
أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ وَلَقَدْ أَوْحَى  
إِلَيْكَ وَالْمَ الَّذِينَ  
مَنْ قَبْلَكَ لِكُلِّ أَشْرَكَ  
لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ وَلِتَكُونَنَّ  
مِنَ الْخَاسِرِينَ  
بَلِ اللَّهِ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ  
الشَّاكِرِينَ (۲)

آپ ان سے کہہ دیجئے اے جاہلوں! تم مجھے کوئی غیر اللہ  
کی عبادت کا مشورہ دیتے ہو اور البتہ تحقیق آپ کی  
طرف اور تمام گزشتہ پیغمبروں کی طرف یہ دکھائی  
جا چکی ہے کہ اے مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو  
تیرے تمام اعمال غارت اور برباد ہو جائیں گے  
اور خسارہ میں چڑ جائے گا اے مخاطب کبھی شرک  
نہ کرنا بلکہ ہمیشہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اللہ کے  
شکر گزار بندوں میں سے رہنا۔

### مشرکین مکہ کے چند محل اور یہودہ سوالات

اس کے بعد قریش نے آپؐ کو یہ سوالات کیے کہ آپؐ کی قوم نہایت تنگ دست ہے اور شے آپکے سامنے  
پیش کرتے ہیں اس کو منظور کیجیے وہ یہ کہ آپؐ کو معلوم ہے کہ آپؐ کی قوم نہایت تنگ دست ہے اور  
یہ شہر مکہ بھی بہت تنگ ہے ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں سبزی اور خا دانی کا کیں نام نہیں لندا  
آپؐ اپنے رب سے جس نے آپؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے آپؐ یہ درخواست کیجیے کہ اس  
شہر کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دے تاکہ شہر میں وسعت ہو اور شام و عراق کی طرح اس شہر  
ماء کا مال تھالی دوان قرآن سرت بالبال او قطعت بالارض و کلم بالوئی بل اللہ الامرجیہا۔ غفر لہم  
الذین آمنوا ان لویت اللہ لہدی الناس جیسا ۱۲ - (۱) سورہ الکافرون (۲) الزمر آیت ۶۳-۶۶

میں نہریں جاری کر دے اور ہمارے آباد اجداد اور خصوصاً قصی بن کلاب کو زندہ فرمائے تاکہ ہم ان سے تمہاری بابت دریافت کر لیں کہ جو تم کہتے ہو وہ حق ہے یا باطل اگر ہمارے آباد اجداد نے زندہ ہونے کے بعد تمہاری تصدیق کی تو ہم سمجھ لیں گے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور ہم بھی تمہاری تصدیق کریں گے۔ اپنے فرمایا میں اس لیے نہیں بھیجا گیا۔ خدا نے جو پیام دے کر بھیجا تھا وہ تم تک پہنچا دیا۔ اگر تم اس کو قبول کرو تو تمہاری خوش نصیبی ہے اور اگر تم نہ مانو تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے قریش نے کہا اچھا اگر آپ ہمارے لیے ایسا نہیں کر سکتے تو آپ خدا سے اپنے ہی لیے دعا کیجیے کہ اللہ آسمان سے ایک فرشتہ نازل فرمائے اور آپ کی تصدیق کے لیے ہر جگہ آپ کے ساتھ رہے نیز اللہ تعالیٰ سے درخواست کیجیے کہ وہ آپ کو باغات اور محلات اور سونے چاندی کے خزانے عطا فرمائے جس سے آپ کا شرف اور آپ کی بزرگی معلوم ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری طرح آپ بھی طلب معاش کے لیے بازاروں میں جاتے ہیں۔ اپنے فرمایا میں خداوند والجلال سے کبھی اس قسم کا سوال نہ کروں گا۔ میں اس لیے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو شیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں تم اگر مانو تو تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت بہودی ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ قریش نے کہا کہ اچھا تم اللہ سے دعا مانگو کہ ہم پر کوئی عذاب نازل فرمائے۔ اپنے فرمایا اللہ کو اختیار ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے یا مہلت دے اس پر عبد اللہ بن ابی امیہ کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمد آپ کی قوم نے اتنی باتیں آپ کے سامنے پیش کیں مگر آپ نے ایک بات کو بھی نہ منظر لایا

عَلَّ الْبَرَّةَ وَالنَّهْيَةَ جَلَّہُمْ میں ہے کہ آپ قصی بن کلاب کے زندہ کرنے کی جب درخواست کی تو اس کی عدالت بیان کی فاذن شیعنا صدقنا قصی بنی زکرا وریحہ تھے۔ وقال تعالیٰ۔ وقالوا مالہم الرسول کل اللہام ویشی فی الاسواق لئلا یزالوا یرفکون معنذرا وایطی الیکم انما یحکمون لوجہ ربہم یا کل منہا وقال الظالمین لم یمنعنا الا رجلا سحرا۔ انظر کیف فخر بالکمال لک ففعلوا فایلا استطیعوا لیسئلوا لک الذی انشاء جعل لک غیر من فاکل جنات تجری من تحتہا الانہار یدخل لک قصورا۔ یہ آیتیں اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں، علیہ عبد اللہ بن ابی ایہ اسخضرت علی علیہ السلام کچھ بھی لڑکھائی

اے محمد خدا کی قسم اگر تم میری طرح لگا کر آسمان پر بھی چڑھ جاؤ اور وہاں سے تم اپنی نبوت رسالت کا پروانہ لکھا لاؤ اور چار فرشتے بھی تمہارے ہمراہ آئیں اور تمہاری نبوت کی علی الاعلان شہادت دیں تو میں تب بھی تمہاری تصدیق نہ کروں گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یابوس ہو کر گھر تشریف لے آئے۔ (۱)

### تحقیق ایتق

حق جل و علانے جب کسی کو نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا تو اس کے ساتھ ساتھ رسالت کے تمام لوازمات و علامات بھی عطا فرمائے کہ اگر کوئی شخص اپنے قلب کو زینع و عباد سے پاک کر کے ان میں غور و فکر کرے تو اس کو نبوت و رسالت میں کسی قسم کا شک باقی نہ رہے مگر ایسے براہین اور دلائل نہیں عطا کیے جاتے کہ جن کو دیکھتے ہی اضطرابی طو پر حضرات انبیاء کی صدق اور سچائی کا یقین ہو جاتے اس لیے کہ مقصود تو ابتلا اور امتحان ہے اور امتحان اکتسابی میں ہے یعنی جو ایمان آیات نبوت و علامات رسالت میں غور و فکر کرنے کے بعد لایا جاتے اسی ایمان و ایقان اور اسی تصدیق و اذعان پر جزاء اور سزا کا مدار ہے جو ایمان اور تصدیق اپنے اختیار اور ارادہ سے ہو شریعت میں اسی کا اعتبار ہے اور جو تصدیق اضطرابی اور بدیہی طور پر حاصل ہو نہ وہ شریعت میں معتبر ہے اور نہ عند اللہ وہ مطلوب ہے۔ محض حضرات انبیاء اللہ علیہم السلام الف الف صلوات اللہ کے اعتماد اور بصورت پر فرشتوں کو حق جاننا یہ ایمان اختیار ہی اور تصدیق ابراہی ہے اور مرتے وقت فرشتوں کو دیکھ کر فرشتوں کو اور ام المؤمنین ام سلمہ کے بجا بھی ہیں۔ فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے ام المؤمنین کی شناعت سے آپ نے قصور و غلطی فرمایا۔ یہ آیتیں آپ کے ہاں سے نازل ہوئیں۔ وقالوا ان تو من ملک حق تنزلنا من الارض فیو عا اذکون لک جنہ من نخل و عنب فتجر الانهار خالدا فیہ کما زعمت علینا کنا اولیٰ باللہ و الملائکہ قبلا اذکون لک بیت من زخون اذنی فی السمارون تو منکے دیکھ کر جی تنزل علینا کتابا تقرؤ قل سبحان ربی بلکنت الانبیا رسول اللہ ﷺ

حق جاننا یہ اضطراری اور غیر اختیاری ایمان و تصدیق ہے جو شریعت میں معتبر نہیں۔ دار دنیا ابتلا و امتحان ہے لہذا حضرات انبیاء اللہ کو ایسے معجزات عطا فرماتا کہ جن کو دیکھتے ہی اضطراری طور پر حضرات انبیاء کی حقانیت کا ایسا یقین آجائے کہ کسی معاند کو بھی انکار کی گنجائش نہ رہے یہ سراسر خلافت حکمت ہے، نیز بعثت انبیاء کا جو مقصد ہے وہ بالکل فوت ہوا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مقصود تو یہ ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں اگر اضطراری ایمان مقصود نہ تھا تو انبیاء اللہ کو دنیا میں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی حق جل و بالا براہ راست اپنا کلام بندوں کو سنا دیتے بلا واسطہ کلام الہی اس لیے کہ بعد پھر کسی سے انکار ناممکن اور محال تھا۔ مشرکین مکہ اسی قسم کے دلائل و براہین چاہتے تھے کہ جن کو دیکھتے ہی اضطراراً آپ کی نبوت و رسالت کا یقین آجائے۔ مثلاً فرشتوں کا لوگوں کے سامنے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دینا یا مردوں کا زندہ ہو کر آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دینا اس قسم کے آیات اور علامات اظہار سے اس لیے انکار کر دیا گیا کہ ایسے معجزات کا اظہار حکمت اور مقصد بعثت کے سراسر منافی اور مبایں ہے نیز حق تعالیٰ شانہ کی یہ سنت ہے کہ جو قوم منہ مانگے معجزات دیئے جانے کے بعد بھی ایمان نہ لاتے وہ اسی وقت عذاب الہی سے ہلاک کر دی جاتی ہے جیسا کہ اہم سابقہ کے واقعات قرآن عزیز میں جا بجا مذکور ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ یہ خاص خاص نشانیاں جو قریش چاہتے ہیں ہمیں ان کے بھیجنے میں کوئی مانع نہیں مگر صرف یہ کہ پہلے لوگوں نے بھی اس قسم کے معجزات دیے جانے کے بعد بھی ایمان لانے سے انکار کیا اس لیے وہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے اسی طرح یہ لوگ بھی منہ مانگے معجزات دیے جانے کے بعد اگر ایمان نہ لائے تو قدیم سنت کے مطابق یہ لوگ بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے۔

اگرچہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ان کی برکت سے اس قسم کے تمام عذاب اٹھا دیے گئے کہ جو اہم سابقہ پر بھیجے گئے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے

کہ قریش نے کہہ سے یہ درخواست کی کہ کوہ صفا کو آپ سونا بنادیں آپ نے ارادہ فرمایا کہ اس بار اللہ سے دعا مانگیں۔ جبریل امین تشریف لے آئے اور یہ فرمایا کہ اے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپ ان سے فرما دیجیے کہ جو چاہتے وہی ہو جائے گا لیکن یہ سمجھ لو کہ ان ناشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد اگر ایمان نہ لاتے تو پھر خیر نہیں اسی وقت ہلاک کر دیے جاؤ گے۔ قریش نے کہا کہ ہم کو ضرورت نہیں۔ یہ تمارے علامہ سیلی کے کلام کی تفصیل ہے (۱)

### قریش مکہ کا علماء یہود سے مشورہ

قریش کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارے یہ سوالات جاہلانہ اور معاندانہ سوالات تھے تو مشورہ کر کے نصر بن حارث اور عقیقہ بن ابی معیط کو مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ وہاں پہنچ کر علماء یہود سے آپ کے بارہ میں استفسار کریں۔ وہ لوگ انبیاء کے علوم سے واقف اور پیغمبروں کی علامتوں سے آگاہ اور باخبر ہیں یہ دونوں آدمی مدینہ منورہ پہنچے اور علماء یہود سے تمام واقعہ ذکر کیا۔ علماء یہود نے کہا کہ تم تین چیزوں کے متعلق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کرنا (اول) وہ لوگ کون ہیں جو غامض جاچھے تھے اور ان کا کیا واقعہ ہے یعنی ان اصحاب کنت کا قصہ دریافت کرو (دوم) وہ کون شخص ہے جس نے مشرق سے لیکر مغرب تک تمام پٹے زمین کو چھان مارا یعنی ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرو (سوم) روح کیا شے ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان تینوں سوالوں میں سے اول اور دوم کا جواب دے دیں اور تیسرے سے سکوت فرمائیں تو سمجھ لینا کہ وہ نبی مرسل ہیں ورنہ کاذب اور مفتی ہیں نصر اور عقیقہ منہ جان شاداں کہہ واپس آئے اور قریش سے کہا کہ ہم ایک فیصلہ کن بات لیکر آتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ سوالات پیش کیے آپ نے اس امید پر کہ کل تک اس بابے میں کوئی وحی ربانی نازل ہو جائے گی یہ فرمایا کہ کل جواب دوں گا۔ بمقتضائے بشریت آپ انشلہ (اگر خدا نے چاہا) کتنا بھول گئے۔ چند روز کے انتظار کے بعد سورۃ کہف

کی آیتیں نازل ہوئیں جس میں اصحاب کھٹ اور ذوالقرنین کا قصہ بالتفصیل بتلایا گیا اور میرے سوال کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی قل الروح من امر ربی یعنی آپسے کہہ دیجیے کہ روح کی حقیقت تو ہم سمجھ نہیں سکتے اتنا جاننا کافی ہے روح ایک چیز ہے اللہ کے حکم سے جب بدن میں آپڑے تو وہ جی اٹھ جاتا ہے جب نکل گئی تو مر گیا (موضع القرآن) اور بمقتضائے بشریت جو انشاء اللہ کنا بھول گئے تھے اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَقُوْنُ لِنَفْسِكَ اِثْمًا ۚ فَاَعْلٰمْ  
ذٰلِكَ عَمْدًا ۚ اِلَّا اَنْتَ يٰثَنٰۤاء  
اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَبَّكَ  
اِذَا نَسِيتَ (۱)

کسی شئی کے متعلق یہ ہرگز نہ کہو کہ میں کل یہ کر دیا گا  
مگر انشاء اللہ اسکی ساتھ ضرور ملا اور اگر بھول جاؤ  
تو جب یاد آتے تو اسی وقت انشاء کر لو گا اس  
بھول کی تلافی ہو جاتے۔

اس لیے ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک سال کے بعد بھی انشاء اللہ یاد آتے تو اس وقت کہلاتے کہ اس سہرا درنیاں کا تدارک ہو جاتے۔ ایک سال کے بعد انشاء اللہ کہنے کا یہ مطلب ہے اور مطلب نہیں کہ ایک سال کے بعد طلاق اور عتاق میں تعلیق معتبر ہے۔

چونکہ حق تعالیٰ کی مشیت کو چھوڑ کر اپنی مشیت پر اعتماد کر کے یہ کہہ کہیں کل کو یہ کر دینا خدا کے نزدیک ناپسند ہے اس لیے اگر کوئی شخص فی الحال انشاء اللہ کنا بھول گیا تو اس کی تلافی یہ ہے کہ جب یاد آتے اسی وقت انشاء اللہ کہے تاکہ مافات کی تلافی ہو جاتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ طلاق اور عتاق حلف اور بیعت میں بھی ایک سال بعد انشاء اللہ کنا معتبر ہے امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر نے ابن عباسؓ کے من قول کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

روح اور نفس :

روح کی حقیقت میں علماء کے بہت اقوال ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی جہنت



سوائے خدائے عظیم و خیر کے کسی کو معلوم نہیں حافظ ابن اسحاقؒ متن الزبدین میں فرماتے ہیں ۔

والروح ما اخبر منها المجتبیٰ فتمسك المقال عنها اذ بکا  
اس وقت یہ مقصود نہیں کہ اس بارہ میں فلاسفہ اور اہلبار کے مختلف اقوال نقل کر کے ناظرین کو حیرانی و پریشانی میں ڈال دیا جاتے۔ مقصود یہ ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتلادیا جائے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روح اور نفس کے بارہ میں کیا ہدایت کی ہے اور کس حد تک ہم کو اس کے احوال اور اوصاف سے آگاہ کیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک روح ایک نورانی جسم لطیف کا نام ہے جو بدن میں اس طرح جاری اور ساری ہے، جیسے پانی گلاب میں اور نیل تریں میں درآگ کہ نہ میں جب تک یہ جسم لطیف اس جسم کثیف میں جاری و ساری ہے اس وقت تک یہ جسم کثیف زندہ ہے اور جب یہ جسم لطیف اس جسم کثیف سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو وہ جسم مردہ ہو جاتا ہے جسم لطیف کا جسم کثیف سے اتصال اور تعلق رکھنے ہی کا نام حیات اور زندگی ہے اور مفارقت اور انقطاع تعلق کا نام موت ہے۔ روح کا جسم لطیف ہذا آیات قرآنیہ اور بیشتر احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف صلوة الف تحیۃ سے ثابت ہے مثلاً روح کا پکڑنا اور چھوڑنا اور فرشتوں کا اس کے نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھانا اور روح کا مرنے کے وقت حلقوم تک پہنچنا روح کے یہ اوصاف قرآن کریم میں مذکور ہیں جس سے اس کا جسم ہرنا صاف ظاہر ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب مؤمنین کی روح قبض ہوتی ہے تو مؤمن کی نگاہ اس کو دیکھتی ہے۔ مؤمن کی روح پرند کی طرح جنت کے درختوں پر اڑتی پھرتی ہے اور وہاں کے میوے اور پھل کھاتی ہے۔ عرش کے فندیوں میں جا کر آرام لیتی ہے۔ مؤمن کی روح کو جنت کے کفن میں پھیٹ کر فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ہر آسمان کے مقرب فرشتے دروازے تک اس کی مشایعت کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تک پہنچ جاتی ہے۔

اور کافر کی روح کو اسفل السفلین اور سجین میں پھینک دیا جاتا ہے۔ مومن کی روح کے لیے فرشتے جنت کا سریری کفن لیکر آتے ہیں اور کافر کی روح کے لیے مٹی ٹاٹ کا کفن لگاتے ہیں۔ مومن کی روح معطر اور خوشبودار ہوتی ہے فرشتوں کی جس جماعت پر اس کا گذر ہوتا ہے تو یہی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ روح ہے اور کافر کی روح متعفن اور بدبودار ہوتی ہے حافظ ابن قیم قدس اللہ روج نے کتاب الروح میں روح کا جسم لطیف ہونا ایک مسئلہ کے سولہ دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ دلیل میں صرف کتاب اور سنت اور اقوالِ سلف کو پیش کیا ہے۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ کتاب اور سنت اور صحیح کرام کا اجماع اسی پر دلالت کرتا ہے کہ روح ایک جسم لطیف کا نام ہے اور سلیم اور فطرت صحیحہ اسی کی شاہد ہے (۱)

امام غزالی کے استاد امام الحرمین نے بھی ارشاد میں روح کی یہی تعریف فرمائی ہے۔ جو ہم نے ذکر کی ہے اور اسی کو علامہ تقی تازانی نے شرح مقاصد کی بحث معاذ میں نقل کیا ہے علامہ بقاعی سر الروح میں امام الحرمین کے قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں علیٰ هذا القول دل الكتاب والسنة واجماع الصحابة وادلة العقل والفتوة سر الروح کتاب اور سنت اور اجماع صحابہ اور دلائل عقل و فطرت یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو اس جسم کثیف میں سرایت کے ہوتے ہیں اور شیخ عبد الدین بن عبد السلام فرماتے ہیں ویجوز ان تكون الارواح كلها نورية لطيفة شفافه. ویجوز ان یختص ذلك باسرار المومنین والملائكة دون ارواح الكفار والشیطنین کفار اور شیاطین کی ارواح نورانی نہ ہوں۔ جیسا کہ حدیث صریحہ میں ہے۔

مشکوٰۃ الصدور ص ۲۱۱

ان اسرافیل یدعو الارواح فتاتہ اسرافیل علیہ السلام ارواح کو بلائیں گے مسلمانوں  
 جمیعاً۔ ارواح المسلمین تتوہج کی ارواح روشن اور منور حاضر ہوں گی اور کافروں  
 نوروا الاخری مظلمة (۲) کی مظلم اور تاریک

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نورانی ہونا ارواحِ مؤمنین کے ساتھ مخصوص ہے اور  
 کفار ظلمانی ہوں گی لیکن ممکن ہے کہ اصل فطرت کے لحاظ سے مؤمن اور کافر سب ہی کی فطرت  
 نورانی ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے بَلْ مَوْلُودٌ عَلٰی الْفِطْرَةِ فَابْوَاهُ يَهُودًا نَّصْرَانًا  
 وَمَجْسَانًا۔ مؤمن کی روح ایمان کی وجہ سے اور منور ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ ایمان حقیقت  
 میں ایک نور ہی ہے اور کافر کی روح کفر کی وجہ سے تاریک ہو جاتی ہے جیسا کہ حجر اسود جب  
 جنت سے نازل ہوا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ بنی آدم کی خطاؤں نے اس کو سیاہ کر دیا  
 اسی طرح ممکن ہے کہ اصل فطرت کے اعتبار سے کافر کی روح بھی نورانی ہو اور بعد میں کفر اور  
 شرک کی وجہ سے مظلم اور تاریک ہو جائے کہ کفر حقیقت میں ظلمت اور تاریکی ہے اور ایمان  
 نور ہے کہ قال تعالیٰ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَخْرُجُوْنَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلٰی النُّوْرِ  
 وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوَّلٰیٰئُهُمْ هُمُ الظَّالِمُوْنَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ النُّوْرِ اِلٰی الظُّلُمٰتِ یہ آیت اس  
 امر کی صریح دلیل ہے کہ ایمان نور ہے اور کفر ظلمت ہے اور قیامت کے دن مؤمن کے  
 چہروں کا منور اور روشن ہونا اور کافروں کے چہروں کا سیاہ اور ظلمانی ہونا قرآن کریم میں صریح  
 ہے یَوْمَ نَبْیَضُ وَجُوْهُهُمْ وَنَسْوَدُ وُجُوْهُهُمْ کَیْفَ اٰیْمَانِ کے نور اور کفر کی ظلمت کے  
 ظاہر کرنے کے لیے ہوگا اور اسی وجہ سے ملائکہ اللہ مؤمن کی روح کو سفید کفن میں اور کافر کی  
 روح کو سیاہ ٹاٹ کے کفن میں قبض کر کے لے جاتے ہیں۔ بہر حال آیات اور احادیث  
 سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طاعت کا رنگ سفید ہے اور معاصی کا رنگ سیاہ ہے تفصیل کی  
 اس وقت گنجائش نہیں۔

## روح اور نفس میں کیا فرق ہے؟

بعض علماء کے نزدیک روح اور نفس ایک ہی شئی ہیں مگر علماء محققین کے نزدیک روح اور نفس دو علیحدہ علیحدہ شئی ہیں۔

استاذ الرواقہ قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اخلاق حمیدہ کے معدن اور منبع کا نام روح ہے اور اخلاق ذمیرہ کے معدن اور سرچشمہ کا نام نفس ہے مگر جسم لطیف ہونے میں دونوں مشرک ہیں جیسے ملائکہ اور شیاطین جسم لطیف ہونے مقرر کیے ہیں مگر ملائکہ نورانی اور شیاطین ناری ہیں۔ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے اور شیاطین نار سے پیدا کیے گئے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں صراحتہً مذکور ہے۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ”تمیذ“ میں ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

ان الله خلق ادم وجعل	اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں
فيه نفسا وروحاً فمن الروح	ایک نفس اور ایک روح کو رکھا پس عفت اور
عفافه وفهمه وحلمه و	فہم اور حلم اور سخاوت اور وفاء یہ سب چیزیں
سخاوة ووفاءة ومن النفس	روح سے نکلتی ہیں اور شہوت اور طیش اور سہاوت
شهوته وطيشه وسفه	اور غصہ اور اس قسم کے تمام اخلاق ذمیرہ نفس سے
وغضب و غو هذا (۱)	ظاہر ہوتے ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ روح سے ظاہر ہوتے ہیں اور اخلاق ذمیرہ نفس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ نیز قرآن اور حدیث میں ذرا غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہوت اور سہاوت اور طیش اور اس قسم کے اخلاق ذمیرہ قرآن اور حدیث میں نفس ہی کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ روح کی طرف منسوب نہیں کیے گئے۔

کَمَا قَالَ تَعَالٰی - وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهٰی  
اَنْفُسُكُمْ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ  
الشَّخَّ (۱)

اور تمہارے لیے جنت میں وہ ہوگا جو تمہارے  
نفس خواہش کریں گے اور نفوس حاضر کیے گئے ہیں  
حرص اور بخل پر۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَاهَ رَبِّهٖ  
وَنَهٰی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ  
الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰی (۲)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے ڈرتے ہوئے  
سے ڈرا اور نفس کو شہوتوں سے پاک رکھا سو  
بہشت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

ان آیتوں میں شہوت اور حرص اور ہوائے نفسانی کو نفس کی طرف منسوب فرمایا ہے اور  
یہ نہیں فرمایا ولکم فیہا متشہیٰ اٰر ولحکم احضرت الارواح الشخ ونہی الروح  
عن الہوی۔ سفاہت کو لیجیے۔ قال تعالیٰ وَمَنْ يَنْعَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ  
الَّذِيْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ اس آیت میں سفاہت کو نفس کی طرف منسوب فرمایا اور  
الامن سنہت روح۔ نہیں فرمایا طیش اور غضب کو لیجیے۔ حدیث میں ہے کہ پہلوان اور  
قوی وہ ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو بچھاڑ دے اور یہ نہیں فرمایا کہ روح کو بچھاڑ  
دے۔ نیز احادیث میں نفس سے جہاد کرنے کے بکثرت ترغیب مذکور ہے اور جہاد نفس  
کو جہاد اکبر فرمایا۔ مگر روح سے جہاد کرنا کسی حدیث میں نہیں دیکھا نیز ایک ضعیف الاسناد  
حدیث میں یہ آیا ہے لَعَدُوٌّ لِّنَفْسِكَ التّٰی بَیْنَ جَنِيْطِكَ تِیْرًا سَبَّكَ بَرًّا وَدُشْمَنًا  
تِیْرًا نَفْسٌ هَیْ جَوْتِیْرَے دو پہلوؤں کے مابین واقع ہے اس حدیث سے دو باتیں معلوم  
ہوئیں اول تر نفس کا سبب بڑا دشمن ہونا دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نفس کا مقام دو  
پہلوؤں کے درمیان ہے اس سے بھی روح کا نفس سے مغایر ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے  
کہ روح انسان کی دشمن نہیں دوسرے یہ کہ روح سر سے پیر تک تمام اعضاء میں جابری  
ساری ہے پہلو کے ساتھ مخصوص نہیں نیز خزیمہ بن حکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس کا مقام دریافت کیا تو فرمایا قلب میں ہے۔  
یہ حدیث طبرانی معجم اوسط میں متعدد اسانید سے مروی ہے شرح الصدور ص ۲۱۸ نیز حشد اور تکبر  
کو قرآن کریم میں نفس کی طرف منسوب فرمایا ہے۔

حَشَدٌ أَمِّنٌ عِنْدَ أَنْفُسِهِمْ (۱)  
لَعَدِ اسْتَكَبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ (۲)  
حشد کی بنا پر جو ان کے نفسوں سے پیدا ہوتا ہے  
تحقیق ان لوگوں نے اپنے نفسوں میں اپنے  
آپ کو بڑا سمجھا۔

نیز حق تعالیٰ شائد کا یہ ارشاد إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ اس پر صراحۃً دلالت کرتا  
ہے کہ تمام برائیوں کا معدن اور سرچشمہ نفس ہے یہ کسی جگہ نہیں فرمایا ان الروح لامارۃ بالسوء  
وہب بن منبر سے منقول ہے کہ روح انسان کو خیر کی طرف بلاتی ہے اور نفس شر کی طرف بلاتا ہے  
قلب اگر مومن ہے تو روح کی اطاعت کرتا ہے (اخر جہ ابن عبد البر فی التہمید) شرح الصدور ص ۲۱۸  
طبقات ابن سعدیؒ ہنن بن منبر سے یہ منقول ہے کہ حق تعالیٰ شائد نے اول حضرت آدمؑ کا بانی اور  
مٹی کا پتلا بنایا پھر اس میں نفس پیدا کیا بعد ازاں اس میں روح پھونکی (۳) معلوم ہوا کہ روح نفس  
کے علاوہ کوئی شے ہے۔ نیز روح عالم امر سے ہے اور نفس عالم خلق سے ہے۔ علامہ بفتاویٰ  
سرالروح میں لکھتے ہیں۔

وفی زاد المسیر لابن الجوزی  
فی تفسیر سورة الزمر عن  
ابن عباس ابن آدم نفس وروح  
فالنفس العقل والتمیز والروح  
نفس والتحریک فاذا نام العبد  
علامہ ابن جوزی کی کتاب زاد المسیر میں سورہ زمر  
کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انسان  
مجموعہ ہے روح اور نفس کا انسان نفس  
سے اور اک اور امتیاز کرتا ہے اور روح سے  
سائنس لیتا ہے اور حرکت کرتا ہے جب

(۱) البقرہ، آیت : ۱۰۹ - (۲) العنکبوت، آیت : ۲۱ -

(۳) شرح الصدور ص : ۱۱۶

قبض الله نفسه ولم يقبض روحاً  
وقال ابن جريج في الانسان  
روح ونفس بينهما حل جزف هو  
تعالى يقبض النفس عند النوم  
ثم يردّها الى الجسد  
عند الانتباه فاذا اراد اماتة  
العبد في النوم لم يرد النفس  
قبض الروح والله اعلم  
(سر الروح ص ۱۱)

انسان سوجاتا ہے تو اللہ اس کے نفس کو  
قبض کر لیتے ہیں مگر روح کو قبض نہیں فرماتے  
ہیں۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ انسان میں  
ایک روح ہے اور ایک نفس اور ان کے  
مابین ایک پردہ حائل ہے سوتے وقت  
اللہ نفس کو قبض کر لیتے ہیں اور بیداری کے  
وقت واپس کر دیتے ہیں اور جب اللہ سونے  
کی حالت میں کسی کے مارنے کا ارادہ فرماتے ہیں  
تو اس نفس کو واپس نہیں فرماتے اور روح کو قبض کر لیتے ہیں

### روح کی شکل

روح کی شکل بعینہ وہی ہے جو انسان کی ہے جس طرح جسم کے آنکھ اور ناک ہاتھ اور پیر  
ہیں اسی طرح روح کے بھی آنکھ، ناک، ہاتھ اور پیر سب ہیں اصل انسان تو روح ہے اور پیر  
ظاہری جسم روح کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے۔ جسمانی ہاتھ و روحانی ہاتھوں کے لیے بمنزلہ  
آستین کے ہیں اور ٹانگیں بمنزلہ پا جامہ کے ہیں اور سر بمنزلہ ٹوپی کے ہیں اور چہرہ بمنزلہ نقاب  
کے ہیں۔ و قس علی هذا

عارف رومی فرماتے ہیں۔

جان ہمہ نوز راست و تن رنگست بو  
رنگ و بو بگذارد و دیگر آن بگو  
فارغ از رنگست و از ارکان خاک  
بے جہت دان عالم امر و صفات  
بے جہت تر باشد آمر لا جسم  
ہر مثالی کہ بگویم منتفی است

عالم خلق است با سو د جہات  
بے جہت دان عالم امر اے صم  
روح من چوں امر ربی منتفی است

## کفار کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی

قریش نے جب یہ دیکھا کہ اسلام کی علی الاعلان دعوت دی جا رہی ہے اور کھلم کھلا بت پرستی کی برائیاں بیان کی جا رہی ہیں تو قریش اس کو برداشت نہ کر سکے اور جو ایک خدا کی طرف بلارہا تھا اس کی دشمنی اور عداوت پر کمر بستہ اور توحید کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور یہ تہیہ کر لیا کہ اگر اس قدر تکلیف اور ایذا پہنچائی جائے کہ آپ دعوت اسلام سے باز آجائیں۔

(۱) معجم طبرانی میں منیب غامدیؒ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لوگوں کو یہ فرماتے تھے اے لوگو! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو فلاح پاؤ گے مگر بعض بد نصیب تو آپ کو گالیاں دیتے تھے اور آپ پر تھوکتے اور بعض آپ پر خاک ڈالتے۔ اسی طرح دو بھروسہ گیا اس وقت ایک لڑکی پانی لے کر آئی اور آپ کے چہرہ انور اور دست مبارک کو دھویا۔ میں نے دریافت کیا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ آپ کی صاحبزادی زینبؓ ہیں۔

بخاری نے اس حدیث کو مختصر اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حارث بن حارث غامدیؒ سے بھی مروی ہے اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ آپؐ حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا اے بیٹی تو اپنے باپ کے مغلوب اور ذلیل ہونے کا خوف مت کر۔ رواہ البخاری فی تاریخہ و الطبرانی و ابونعیم۔ البورزعی و حقی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے (۱)

(۲) طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے لوگو! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو فلاح پاؤ گے اور ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے پتھر مارتا جاتا تھا جس سے جسم مبارک خراں آلود ہو گیا اور ساتھ ساتھ کہتا جاتا تھا۔ یا ایہا الناس لا تطیعوہ فانہ کذاب اے لوگو اس کی بات



سنایا بھڑٹا ہے (رواہ ابن ابی شیبہ (۱) بنی کنانہ کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بازاردی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے تھے اے لوگو! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو فلاح پاؤ گے اور ابرہہ آپ پر مٹی پھینکتا تھا اور یہ کہتا تھا اے لوگو تم اس کے دھوکے میں نہ آنا یہ تم کو لات اور عزیٰ سے چھڑانا چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف ڈھیلے بھی التفات نہ فرماتے تھے۔ (۲) (۳) عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ مشرکین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبر تکلیف پہنچائی ہو اس کا ذکر کرو تو عبداللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اس قدر زور سے کھینچا کہ گلا گھسے لگا سامنے سے ابرہہ آگے اور عقبہ کو ایک دھکا دیا اور یہ آیت پڑھی۔

أَفْتُلُونُ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ  
رَفِيقَ اللَّهِ وَفَدَحْبَاءَ  
كُفُّوا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ  
تَبِيبِكُمْ (بخاری شریف) (۳)

کیا تم ایک مرد کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ  
کہنا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے اور اپنی  
بہتر رسالت کے واضح اور روشن دلائل تمہارے  
پاس تمہارے رب کی طرف سے لے کر آیا ہے۔

فرعون اور ہامان نے جب موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا مشورہ کیا تو فرعون کے لوگوں میں سے ایک شخص نے جو معنی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا یہ کہا کہ کیا ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس قصہ کو سورہ مؤمن میں ذکر فرمایا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ  
يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ  
يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ - الآية (۴)

کہا ایک مرد مسلمان نے فرعون کے لوگوں میں  
سے تھا اور اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا تم ایک مرد کو  
محض اس لیے قتل کیے جاتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

(۱) کنز العمال - ج: ۶، ص: ۳۰۲ (۲) مسند احمد - ج: ۴، ص: ۶۳ (۳) بخاری شریف - آیت:

مسند بزار اور دلائل ابی نعیم میں محمد بن علیؑ سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت علیؑ کو اللہ ﷻ نے انکارِ خطبہ میں یہ فرمایا تو سب سے زیادہ شجاع اور بہادر کون ہے لوگوں نے کہا آپؑ حضرت علیؑ نے فرمایا میرا حال تو یہ ہے جس کسی نے میرا مقابلہ کیا میں نے اس سے انتقام لیا۔ سب سے زیادہ شجاع تو ابوبکرؓ تھے میں نے ایک بار دیکھا کہ قریش رسول اللہ ﷺ کو مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں۔

اَفْتَجَعَلْتَ الْاِلَهَةَ الْاِلهَا وَاحِدًا      تو نے ہی تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔  
ہم میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپؑ کے قریب جاتے اور آپؑ کو دشمنوں سے چھڑائے  
حسن اتفاق سے ابوبکرؓ آگئے اور دشمنوں کے غول میں گس پڑے ایک دم اس کے ایک گھوڑے کے  
ریس کیا اور جس طرح اس مردِ مومن نے فرعون اور ہامان کو کہا تھا اَنَشْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ  
يَقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ۔ الایۃ۔ اسی طرح ابوبکرؓ نے اس وقت کفار سے مخاطب ہو کر کہا۔  
وَيَلِكُمْ اَن تَقْتُلُوْا رَجُلًا اَنْ  
يَقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ      افسوس کیا تم میرے قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ  
میرا رب اللہ ہے۔

حضرت علیؑ کو اللہ وجہ یہ کہہ کر رو پڑے اور یہ فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں  
کہ آل فرعون میں کارجل مومن افضل تھا یا ابوبکر۔ لوگ خاموش رہے پھر فرمایا خدا کی قسم ابوبکرؓ  
کی ایک گھڑی آل فرعون کے مردِ مومن کی تمام زندگی سے بدرجہا بہتر ہے اس نے اپنی ایمان  
کو چھپایا اور ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کا اظہار فرمایا۔ فتح الباری باب مالتی النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بکتابہ نیز اس شخص نے فقط زبانی نصیحت پر کفایت کی اور  
ابوبکرؓ نے زبانی نصیحت کے علاوہ ہاتھ سے آں حضرت کی نصرت و حمایت کی (۵) علامہ  
بن عمر بن العاص کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاریؒ نے خلقِ افعال العباد میں اور  
ابو یعلیٰ اور ابن جہان نے روایت کیا ہے۔ کہ جب دشمن علیؑ کو گتے تو آپؑ نے یہ فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أَسْلَمْتُ إِلَيْكَ إِلَّا بِالذَّبْحِ قَسَمٌ هَاسٍ ذَاتِ پَاكٍ  
کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جیسوں کے ذبح کے لیے میں بھیجا گیا ہوں فتح اباری باب  
مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکہ

اور دلائل ابی نعیم اور دلائل ہیثمی اور سیرۃ ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ آپ کے یہ فرماتے  
ہی کھد پر سکے کا عالم جاری ہو گیا۔ شخص اپنی جگہ پر سرنگوں تھا (۲) اس لیے کہ جانتے تھے کہ آپ  
جو فرماتے ہیں وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

(۶) مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزار میں حضرت انس سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ ایک  
دفتر قریش نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ ابو بکر حمایت کے لیے آتے تو آپ  
کو چھوڑ کر ابو بکر کو لپیٹ گئے۔ مسند ابی یعلیٰ میں بانسا حسن حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی  
ہے کہ ابو بکر کو اس قدر مارا کہ تمام سر زخمی ہو گیا۔ ابو بکر زخموں کی شدت کی وجہ سے سر کو ہاتھ نہ لگا  
سکتے تھے (۲)

(۷) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام  
بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا۔ آپ طواف فرما رہے تھے اور عقبہ بن ابی معیط اور ابو جہل  
اور امیت بن خلف جلیم میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ کے سامنے سے گزرے تو کچھ نازیبا کلمات  
آپ کو سن کر کہے۔ آپ دوسری باری ادھر سے گزرے تب بھی ایسا ہی کیا جب آپ میری  
بار گزرے پھر اسی قسم کے بیہودہ کلمات کہے تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور ٹھہر گئے  
اور یہ فرمایا کہ خدا کی قسم تم باز نہ آؤ گے۔ یہاں تک کہ تم پر اللہ کا عذاب جلد نازل ہو حضرت  
عثمان فرماتے ہیں کہ اس وقت کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو کانپ نہ رہا ہو آپ یہ فرما کر گھر کی  
طرف روانہ ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے ہو لیے اس وقت آپ نے ہم سے یہ فرمایا۔

ایشر و انان اللہ مظهر دینہ بشارت ہو تم کو اللہ اپنے دین کریمنا غالب

(۱) الخصائص الکبریٰ ج: ۱ ص: ۱۴۴، سیرۃ ابن ہشام ج: ۱، ص: ۶۸ (۲) فتح باری ج: ۷، ص: ۱۲۹۔

وَمَتِّمٌ كَلِمَتَهُ وَمَنَاصِرُ  
دِينِهِ اِنْ هُوَ لَءَالِ الذِّينِ  
تَرَوْنَهُمْ مِّنْ يَذْبَحُ  
بَايَدِيْكُمْ عَاجِلًا فُو  
اَللّٰهُ لَقَدْ رَاٰهُمْ ذٰلِجَهُمْ  
اَللّٰهُ بَايَدِيْنَا- اَخْرَج  
الدارقطنی (۱)

کر گیا اور اپنے کلمہ کو پورا کر گیا اور اپنے دین کی  
مدد کر گیا اور ان لوگوں کو جنکو تم دیکھتے ہو غنیمت  
ان کو اللہ تمہارے ہاتھ سے ذبح کرانے کا حضرت  
عثمان فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم نے دیکھ لیا کہ  
اللہ نے ان کو ہمارے ہاتھوں سے ذبح کرایا یہ  
روایت دلائل الہی نعیم میں بھی مذکور ہے اور  
مختصر فتح الباری ص ۱۲ میں بھی اسکا ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حرم میں نماز  
پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے احباب بھی وہاں موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کہ تو ایسا  
نہیں جو فلاں اونٹ کی ادھڑاٹھا لے تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جاتے تو وہ  
ادھڑا آپ کی پشت پر رکھ دے اس وقت تک قوم میں جو سب سے زیادہ شقی تھا یعنی عقبہ بن ابی  
معیط وہ اٹھا اور ایک ادھڑاٹھا کر آپ کی پشت پر ڈال دی عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں  
میں اس منظر کو دیکھ رہا ہوں اور کچھ نہیں کر سکتا اور شریکین ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر سنس  
رہے ہیں اور سنہی کے مارے ایک دوسرے پر گرے جاتے ہیں۔ اتنے میں حضرت فاطمہ الزہراء  
جو اس وقت چار پانچ سال کی تھیں و طری ہوئی آئیں اور آپ سے ادھڑا کر ہٹایا۔ آپ نے

(۱) عیون الاثر - ج: ۱، ص: ۱۰۴۔ ابوجہل کے احباب وہی لوگ مراد ہیں کہ انام لیکر اپنے بدعافوانی  
جیسا کہ اسی روایت میں اخیر میں مذکور ہے اور سند بزار میں اسی تصریح کے ساتھ مذکور ہے فتح الباری ص ۱۳۔  
مٹے صحیح بخاری میں ابوجہل کے نام کی تصریح نہیں یہ تصریح مسلم کی روایت میں ہے ۱۲ فتح الباری۔

مٹے حقیقت میں تو ابوجہل سب سے زیادہ شقی تھا۔ کیونکہ وہ اس امت کا فرعون تھا لیکن اس  
وقت سب سے زیادہ شقی اور بد نصیب حقہ بن ابی معیط ہی تھا اس لیے کہ ابوجہل وغیرہ نے تو فقط  
اکسایا ہی اور یہ شقی تو گزرا اور ظاہر ہے کہ کسی جہم کا گزرنے کا گزرنے سے زیادہ سخت ہے۔ جیسے قدانے  
لوگوں کے اکسانے سے مادہ صانع علیہ السلام کو ذبح کر ڈالا کہ قال تعالیٰ اِذَا نَبَعَتْ اَشْقَابُ الْاٰلِیَةِ اِسْیَاسُ اللّٰہِ تَعَالٰی  
نے سب سے زیادہ اسی کو شقی فرمایا۔ ۱۲

سجدہ سے سر اٹھایا اور قریش کے یہ تین بار بد عمار کی قریش کو آپ کی بد عمار بہت شاق گذری اس لیے کہ قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد اپنے خاص طور پر ابو جہل اور عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیر بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن الولید کے لیے نام بنام بد عمار کی جن میں سے اکثر جنگ بدر میں مقتول ہوئے۔ بخاری شریف کتاب الطہارت و کتاب الصلوٰۃ ایک روایت میں ہے کہ کپڑوں کی طہارت کا حکم یعنی وَثِيًّا بِلَدِّكَ فَطَهَّرْ یہ آیت اسی واقعہ کے بعد نازل ہوئی (۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو بدترین پڑوسیوں کے مابین رہتا تھا۔ ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط یہ دونوں میرے دروازے پر پنجابنیں لاکر ڈالا کرتے تھے۔ (۲)

### اسلام ضما دین ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ضما دین ثعلبہ از دی زمانہ جاہلیت ہی سے آپ کے احباب میں سے تھے منتر اور چھاڑ پھونکے لوگوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ بعثت کے بعد مکہ آئے دیکھا کہ لڑکوں کا ایک غول آپ کے پیچھے ہے کوئی ساحر اور کاہن کہتا ہے اور کوئی دیوانہ اور جنوں بتلاتا ہے۔ ضما د آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں جنوں کا علاج جانتا ہوں آپ مجھ کو علاج کی اجازت دیجیے۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ سے شفا بخشے آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ محمدہ و نستعینہ و الحمد للہ ہم سب اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور نستغفرہ ونعوذ باللہ من اور اسی سے مغفرت سے خواستگار ہیں اور

مکہ عقبہ بن ابی معیط کے ہم تصریح سند ابی داؤد و طحاوی میں ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۳۱۱) نیز اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الجمار کے اخیر میں باب طرح حیث المشرکین فی البر میں فرمایا ہے ملہ ص ۱۱۱ میں ہے کہ آپ کی آواز سننے ہی ساری سہمی کا فور ہو گئی امد آپ کی بد دعا سے خوف مند ہو گئے ۱۲ فتح الباری ج ۳ ص ۳۱۱ ملہ قریش میں بعض چیزیں حضرت ابوشامہ کی شریعت کی باقی تھیں لہذا ان کے کرایہ عقیدہ بھی کہ حرم مکہ میں دعا قبول ہوتی ہے شریعت الہی کا بغیر ہو۔ ۱۳

(۱) فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۱ - (۲) زرقانی ج ۱ ص ۲۵۱ - فتح الباری ج ۳ ص ۲۵۱

شُروراً نفساً من یمده الله اپنے نفسوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں  
 فلا مضل له ومن یضللہ اللہ جس کو ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا  
 فلا ہادی له وانی اشہدان نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے  
 لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں  
 له واشہد ان محمد عبداً کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے  
 رسول ہیں۔

ضمنا کہتے ہیں میں نے عرض کیا ان کلمات کا پیرا عائد فرمائیے خدا کی قسم میں نے بہت سے  
 شعر سنے اور کاہنوں کے بہت کچھ سنا ہے لیکن واللہ اس جیسا کلام تو کبھی سنا ہی نہیں یہ کلمات  
 تو ریاضۃ فصاحت کے انتہائی گہرائی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور میں بھی ہی کہتا ہوں  
 وانی اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له واشہد ان محمد  
 عبداً ورسولہ اس طرح ضما و شرف باسلام ہوتے اور اپنی قوم کی طرف سے آپ کے  
 دست مبارک پر بیعت کی۔ (۱)  
 حافظ عراقی فرماتے ہیں۔

ثَمَّ اتَى حِمَاذُ وَهُوَ الْأَشْرَدِ یَسْتَبِینُ أَمْرَهُ بِالشَّمَدِ  
 بغتہ نبوی کے بانچہ یا زہرا! بعد ضما دین ثعلبہ از دی تحقیق حال کے لیے کہ معطر حاضر ہوتے (وکانی الشوا)  
 مَا هُوَ إِلَّا أَنَّ مُحَمَّدًا خَطَبُ أَسْلَمَ لِلْوَقْتِ وَ ذَهَبَ  
 آپ نے ضما کے سامنے ایک خطبہ پڑھا جس میں فرمایا اے اہل کوفہ! میں تم کو ہدایت دیتا ہوں  
 دشمنان خاص

اعلان توحید اور اعلان دعوت کے بعد عام طور پر سارے ہی اہل کوفہ آپ کے دشمن ہو چکے

تھے مگر جو لوگ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عداوت میں انتہا کر پہنچے ہوئے تھے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

ابو جہلؓ بن شام۔ ابولہبؓ بن عبد المطلب۔ اسود بن عبد غوث۔ حارث بن قیسؓ بن ولیدؓ بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف یعنی پسران خلف۔ ابوقیس بن العاکر۔ عاص بن دائل۔ نضر بن الحارث۔ فہر بن الحجاج۔ زبیر بن ابی امیہ۔ سائب بن سیف۔ اسود بن عبد الاسد۔ عاص بن سعید۔ عاص بن اشعث۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ابن الاصدیٰ حکم بن العاص۔ عدی بن حمراء ان میں سے اکثر و بیشتر آپ کے ہمسایہ تھے اور صاحب عرت و وجاہت تھے۔ آپ کی دشمنی میں سرگرم تھے۔ یل و نہار یہی مشغول اور یہی دھن بھتی۔ ابو جہل اور ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط یہ تین شخص سب سے بڑھے ہوئے تھے (۱) حتیٰ جل شانہ کی قدیم سنت ہے کہ جب کسی شے کو پیدا فرماتے ہیں تو اس کی ضد اور مقابل کو بھی پیدا فرماتے ہیں۔ قال تعالیٰ۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ۚ  
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۲)

اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ پیدا کیے تاکہ تم خدا کی قدرت کا کمال سمجھ لو۔

پس جس طرح اللہ کے مقابل میں ظلمت اور بندگی کے مقابل میں ہستی کو پیدا فرمایا اسی طرح خیر کے مقابل میں شر اور ہدایت کے مقابل میں ضلالت کو اور ملائکہ کے مقابل میں شیاطین کو پیدا فرمایا کہ حق اور باطل کا مقابلہ اور معرکہ ہے اور لوگ اپنے ارادہ اور اختیار سے کسی ایک جانب قبول کریں یہ نہ ہو کہ کسی ایک جانب کے قبول کرنے میں مجبور ہو جائیں اگر فقط حق اور اہل حق کو پیدا کیا جاتا اور باطل بالکل نیست و نابود ہوتا تو لوگ حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے جو سراسر حکمت کے خلاف ہے شریعت کا ہر گز یہ منشاء نہیں کہ لوگ جبراً و قہراً اسلام لائیں۔

لَا قَاتِلَ تَعَالٰی۔  
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَا مَنَ فِي الْأَرْضِ كُلُّ مَنٍ جُنُوعٌ ۚ

اس لیے حق جل شانہ نے جب حضراتِ انبیاء کو پیدا کیا تو ان کے مقابلہ کے لیے شیاطین الانس والجن کو بھی پیدا فرمایا تاکہ دنیا حق اور باطل کا معرکہ اور ہایت اور گمراہی کے جنگ اور مقابلہ کو خوب دیکھ لے اور پھر اپنے ارادے اور اختیار سے حق اور باطل میں سے جس جانب کو چلے ہے قبول کرے ان آیات میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

فَكَذَّبَ إِلَهُ الْفِرْعَوْنَ بِمَا كُنَّا لَكُمْ دُونَهُ مُبْدِئِينَ ۚ لَكُم مَّا كُنْتُمْ تُكَذِّبُونَ  
عَذَابُ الشَّيَاطِينِ ۚ إِنَّهُمْ عَلَىٰ آلِهَةٍ مَّرْكُومَةٍ (۱)

پس جس طرح ہر فرعون کے لیے ایک مومن چاہیے اسی طرح ہر مومن کے لیے ایک فرعون بھی ضروری ہے اربابِ منطق کا مسئلہ قاعدہ ہے کہ قضیہ کا عکس لازم اور صادق ہوتا ہے درکار خانہ عشق از کفر ناگزیر است دوزخ کو اسبوز دگر بولہب بناسند اس لیے ہم اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنان خاص کا کچھ مختصر حال ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

ابو جہل بن ہشام :

آپ کی امت کا فرعون تھا جس نے آپ کی دشمنی اور عداوت میں کوئی دقیقہ نہ ٹھہرایا۔ ابو جہل کی دشمنی کے کچھ واقعات گزر چکے اور کچھ آئندہ آئیں گے۔ مرتے وقت جو اس نے پیام دیا ہے جس کا مفصل بیان انشاء اللہ غزوہ بدر کے بیان میں آئے گا اس سے ناظرین کرام کو ابو جہل کی عداوت اور دشمنی کا پورا پورا اندازہ ہو جائے گا۔ ابو جہل کا اصل نام ابو الحکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کا لقب عطا فرمایا کہ فی فتح الباری باب ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبل بدر ۱۲۔ ابو جہل کہا کرتا تھا میرا نام عزیزِ کریم ہے یعنی عروت والا اور سردار اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ شَجَرَةَ الذُّلِّ قَوْمٌ طَعَامٌ لَا شَيْءَ ۚ خَلْقٌ ذَمٌّ كَادُ رَحْمَتِ رَبِّهِمْ مَجْرَمٌ كَاكْهَلًا ۚ



كَأَنَّهُمْ يُلْغَىٰ فِي الْبُطُونِ كَغَلِيِّ  
الْحَمِيمِ حُدُودُهُ فَأَعْتَلَوْهُ إِلَىٰ  
سَوَاءِ الْجَحِيمِ ثُمَّ صَبُّوا فَوْقَ  
رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ  
ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ إِنَّ  
هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَدُّونَ (۱)  
گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولے اور فشتوں  
کو مکھڑگا کا س کو پکڑو۔ پھر کھٹے ہوئے ٹھیک  
بیج جنم کے لیجا کر اس کو ڈال دو پھر اس کے  
سر پر گرم پانی پھوڑو اور اس سے کہو کہ چمک  
اس عذاب کو تو بڑا معزز و مکرم  
ہے۔ (۲)

البولب :

بولب کنیت تھی نام عبدالغزی بن عبدالمطلب تھا رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا سب سے پہلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے اللہ کا پیام پہنچایا تو سب سے پہلے بولب ہی تکذیب کی ادھر یہ کہا۔  
تَبَا لَكَ سَائِرُ الْيَوْمِ الْهَذَا اجْمَعْنَا  
اس پر سورت تبت نازل ہوئی۔ بولب چونکہ بہت مال دار تھا اس لیے جب اس کو اللہ کے عذاب ڈرایا جاتا تو یہ کہتا اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہے تو قیامت کے دن مال اور اولاد کا نذر دے کر عذاب چھوٹ جاؤں گا۔ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ  
میں اسی کی طرف اشارہ ہے اس کی بیوی ام جیل بنت حرب یعنی ابوسفیان بن حرب کی بہن کو بھی ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ضد اور دشمنی تھی۔ شب کے وقت آپ کے راستے میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی (تفسیر ابن کثیر و روح المعانی)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب ام جیل کو خبر ہوئی کہ میرے اور میرے شوہر کے بارے میں یہ سورت نازل ہوئی تو ایک پتھر لے کر آپ کے مارنے کے لیے دوڑی آپ اور ابوبکر صدیق اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ ام جیل جب وقت وہاں پہنچی تو حق تعالیٰ نے

نے اس کی آنکھ پر ایسا پردہ ڈالا کہ صرف ابوبکر نظر آتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے تھے۔ ام جہیل نے ابوبکر سے پوچھا کہ تمہارے سامنے کمال ہیں مجھ کو معلوم ہوا ہے وہ میری مذمت اور سبجو کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اس وقت ان کو پاتی تو اس پتھر سے مارتی خدا کی قسم میں بڑی شاعرہ ہوں اور اس کے بعد یہ کہا۔

مَذْمُومًا عَصَيْنَا وَأَمْرَهُ أَبَيْنَا

مذم کی ہم نے نافرمانی کی اور اس کا حکم ماننے سے انکار کیا  
وَدِيْنًا فَكَلَبْنَا اور اس کے دین کو مبغوض رکھا۔

دشمنی اور عداوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے محمد کے مذم کہتے تھے۔ محمد کے معنی ستودہ کے ہیں اور مذم کے معنی مذموم اور بُرے کے ہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گئی (۱) قریش جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذم کہہ کر بُرا کہتے تو آپ فرماتے کہ اے لوگو تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے شبّ دشمن کو مجھ سے پھیر دیا وہ مذم کو بُرا کہتے ہیں اور میں محمد ہوں (ابن ہشام ص ۱۲۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیق نے جب ام جہیل کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ام جہیل سامنے سے آرہی ہے مجھے آپ کا ڈر ہے آپ نے فرمایا:-

انھال من ترانی وہ مجھ کو ہرگز نہیں دیکھے گی

اور کچھ آیتیں قرآن کی آپ نے تلاوت فرمائیں (تفسیر ابن کثیر۔ سورہ تبت) مسند بزرگین عبداللہ بن عباس سے باسناد حسن مروی ہے کہ جب ام جہیل نے ابوبکر سے یہ کہا تو ان کی تصدیق ہی کرنے والا ہے۔ جب ام جہیل چلی گئی تو ابوبکر نے کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالباً ام جہیل نے آپ کو دیکھا نہیں آپ نے فرمایا اس کے جانے تک ایک فرشتہ مجھ کو چھپاتے رہا (۲)

(۱) سیرۃ ابن ہشام۔ ج ۱، ص ۱۲۳ (متن) کہ قال تعالیٰ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَجَسَدْنَا بَيْنَ الْيَدَيْنِ

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حَتَّىٰ بِاسْتَوْرَا - (۳) فتح الباری۔ ج ۱، ص ۵۶۷ -

کتاب التفسیر سورۃ تبت۔ واقعہ بد کے سات روز بعد ابولسب کے ایک زہریلا دانہ نمودار ہوا اسی میں ہلاک ہو۔ گھروالوں نے اس اندیشے سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جلتے اس کو ہاتھ نہ لگایا اسی طرح تین دن لاش پڑے پڑے سرگئی عار اور بدنامی کے خیال سے چند حبشی مزدوریں کو بلا کر لاش اٹھوایا مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر لاش کو اس گڑھے میں ڈال دیا اور مٹی اور پتھروں سے اس کو بھر دیا یہ تو دنیا کی ذلت اور رسوائی ہوئی اور آخرت کی رسوائی کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ اجا نا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

ابولسب کے تین بیٹے تھے عتبہ اور معتب اور عتبہ دونوں اول الذکر فتح مکہ میں مشرف مابلا ہوتے اور عتبہ جس نے ابولسب کے کہنے سے آپ کی صاحبزادی کو طلاق دی اور مزید برآں اس پر گستاخی بھی کی وہ آپ کی بدعاسے ہلاک ہوا فتح مکہ کے دن آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا تمہارے بھتیجے عتبہ اور معتب کہاں ہیں کہیں نظر نہیں پڑے۔

حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول بظاہر کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو ڈھونڈو لاؤ تلاش سے عرفات کے میدان میں ملے۔ حضرت عباس دونوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اسلام پیش کیا فوراً اسلام قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے پروردگار سے مانگا تھا۔ اللہ نے مجھ کو یہ دونوں عطا فرمائے۔ (۱)

امیہ بن خلف جمحی:

امیر آپ کے علی الاعلان گالیاں دیتا اور جب آپ کے پاس سے گزرتا تو آنکھیں مٹکاتا۔

اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

وَاللّٰهُ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٌ اَلَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَ يَنْعَبُ اِنَّ مَالَكَ اَخْلَدَهُ كَلَّا

بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے لیے جو چرچا نہایت عیب نکالے اور رو رو وطن کرے مال کو جمع کرتا ہو اور بار بار اس کو شمار کرتا ہو جیسا

کو ہندوؤں اور مسرت کے ساتھ بچوں کو  
 خمار کرتا ہے کیا اس کو یہ گمان ہے کہ اس کا  
 مال ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا ہرگز نہیں،  
 البتہ ضرور حطہ میں ڈالا جائے گا اور تجھے معلوم  
 بھی ہے کہ وہ حطہ کیا چیز ہے وہ حطہ خدا کی  
 ایک دہتی ہوئی آگ ہے جو بولیں پڑھ جائے  
 گی تحقیق وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی اور  
 آگ کے لیے تفرز میں جکڑے جائیں گے  
 امیر بن خلف جنگ بدر میں حضرت غیب یا حضرت بلال کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (۱)

لَيُنْبَذَنَّ فِي  
 الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ  
 مَا الْحُطَمَةُ هُوَ نَارُ اللَّهِ  
 الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطْلَعُ  
 عَلَى الْآفِئِدَةِ هُوَ  
 إِنَّمَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ  
 فِي عَمَدٍ  
 مُّمدَّدة هـ (۱)

ابی بن خلف :

ابی بن خلف بھی اپنے بھائی امیر بن خلف کے قدم بقدم تھا ایک روز ایک  
 بوسیدہ ہڈی لے کر آپ کے پاس آیا اور اس کو ہاتھ میں مل کر اور اس کی خاک کو ہوا میں  
 اڑا کر کہنے لگا کیا خدا اس کو پھر دوبارہ زندہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کو اور تیری  
 ہڈیوں کو ایسا ہی ہو جانے کے بعد خدا پھر زندہ کرے گا اور تجھ کو آگ میں ڈالے گا اس  
 پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَبِيٍّ  
 خَلَقَهُ قَالَ مَنْ يُعْجِزُ الْعِظَاوُ  
 هِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُعْجِزُهَا  
 الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ

اور ہمارے لیے ایک مثال پیش کرتا ہے  
 اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا کہ  
 ان پرانی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ آپ  
 کہہ دیجیے کہ جس نے انکو پہلی بار پیدا ہی ان

بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي  
 جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ  
 نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقَدُونَ ۝  
 أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ  
 مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝  
 إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ  
 كُنْ فَيَكُونُ ۚ فَبُخَنَ  
 الَّذِي يَدْعُهُ مَلَكَوْتُ  
 كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَإِلَيْهِ  
 تُرْجَعُونَ ۝ (۱)

کہ دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ ہر مخلوق کو جانتے  
 والا ہے جس نے خدا نے ہر درخت سے آگ  
 پیدا کی پھر تم اس درخت سے آگ سلگاتے  
 ہو۔ کیا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر  
 قادر نہیں کہ ان جیسے لوگوں کو دوبارہ پیدا کر سکے کیوں  
 نہیں وہ تو بڑا خلاق اور علیم ہے اس کی نشان  
 دہی ہے کہ جس چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے  
 اس کو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے پس  
 پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی  
 بادشاہی ہے اور تم سب اسی کی نظر کرنا ہے بتاؤ  
 گے۔

ابی بن خلف جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تلامذہ ابن الاثر  
 میاں ابن ہشام رحمہ اللہ ذکر من قتل من المشکین پر احد  
 عقبہ بن ابی معیط :

عقبہ۔ ابی بن خلف کا گھر اوست تھا۔ ایک روز عقبہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کو  
 کچھ دیر بیٹھا اور آپ کا کلام سنا۔ ابی کو جب خبر ہوئی تو فوراً عقبہ کے پاس آیا اور کہا مجھ کو یہ خبر ملی ہے  
 کہ تو محمد کے پاس جا کر بیٹھا ہے اور ان کا کلام سن رہے ہو خدا کی قسم جب تک محمد کے منہ پر جا کر نہ تھوکر  
 آئے اس وقت تک تجھ سے بات کرنا اور تیری صورت دیکھنا مجھ پر حرام ہے چنانچہ بد نصیب  
 عقبہ اٹھا اور چہرہ اللہ پر تھوکا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَوْمَ يَعْصِيُ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ  
 يَقُولُ يَلَيْتَنِي أَخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ

اور اس دن کہ یاد کر دو کہ جس دن حسرت اور  
 ندامت سے اپنے ہاتھ منہ میں کاٹے گا اور یہ کہے گا

سَيِّدًا يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا  
خَلِيلًا لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ  
إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ  
خَذُولًا وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ  
قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ  
مَهْجُورًا وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا  
لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُعْرِضِينَ وَ  
كَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا (۱)

کلاش میں رسول کے ساتھ اپنی راہ بنانا اور  
کلاش فلانے کو اپنا دوست نہ بنانا اس کی نعت  
نے مجھ کو اللہ کی نصیحت سے گمراہ کیا اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہیں گے کہ اے پروردگار  
میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا اے  
ہمارے نبی آپ رنجیدہ نہ ہوں ہر نبی کے لیے  
اسی طرح معرین میں سے دشمن پیدا کیے ہیں اور  
تیرا رب ہدایت و نصرت کے لیے کافی ہے۔

عقبہ جنگ بدر میں اسیر ہوا اور مقام صفراء میں پہنچ کر اس کی گردن ماری گئی (۲)

### ولید بن مغیرہ :

ولید بن مغیرہ یہ کہا کرتا تھا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ محمد پر تو وحی نازل ہوا اور میں اور  
ابو مسعود ثقیفی چھوڑ دیتے جائیں حالانکہ ہم دونوں اپنے اپنے شہر کے بڑے معزز ہیں میں قریش  
کا سردار ہوں اور ابو مسعود قبیلہ ثقیف کا سردار ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ  
عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْشِ  
عَظِيمٍ أَهُمْ يَفْقَهُونَ رَحْمَةَ  
رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمُ  
مَّا عِشْتَ هُمْ فِي الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمُ  
فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ

یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مگر اور طاقت میں  
کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا کیا  
یہ لوگ اللہ کی خاص رحمت نبوت کو اپنی منشا  
کے مطابق تقسیم کرنا چاہتے ہیں ہم نے قرآن  
کی دنیوی حیثیت کو بھی اپنی ہی منشا سے تقسیم  
کیا ہے اور اپنی ہی منشا سے ایک کو دوسرے  
پر رفعت دی ہے تاکہ ایک دوسرے کو اپنا

لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا  
سُخْرِيًّا وَرَحْمَةً  
رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا  
يَجْمَعُونَ (۱) (ابن ہشام ص ۱۲۱ ج ۱)

مخبر اور تابع بنائے اور اخروی نعمت تو دنیاوی  
نعمت پر بجا بہتر ہے پس جب نیری معیشت کی تقسیم  
انہی راستے پر نہیں تو اخروی نعمت کی تقسیم انہی راستے  
پر کیسے ہو سکتی ہے۔

یعنی نبوت و رسالت کا مدار مال و دولت اور دنیاوی عزت و وجاہت پر نہیں چنانچہ ایک  
روز کا واقعہ ہے کہ ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف اور ابو جہل اور عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور  
دیگر سرداران قریش اسلام کے متعلق کچھ دریافت کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
آپ ان کے سمجھانے میں مشغول تھے کہ عبداللہ بن ام مکتوم آپ کی مسجد کے نابینا موزن کچھ  
دریافت کرنے کے لیے آپہنچے آپ نے یہ سمجھ کر کہ ابن ام مکتوم تو مسلمان ہیں ہی پھر کسی وقت  
دریافت کر لیں گے لیکن یہ لوگ ذی اثر ہیں اگر اسلام لے آئیں تو ان کی وجہ سے ہزاروں آدمی  
مسلمان ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ نے ابن ام مکتوم کی طرف التفات نہ فرمایا۔ اور ان  
کے اس بے محل سوال سے جبرہ انور پر کچھ انقباض کے آثار نمودار ہوئے اس لیے کہ ان کو چاہا  
کہ سابق گفتگو کے ختم ہونے کا انتظار کرتے مگر خداوند ذوالجلال کی رحمت جوش میں آگئی اور یہ آیتیں  
نازل فرمائیں یہ

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى  
وَمَا يَدُرُّكَ لَعَلَّه يَزْكِي الْأَبْكَرُ  
فَنَنْفَعُهُ الذِّكْرَ أَمْ أَمَّا مَنْ  
اسْتَعْثَى فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّى وَمَا  
نَسْلِكَ الْآيَةَ رَكْبِي وَأَمَّا مَنْ  
جَاءَكَ يَسْعَى وَهُوَ يَخْشَى  
فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى كَلَّا إِنَّهَا

آپ ایک نابینا کے آنے سے جبین بجیں ہوئے اور  
بے التفاتی برقی آپ کے کیا معلوم شاید سی نابینا  
آپ کی تعلیم سے پاک صاف ہو جائے یا آپ کی نصیحت  
اسکو کچھ نفع پہنچائے اور جس شخص نے بے پروائی  
کی اس کی طرف توجہ ہوئے حالانکہ وہ اگر آپ کو صاف  
نہ ہو تو آپ پر کوئی الزام نہیں اور جو شخص دین کے  
شوق میں آپ کے پاس دوڑتا ہوا اور غلے ڈرتا

تَذَكِّرُكَ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۚ  
(الآخر السورة) (۱)

ہوا آتا ہے اس سے آپ بے اعتنائی کرتے ہیں (الآخر السورة)

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ جب کبھی عبداللہ بن ام مکتوم حاضر ہوتے تو آپ ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے اور یہ فرماتے مرحبا بمن خیلہ عاتبنی ساری مرحبا ہو اس شخص کو جس کے بارے میں میرے پروردگار نے مجھ کو عتاب فرمایا۔

ابوقیس بن الفاکہ: یہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید اذہار پہنچاتا تھا۔ ابوہل کاٹھن معین اور مددگار تھا۔ ابوقیس جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا (۲)

نضر بن حارث: نضر بن حارث سرداران قریش سے تھا۔ تنجارت کے لیے فارس جاتا اور وہاں شاہان عجم کے قصص اور تواریخ خرید کر لانا اور قریش کو سنانا اور یہ کہنا کہ محمد تو تم کو عداوت و دشمنی کے قصے سناتے ہیں اور میں تم کو تم اور اسفندیار اور شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں لوگوں کو یہ فائدہ دلچسپ معلوم ہوتے تھے (جیسے آج کل ناول ہیں) لوگ ان قصص کو سنتے اور قرآن کو نہ سنتے ایک گانے والی لونڈی بھی غریبہ رکھی تھی لوگوں کو اس کا گانا سننا جس کسی کے متعلق یہ معلوم ہوتا کہ یہ اسلام کی طرف راغب ہے اس کے پاس اس لونڈی کو لے جاتا اور کہتا کہ اس کو کھلا اور پلا اور گانا سنا پھر اس سے کہتا کہ بتلا یہ بہتر ہے یا وہ شے بہتر ہے کہ جس کی طرف محمد بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَتَتَّخِذَ هَاهُنَا أُولَئِكَ لَهُمْ وَعَذَابٌ مُّهِينٌ ۖ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا وَتُنزَّلُ

بعض آدمی خدا سے غافل کرنے والی باتوں کو خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے گمراہ کرے اور خدا کی آیتوں کی منہی اڑاتے ایسے لوگوں کے لیے نزلت کا عذاب ہے اور اس کے سامنے جب ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو انہیں راہ نمبران سے منہ موڑ لیتا



مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَعْنَتُكُمْ عَلَيْهَا كَانَ فِيْ  
اُذُنَيْهِ وَهْرٌ اَفْبَشَرُ بَعْدَ اَبِي سُرَّةٍ (۱) اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے  
تنبیہ: کھلانا پلانا اور روڑیوں کا گانا سنانا اور اس طرح اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو مائل کرنا  
یہ اہل باطل کا قدیم طریقہ ہے جس پر نصاریٰ خاص طور پر کاربند ہیں اور ان کے دیکھا دیکھی ہندوستان  
کے آریوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے کچھ بھی عقل دی ہے وہ خوب سمجھتے  
ہیں کہ بظرفہ خدا پرستوں کا نہیں بلکہ شہوت پرستوں کا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

نضر بن حارث جنگ بدر میں گرفتار ہوا اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم حضرت  
علی نے اس کی گردن ماری۔ (۲)

عاص بن وائل سہمی : عاص بن وائل سہمی یعنی حضرت عمرو بن العاص کے والد ہیں یہ  
بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ استہزا اور تمسخر کیا کرتے تھے۔  
حضور کے جتنے بیٹے ہوئے وہ سب آپ ہی کی زندگی میں وفات پا گئے تو عاص بن وائل  
نے کہا۔

ان محمدا ابتلا بعیث له ولد محمد تو ابرہہ اس کا کوئی بڑا کا زندہ ہی نہیں رہتا  
ابتر دم کئے جانور کو کہتے ہیں جس شخص کا آگے پیچھے کوئی نام لیوا نہ رہے گویا وہ شخص دم کٹا  
ہوا جانور ہے۔ اس پر ریاست نازل ہوئی۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْسَرُ آپ کا دشمن ہی ابرہہ ہے۔  
آپ کے نام لیوا تو لاکھوں اور کروڑوں میں ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے عاص  
کے پیس کاٹا جس سے پیرا اس قدر پھولا کہ اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا۔ اس میں عاص  
کا خاتمہ ہو گیا۔ (۳)

نبیہ و ملہ لیسران حجاج : نبیہ اور ملہ بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے جب

کبھی آپ کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ کیا خدا کو ان کے سوا اور کوئی پیغمبر بنانے کے لیے نہیں ملا تھا دوزل  
جنگ بدر میں مارے گئے۔ (۱)

**اسود بن مطلب:** اسود بن مطلب اور اس کے ساتھی جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اور آپ کے صحابہ کو دیکھتے تو انہیں ٹکاتے اور یہ کہتے کہ یہی ہیں وہ لوگ جو رستے زمین کے  
بادشاہ ہوں گے اور قیصر و کسریٰ کے خرافوں پر قبضہ کریں گے یہ کہہ کر سنٹیں اورتا لیاں بجاتے۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھا فرمائی کہ اے اللہ اس کو نابینا فرما تاکہ آنکھ مارنے کے قابل  
ہی نہ رہے۔ اور اس کے بیٹے کو ہلاک فرما۔ چنانچہ اسود تو اسی وقت نابینا ہو گیا اور مٹیا جنگ بدر  
میں مارا گیا۔ قریش جس وقت جنگ احد کی تیاری کر رہے تھے اسود اس وقت مریض تھا  
لوگوں کو آپ کے مقابلہ کے لیے آمادہ کر رہا تھا۔ جنگ احد سے پہلے ہی انتقال کر گیا (۲)

**اسود بن عبدغوث:** اسود بن عبدغوث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مامول کا

بیٹا تھا جس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ اسود بن عبدغوث بن وہب بن مناف بن زہرہ یہ  
بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا جب فخرِ مسلمین کو دیکھتا تو یہ کہتا ہی روتے زمین  
کے بادشاہ بننے والے ہیں جو کسریٰ کی سلطنت کے وارث ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کو دیکھتا تو یہ کہتا آج آسمان سے کوئی بات نہیں ہوئی اور اس قسم کے یہودہ کلمات کہتا (۳)  
**حارث بن قیس سہمی:** جس کو حارث بن عیطلہ بھی کہا جاتا ہے عیطلہ مال کا نام  
ہے قیس باپ کا نام تھا۔ یہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھا کہ جو آپ کے اصحاب کے ساتھ استہزار  
اور مسخر کیا کرتے تھے اور یہ کہہ کرتے تھے کہ مجھ نے اپنے اصحاب کو یہ سمجھا کر دھوکہ دے رکھا  
ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے

وَاللّٰهُ مَا يَهْدِيْكُمْ اِلَّا الدَّهْرُ (۴) خدا کی قسم ہم کو زمانہ ہی ہلاک اور برباد کرتا ہے۔

(۱) ابن اثیر ج ۲، ص : ۲۶ (۲) ابن اثیر ج ۲، ص : ۲۷

(۳) ابن اثیر ج ۲، ص : ۲۶ (۴) البحار - آیۃ : ۲۴ -

جب ان لوگوں کا استہزار اور مسخرہ سے گزر گیا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ  
اَعْرِضْ عَنِ الْمُمَشِّرِ كَيْنَ  
اِنَّا كَفَيْنَاكَ  
الْمُسْتَهْزِئِينَ (الحجر، ۹۴)

جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسکو علی الاطلاق بیان کریں اور مشرکین اگر نہ مانیں تو ان سے اعراض فرمائیں اور جو لوگ آپ کی ہنسی اور مذاق اڑاتے ہیں ان کے لیے ہم کافی ہیں۔

زیادہ ہنسی اور مذاق اڑانے والے یہ پانچ شخص تھے۔

اسود بن عبدغوث۔ ولید بن مغیرہ۔ اسود بن عبدالمطلب۔ عاص بن وائل۔ حارث بن قیس ایک بار آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ جبریل امین آگئے۔ آپ نے جبریل امین سے ان لوگوں کے استہزار اور تمسخر کی شکایت کی اتنے میں ولید سامنے سے گذرا آپ نے بتلایا کہ یہ ولید ہے۔ جبریل نے ولید کی شہ رگ کی طرف اشارہ کیا آپ نے دریافت کیا یہ کیا کیا ہے جبریل نے کہا آپ ولید سے کفایت کیے گئے۔ اس کے بعد اسود بن مطلب گذرا آپ نے بتلایا کہ یہ اسود بن مطلب ہے۔ جبریل نے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا آپ نے دریافت کیا کہ اسے جبریل کیا کیا جبریل نے کہا تم اسود بن مطلب سے کفایت کیے گئے اس کے بعد اسود بن عبدغوث ادھر سے گذرا جبریل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور حسب سابق آپ کے سوال پر جواب دیا کہ آپ کفایت کیے گئے اس کے بعد حارث گذرا جبریل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کفایت کیے گئے اس کے بعد عاص بن وائل ادھر سے گذرا جبریل نے اس کے پیر کے تلوے کی طرف کچھ اشارہ کیا اور کہا کہ آپ اس سے

کفایت کیے گئے ہیں لیکن بیت اللہ کے طواف کرنے کا دقت

حاصل نہایت سے لیا گیا جس کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ

کے تحت درج کیا ہے ۱۲۔

کفایت کیے گئے چنانچہ ولید کا قہر یہ ہوا کہ ولید ایک مرتبہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص پر گزرا جو تیر بار ہاتھا۔ اتفاق سے اس کے کسی تیر پر ولید کا پیر پڑ گیا جس سے خفیف سارنم پڑ گیا۔ اس زخم کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا اور اسی میں مر گیا۔ اسود بن عبد المطلب کا یہ قہر ہوا کہ ایک لیکر کے درخت کے نیچے جا کر بیٹھ ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی مجھ کو بچاؤ مجھ کو بچاؤ میری آنکھوں میں کوئی شخص کاٹے چھا لے لڑکوں نے کہا ہمیں کوئی نظر نہیں آتا اسی طرح کہتے کہتے اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد غوث کا قہر یہ ہوا کہ جبریل امین کا اس کے سر کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ تمام سر میں بھوڑے اور پھنسیاں نکل پڑے اور اسی تکلیف میں مر گیا۔ حادثہ کے پیش میں دفعۃً ایسی بیماری پیدا ہوئی کہ منہ سے پیتھانے لگا اور اسی میں مر گیا۔ عاص بن مائل کا یہ حشر ہوا کہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا راستہ میں گدھے سے گرا اور کسی خار دار گھاس پر جا کر گرا جس سے پیر میں ایک معمولی سا کانٹا لگا مگر اس معمولی کانٹے کا زخم اس قدر شدید ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا اور اسی میں مر گیا باخبرہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی وابونیم کلاہما فی الدلائل وابن مردودہ بسند حسن۔

ناظرین کرام ان واقعات سے اندازہ لگائیں کہ اسلام کی دعوت اور اشاعت میں جہاد اکراہ سے کام لیا گیا اس کے دبانے اور مٹانے میں جہاد تعدی سے کام لیا گیا۔

### تغذیب مسلمین

رَابَطْنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قَبْلِهِ الْعَذَابُ؛

جس قدر اسلام پھیلتا جاتا تھا اور مسلمان زیادہ ہوتے جاتے اسی قدر شکنجہ شکنجہ کا

بند جیسا کہ طوسی کے متعلق مشہور ہے کہ آخر میں منہ سے پھلنے لگا تھا۔ اس پکار پر خیرازی نے فرمایا

کہ ایں آں بدست کہ در آخر جزیرہ خوردہ ۱۲ علیہ السلام یہ روایت خاصہ کرنی صحیح ۱۲ میں اور تفسیر ابن کثیر

سورۃ الحج ۲۳ طبع قدیم میں مذکور ہے مگر سند کا تحسین مذکور نہیں وہ صرف روح المعانی

میں مذکور ہے صحیح ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ۔

غیظ غضب زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ جن مسلمانوں کا کوئی حامی اور مددگار تھا ان پر تو کفار کہہ کا کچھ زیادہ بس نہ چلتا تھا۔ ہاں جو بیچارے بے سہارے مسلمان تھے جن کی کوئی پشت پناہ نہ تھی وہ قریش مکہ کے جود و تم کے تحت مشق بنے ہوئے تھے۔ کسی کو مارتے اور کسی کو تنگ و تنابیک کو ٹھڑی میں بند رکھتے۔ اب ہم چند واقعات ذکر کرتے ہیں جس سے مشرکین مکہ کے جود و تم اور صحابہ کے صبر و تحمل کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

امام المؤمنین بالصَّلَاةِ وَالْفَلَاحِ سیدنا و مولانا بلالؓ بن رباح رضی اللہ عنہ  
آپ حبشی النسل تھے امیتہ بن غلام تھے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ دھوپ تیز ہو جاتی اور پتھر آگ کی طرح پھینکے تو غلاموں کو حکم دیا کہ بلال کو پتھریں ہوتے پتھروں پر لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جائے تاکہ جنبش نہ کر سکیں اور پھر کتا تو اسی طرح مر جائے گا۔ اگر نجات چاہے تو محمدؐ کا انکار کر اور لات و عزیٰ کی پرستش کر لیکن بلالؓ کی زبان سے اس وقت بھی اُحَدُ اُحَدُ ہی نکلتا۔ (۱)

مود چہ بر پاتے ریزی ز دُشس چہ فولاد ہندی نہی بر سرش  
امید و ہر اکش نباشد ز کس ہمیں است بنیاد توحید و بس  
اور کبھی گائے کی کھال میں پیٹھا اور کبھی لوسے کی زرہ پہنا کر تیز دھوپ میں بٹھلاتا۔ اس تکلیف کی شدت میں بھی زبان مبارک سے اُحَد اُحَد نکلتا (۲) امتیہ نے جب یہ دیکھا کہ بلالؓ کے عزم استقلال میں کوئی تزلزل ہی نہیں آتا۔ گلے میں رستی ڈال کر لوگوں کے حوالے کیا کہ تمام شہر میں گھیسٹے پھریں مگر بلالؓ کی زبان سے اُحَد اُحَد ہی نکلتا تھا (۳) وقال الحاکم صلیح الاسود لم یخربہ و اقرہ الدہبی (۴)

حسب معمول حضرت بلالؓ اسی جود و تم کے تحت مشق بنائے جا رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ

علہ صلح آپ کے والد کا نام تھا اور حمامہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام تھا۔ ۱۲۔ (۱) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص: ۱۹

(۲) طبقات ابی سعد، ج ۳، ص: ۲۶، ۲۷ (۳) مستدرک ج ۳، ص: ۲۸۴

اس طرف سے گزرے یہ منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور امیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

الاتقوا الله في هذا المسكين      تو اس مسکین کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا  
حتی متی انت      آخر یہ ظلم و ستم کب تک۔

امیہ نے کہا کہ تم ہی نے تو اس کو خراب کیا ہے اب تم ہی اس کو چھڑاؤ۔ ابوبکرؓ نے کہا  
بہتر ہے میرے پاس ایک غلام ہے جو نہایت قوی ہے اور تیرے دین پر نہایت قوت اور  
مضبوطی کے ساتھ قائم ہے۔ اس کو لے لو اور اس کے معاوضہ میں بلال کو میرے حوالے کر دو۔  
امیہ نے کہا میں نے قبول کیا ابوبکرؓ نے امیہ سے بلال رضی اللہ عنہ کو لیکر آزاد فرمایا (۱)

احسن الداعین الی اللہ الکبیر المتعال سیدنا و مولانا بلال رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک  
مشرکین کے جوہر و ستم نے نشان اور داغ ڈال دیے تھے چنانچہ حضرت بلال جب کبھی پیش  
پشت ہوتے تو داغ اور نشان نظر آتے۔

لا قی بلالؓ بلاء من امیہ قد      احلہ الصبر فیہ اکرم النزل  
اذ جہد وہ بضکت الامر و هو علی      شدائد الازل ثبت الازل و عززل  
القوة بطحاء برضاء للبطاح وقد      عالو علیہ صخور اجمة الثقل  
فوجد الله اخلاصا وقد ظهرت      بظہر کدوب الطل فی الطلل  
ان قد ظہر ولی الله من دبر      قد قد قلب عدو الله من قبل  
(بحذافی المواہب)

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ :

عمار بن یاسرؓ میں قحطانی الاصل ہیں آپ کے والد یاثر اپنے ایک مفقود الخیر  
بھائی کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئے اور دو بھائی حارث اور مالک آپ کے ہمراہ تھے۔ حارث  
اور مالک تو یمن واپس ہو گئے اور یاسرؓ مکہ ہی میں رہ گئے اور ابو حذیفہؓ مخزومی سے حلیفانہ

تعلقات پیدا کر لیے ابو حذیفہ نے اپنی کنیز سمیۃ بنت خیاط سے آپؐ کی شادی کر دی جس سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ یا سر اود عمار ابو حذیفہ کے مرنے تک ابو حذیفہ ہی کے ساتھ رہے اس کے بعد اللہ نے اسلام ظاہر فرمایا یا سر اور سمیۃ اور عمار اور ان کے بھائی عبداللہ بن یا سر کے سب مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمار کے ایک بھائی اور بھی تھے جو عمر میں حضرت عمار سے بڑے تھے۔ جریش بن یا سر ان کا نام تھا زمانہ جاہلیت میں بنو الدیل کے ہاتھوں مقتول ہوئے (۱) مکہ میں عمار بن یا سر کا چونکہ کوئی قبیلہ اور کنبہ نہ تھا جو ان کا حامی اور مددگار ہوتا۔ اس لیے قریش نے ان کو بہت سخت سخت تکلیفیں دیں عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی زمین پر ان کو نہاتے اور اس قدر مارنے کہ بیہوش ہو جاتے کبھی پانی میں غوطے دیتے اور کبھی انگاروں پر لٹاتے۔ اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عمار پر گذرتے تو سر پر ہاتھ پھیرتے اور یہ فرماتے۔

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَاحًا لِّعَبْدِ اللَّهِ الَّذِي فِيهِ نَفْسٌ مِّمِّي  
 علی عمار کما کنت علی ابراہیم۔ (۱)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار اور ان کے والد یا سر اور ان کی والدہ سمیۃ کو بتلاتے مصیبت دیکھتے تو یہ فرماتے۔ اے آلد یا سر صبر کرو۔ کبھی یہ فرماتے اے اللہ تو آل ابر کی مغفرت فرما اور کبھی یہ فرماتے تم کو بشارت ہو جنت تمہاری مشتاق ہے۔ طبقات ابن سعد قسم اول واستیعاب لابن عبد البر تذکرہ عمارؓ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ عمار سر پہ بڑی تک ایمان سے بھرا ہوا ہے یہ حدیث جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں ہے سند اس کی حسن ہے (۲) واخرجه البزار من حدیث عائشہ۔ واسنادہ صحیح ورواہ النسائی

(۱) طبقات ابن سعد: ج ۳: ص ۱۷۶ (۲) الصحاح ج ۲: ص ۵۱۲

ایضاً و اسنادہ ایضاً صحیح (۱) باب مناقب عمار حضرت عمارؓ نے ایک بار قیص مبارک اتارا تو پشت مبارک پر لوگوں کو سیاہ داغ نظر آئے سبب دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ قریش کہ مجھ کو پتے ہوئے سنگریزوں پر لٹا کرتے تھے۔ یہ داغ اس کے ہیں (۲) قسم اول اور دہی ملک آپؐ والد حضرت یاسر اور والدہ حمیمہ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ساتھ شخصوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر صدیقؓ۔ بلالؓ۔ جنابؓ۔ صہیبؓ۔ عمارؓ۔ سمیہؓ خاندانی وجاہت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ پر تو مشرکین کہہ کا پورا بس نہ چل سکا۔ بلالؓ اور جنابؓ اور صہیبؓ اور عمارؓ اور سمیہؓ کو اپنے جو دروتم کا تحفہ مشق بلیا میں دوپہر کے وقت ان حضرات کو لڑھکے کی زر میں پنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے۔ ایک روز سامنے سے ابوجل آگیا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں ایک برہمی ماری جس سے وہ شہید ہو گئیں آخر ابوبکر بن ابی شیبہ عن مجاہد و ہوسرل صحیح السند (۳) ترجمہ سمیہ طبقات ابن سعد میں بسند صحیح مجاہد سے منقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی شہید حضرت سمیہؓ ہیں جو بہت بڑھی اور ضعیف تھیں، ابوجل جب جنگ بدر میں مارا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔

قتل اللہ متاثل املک اللہ نے تیری ماں کے قاتل کو ہلاک کیا۔

اور حضرت یاسرؓ نے انہی مصائب اور شائد میں حضرت سمیہؓ سے پہلے انتقال فرمایا (۴) **صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ**

صہیبؓ اصل میں اطرف موصل کے رہنے والے تھے آپؐ والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے اُبل کے حاکم تھے ایک بار رومیوں نے اس فواج پر حملہ کیا۔ صہیب اس وقت کرم کن

(۱) فتح الباری ج: ۴، ص: ۲۲ (۲) طبقات ابن سعد ج: ۳، ص: ۷۷

(۳) الاصابہ ج: ۴، ص: ۳۳۵ (۴) فتح الباری ج: ۷، ص: ۱۷



بچے تھے لیٹ مار میں رومی ان کو کچل کر لے گئے۔ وہیں جوان ہوتے اس لیے صہیب رومی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بنی کلب میں ایک شخص صہیب کو رومیوں سے خرید کر مکہ میں لایا۔ مکہ میں عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام شروع فرمائی تو حضرت صہیب اور حضرت عمار ایک ہی وقت میں دارالرقم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمار کی طرح مشرکین مکہ نے حضرت صہیب کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو قریش مکہ نے یہ کہا کہ اگر تم اپنا سارا مال و متاع یہاں چھوڑ جاؤ تو ہجرت کر سکتے ہو ورنہ نہیں۔ حضرت صہیبؓ نے منظور کیا اور حطام دینا پر لات مار کر ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ پہنچے اور آپ کی خدمت میں یہ تمام واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے یہ فرمایا۔

صہیبؓ نے اس بیع میں خوب نفع کمایا

ربح البیع

کوفائی کو چھوڑ کر باقی کو اختیار کیا اور حق جل شانہ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِىٰ  
نَفْسَهُۥٓ ابْتِغَاءَ مَرْحٰنٰتٍ  
اللّٰہِ وَاللّٰہُ رُوۡفٌ بِالْعِبَادِ (۱)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اپنی جان کو فروخت کر دیتے ہیں محض اللہ کی رضامندی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے بار بار یہ فرمایا۔

صہیبؓ نے خوب نفع کمایا۔ صہیب نے خوب

ربح صہیبؓ ربح

نفع کمایا۔

صہیبؓ

عمر بن حکم سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ حضرت صہیبؓ اور عمار اور ابو فائدہ اور عامر بن نفیرہ وغیرہم کو اس قدر تکلیفیں دیتے کہ بخود اور بیہوش ہو جاتے تھے اور بخود کا یہ عالم تھا کہ یہ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ ہماری زبانوں سے کیا نکل رہا ہے۔ اس پر یہ آیت شریفہ

نازل ہوئی۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ  
بَعْدِ مَا قُتِلُوا أَشْرَجًا هَدُوءًا  
وَصَبْرًا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ  
مُبْعِدِ هَٰلِكُمُودٍ رَحِيمٍ

تحقیق تیرا پروردگار۔ ان لوگوں کے لیے کہ  
جنہوں نے طرح طرح کے مصائب و فتنوں  
کے بعد ہجرت کی اور پھر جہاد کیا اور صبر کیا ان  
باقوں کے بعد تیرا رب ان کی مغفرت کرے اور  
اور ان پر رحمت کرنے والا ہے۔

(۱)

یہ آیت انہیں حضرات کے بارے میں نازل فرمائی۔ ۱۲ - (۲)

### خَبَابِ بْنِ الْاَرْتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

خَبَابِ بْنِ الْاَرْتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سابقین اولین میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ چھٹے  
مسلمان ہیں دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مشرف باسلام ہوئے ام المار کے غلام تھے  
جب آپ اسلام لائے تو ام المار نے آپ کو سخت ایذا میں پہنچائیں۔ اصحابہ ص ۱۶۱  
ایک مرتبہ حضرت خباب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنی  
مسند پر بٹھایا یہ فرمایا کہ اس مسند کا تم سے زائد کوئی مستحق نہیں مگر بلالؓ اس پر خباب نے عرض  
کیا کہ لمے امیر المؤمنین بلال بھی مجھ سے زیادہ مستحق نہیں اس لیے کہ اُن شہداء و مصائب میں  
بعض مشرکین مکہ بلال کے تو حامی اور ہمدرد تھے مگر میرا کوئی بھی حامی نہ تھا۔ ایک روز مشرکین  
مکہ نے مجھ کو دھکے ہوئے انگاروں پر چیت لٹایا اور ایک شخص نے میرے سینہ پر اپنا پیر رکھ دیا  
تاکہ جنبش نہ کر سکوں اور پھر کرتا اٹھا کر پشت پر برص کے داغ دکھلائے (۳)

خَبَابِ بْنِ الْاَرْتِ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا۔ تلواریں بنایا کرتا تھا ایک  
بار عاص بن وائل کے لیے تلوار بنائی جب قیمت کے تقاضے کے لیے آیا تو عاص بن وائل

(۱) الخلل، آیت ۱۱۰ (۲) الاصابہ - ج ۲ - ص ۱۹۵، طبقات ابن سعد - ج ۳، ص ۳۱

(۳) طبقات ابن سعد - ج ۳، ص ۱۱۷

نے یہ کہا کہ میں تم کو ایک کوڑی زردوں گا۔ جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرو و جب  
نے کہا اگر تو مر بھی جائے اور پھر زندہ ہو تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کروں گا۔ عاص نے  
کہا کہ کیا میں مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ خیابانے فرمایا۔ ہاں عاص نے کہا جب خدا  
مجھ کو موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کریگا اور اسی طرح مال اور اولاد میرے ساتھ ہوگا  
تو اُس وقت تمہارا قرض ادا کروں گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا  
وَقَالَ لَا وَتَيْنَ مَا لَا وَكَلَدًا  
اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ  
الرَّحْمٰنِ عَهْدًا اَكَلَتْ سَكَنُتُ  
مَا يَقُولُ وَنُصِدْلُهُ مِنْ  
الْعَذَابِ مَدًّا وَنَسِرْتُهُ مَا  
يَقُولُ وَيَا تَيْنَا فَرْدًا  
ر صبیح بخاری ص ۹۱ تفسیر  
سورۃ مریم و فتح الباری ص ۳۲ ج ۸  
اس سب کے ہم وارث ہوں گے اور وہ  
ہمارے پاس مال اور اولاد سے خالی ہاتھ آئے گا۔

ابو فیکبہ حبش بنی رضی اللہ عنہ :

ابو فیکبہ کنیت ہے یسار نام ہے کنیت ہی زیادہ مشہور ہیں۔ صفوان بن امیہ کے غلام  
تھے امیہ بن خلف کبھی آپ کے پیر میں رسی باندھو اگر گھسٹو انا اور کبھی لوہے کی بیڑیاں ڈال کر  
جلتی ہوئی زمین پر اٹاٹا اور پشت پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھو ایتا حتیٰ کہ آپ بیہوش ہو جاتے

اور کبھی آپ کا گلا گھونٹا۔

ایک روز امیہ بن خلف جلی ہوتی زمین پر لٹ کر آپ کا گلا گھونٹ رہا تھا کہ سامنے سے امیہ بن خلف کا بھائی ابی بن خلف آگیا۔ بھائے اس کے وہ سنگل کچھ چم کھانا کئے لگا۔ اس کا گلا اور زور سے گھونٹ چنانچہ اس زور سے گلا گھونٹا کہ لوگ یہ سمجھے کہ دم نکل گیا جس انفاق سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ادھر آسکے اور ابونکبہ رضی اللہ عنہ کو ضرب کر آزاد فرمایا۔ (۴)

زنیہ رضی اللہ عنہا :

حضرت زنیہ رضی اللہ عنہا باغات اسلام میں سے ہیں حضرت عمرؓ کی کیز تھیں۔ عمرؓ ان کو اس قدر مارتے کہ تھک جاتے۔ ابو جہل بھی ان کو ستایا کرتا تھا۔ ابو جہل اور دیگر سرداران مکہ حضرت زنیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اسلام کوئی عمدہ اور سبلی شے ہوتی تو زنیہ ہم سے سبقت نہ کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
لِلَّذِينَ آمَنُوا  
لَوْ كَانَ خَيْرًا  
مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ

کافروں نے اہل ایمان سے یہ کہا کہ اگر یہ دین کوئی  
اچھی چیز ہوتی تو یہ لوگ ہم سے سبقت نہ کرتے  
اور یہ نہ سمجھے کہ اگر ان میں کوئی خیر کا مادہ ہوتا تو یہ  
خیال دین حق کی طرف سبقت کرتے اور حق پہنچے

زنیہؓ اور یہ نہ سمجھے۔

(۲)

کہ امراء اور رؤسا کا انبیاء اللہ کی ہدایت اور نصیحت سے روگرداں ہونا اور ان درویشوں کا کہ جن کے قلوب حب جاہ اور حب مال سے پاک اور منزہ ہیں انہیں اللہ کی تعلیم و تلقین کو قبول کرنا حاشا یہ حق کے باطل ہونے کی دلیل نہیں بلکہ امراض کرنے والوں کی نخوت اور غرور و اعجاب اور استکبار کی تین دلیل ہے ضعفاء اور غرباء کے حق قبول کر لینے سے حق کی توحید نہیں بلکہ ضعفاء اور غرباء حق قبول کر لینے کی وجہ سے پستی سے نکل کر اوج رفعت پر پہنچ جاتے ہیں اور لہر اور

رومارہی سے اعراض کرنے کی وجہ سے اہل بصیرت کی نظر میں ذلیل اور رسوا ہو جاتے ہیں  
ہاں اگر امیر ہو کر حق کے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کرے جیسے ابوبکر صدیقؓ اور عثمان غنیؓ  
اور عبدالرحمن بن عوفؓ تو اس کی عزت اور سر بلندی میں اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔  
انہیں غلام اور مصائب میں حضرت زبیرہ کی مینائی جاتی رہی۔ مشرکین مکہ نے کہا  
لات اور عزیٰ نے اس کو اندھا کر دیا۔ زبیرہؓ نے مشرکین مکہ کے جواب میں یہ فرمایا کہ لات  
عزیٰ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ کون ان کی پرستش کرتا ہے یہ تو عرض اللہ کی طرف سے ہے خدا اگر چاہا  
تو پھر میری مینائی کو واپس فرما سکتا ہے۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ اسی شب کی صبح  
کو مینا اٹھیں۔ مشرکین مکہ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سحر کر دیا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ نبیؐ  
عز نے خرید کر آزاد فرمایا۔ (۱)

اسی طرح ابوبکر صدیقؓ نے اور بہت سے غلاموں اور کنیزوں کو خرید کر آزاد فرمایا اور  
مظلوموں کی جان بچائی۔ بلال۔ ابولکھہ۔ عامر بن فہیرہ۔ زبیرہ۔ ہندیدہ اور ہندیدہ کی بیٹی اور  
لبیدہ اور مویطہ اور ام حبیس ان سب کو ابوبکر ہی نے خرید کر آزاد کیا۔ (۲)  
صدیق اکبرؓ کے والد ابو قحافہ ہند مشرف باسلام نہ ہوتے تھے ایک روز ابوبکرؓ سے  
کہنے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم چن چن کر ضعیفوں اور ناتواؤں کو خرید کر آزاد کرتے ہو اگر  
قوی اور جواڑوں کو خرید کر آزاد کرو تو تمہارے کام آئیں۔ ابوبکرؓ نے کہا جس لیے میں ان کو  
آزاد کرتا ہوں وہ غرض میرے دل میں ہے۔ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل  
فرمائی۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ  
بِالْحُسْنٰی فَسَيُجْزٰی لِّلْیُسْرٰی  
وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی  
کے پس تو فقیہ دیں گے ہم اس کو اعمال جنت

كَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيْسِرُهُ  
لِلْعُسْرَىٰ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ  
إِذَا تَرَدَّدَىٰ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ  
وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ  
فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى لَا يَصْلَاهَا إِلَّا  
الْأَشْقَى الَّذِي كَذَّبَ  
وَتَوَلَّىٰ وَسَيَكُنَّهَا  
الْآتَمَى الَّذِي  
يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ  
وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ  
مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ  
إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ  
الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ  
يَرْضَىٰ (۱) اخرجہ الحاکم  
عن عبد الله بن الزبير۔

کی اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا اور  
طعت نیک کی تکذیب کی اس کے لیے عذاب  
کو آسان کر دیں گے اور بادی کے وقت لکھ مال  
دولت کوئی نفع نہ دے گا اور ہمارے ہی قبضہ  
میں ہدایت ہے اور ہم ہی دنیا اور آخرت کے  
مالک ہیں۔ پس میں تم کو کہتی ہوئی آگ سے  
ڈراتا ہوں اس میں ہمیشہ کے لیے وہی شخص ماضی  
ہو گا جو سب سے زیادہ بد بخت ہو گا کہ جس نے  
دین حق کی تکذیب کی اور اس سے روگردانی کی  
اور اس آگ سے وہ شخص بالکل محفوظ ہے گا جو  
سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے اور اپنا مال  
پاک ہونے کے لیے خدا کی راہ میں دیتا ہے  
اس کے ذرہ کی کا احسان نہیں کر اس کا ہمارا  
دیتا ہو محض خداوند تعالیٰ کی رضا مندی اور  
خوشنودی مقصود ہے اس شخص کو آخرت میں  
ہم ایسی نعمتیں عطا فرمائیں گے جن کو دیکھ کر  
یہ ضرور راضی اور خوش ہو گا۔

زرقانی ج ۱ ص ۶۹ اوعین الاثر مع الالہ والنبی ص ۵۸

یہ آیات بالا جماع ابو بکر صدیق کے بارہ میں اتری ہیں جس میں ابو بکر صدیق کو  
اتنی کہا گیا۔ یعنی سب سے بڑا پرہیزگار اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا۔ اور  
سورہ حجرات میں ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ  
تحقیق تم میں سے سب زیادہ خدا کے نزدیک  
مکرم اور بزرگ ترین وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار  
اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔ (۱)

معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں بزرگ  
ترین ہستی ابوبکر صدیق کی تھی اور حضور پور کے بعد وہی سب سے افضل تھے جنہوں نے ابتداء ہی سے  
اسلام کی جان و مال سے مدد کی اور غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ ابوبکر صدیق نے چالیس ہزار  
دوہم کا سرمایہ تیرہ سال میں اسلام اور مسلمانوں پر خرچ کر ڈالا اور جو بچا وہ سفر ہجرت اور مسجد نبوی  
کی زمین کی خریداری پر صرف ہو گیا جب کہ لڑنا تو ابوبکر کب لڑا اور ہجرت میں حاضر  
ہوتے اور عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار سے بے حد راضی ہوں۔

بعض شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سورت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ اس  
سورت کے تمام الفاظ اس بات کے گراہ ہیں کہ یہ سورت اُس شخص کے بارے میں نازل ہوئی  
کہ جس نے اپنا مال و دولت محض خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لیے خدا کی راہ میں لٹا دیا اور  
ساری دنیا کو معلوم ہے کہ حضرت علی اس وقت صغیر السن تھے۔ ابوطالب کی ناداری کی وجہ سے  
اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور کفالت میں تھے۔ ان میں مالی طاقت تھی اور نہ بدنی جو  
اسلام کو دہ پہنچا سکتے تھے وہ کیسے ان آیات کا مصداق بن سکتے ہیں۔ نیز ابوبکر صدیق نے  
اسلام کی جان و مال سے اس وقت مدد کی کہ جب اسلام بے کس و بے یار و مددگار تھا ایسے  
وقت میں مدد موجب حد فضیلت ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ  
برابر نہیں ہیں تم میں سے وہ لوگ کہ جنہوں  
أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ  
نے خرچ کیا اور جہاد کیا فتح مکہ سے پہلے بلکہ  
وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَكْثَرُ  
یہ لوگ درجہ اور مرتبہ میں ان لوگوں سے بہت

دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ  
 أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا  
 وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ) ہر ایک سے کیا ہے۔

فتح مکہ بے بعد اسلام غنی ہو گیا اس وقت نصرت و اعانت کی ضرورت نہ رہی اسی وجہ سے نبی کریم کے بعد تمام امت میں ابوبکر صدیق سب سے افضل میں اس لیے کہ گذشتہ آیات کی بناء پر ان کا اُٹنی ہونا معلوم ہوا جو ان کے اکرم عند اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

اور دوسری آیت سے ان کا اعظم درجہ ہونا معلوم ہوا اس لیے کہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی مدد کی اور خدا کی راہ میں جان و مال سے اسلام کی مدد کی۔

اور ابوبکر صدیق کی اسلام میں سبقت پہلے گزر چکی اور سفر ہجرت میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراقت اور غار میں آپ کی معیت اور مرض الوفات میں امامت کا بیان انشاء تعالیٰ آئندہ آئے گا۔ یہ تمام امور ابوبکر صدیق کے انصیلت کے دلائل ہیں۔

الغرض قریش نے مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ دختریں پر بھی لکایا پیروں میں رسیاں باندھ کر بھی گھسیٹا۔ پیٹ اور پیٹھ پر پتی ہوتی سلیں بھی رکھیں سب ہی کچھ کیا مگر دین حق سے کسی ایک کا بھی قدم نہ ڈگ گیا۔ سختیاں اور صعوبتیں جھیتے ہوئے مر گئے۔ مگر اسلام سے منحرف نہیں ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ،

یہ تو ان لوگوں کا ذکر تھا کہ جو کسی کے غلام یا غریب الوطن تھے۔ مشرکین کے دست ستم سے وہ لوگ بھی محفوظ نہ رہے کہ جن کو خاندانی عزت اور وجاہت بھی حاصل تھی۔

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو ان کے چچا حاکم بن ابی العاص نے ان کو رسی میں باندھ دیا اور یہ کہا کہ کیا تو نے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا خدا کی قسم میں اس دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا اور نہ کبھی اس سے علیحدہ ہوں گا۔ حکم نے جب یہ دیکھا کہ یہ اس دین پر اس قدر محکم اور پختہ ہیں تو چھوڑ دیا۔ (۲)



۲۔ حضرت زبیر بن عوف جب اسلام لائے تو ان کے چچا ان کو ایک بدعتی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تاکہ وہ پھر کفر کی طرف لوٹ آئیں مگر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے۔  
لَا أَكْفُرَ أَبَدًا  
میں کبھی بھی کفر نہ کروں گا۔ (۱)

۳۔ حضرت عمر کے بہنوئی ابو جحاز دجھاتی سعید بن زید جب اسلام لائے تو حضرت عمر نے ان کو رسیوں سے باندھا (صحیح بخاری باب اسلام سعید بن زید)

۴۔ خالد بن سعید بن العاص جب اسلام لائے تو باپ نے اس قدر مارا کہ سر زخمی ہو گیا اور کھانا پینا بند کر دیا مفصل واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

۵۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ جب اسلام لائے تو زوقل بن غیلہ نے جو قریش کے شیر کلاتے تھے۔ دونوں کو پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ابوبکر اور طلحہ قرنین (یعنی دونوں ایک قرن یعنی ایک رسی میں بندھے ہوئے) کہلاتے ہیں (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۰)  
۶۔ ولید بن ولید اور عیاش بن ابی ریحہ اور سلمہ بن ہشام جب اسلام لائے تو کفار مکہ نے اس قدر اذیتیں پہنچائیں کہ ہجرت بھی نہ کرنے دی کہ ہجرت ہی سے ان مصائب کا خاتمہ ہو جائے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ان لوگوں کی مشرکین مکہ سے خلاصی اور رہائی کے لیے نام بنام صبح کی نماز میں دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ تو ولید بن ولید اور عیاش بن ابی ریحہ اور سلمہ بن ہشام کو مشرکین کے پنجہ ظلم سے نجات دے (صحیح بخاری)

۷۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے اور مسجد حرام میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو مشرکین مکہ نے اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔ حضرت عباس نے آکر پیایا۔ صحیح بخاری باب اسلام ابی ذرؓ

### معجزة شق القمر

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک مرتبہ مشرکین مکہ حضور کے پاس جمع ہو کر آئے

(۱) الاصابہ ج ۱، ص ۵۴۵: ۵۴۶ کے کزانی روح المعانی تفسیر سورة القمر ۱۲ من عند اللہ عنہ۔

جن میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن دائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبدغوث، اسود بن مطلب، زمعہ بن الاسود، نضر بن حارث وغیرہ وغیرہ بھی تھے۔ آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ۔ رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند طلوع کیے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے لوگوں نے کہا ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل شانہ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا، اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا جبل ابی قیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر تھا دیر تک لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے اور حضور اس وقت یہ فرما رہے تھے۔ اشدوا، اشدوا!

اے لوگو گواہ ہو۔ اے لوگو گواہ ہو۔ عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے اتنی دیر چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر ویسا ہی ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ محمدؐ نے جادو کر دیا ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمدؐ تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہد بیان کریں تو سچ ہے اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمدؐ نے تم پر سحر کیا ہے۔ چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا۔ ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر دیکھا ہے مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر ہے یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِقْتُوبْتُ السَّاعَةَ وَاسْتَقَى الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ۔

معجزہ شق قمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوا قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اسانید صحیحہ اور جیدہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام سلف اور خلف کا اجماع ہے

اور کسی شاذ و نادر نے جو انشق القمر لصیغہ ماضی کو معنی یسئذی القریا ہے وہ سراسر ظاہر قرآن اور احادیث صریحہ اور صحیحہ اور تصریحات سلف و خلف کے خلاف ہے قابل اعتبار نہیں۔

واقعہ ششق القمر کی جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے وہ البدایہ والنہایہ للمحافظ ابن کثیر اور فتح الباری (۱) باب انفاق القمر سے لی ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت فرمائیں مخالفین اسلام اس معجزہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اقل تو یہ بات محال اور ناممکن الوقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے بجائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں۔ جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس طرح اجسام سفلیہ میں کون و فساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علویہ میں بھی کون و فساد محال نہیں۔ خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان اور زمین شمس اور قمر شجر اور حجر سب برابر ہیں جس خدا نے شمس و قمر کو بنا لیا ہے وہ خدا ان کو توڑ بھی سکتا ہے اور جوڑ بھی سکتا ہے۔ بہر حال اس قسم کے خوارق کا ظہور قطعاً محال نہیں۔ ہاں مستبعد اور مستغرب ضرور ہے اور ہر معجزہ کے لیے مستبعد ہونا ضروری ہے جو لوگ محض استبعاد کے بنا پر محال قرار دیتے ان کو محال اور مستبعد کا فرق بھی معلوم نہیں۔ رایہ ام کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صد ہا اور ہزار ہا ایسے عجیب و غریب واقعات ہیں کہ جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں ان کا ذکر نہیں۔ تو ریت اور انجیل میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام و نشان نہیں۔ نیز ششق قمر کا واقعہ رات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے آرام کا وقت ہے جو صرف تھوڑی دیر کے لیے رہا۔ اس لیے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہو تو تعجب نہیں۔ بسا اوقات چاند اور سورج گھٹن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم ہی نہیں ہوتا۔ نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اس وقت دن ہو گا اور کسی جگہ آدھی رات ہو گی عموماً لوگ سوتے

ہوں گے نیز اس معجزہ سے مقصود فقط اہل مکہ کو دکھانا اور ان پر حجت تمام کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ تمام عالم کو دکھانا مقصود بھی نہ تھا۔ نیز کسی شے کا دیکھنا اللہ کے دکھلانے پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شے نظروں کے سامنے بھی ہوا اللہ تعالیٰ نہ دکھانا چاہیں تب بھی وہ شے نظر نہیں آتی۔

## معجزہ رد شمس

حضور کے مشہور معجزات میں سے معجزہ رد شمس بھی ہے یعنی آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا اسما ربنت عیسیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور خیر کے قریب مقام صہبا میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا اور ہنزہ حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی عرض کیا نہیں۔ حضور اسی وقت دست بدعا ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ علی تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ آفتاب کو واپس بھیج دے تاکہ نماز عصر اپنے وقت پر آدا کر سکے۔ اسما ربنت عیسیٰ کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل بتلایا ہے اور فیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام کشف اللبس عن حدیث رد شمس رکھا جس میں اس حدیث کے طرق اور اسناد پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانی نے بھی شرح مواہب میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا (۱۷)

۱۷۔ یہ معجزہ اگرچہ ہجرت کے بعد ۱۲ھ میں خیبر سے واپسی میں مقام صہبا میں ظاہر ہوا لیکن فقہاء کرام نے اسے اس مقام پر ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ ۱۲۔ منہ عنہ اللہ عنہ۔

(۱) نسیم الرایض شرح خطباتی فی ص ۳، ص: ۱۰-۱۳ ند قانی ج: ۵، ص: ۱۱۳-۱۱۶۔

## معجزہ مجلس شمس :

بعض ضعیف روایتوں میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور کے لیے تھوڑی دیر کے واسطے آفتاب کی حرکت روک دی گئی یہ روایت محدثین کے نزدیک معتبر نہیں زرقانی ص ۱۸۷ و نسیم الریاض ص ۱۱۲ و شرح شفا للعلامة القاری ص ۵۹۱ ج ۱۔

چونکہ شق قرار دو شمس اور جس شمس یہ تینوں معجزے متعارف تھے اس لیے ہم نے ان تینوں کو ایک ہی سلسلہ میں ذکر کر دیا۔

یہ معجزہ مکہ مکرمہ میں واقع ہوا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے اور قریش کے سامنے اسرار و معراج کی کیفیت بیان کی قریش نے بیت المقدس کی علامتیں دریافت کیں اور آپ نے ایک قافلہ کا حال پوچھا کہ جو بغرض تجارت خاں کی طرف گیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کب واپس آئے گا آپ نے فرمایا کہ وہ قافلہ بدھ کے روز کو میں داخل ہوگا جب بدھ کا دن اخیر پہنچے گا اور شام ہونے لگی تو کفار نے شور مچایا اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو اسی جگہ ٹھہرا دیا جہاں تھا یہاں تک کہ قافلہ آگیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق ظاہر کی۔

## ہجرت اولیٰ بجانب حبشہ

مشرکین کو نے جب یہ دیکھا کہ دن بدن لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے جاتے ہیں اور روز بروز اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے تو متفقہ طور پر مسلمانوں کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تاکہ کسی طرح دین اسلام سے برگشتہ ہو جائیں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تفرقوا فی الارض فان الله یجمعکم  
تم الله کی زمین پر کہیں چلے جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ  
قالوا الی این نذهب قال  
تم سب کو عنقریب جمع کر لگا صحابہ نے عرض کیا

الحم ہٹا و اشار بیدہ کیا کہاں جائیں اپنے ملک حبش کی طرف  
 اِلٰی ارض الحبشہ - اشارہ فرمایا - رواہ عبد الرزاق عن معمر بن الزہری (۱)  
 ادیر بھی فرما کر دین ایک بادشاہ ہے کہ جس کی فکر میں کوئی کسی نپلم نہیں کر سکتا اس  
 وقت حضرات صحابہ ظاہری اور جہانی شدائد و مصائب سے آگاہ نہیں بلکہ کفر و شرک کے  
 فتنے سے گھبرا کر اپنے دین کو ایمان کے رہزوں کی دست برد سے بچانے کے لیے اللہ کی طرف بھاگے  
 تاکہ اطمینان کے ساتھ اپنے اللہ کا نام لے سکیں چنانچہ ماہ رجب سہ ماہ نبوی میں حضرات ذیل  
 نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

عورتیں	مرد
(۱) حضرت رقیہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ	(۱) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
(۲) سہ بنت سہیل ابو ذریفہ کی بیوی	(۲) عبدالرحمن بن عوفؓ
(۳) ام سلمہ بنت ابی ہریرہؓ کی بیوی جو ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے معروف ہو کر ام المؤمنین کے لقب سے ملقب ہوئیں۔	(۳) زبیر بن عوامؓ (۴) ابو ذریفہ بن عقیقہؓ (۵) مصعب بن عمیرؓ (۶) ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ
	(۷) عثمان بن مظعونؓ

مرد	عورتیں
(۸) عامر بن ربیعہ	(۴) لیلیٰ بنت ابی حمزہ عامر بن ربیعہ کی بیوی فتح الباری ص ۱۴۳ ج ۱، باب ہجرت الحبشہ۔
(۹) سہیل بن بیضا	
(۱۰) ابوسبرۃ بن ابی رہم عامری	(۵) ام کلثوم بنت سہیل بن عمر۔ ابوسبرۃ کی بیوی (عیون الاثر)
(۱۱) حاطب بن عمرو (عمران الاثر ص ۱۱۵)	

مجاہدین حبشہ کی فہرست میں محمد بن اسحاق نے حاطب بن عمرو اور ام کلثوم کا نام ذکر نہیں کیا یہ نام حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں ذکر کیے ہیں۔ واقعہ یہی ہے کہ عبداللہ مسعود کا نام بھی ذکر کیا ہے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ عبداللہ بن مسعود حبشہ کی پہلی ہجرت میں شریک نہ تھے بلکہ دوسری ہجرت میں شریک تھے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے اور محمد بن اسحاق بھی یہی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود حبشہ کی پہلی ہجرت میں شریک نہ تھے بلکہ دوسری ہجرت میں تھے اور مسند احمد کی ایک حسن الاسناد روایت سے بھی یہی معلوم ہے ۱۲- (۱)

یگندرہ مرد اور پانچ عورتیں چھپ کر روانہ ہوئے بعض سوار تھے اور بعض پیادہ حسن اتفاق سے جب بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی کشتیاں حبشہ جانے والی تیار تھیں پانچ درہم لیکر ان سب کو سوار کر لیا مشرکین کہ جب خبر ہوئی تو آدمی دوڑے جب یہ بندرگاہ پہنچے تو کشتیاں پہلے ہی روانہ ہو چکی تھیں عیون الاثر ص ۱۱۶ ج ۱ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات حبشہ کے ساحل سے سوار ہوئے فتح الباری ص ۱۴۳ ج ۱ (۱) جب سے لیکر شمال تک حبشہ میں مقیم رہے شمال میں یہ خبر سن کر کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے حبشہ سے مکہ واپس آ گئے۔ مکہ کے قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اب یہ لوگ سخت کشمکش میں پڑے لہذا کوئی چھپ کر اور کوئی کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوا۔

## ہجرت ثانیہ بجانب حبشہ

اب مشرکین مکنے پہلے سے زیادہ ستاؤ شروع کیا اس لیے رسول اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔ اس وقت حضرات ذیل نے ہجرت فرمائی۔

عورتیں	مرد
(۱) مع رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	(۱) عثمان بن عفانؓ
(۲) اسماء بنت عیسٰیؓ حضرتہ جعفر کی بیوی جن کے بطریق محمدیہؐ بن ہجرت حبشہ میں جا کر پیدا ہوئے۔	(۲) جعفر بن ابی طالبؓ
(۳) فاطمہ بنت صفوانؓ زوجہ کرد بن سعیدؓ۔	(۳) عمرو بن سعید بن العاصؓ
(۴) امیئہ بنت خلفؓ زوجہ خالدؓ۔	(۴) خالد بن سعید بن العاصؓ۔ عمرو بن سعید کے بھائی۔
(۵) ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ زوجہ عبید اللہؓ	(۵) عبداللہ بن جحشؓ
بعد وفات عبید اللہ بن جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔	(۶) عبید اللہ بن جحش جو حبشہ جا کر نصرانی ہو گئے اور نصرانیت ہی پر مرے۔
(۷) بکۃ بنت یسارؓ زوجہ قیس	(۷) قیس بن عبداللہ
	(۸) معیقب بن ابی فاطمہ دوسی
	(۹) عقیبہ بن غزوہؓ
	(۱۰) زبیر بن العولمؓ
	(۱۱) ابو حذیفہ بن عقیہؓ
	(۱۲) اسود بن زفلؓ
	(۱۳) یزید بن زمعہؓ



عورتیں	مرد
	(۱۳) عمرو بن امیہؓ
	(۱۵) طلیب بن عمیرؓ
	(۱۶) مصعب بن عمیرؓ
	(۱۷) سویط بن سعدؓ
(۷) مع زوجہ ام حارث بنت عبد اللہؓ	(۱۸) جہم بن قیسؓ
	(۱۹) عمرو بن جہم یعنی جہم بن قیس کے بیٹے
	(۲۰) خزیمہ بن جہم یعنی جہم کے دوسرے بیٹے
	(۲۱) ابو الرعم بن خزیمہ یعنی مصعب بن عمیر کے بھائی
	(۲۲) فراس بن النضرؓ
	(۲۳) عبد الرحمن بن عوفؓ
	(۲۴) عامر بن ابی وقاصؓ
(۸) مع بیوی۔ رطلہ بنت عوفؓ	(۲۵) مطلب بن ازہرؓ
	(۲۶) عبد اللہ بن مسعودؓ
	(۲۷) عتبہ بن شداد یعنی عتبہ بن سعد کے بھائی
	(۲۸) مقداد بن عمروؓ
(۹) مع بیوی رطلہ بنت حارث بن عبد بن ارض	(۲۹) حارث بن خالدؓ
حبشہ میں ہوئی اور عاتکہ اور زینبؓ فاطمہؓ پیدا ہوئے	
	(۳۰) عمرو بن عثمانؓ
(۱۰) مع زوجہ سلمہؓ حبشہ میں زینبؓ پیدا	(۳۱) ابوسلمہ بن عبد اللہؓ
ہوئیں جو ابوسلمہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیمہ بن گلائیں۔	

عورتیں	مرد
	(۳۲) شماس بن جن کو عثمان بن عبدالمطلب کہتے ہیں
	(۳۳) حبار بن سفیان بن عبدالاسدؓ
	(۳۴) عبداللہ بن سفیانؓ حبار کے بھائی
	(۳۵) ہشام بن ابی حذیفہؓ
	(۳۶) سلمہ بن ہشامؓ
	(۳۷) عیاش بن ابی ربیعہؓ
	(۳۸) معتب بن عوفؓ
	(۳۹) عثمان بن مظعونؓ
	(۴۰) سائب بن عثمانؓ
	(۴۱) قدامہ بن مظعونؓ
	(۴۲) عبداللہ بن مظعونؓ۔ قدامہ اور عمارؓ
	یہ دونوں سائب کے چچا ہیں
(۱۲) مع یحییٰ فاطمہ بنت مہملہؓ	(۴۳) حاطب بن الحارثؓ
	(۴۴) محمد بن حاطبؓ
	(۴۵) حارث بن حاطبؓ یعنی حاطب کے دونوں بیٹے
(۱۳) مع یحییٰ فیکمہ بنت یسارؓ	(۴۶) خطاب بن الحارثؓ یعنی حاطب بن الحارث کے بھائی
	(۴۷) سفیان بن عمروؓ
(۱۴) مع یحییٰ حسنہؓ	(۴۸) جابر بن سفیانؓ
	(۴۹) جنادہ بن سفیانؓ یعنی سفیان کے بیٹے حسنہ کے بطن سے۔

عورتیں	مرد
	(۵۰) شرجیل بن حسنہؓ یعنی جابرہ سفیان کے اخیانی بھائی۔
	(۵۱) عثمان بن ربیعہؓ
	(۵۲) خنیس بن حذافہ سہمیؓ
	(۵۳) قیس بن حذافہ سہمیؓ
	(۵۴) عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ تینوں بھائی ہیں
	(۵۵) عبداللہ بن الحارث سہمیؓ
	(۵۶) ہشام بن العاص سہمیؓ
	(۵۷) ابرقیس بن الحارث سہمیؓ
	(۵۸) حارث بن الحارث بن قیس سہمیؓ
	(۵۹) معمر بن الحارث سہمیؓ
	(۶۰) بشر بن الحارث سہمیؓ
	(۶۱) سعید بن عمرو سہمیؓ بشر بن الحارث کے اخیانی بھائی
	(۶۲) سعید بن الحارث سہمیؓ
	(۶۳) سائب بن الحارث سہمیؓ
	(۶۴) عکرم بن سائب سہمیؓ
	(۶۵) عقیقہ بن جدرہؓ
	(۶۶) معمر بن عبداللہؓ
	(۶۷) عروہ بن عبد العزیؓ
	(۶۸) عدی بن نضلہؓ

عورتیں	مرد
	(۶۹) نفعان بن عدی یعنی عدی بن نضله کے بیٹے
	(۷۰) عامر بن ربیعہؓ
(۱۵) مح یبری ام کلثوم بنت سہیلؓ	(۷۱) ابوسبرہ بن ابی رہمؓ
	(۷۲) عبداللہ بن محزمہؓ
	(۷۳) عبداللہ بن سہیل بن عمروؓ
	(۷۴) سلیط بن عمروؓ
(۱۶) مح یبری سوہہ بنت زمعہؓ	(۷۵) سکران بن عمرو یعنی سلیط کے بھائی
(۱۷) مح یبری عمرہ بنت سعدیؓ	(۷۶) مالک بن ربیعہؓ
	(۷۷) ابو حاطب بن عمروؓ
	(۷۸) سعد بن خولہؓ
	(۷۹) ابوعبیدہ عامر بن الجراحؓ
	(۸۰) سہیل بن میضارہؓ
	(۸۱) عمرو بن ابی سرحؓ
	(۸۲) عیاض بن زہیرؓ
	(۸۳) عمرو بن الحارث بن زہیرؓ
	(۸۴) عثمان بن عبدغنمؓ
	(۸۵) سعد بن عبدقیسؓ
	(۸۶) حارث بن عبدقیسؓ

سیرۃ ابن ہشام ص ۱۱۱ ج ۱ (وعیون الاثر) ص ۱۱۶ ج ۱

ابن ہشام نے مہاجرین حبشہ کے اسمائے گرامی مع انسابے قبائل خات تفسیل سے

ذکر کیے ہیں اور حافظ ابن سیداناس نے عیون الاثر میں اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔  
 عمار بن یاسر کے بارے میں علماء یرکاء اختلاف ہے کہ وہ مہاجرین حبشہ میں تھے یا نہیں،  
 محمد بن اسحاق نے مہاجرین حبش میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک بھی ذکر کیا ہے  
 وادی اور دیگر علماء اس کے منکر ہیں۔ بعض علماء نے یہاں تک کہہ دیا کہ محمد بن اسحاق جیسے  
 امام پر اس کا منفی رہنا نہایت مستبعد ہے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حقیقت حال یہ  
 ہے کہ ابو موسیٰ اشعری مین کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائے بعثت میں مکہ مکرمہ حاضر ہو کر  
 مشرف باسلام ہوئے اور پھر مین واپس ہو گئے اور جب حضرت جعفر اور دیگر صحابہ ہجرت  
 کر کے حبشہ آئے تو معلوم ہوا کہ حبشہ مین سے قریب تھا اس لیے ابو موسیٰ مین سے ہجرت فرما  
 کر حبشہ چلے آئے اور وہیں مقیم رہے اور پھر حضرت جعفر کے ساتھ شہرہ میں ہجرت  
 کر کے مدینہ منورہ آ گئے چونکہ ابو موسیٰ اشعری نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اگرچہ وہ  
 ہجرت مکہ سے نہ تھی بلکہ مین سے تھی اس لیے محمد بن اسحاق نے ابو موسیٰ اشعری کو بایں معنی  
 مہاجرین حبشہ کی فہرست میں ذکر کر دیا کہ جن لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور خواہ  
 وہ مکہ سے ہو یا مین سے یا اور کسی مقام سے ان میں ابو موسیٰ اشعری بھی شامل ہیں ہاں اگر  
 محمد بن اسحاق یہ فرماتے کہ ابو موسیٰ اشعری نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو بے شک  
 قابل رشک انکار تھا (۱)

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ کرام حبشہ میں جا کر مطمئن ہو گئے اور اطمینان کے ساتھ  
 ارکان اسلام بجالانے لگے۔ تو مشورہ کر کے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی  
 اور اس کے تمام ندماؤں اور مقربین کے لیے تحائف اور ہدایا دیکر اپنا ہم خیال بنالینا چنانچہ  
 عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ یہ دونوں حبشہ پہنچے اول قلم ندماء اور مصاحبین  
 کو نذرین پیش کیں اور یہ بیان کیا کہ ہمارے شہر کے چند سفید اور نادان اپنا آبائی دین چھوڑ کر

تمہارے شہر میں پناہ گزین ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارا دین بھی اختیار نہیں کیا یعنی عیسائی بھی نہیں ہو گئے بلکہ ایک نیا دین اختیار کیا ہے جس سے نہ ہم اور نہ آپ کو کئی بھی واقعہ نہیں۔ ہماری قوم کے اشراف اور سربراہ اور وہ لوگوں نے ہم کو بادشاہ کی حد میں اس لیے بھیجا ہے کہ یہ ادگ ہمارے حوالے کر دیئے جائیں۔ آپ حضرات بادشاہ سے سفارش کیجئے کہ ان لوگوں کو بغیر کسی مکالمہ اور گفتگو کے ہمارے سپرد کر دے۔ چنانچہ جب یہ لوگ باریاب ہوئے اور نہ خانقہ اور ہرایا کی نذر پیش کر کے اپنے مدعا کو پیش کیا تو مقررین اور مصاحبین نے پوری تائید کی۔ عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو یہ بہت شاق اور گراں تھا کہ شاہ حبشہ صحابہ کرام کو بلا کر ان سے کچھ دریافت کرے یا ان کی کسی بات کو سنے۔

ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ شاہ حبشہ کا صحابہ سے کسی کا سوال یا گفتگو کرنا کیوں شاق اور گراں تھا اور یہ کیوں چاہتے تھے کہ بادشاہ بغیر کسی مکالمے اور گفتگو کے ان لوگوں کو ہمارے سپرد کر دے۔ وجہ ظاہر ہے وہ یہ کہ خوب سمجھتے تھے کہ حق ان لوگوں کی زبان سے نکلا۔ اور لوہر دل میں اترا۔ غرض یہ کہ ان لوگوں نے بادشاہ کے سامنے اپنا مدعا پیش کیا اور درباریوں نے پوری تائید کی کہ یہ لوگ اس وفد کے حوالے کر دیئے جائیں جس چیز کا اندیشہ تھا وہی سامنے آئی نجاشی کو غصہ آگیا اور صاف کہہ دیا کہ میں بغیر دریافت حال اور بدولت گفتگو کے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو لوگ اپنا وطن چھوڑ کر میرے قلم درمیں آٹھیرے ہیں ان کو بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے ان کے غافلوں کے حوالے کر دوں اور ایک آدمی صحابہ کے بلانے کے لیے روانہ کیا۔ قاصد صحابہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ کا پیام پہنچایا۔ اس وقت صحابہ میں سے کسی نے یہ کہا کہ دربار میں پہنچ کر کیا کہو گے یعنی بادشاہ تو عیسائی ہے اور ہم مسلمان ہیں بہت سے عقائد میں اس کے خلاف ہیں (صحابہ نے یہ کہا کہ ہم دربار میں وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے ہم کو سکھایا اور بتایا ہے جو کچھ بھی اس سے سرو تجاہز نہ کریں گے دربار میں پہنچنے اور صرف سلام پر اکتفا کیا۔ بادشاہ کو سجدہ کسی نے نہ کیا۔ شاہی مقررین کو مسلمانوں

کایہ طرز عمل بہت گراں گذرا چنانچہ اسی وقت ندمار اور مصائبیں مسلمانوں سے سوال کر بیٹھے کہ آپ لوگوں نے شاہ ذی جاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا اور ایک روایت میں ہے بادشاہ نے خود بھی سوال کیا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ جعفر نے کہا ہم سوائے اللہ کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا اُس نے ہم کو یہی حکم دیا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح سلام کرتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو اسی طرح سلام کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ اہل جنت بھی اسی طرح ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ رہا سجدہ تو اللہ کی پناہ کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کریں اور تم کو اللہ کے برابر گردانیں نجاشی نے صحابہ سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ عیسائیت اور بت پرستی کے سوا وہ کون سا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے۔ صحابہ کی جماعت میں سے حضرت جعفر بادشاہ کے جواب کے لیے اُٹھے۔

## دربار نجاشی میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریرِ دل پذیر اور نجاشی پر اس کا اثر

ایہا الملک! اے بادشاہ۔ ہم سب جاہل اور نادان تھے۔ بتوں کو پوجنے اور مردار کو کھاتے تھے قسم قسم کی بے حیائیوں میں مبتلا تھے۔ قرابتوں کو قطع کرتے پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے۔ ہم میں جو زبردست ہوتا وہ یہ چاہتا کہ کمزور کو کھا جائے۔ اسی حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا ہم میں سے اپنا ایک پیغمبر بھیجا جس کے حسبِ نسب اور صدق اور امانت اور پاکدامنی اور عفت کو ہم خوب پہچانتے ہیں اس نے ہم کو اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کو ایک مانیں اور ایک جانیں اور ایک سمجھیں صرف اسی کی عبادت اور بندگی کریں اور جن بتوں اور پتھروں کی ہم اور ہمارے آباؤ اجداد پریشانی

کرتے تھے اُن سب کو یک نعت چھوڑ دیں۔ سچائی اور امانت اور صلہ رحمی اور پڑوسیوں سے محبت سلوک اور خیریزی اور عوام باتوں سے بچنے کا حکم دیا اور تمام بے حیائیوں سے اور باطل اور ناحق کہنے سے اور یتیم کا مال کھانے سے اور کسی پاک دامن پر تہمت لگانے سے ہم کو منع کیا اور یہ حکم دیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک نہ کریں۔ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور روزہ رکھیں غرض یہ کہ جان اور مال سے خدا کی راہ میں دریغ نہ کریں۔“

حضرت جعفر نے اس کے علاوہ اور بھی تعلیمات اسلام کا ذکر کر کے فرمایا پس ہم نے اُن کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ منجانب اللہ لے کر آئے اس کا اتباع اور پیروی کی۔ چنانچہ ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ حلال چیز دل کو کرتے ہیں اور حرام چیز دل سے بچتے ہیں محض اس پر ہماری قوم نے ہم کو طرح طرح سے ستایا اور قسم قسم کی اذیتیں پہنچائیں تاکہ ہم ایک اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر گزشتہ بے حیائیوں میں پھر مبتلا ہو جائیں جب ہم ان کے مظالم سے تنگ آ گئے اور اپنے دین پر چلنا اور ایک خدا کی عبادت اور بندگی کرنا دشوار ہو گیا تب ہم نے اپنا وطن چھوڑا اور اس امید پر کہ آپ ظلم نہ کریں گے۔ آپ کی ہمسائیگی کو سب پر ترجیح دی۔ نجاشی نے کہا کیا تم کو اس کلام میں سے کچھ یاد ہے جو تمہارے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ حضرت جعفر نے فرمایا ہاں نجاشی نے کہا اچھا اس میں سے کچھ پڑھ کر مجھ کو سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ بادشاہ اور تمام درباریوں کے آنسو نکل آتے روتے روتے بادشاہ کی ڈاڑھی تر ہو گئی (معلوم ہوا کہ بادشاہ ڈاڑھی رکھتا تھا اور یہی تمام انبیاء کا طریق رہا۔ معاذ اللہ کسی پیغمبر نے کبھی ڈاڑھی نہیں منڈوائی۔ ڈاڑھی رکھنا خاص حضرات انبیاء و مرسلین کا طریق رہا۔ جب حضرت جعفر تلاوت ختم فرما چکے تو نجاشی نے کہا یہ کلام اور وہ کلام جو علیؑ علیہ السلام لیکر

علمہ دلائل الیٰ نبیم ص ۹۱ میں ہے فقرا علیہم جعفر سورۃ مریم فلا سمعنا عرفنا الحق حضرت جعفر نے سورہ مریم

کی تلاوت فرمائی نجاشی نے سنتے ہی پہچان لیا کہ یہ حق ہے اور حضرت جعفر سے یہ کہا زود ماں بڑا السلام الطیب

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر



آئے دو دنوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہوئے ہیں اور قریش کے وفد سے صاف طور پر کہہ دیا کہ میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہ کروں گا اور نہ اس کا کوئی امکان ہے۔ جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ اس طرح بادشاہ کے دربار سے بنے نیل مرام باہر نکلے تو عمرو بن العاص نے کہا کہ میں کل بادشاہ کے سامنے ایسی بات کہوں گا جس سے وہ ان لوگوں کو بالکل نیست نابود ہی کر دے گا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا ایسا ہرگز نہ کرنا ان لوگوں سے ہماری قرابتیں ہیں یہ ہمارے عزیز اور رشتہ دار ہیں اگرچہ مذہباً ہمارے مخالف ہیں مگر عمرو بن العاص نے ایک نہ سنی۔ اگلاروز ہوا کہ عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بہت ہی سخت بات کہتے ہیں۔ نجاشی نے صحابہ کو بلا بھیجا۔ اس وقت صحابہ کو بہت تشویش ہوئی۔ جماعت میں سے کسی نے کہا کہ بادشاہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہو گے۔ اس پر سب نے متفقہ طور پر کہا کہ خدا کی قسم ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے اور اس کے رسول نے کہا ہے۔ جو کچھ بھی ہو ذرہ برابر اس کے خلاف نہ کہیں گے۔

دربار میں پہنچے نجاشی نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ حضرت جعفر نے فرمایا ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندے اور اس کے رسول تھے اور خدا کی خاص روح اور خدا کا خاص کلمہ تھے۔ نجاشی نے زمین پر سے ایک ٹکڑا اٹھا کر کہا۔ خدا کی قسم مسلمانوں نے جو کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک ٹکڑے کی مقدار بھی زائد نہیں۔ اس پر درباریوں نے بہت ناک بھول چڑھائے۔

اے جعفر اس پاکیزہ کلام میں سے کچھ اور سنو حضرت جعفر نے ایک دوسری سورۃ پڑھ کر سنائی۔ نجاشی نے سنتے ہی کہا بے شک حق ہے۔ تم نے سچ کہا اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ کہا اور خدا کی قسم تم سب راست باز ہو۔ اللہ کے نام پر یہاں امن و امان کے ساتھ رہو۔ ۱۲

مکو نجاشی نے ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور صاف کہہ دیا کہ تم کتنا ہی ناک بھوں چڑھاؤ مگر حقیقت یہی ہے اور مسلمانوں سے کہا کہ تم امن سے رہو ایک سونے کا پہاڑ لے کر بھی تم کو سنا پسند نہیں کرتا۔ اور حکم دیا کہ قریش کے تمام تحائف اور ہدایا واپس کر دیتے جاتیں۔ مجھ کو ان کے مذاقوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ واللہ خدا نے میرا ملک اور میری سلطنت بغیر رشوت کے مجھ کو دلائی۔ لہذا میں تم سے رشوت لے کر ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہ کر دوں گا۔ دربار ختم ہوا اور مسلمان ہمتا شادان و فرحان اور قریش کا وفد نہایت ذلت و ندامت کے ساتھ باہر نکلا۔ مسند احمد بن حنبل ج ۲۱ (حدیث جعفر بن ابی طالب فی الهجرة) قال الحافظ الشیخی رواہ احمد و رجالہ رجال الصصحیح غیر محمد بن اسحاق وقد صرح بالسماع مع الزوائد ج ۶: سیرۃ ابن ہشام ج ۱۱

یہ تمام تفصیل مسند احمد اور سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے صرف دربار میں صحابہ کے مجاہدہ کرنے کا واقعہ عین الاثر ج ۱۱ میں اجمالاً اور دلائل ابی نعیم ج ۱ میں تفصیلاً مذکور ہے اور مجمع الزوائد باب الهجرة الی الحبشہ میں متعدد روایتیں اسی مضمون کی مراحطہ موجود ہیں ج ۲۳ سے ص ۳۶ تک مراجعت کریں۔ زہری فرماتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کی یہ مفصل حدیث عروہ بن الزبیر سے ذکر کی تو عروہ نے مجھ سے یہ کہا کہ تم کو معلوم بھی ہے کہ نجاشی کے اس قول کا کہ اللہ نے مجھ کو بغیر رشوت کے میرا ملک مجھے واپس فرمایا کیا مطلب ہے میں نے کہا نہیں۔ عروہ نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ نجاشی کا باپ حبشہ کا بادشاہ تھا نجاشی کے سوا اس کا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ بادشاہ کے بجائی یعنی نجاشی کے چچا کے بارہ (ارکے تھے۔

علاء البوسلی شمری کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد نجاشی نے یہ کہا کہ مجاہد بن جحش نے اس کو لودراں کو بھیجا کہ جس کے پاس سے تم آئے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور تحقیق وہی پیغمبر ہیں جن کی حضرت عیسیٰ نے بذات دہی ہے اور اگر یہ سلطنت کا کام نہ ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے جوتوں کو بوسہ دیتا اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ جب تک چاہو میری زمین میں رہاؤ اور کھانے اور کپڑے کا بھی ہمارے لیے حکم دیا۔ رواہ الطبرانی و رجالہ رجال الصصحیح مع الزوائد ج ۲۱ باب الهجرة الی الحبشہ

ایک مرتبہ اہل حبشہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ نجاشی تو اپنے باپ کا ایک ہی بیٹا ہے اور بادشاہ کا بھائی کثیر الاولاد ہے اس لیے بادشاہ کو قتل کر کے بادشاہ کے بھائی یعنی نجاشی کے چچا کو بادشاہ بنالینا چاہیے تاکہ زمانہ دراز تک اسی خاندان میں بادشاہت کا سلسلہ قائم رہے۔ چنانچہ بادشاہ کو قتل کر کے بادشاہ کے بھائی کو بادشاہ بنالیا اور نجاشی اپنے چچا کی تربیت میں آگیا۔ نجاشی نہایت ہوشیار اور سمجھدار تھا۔ اسی وجہ سے چچا کی نظر میں جو نجاشی کی وقعت تھی وہ کسی کی نہ تھی نہ موت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ کے ہر کام میں نجاشی ہی ذخیل نظر آنے لگا۔ اہل حبشہ کو اس کی ہوشیاری سے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اپنے باپ کا انتقام نہ لے اس لیے بادشاہ نے خواست کی کہ اس کو قتل کرادے۔ بادشاہ نے کہا کہ کل قوم نے اس کے باپ کو قتل کیا اور آج اس کے بیٹے کو قتل کرنا چاہتے ہو مجھ سے یہ ناممکن ہے بہت سے بہت یہ ہو سکتا ہے کہ میں اس کو یہاں سے علیحدہ کر دوں، لوگوں نے اس کو منظور کیا اور نجاشی کو بادشاہ سے لیکر ایک تاجر کے ہاتھ چھ سودرہم میں فروخت کر ڈالا۔ تاجر نجاشی کو لے کر روانہ ہوا۔ شام ہی کو یہ واقعہ پیش آیا کہ بادشاہ پر بجلی گری۔ بادشاہ تو بجلی گرتے ہی مر گیا۔ اب لوگوں میں ہلچل مچ پڑی کہ کس کو بادشاہ بنائیں بارہ میٹوں میں سے کوئی بھی تخت نشینی کے قابل نظر نہ آیا۔ بارہ کے بارہ اول سے آخر تک سب احمق اور نادان تھے۔ اس وقت لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ اگر اپنے ملک کی فلاح و بہبود چاہتے ہو تو نجاشی کو واپس لا کر تخت نشین کر دو۔ لوگ نجاشی کی خاطر اس تاجر کی تلاش میں ہر طرف دوڑ پڑے۔ اس تاجر سے نجاشی کو واپس لا کر تخت نشین کیا۔ تخت نشینی کے بعد وہ تاجر آیا اور زرخن کا مطالبہ کیا۔ نجاشی نے اس کے چھ سودرہم واپس دیے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کا قریش کے دند کو مخاطب بنا کر یہ کہنا کہ اللہ نے بغیر رشوت کے میرا ملک واپس کیا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا (۱)۔ نجاشی کے اس اعلان کے بعد ماجرین اطمینان کے ساتھ حبش میں مقیم رہے۔

جب رسول اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اکثر لوگ تو خبر سنتے ہی حبشہ سے مدینہ واپس آگئے جن میں جوہیں آدمی غزوہ بدر میں شریک ہوئے باقی ماندہ لوگ حضرت جعفر کی معیت میں حبشہ فتح خیبر کے وقت حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچے (عیون الاثر) فتح الباری باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ الی المدینہ -

## وفد قریش سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے تین سوال

عروہ بن الزبیر راوی ہیں کہ حضرت جعفر نے نجاشی سے کہا کہ میں ان لوگوں سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں آپ ان سے جواب طلب فرمائیں۔

(۱) کیا ہم کسی کے غلام نہیں جو اپنے آقاؤں سے بھاگ کر آئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو بیشک ہم لائق واپسی ہیں۔

نجاشی نے عروہ بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا یہ لوگ کسی کے غلام ہیں۔ عروہ بن العاص نے کہا بَلْ اٰخَرًاؤْ حِكْرًاؤْ غلام نہیں بلکہ آزاد اور شریف ہیں۔

(۲) حضرت جعفر نے نجاشی سے کہا آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں کہ کیا ہم کسی کا خون کوکے آئے ہیں۔ اگر ہم کسی کا ناحق خون کوکے آئے ہیں تو آپ بلا تامل ہم کو ادبیا مقرر کر کے حوالے کر دیجئے۔

نجاشی نے عروہ بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا۔

هل اهرقوا دما بغیر حقہ کیا یہ لوگ کوئی ناحق خون کر کے آئے ہیں۔

عروہ بن العاص نے کہا

لا قطرة من دم۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہیں۔

(۳) حضرت جعفر نے نجاشی سے کہا آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں کیا ہم کسی کا کچھ مال لیکر بھاگے ہیں اگر بالفرض ہم کسی کا مال لے کر آئے ہیں تو میں اس کو ادا کرنے کے لیے تیار ہیں

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر یہ لوگ کسی کا مال لے کر آتے ہیں تو میں اس کا کفیل اور ضامن اور اس کے تاوان کا ذمہ دار ہوں۔

عمرو بن العاص نے کہا:-

ولا تیرا ط یہ لوگ کسی کا ایک قیرا یعنی ایک مسہر بھی لیکر نہیں آتے۔

نجاشی نے وفد قریش سے مخاطب ہو کر کہا پھر کس چیز کا مطالبہ ہے

عمرو بن العاص نے کہا ہم اور یہ ایک دین پر تھے ہم اسی دین پر قائم رہے اور ان لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک نیا دین اختیار کر لیا۔

نجاشی نے صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا جس دین کو تم نے چھوڑا اور جس دین کو تم نے اختیار کیا وہ کیا دین ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

اما الذی کنا علیہ فذین الشیطان وامر الشیطان نکفر بالله ونعبد الحجر واما الذی نحن علیہ فذین الله عزوجل نخبرك ان الله بعث الینا رسولا کما بعث الی الذین من قبلنا فاتا بنا بالصدق والبرو هما ناعن عبادة الاوثان فصدقناه وامنا به واتبعناه - فلما فعلنا ذلك عادانا قومنا و ارادوا قتل النبی الصادق و ردنا فی عبادة الاوثان ففررنا	جس دین پر ہم پہلے قائم تھے وہ شیطان کا دین تھا اور شیطان کا حکم تھا وہ دین یہ تھا کہ ہم اللہ کے منکر تھے پتھروں کی عبادت کرتے تھے اور اب جس دین پر قائم ہیں وہ اللہ جل شانہ کا دین ہے اللہ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جیسا کہ ہم سے پہلے امتوں کی طرف نبی اور رسول بھیجے پس وہ رسول سچائی اور سچائی کر لیکر آئے اور ہم کہتے تھے کہ پرستش سے منع کیا ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے ان کے پیرو ہو گئے اس ہمارے قوم ہماری دشمن ہو گئی اور اس سے نبی کے قتل چاہتے تھے اور یہ ارادہ کر لیا کہ ہم کو پھرتی بت پرستی
---	--

ایک بدیننا و میں لڑاؤں۔ پس ہم اپنا ایمان اور اپنی جان  
 دماٹنا و لواقرنا لے کر آپ کی طرف بھاگ آئے اگر ہماری  
 قومنا لا ستقرنا فذلک قوم کو وطن میں رہنے دیتی تو ہم نہ نکلتے یہ  
 خبرنا۔ ہمارا قصہ (۱)

حضرت جعفر اور ان کے رفقاء نے جب حبشہ سے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو نجاشی نے  
 سب کا سفر خرچ اور زاد راہ دیا اور مزید برآں کچھ ہایا اور تحائف بھی دیئے اور ایک قاصد  
 ہمراہ کیا اور یہ کہا کہ میں نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا ہے اس کی اطلاع آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے کر دینا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی  
 گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ  
 میرے لیے استغفار یعنی دُعا مغفرت فرمائیں۔

حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ سے روانہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں پہنچے  
 آپ نے مجھ کو گلے لگایا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں فتح خیبر سے زیادہ مسرور ہوں یا جعفر  
 کے آنے سے پھر آپ بیٹھ گئے نجاشی کے قاصد نے کھڑے ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہ)  
 یہ جعفر آپ کے سامنے موجود ہیں آپ ان سے دریافت فرمائیں کہ ہمارے بادشاہ نے ان  
 کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ حضرت جعفر نے کہا بے شک نجاشی نے ہمارے ساتھ ایسا  
 اور ایسا معاملہ کیا۔ یہاں تک چلتے وقت ہم کو سواری دی اور توشہ دیا اور ہماری امداد  
 کی اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی بھی گواہی دی کہ آپ یقیناً  
 اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ آپ مجھ کے لیے دُعا مغفرت فرمائیں  
 آپ اسی وقت اٹھے اور وضو کیا اور تین بار یہ دُعا فرمائی

اللھم اغفر للنجاشی اے اللہ تو نجاشی کی مغفرت فرما۔

اور سب مسلمانوں نے آمین کہا۔ حضرت جعفر کہتے ہیں میں نے قاصد سے کہہ دیا کہ جب تم واپس جاؤ تو جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے دیکھا ہے وہ جا کر بادشاہ سے بیان کر دینا۔ رواہ الطبرانی من طریق اسد بن عمرو عن مجالد وکلاهما ضعیف وقد وثقا  
 لجمع الزوائد ص ۳۲ باب الهجرة الى الحبشة ۱۲۔

### اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سلمہ نبوی

حضرت عمرؓ کے اسلام کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔  
 یہی عاشق خود نباشد وصل جو کہ زمشوقش برد جو یائے او  
 میل مشرقاں نہانت دستیر میل عاشق با دو صد طبل و نفیر  
 اقل آپ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ یعنی درپردہ ابو جہل اور عمر الخطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اسی سے اسلام کو عورت دے (رواہ احمد و الترمذی قال حدیث حسن صحیح) ابن عساکر فرماتے ہیں بعد ازاں بذریعہ وحی آپ پر مکشف ہوا کہ ابو جہل اسلام نہ لائے گا تو اس وقت آپ نے خاص حضرت عمرؓ کے لیے یہ دعا فرمائی۔  
 اللهم اید الاسلام بعمرین لے اللہ خاص عمر بن الخطاب سے اسلام الخطاب خاصۃ۔ کو عورت دے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے بھی حاکم کی موافقت فرمائی۔  
 غرض یہ کہ حضرت عمرؓ کے اسلام کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا جاؤ یا نہ ہے۔ باقی سبب ظاہری یہ ہے کہ جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے۔ وہ ہوا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف اور

معارضہ حضرت عمرؓ کی ہجرت اولیٰ کے بعد اور ہجرت ثانیہ سے قبل ۳۶ میں مشرک باسلام ہوئے اور

بعض لکھتے ہیں کہ ۳۶ میں اسلام لائے۔ نزد قاتی ص ۲۶ ج ۱۔ اسلام فاروق رض ۱۲۔

اسلام سے سخت متنفر اور بیزار تھا۔

بذِ عمر نامِ ایں جابت پرست      لیک مومن بود نامش در اَبَسْتُ  
ابو جہل نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے اس کے لیے  
میں تنواؤنٹ کا فیصل اور ضامن ہوں۔ عمر کہتے ہیں کہ میں نے بالمشافہ ابو جہل سے دریافت  
کیا کہ تمہاری جانب سے کیا یہ کفالت اور ضمانت صحیح ہے۔ ابو جہل نے کہا ہاں۔ عمر کہتے ہیں  
کہ میں آپ کے قتل کے ارادہ سے تلوار لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بچھڑا نظر پڑا  
جسے لوگ ذبیح کرنے کا ارادہ کر رہے تھے میں بھی دیکھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ یہ ایک  
دیکھتا کیا ہوں کہ کوئی پکارنے والا بچھڑے کے پیٹ میں سے پکار کر یہ کہہ رہا ہے۔  
یا آل ذبیح۔ اَمْرٌ نَحِیْجُ۔ رَجُلٌ      اے آل ذبیح ایک کامیاب امر ہے ایک  
یَصِیْحُ بلسانِ فصیحِ یدِ عوالی شہلۃ      مرد ہے جو فصیح زبان کے ساتھ ججج رہا ہے  
ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله      لوگوں کو شہادۃ ان لا اله الا الله وان محمد  
رسول اللہ کی طرف بلا رہا ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ یہ آواز سنتے ہی معاویہ سے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھ کو ہی یہ آواز  
دی جا رہی ہے اور میں ہی اس آواز کا مخاطب ہوں (رواہ ابو نعیم عن طلحہ وعائشہ عن عمرؓ)  
اور بچھڑے میں سے آواز سنائی دینے کا واقعہ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے (صحیح بخاری  
باب اسلام عمرؓ)

لیکن عمر پھر بھی اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور آگے بڑھے۔ کچھ قدم چل کر نعیم  
بن عبد اللہ نہ ختم ملے اور پوچھا کہ اے عمر اس دوپہر میں کس ارادہ سے جا رہے ہو عمر  
نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ ہے۔ نعیم نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بیچ سکو گے۔ عمر نے کہا میں گمان کرتا ہوں



کہ تو بھی صابی (بد دین) ہو گیا ہے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا ہے نعيم نے کہا آپ مجھ سے کیا کہتے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور آپ کے بہنوئی سعید بن زید دونوں صابی ہو چکے ہیں اور تمہارا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

عمر یہ سنتے ہی غصہ میں بھرے ہوئے بہن کے گھر پہنچے۔ حضرت خباب جو ان کی بہن اور بہنوئی کو تعلیم دے رہے تھے وہ حضرت عمر کی آہٹ سنتے ہی چھپ گئے۔ عمر گھر میں داخل ہوئے اور بہن اور بہنوئی سے کہا شاید تم دونوں صابی ہو گئے ہو۔ بہنوئی نے کہا اے عمر اگر تمہارا دین حق نہ ہو بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا دین حق ہو تو بتلاؤ کیا کرنا چاہیے۔ بہنوئی کا یہ جواب دینا تھا کہ عمران پل پڑے بہن شوہر کے چھڑانے کے لیے آئیں تو ان کو اس قدر مارا کہ چھوہ خون آلود ہو گیا۔ اس وقت بہن نے یہ کمالے خطاب کے بیٹے تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر لے ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ اے اللہ کے دشمن تو ہم کو محض اس لیے مارتا ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں خوب سمجھ لے کہ ہم اسلام لا چکے ہیں اگرچہ تیری ناک خون آلود ہو۔

حضرت عمر یہ سن کر کچھ شرمائے اور کہا کہ اچھا وہ کتاب جو تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بتلاؤ۔ یہ سنتے ہی حضرت خباب جو مکان کے کسی گوشہ میں چھپے ہوئے تھے فوراً باہر نکل آئے۔ بہن نے کہا:-

انک رجس وانہ لا یمسہ      تو ناپاک ہے اور قرآن پاک کو پاک ہی  
الا المطہرون ففوقہم مناضاً      لوگ چھو سکتے ہیں جاؤ وضو کر کے آؤ  
عمر اٹھے اور وضو یا غسل کیا اور صحیفہ مطہرہ کو ہاتھ میں لیا جس میں سورہ لہ  
لکھی ہوئی تھی پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے۔

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَأَعْبُدْنِي ۚ  
وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔ میں ہی معبودِ برحق ہوں میرے سوا کوئی معبود  
برحق نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو اور نماز

کو میری یاد کے لیے قائم کرو (۱)

بے ساختہ بول اٹھے ما احسن هذا الكلام واکرمه کیا ہی اچھا اور بزرگ کلام ہے۔  
حضرت خباب نے عمر سے یہ سن کر کہا کہ اے عمر تم کو بشارت ہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی۔ عمر نے کہا اے خباب مجھے  
آپ کے پاس لے چلو۔

حضرت خباب عمر کو ساتھ لے کر داراترم کی طرف چلے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اور صحابہ کرام جمع ہوا کرتے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ دستک دی اور اندر آنے کی اجازت بجا ہی  
یہ معلوم کر کے کئی اندر آنا چاہتے ہیں کوئی شخص دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ حضرت حمزہؓ  
نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور آئے دو اگر اللہ نے عمر کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا  
ہے تو اللہ اسکو ہدایت دے گا اور اسلام لے آئے گا اور اللہ کے رسول کا اتباع کرے گا  
ورنہ اللہ کے حکم سے اس کے شر سے محفوظ اور مامون ہو گے۔ اور بحمد اللہ عمر کا قتل کر دینا ہم  
پر کچھ دشوار نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ اگر عمر خیر کے ارادہ  
سے آ رہے ہیں تو ہم بھی اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کریں گے اور اگر شر کے ارادہ سے آ رہے  
تو اسی کی تلواریں سے اسے قتل کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دروازہ کھولنے  
کی اجازت دی۔ دروازہ کھول دیا گیا اور دو شخصوں نے میرے دونوں بازو پکڑے اور  
آپ کے سامنے لا کر مجھ کو کھڑا کیا آپ نے ان سے فرمایا کہ چھوڑو اور میرا کرتہ پکڑ کر اپنی طرف  
کھینچا اور کہا اے خطاب کے بیٹے اسلام لا اور یہ دعا فرمائی۔

اللهم اهده۔ اے اللہ اس کو ہدایت دے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ فرمایا۔

اللہم هذا عمر بن الخطاب  
اللہم اعز الدین بعمر بن الخطاب اس سے اپنے دین کو عزت دے۔  
اور عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمر کیا تو اس وقت تک بازنہ آئے گا جب تک  
خدا سے عز وجل تجھ پر کوئی رسوا کن عذاب نازل نہ فرمائے۔

عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اسی لیے حاضر ہوں کہ ایمان لائوں اللہ پر اور اس کے  
رسول پر اور جو کچھ اللہ کے پاس سے نازل ہوا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ  
رَسُولُ اللّٰهِ ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط سرت سے آواز بلند تکبیر کہی جس سے تمام اہل دار  
نے بچان لیا کہ مسلمان ہو گئے۔ یہ تمام تفصیل سیرۃ ابن ہشام اور عیون الاثر میں مذکور ہے۔  
علامہ ندقانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے اسلام کا یہ مفصل واقعہ منہ بزار اور معجم طبرانی  
اور دارقطنی میں حضرت انس سے اور دلائل بیہقی میں ابن عباس سے اور دلائل ابی نعیم  
میں حضرت طلحہ اور حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ (۱)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو جبریل امین نازل ہوئے اور یہ  
فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام اہل آسمان حضرت عمر کے اسلام سے مسرور اور خوش  
ہوئے (رواہ ابن ماجہ والحاکم وصحیح) وقال الذہبی فیہ عبد اللہ بن خراش ضعف الدارقطنی (۲)  
حضرت عمر اسلام لائے اور اسی وقت سے دین کی عزت اور اسلام کا ظہور اور  
غلبہ شروع ہو گیا۔ علی الاعلان حرم میں منار پڑھنے لگے۔ علانیہ طور پر اسلام کی دعوت و  
تبلیغ شروع ہو گئی۔ اسی روز سے حق اور باطل کا فرق واضح اور ظاہر ہوا اور رسول اللہ

(۱) زرقاتی ج: ۱، ص: ۲۶۶ - (۲) عیون الاثر ج: ۱، ص: ۱۲۶

طبقات ابن سعد ج: ۳، ص: ۱۹۳

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام فاروق رکھا۔ (۱)

چل عمر شیدائے آن مشوق شد      حق و باطل را چو دل فاروق شد  
زاں نشد فاروق راز ہرے گزند      کہ بدان تریاق فاروقش قسمت

حضرت عمر جب اسلام لے آئے تو یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے اسلام کی ایسے شخص کو اطلاع دوں کہ جو بات کے مشہور کرنے میں خوب ماہر ہوتا کہ سب کو میرے اسلام کی اطلاع ہو جائے چنانچہ میں جیل بن عمر کے پاس گیا جو اس بات میں مشہور تھا اور کہا اے جیل تجھ کو معلوم بھی ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ جیل یہ بات سنتے ہی اسی حالت میں اپنی چادر کھینچتا ہوا مسجد حرام کی طرف بھاگا۔ جہاں سرداران قریش جمع تھے وہاں پہنچ کر باذان بند یہ کہا۔ اے لوگو عمر صابی ہو گیا ہے۔ عمر فرماتے ہیں میں بھی تجھے بھیجے پہنچا اور کہا کہ یہ غلط کتا ہے میں صابی نہیں ہوا میں تو اسلام لایا ہوں اور یہ گواہی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سننا تھا کہ لوگ عمر پر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کیا اسی میں دن چڑھ گیا۔ اتفاق سے عاص بن دائل سمی ادھر آئے۔ عاص نے دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہے لوگوں نے کہا عمر صابی ہو گیا ہے۔ عاص نے کہا تو پھر کیا ہوا۔ ایک شخص نے اپنے لیے ایک امر (دین) کو اختیار کر لیا ہے یعنی پھر تم کیوں مزاحم ہوتے ہو کیا تمہارا لگان ہے کہ بنی ہدی اپنے آدمی (یعنی حضرت عمر) کو یوں ہی چھوڑ دیں گے جاذ میں نے عمر کو پناہ دی ہے۔ عاص کا پناہ دینا تھا کہ تمام جمع منتشر ہو گیا۔ ابن ہشام ص ۱۲۱ وقال ابن کثیر لہذا استاجید قوی۔ کما فی ابوابہ و النہایۃ ص ۹۲ اور عاص بن دائل کی پناہ دینے کا واقعہ مختصراً صحیح بخاری میں بھی ہے فتح الباری ص ۱۳۵ باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)

(۱) طبقات ابن سعد - ج : ۳ ، ص : ۱۹۴

(۲) فتح الباری ج : ۴ ، ص : ۱۳۵

## مقاطعہ بنی ہاشم اور صحیفہ ظالمہ کی کتابتِ غیہ محرم الحرام سہ نبوی

جب قریش کی سفارت حبشہ سے ناکام واپسی ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ نجاشی نے حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کا بہت اکرام کیا۔ ادھر حضرت حمزہ اور حضرت عمر اسلام لے آئے جس سے کافروں کا زور ٹوٹ گیا اور پھر یہ کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور کوئی عربہ دین حق کے دبانے میں کارگر نہیں ہوتا تب تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے یک لخت تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں کہ نہ کوئی شخص بنی ہاشم سے نکاح کرے اور نہ ان سے میل جول رکھے جب تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کریں۔

اور اسی مضمون کی ایک تحریر لکھ کر اندرونِ کعبہ آویزاں کر دی گئی۔ منصور بن عکرمہ جس نے اس ظالمانہ اور سفاکانہ معاہدہ کو لکھا اس کو تو اسی وقت من جانب اللہ اس کی سزا مل گئی کہ اس کی انگلیاں شل ہو گئیں اور ہمیشہ کے لیے ہاتھ کتابت سے بیکار ہو گیا ابطلاب نے مجبور ہو کر مع خاندان کے شعب ابی طالب میں پناہ لی بنو ہاشم اور بنو المطلب تو من اور کافر سب سے آپ کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے دین کی وجہ سے دیا اور کافروں نے خاندانی اور بنی تعلق کی وجہ سے بنو ہاشم میں سے صرف ابو لہب قریش کا شریک رہا۔ تین سال مسلسل اسی حسد میں سخت تکلیف کے ساتھ گزارے یہاں تک کہ بھوک سے بچوں کے بلبلانے کی آواز باہر سے سنائی دینے لگی۔ سنگدل سُن کر خوش ہوتے لیکن جوان میں سے رحم دل تھے ان کو ناگوار گزارا اور صاف کہا کہ تم کو نظر نہیں آتا کہ منصور بن عکرمہ پر کیا

## آفت آئی (۱)

اس حد میں مسلمانوں نے لیکر کے پتے کھا کر زندگی بسر کی۔ سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا۔ اتفاق سے شب میں میرا پیر کسی ترجیز پر پڑا خدا زبان پر رکھ کر نگل گیا اب تک معلوم نہیں کہ وہ کیا شے تھی۔ سعد بن ابی وقاص اپنا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو پیشاب کے لیے نکلا راستہ میں ایک اونٹ کی کھال کا سوکھا ہوا پھڑا ہوا تھکا۔ پانی سے دھو کر اس کو جلایا اور کوٹ چھان کر اس کا سفوف بنایا اور پانی سے اس کو پنی لیا۔ تین راتیں اسی سہارے پر بسر کیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو بولس اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھر جانا کہ کوئی تاجر اس صاحب محمد کو کوئی چیز عام نرخوں پر نہ فروخت کرے بلکہ ان سے اصنافا مضاعفہ قیمت لے اور اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ صحابہ خریدنے کے لیے آتے مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس ہو جاتے۔ الغرض ایک طرف اپنی تمہیدی اور دشمنوں کی یہ چیرہ دستی تھی اور دوسری طرف بچوں کا بھوک سے ترپنا اور بیلانا تھا (۲)

بعض لوگوں کا اپنے عزیزوں کی اس کیفیت کو دیکھ کر دل دکھتا تھا پوشیدہ طور پر ان کے کچھ کھانے پینے کا سامان بھیجتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حکیم بن حزام اپنی چھوٹی حضرت خدیجہ کے لیے غلام کو ہمراہ لیکر کچھ غلہ لے جا رہے تھے۔ جاتے ہوئے ابو جہل نے دیکھ لیا اور کیا کام بنو اشم کے لیے غلہ لیے جاتے ہو۔ میں تم کو ہرگز غلہ نہ لے جانے دوں گا اور سب میں تم کو دھکا کر دوں گا۔

اتفاق سے ابو جہری سامنے سے آگیا۔ واقعہ معلوم کر کے ابو جہل سے کہنے لگا ایک شخص

(۱) طبقات ابن سعد، ج: ۱، ص: ۱۳۹، مین لاف، سیرۃ ابن ہشام، ج: ۱، ص: ۱۲۲، زاد المعاد۔

ج: ۴، ص: ۲۶، فتح الباری، ج: ۲، ص: ۱۴۶، (۲) روضہ الائف، ج: ۱، ص: ۲۳۲۔  
بیت طیبہ، ص: ۱۰۰

اپنی بھوپھی کے لیے غلہ بھیجتا ہے تم اس میں کیوں مزاحمت کرتے ہو۔ ابو جہل کو غصہ آ گیا اور سخت سُت کہنے لگا۔ ابو الجحزی نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ابو جہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ مرنے لگی ہو گیا۔ مار کھانے سے زیادہ ابو جہل کو اس کی تکلیف پہنچی کہ حضرت حمزہؓ کھڑے ہوئے شعب ابی طالب میں یہ واقعہ دیکھ رہے تھے (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۲۳)۔

انہیں تکلیف اور مصائب کی بنا پر بعض رحم دلوں کو اس عہد کو توڑنے کا خیال پیدا ہوا۔ سب سے پہلے ہشام بن عمرو کو خیال آیا کہ افسوس ہم تو کھائیں بیٹیں اور ہمارے خویش و اقارب دانہ دانہ سے ترسیں اور فاقے پر فاقے کھینچیں۔ جب رات ہوتی تو ایک اونٹ غلہ کا شعب ابی طالب میں لے جا کر پھوڑ دیتے۔

ایک روز ہشام بن عمرو یہی خیال لے کر زہیر بن امیہ کے پاس گئے جو عبد المطلب کے نواسے اور عاکب بنت عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوپھی کے بیٹے تھے۔ جا کر یہ کہا اے زہیر کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم جو چاہو کھاؤ اور پہنو اور نکاح کرو اور تمہارے ماموں ایک ایک دانہ کو ترسیں۔ خدا کی قسم اگر ابو جہل کے ماموں اور نامیہال کے لوگ اس حال میں ہوتے تو ابو جہل ہرگز ہرگز ایسے عہد نامہ کی پر دانہ کرتا۔ زہیر نے کہا افسوس میں تنہا ہوں تنہا کیا کر سکتا ہوں۔ کاش ایک ہم خیال اور بل جلتے تو پھر میں اس کام کیلئے کھڑا ہوں۔ ہشام بن عمرو وہاں سے اچھے اور طعم بن عدی کے پاس گئے اور ان کو ہم خیال بنایا طعم نے بھی

حاشہ گذشتہ صفحہ علیہ حکیم ابن حزام زائد جاہلیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست تھے بشت کے بعد بھی آپؐ محبت رکھتے تھے فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ احسان اور صلہ رحمی آپ کا فطری اور جبلی ارتقا مجسم ہے جب دلمانہ وہ کہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ ایک گودہ ہم میری عروقت کیا تو عبداللہ بن زبیر نے طاعت کی تو حکیم نے خواب دیا کہ میرے بیٹے میں نے اس کے عوض جنت میں ایک کنوین پیدا کیا ہے اور وہ ایک لاکھ درہم کل کے کل فقرا پر تقسیم کر ایسے حکیم نے ایک سو میں مال کی عمر میں میرا میرے میں دنات پائی ۱۲ اصابہ ص ۲۴۹ ۱۲ ہشام بن عمرو بشیخ فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے اصابہ ص ۲۵۲ ۱۲

یہی کہا کہ ایک آدمی اور اپنا ہم خیال بنالینا چاہیے۔

ہشام وہاں سے روانہ ہوئے اور ابو البختری اور بعد ازاں زمعتہ بن الاسود کو اپنا ہم خیال

بنایا۔

جب یہ پانچ آدمی اس عہد کے ٹوٹنے پر آمادہ ہو گئے تو سب نے ایک زبان ہو کر یہ کہا کہ کل جب سب جمع ہوئے اس وقت اس کا ذکر اٹھایا جائے۔ زہیر نے کہا ابتداء میں کروں گا۔ صبح ہوئی اور لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ زہیر اُٹھے اور کہا اے اہل مکہ بڑے افسوس اور غیرت کی بات ہے کہ ہم تو کھائیں اور پیئیں اور ہنسیں اور نکاح اور سیاہ کریں اور بنو ہاشم فاقہ سے مریں خدا کی قسم جب تک یہ صحیفہ قاطعہ اور ظالمہ چاک نہ کیا جائے گا میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا۔ ابو جہل نے کہا خدا کا یہ عہد نامہ کبھی نہیں بھاڑا جاسکتا۔

زمعتہ بن الاسود نے کہا خدا کی قسم ضرور ہاڑا جائے گا جس وقت یہ عہد نامہ لکھا گیا تھا ہم اسی وقت راضی نہ تھے۔ ابو البختری نے کہا کہ زموحج کہتا ہے ہم بھی راضی نہ تھے۔ مطعم نے کہا بے شک یہ دونوں سچ کہتے ہیں۔ ہشام بن عمرو نے پھر اس کی تائید کی ابو جہل مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر حیران رہ گیا اور یہ کہا کہ یہ قرأت کا طے کیا ہوا معاملہ معلوم ہوتا ہے (۱)

اسی اشارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو یہ خبر دی کہ اس عہد نامہ کو باستثنا سارا الٰہی کیڑوں نے کھا لیا ہے اور باسمک اللہم کے علاوہ جو بطور عزمان ہر تحریر کے شروع میں لکھا جاتا تھا تمام حروف کو کیڑے چاٹ گئے ہیں۔

ابو طالب نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا اور کہا میرے بھتیجے نے آج ایسی خبر دی ہے اور میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ان کی کوئی بات آج تک غلط ثابت ہوئی۔ آؤ بس اسی پر فیصلہ ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر صحیح اور سچ نکلے تو تم اس جو روم سے باز آؤ اور اگر غلط نکلے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے حوالے کرنے کے لیے باطل تیار



ہوں چاہے تم ان کو قتل کرنا اور چاہے زندہ چھوڑنا۔ لوگوں نے کہا اے ابوطالب آپ نے بیشک انصاف کی بات کہی اور اسی وقت عہد نامہ منکیا گیا۔ دیکھا تو واقعی سوائے خدا کے نام کے تمام حروف کو کیرٹوں نے کھالیا تھا۔ دیکھتے ہی مذامت اور شرمندگی سے سب کی گردنیں جھک گئیں۔ اس طرح اس ظالمہ عہد نامہ کا خاتمہ ہوا مسئلہ نبوی میں ابوطالب اور آپ کے تمام رفقاء اُس دن سے باہر آئے۔ بعد ازاں ابوطالب حرم میں پہنچے اور بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر ابوطالب اور ان کے رفقاء نے یہ دعا مانگی اے اللہ جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہماری قراہتوں کو قطع کیا اور ہماری آبروؤں کو حلال سمجھا ان سے ہمارا بدلہ اور انتقام لے۔

یہ روایت طبقات ابن سعد میں ابن عباس اور عاصم بن عمر بن قتادہ اور ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث اور عثمان بن ابی سلیمان اور عکرمہ اور محمد بن علی سے مروی ہے طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۲۹ تا ۲۳۱ و تاریخ طبری ص ۲۲۹۔

ابوطالب نے اس بارے میں ایک قصیدہ بھی پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔  
 العیاء تنکھون الصیفة مبرقت وان کل مال عیرضنه اللہ یفسد  
 کیا تم کو خبر نہیں کہ وہ عہد نامہ چاک کیا گیا اور جو چیز خدا کے نزدیک ناپسند ہوتی ہے وہ اسی طرح سے خراب اور برباد ہوتی ہے۔ خصائص کبریٰ ص ۱۵۱ ا

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اسی عرصہ میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ ابوطالب نے وہ قصیدہ لایمہ لکھا کہ جو مشہور ہے۔ کذا فی البیاء والنهاية ص ۱۳۷  
 اس طرح تین سال کی مسلسل مصیبت کا خاتمہ ہوا اور مسئلہ نبوی میں یعنی ہجرت تین سال پیشتر شعب ابی طالب سے باہر نکلے۔ فتح الباری ج ۱ ص ۱۴۲ باب تقاسم المشركین علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہجرت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی عرصہ میں کہ جب مکہ ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے ابوبکر حبشہ کی ہجرت کی

کی نیت سے نکلتا کہ مہاجرین حبشہ سے جا ملیں) جب مقام بڑک الغلو پر پہنچے تو قیدہ مکارہ کے سردار ابن الدغنے سے ملاقات ہوئی۔

ابن الدغنے نے پوچھا اے ابوبکر کہاں کا قصد ہے۔ ابوبکر نے کہا میری قوم نے مجھ کو نکال دیا ہے یہ چاہتا ہوں کہ خدا کی زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن الدغنے نے کہا اے ابوبکر تم جیسا آدمی نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے تم ناداروں کے لیے سامان مہیا کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو لوگوں کے بوجھ (قرضہ ذائدان) اٹھاتے ہو، مہمان نواز ہو، حق کے معین اور مددگار ہو۔ میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ تم لوٹ جاؤ۔ سردار ان قریش کی موجودگی میں بیت اللہ کا طواف کیا اور سرداران قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہیں نکلتا اور نہیں نکالا جاتا کیا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کے لیے سامان مہیا کرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے لوگوں کے بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان نواز ہے، حق کا معین اور مددگار ہے۔ میں نے ان کو پناہ دی ہے۔

قریش نے ابن الدغنے کی پناہ کو تسلیم کیا اور یہ کہا کہ آپ ابوبکر سے یہ کہہ دیں کہ اپنے گھر میں خدا کی عبادت کریں نمازیں پڑھیں قرآن کی تلاوت کریں لیکن اعلان نہ کریں۔ علاوہ طور پر نواز نہ پڑھیں۔ باوازیلہ قرآن کی تلاوت نہ کریں اس سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے کہیں اسلام پر مفتون نہ ہو جائیں۔ ابن الدغنے ابوبکر سے یہ کہہ کر لوٹ گئے۔ ابوبکر صرف اپنے گھر میں خدا کی عبادت کرنے لگے۔ بعد چند سے ابوبکر نے اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنائی کہ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن تلاوت کرتے۔ قریش کے بچے اور عورتیں ٹوٹ پڑتے اور تعجب سے لگاتار ٹھٹھکی باندھتے ہوئے ابوبکر کو دیکھتے رہتے۔ جس کو دیکھتے اس کی نظر کا منہتی اور غایت ابوبکر تھے ابوبکر خدا کے خوف سے لے بین العوسین عبادت روایت کا جز نہیں یہ تشریحی جملہ ہے جو فتح الباری سے لیا گیا ہے۔

فتح الباری ص ۱۸۷ ۱/۲ و زبانی ج ۲۸۸ ج ۱۔ (۲) بخاری شریف: ج ۱، ص ۳۴، ص: ۵۵۲

فتح الباری ج: ۱، ص: ۸۱

بہت رونے والے مرد تھے مگر باوجود مرد ہونے کے تلاوت قرآن کے وقت اپنی آنکھوں کے مالک نہیں رہتے تھے ہزار کوشش بھی کریں تو اپنی آنکھوں کو تنہا نہیں سکتے تھے۔ (اسی وجہ سے سامعین سننے والے اپنے دلوں کے مالک نہیں رہتے تھے ہزار کوشش بھی کریں مگر ابوبکر کی تلاوت کے وقت دلوں کو تنہا نہیں سکتے تھے۔)

مردارانِ قریش نے جب یہ حال دیکھا تو گھبرا گئے اور نوراً ہی ابن الدغنے کو بلا بھیجا اور ابن الدغنے سے یہ شکایت کی ہم نے ابوبکر کو آپ کے کہنے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں مخفی اور پوشیدہ طور پر خدا کی عبادت اور بندگی کریں۔ علانیہ طور پر خدا کی عبادت اور بندگی نہ کریں اور علانیہ طور پر نماز اور قرآن نہ پڑھیں۔ اب ابوبکر نے خلاف شرط علی الاعلان نماز اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا ہے جس سے ہم کو اپنے بچوں اور عورتوں کے جھگڑ جانے (یا سنا دینے) کا اندیشہ ہے آپ ابوبکر سے کہہ دیجیے کہ اپنی شرط پر قائم رہیں یا آپ کے امان اور پناہ کو واپس کر دیں ہم آپ کی پناہ کو توڑنا نہیں چاہتے۔ ابوبکر نے کہہ دیا میں تمہارے امان اور پناہ کو واپس کرتا ہوں اور صرف اللہ عز و جل کے امان اور پناہ پر راضی ہوں۔ (۱)

فائدہ جلیلہ :

ابن الدغنے نے ابوبکرؓ کے جو اوصاف بیان کیے ہیں وہ بعینہ وہ اوصاف ہیں کہ جو حضرت خدیجہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شمار کیے تھے (جیسا کہ بعثت نبوی کے بیان میں گزر چکے ہیں) جس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال اور مقام صدیقیت کا مقام نبوت سے قرب اور اتصال کا پتہ چلتا ہے۔

عارفین محققین کے نزدیک مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے ماہرین کوئی اور مقام ملے بخاری کے لفظ میں بعینہ مروجہ نظر و ان ایہ کلام عرب میں کلام الی انتہا غایت کے لیے آتا ہے ہم نے اس عبارت میں کلام الی کے ترجمہ اور دلول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نہیں مقام صدیقیت کی نہایت مقام نبوت کی ہدایت سے جا کر ملتی ہے۔ واللہ سبحانہ  
و تعالیٰ اعلم۔

## عام الحزن والملاہ

### ابوطالب اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما کا انتقال

شعب ابی طالب سے نکلنے کے چند روز ہی بعد ماہ رمضان یا شوال ستلہ نبوی  
میں ابوطالب نے انتقال کیا اور پھر تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انتقال  
کیا (۱)۔

مسند احمد اور بخاری اور مسلم اور نسائی میں ہے کہ جب ابوطالب مرنے لگے تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی وہاں موجود تھے آپ  
نے فرمایا اے چچا تم ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لو تاکہ خدا کے سامنے تمہاری شفاعت اور  
سفارش کے لیے مجھ کو ایک حجت اور دلیل مل جائے۔

ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کی ملت کو چھوڑتے  
ہو۔ ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا اور آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ  
یہ تھا علی ملہ عبدالمطلب یعنی عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔

ابوطالب تو یہ کہہ کر مر گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں برابر ابوطالب کے  
لیے استغفار یعنی دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔ جب تک خدا کی طرف سے میں منع نہ کیا  
جاؤں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ  
يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا  
أُولَئِكَ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ  
لِیُنْمِرُوا رُسُلًا فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ  
يَكُن مِّنَ الْفَاسِقِينَ

پیغمبر اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین  
کے لیے دعا و مغفرت کریں اگرچہ ان کے  
رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ یہ ظاہر ہو گیا کہ

لَهُمْ فِيهَا مَأْوٰی اَصْحَابُ الْجَنَّةِ (تہ، ۱۳۰) یہ لوگ دوزخی ہیں یعنی کفر پر مرے ہیں۔  
اور یہ آیت بھی نازل ہوئی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَخْبَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ  
يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ (قصص، ۵۶) اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اپنے چچا کے کیا کلام آتے وہ آپ کے  
حالی اور مددگار تھے۔ آپ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے۔ اگر میں شفاعت نہ کرتا تو جہنم کی تہ  
میں ہوتے (بخاری شریف باب قصۃ ابی طالب)

علامہ سیبلی رضی اللہ عنہ میں اور حافظ ابن سیرین الاثر ص ۱۳ میں اور حافظ عسقلانی فتح ابی الی  
چ ۳۴ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کا یہ سوال اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ روایت جوامان ابی طالب کے بارے میں  
حضرت عباسؓ کی طرف سے صحیح و صحیح نہیں وہ روایت یہ ہے کہ مرتبہ وقت ابوطالب کے ہونٹا ہل رہے تھے حضرت  
عباسؓ نے کان لگا کر سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ نے جس کلمہ کے لیے کہا تھا ابوطالب نے وہی کلمہ کہا ہے آپ  
نے فرمایا میں نے نہیں سنا ۱۔ اس لیے کہ اگر حضرت عباسؓ نے ابوطالب کو کلمہ شہادت کہتے سنا تھا تو پھر اس سوال  
کے کیا معنی اور بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو آیات قرآنیہ اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحیح کی مشہور و معروف  
احادیث اور روایات مستندہ کے مقابل میں جہت نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ روایت ضعیف اور منقطع بھی ہو علامہ شبلی  
ابن اسحاق کی اس ضعیف اور منقطع روایت سے بخاری اور مسلم اور صحیح ستہ کی تمام روایات صحیحہ کو رد کر کے ابوطالب  
کا ایمان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ کے نزدیک ابوان کسری کے زلزلہ کی روایت اس لیے ناقابل اعتبار تھی کہ  
صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحیح ستہ میں کہیں اس کو پتہ نہیں تھا لیکن کسری کی حدیث کا اگر صحاح ستہ میں کہیں پتہ نہیں  
تھا و صحاح ستہ میں اس کے خلاف بھی کوئی ایک حرف نہ تھا اور ابن اسحاق کی اس روایت کے خلاف صحاح ستہ میں  
صحیح اور صحیح روایتیں موجود ہیں۔ نیز علامہ کی تحقیق یہ ہے کہ محمد بن اسحاق اس لیے جرح ہیں کہ وہ یہود اور نصاریٰ  
سے روایت کرتے تھے اور ان کو ثقہ سمجھتے تھے پس معلوم کہ ایسے شخص کی روایت سے صحیحین اور صحاح ستہ کی روایات کو رد کر کے  
علامہ کیسے آمادہ ہو گئے نیز ایمان ابوطالب کے بارے میں جس قدر بھی روایتیں ہیں تقریباً کل کی کل وہ ایسے ہی حضرت سے  
مردی ہیں کیونکہ معاذ اللہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے کفر زاری ہیں۔ حافظ عسقلانی نے اسباب ص ۱۱۶ کو ابی طالب میں  
اس پر مفصل کلام کیا ہے حضرت اہل علم اصحاب کے علاوہ البلیہ و انہیہ ص ۱۲۲ تا ص ۱۲۳ کی اور زرقانی شرح مہلب  
ص ۲۹۱ کی بھی مراجعت کریں۔

نکتہ : علامہ سیلؒ فرماتے ہیں۔ ابوطالب سر سے پر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں غرق تھے۔ صرف قدم بجائے اسلام کے ملے عبد المطلب پر تھیں اس لیے عذاب قدموں پر مسلط کیا گیا۔ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَسْلُتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب مر گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا گراہ چما گیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ دفن کر آؤ میں نے عرض کیا کہ وہ تو مشرک مر رہے آپ نے فرمایا کہ ہاں دفن کر آؤ۔ یہ حدیث ابو داؤد سنائی میں ہے۔ (۱) حافظ عسقلانی اصحاب میں فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؓ ابوطالب کے دفن سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اِفْخِشْ بِغُسلِ کر۔ اسی بنا پر فقہاء اور علماء کا یہ قول ہے کہ کافر و مشرک کی تمیز و تخصیص کے بعد غسل کرنا واجب ہے جیسا کہ اور احادیث میں بھی آیا ہے۔

حافظ تورنشیؒ فرماتے ہیں کہ اسی حدیث سے ائمہ مجتہدین اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے دفن کافر کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ نیز اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اس لیے کہ ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ طالبؓ۔ عقیلؓ۔ جعفرؓ۔ علیؓ۔ ابوطالب کی میراث فقط طالب اور عقیل کو ملی جو باپ کے طریقہ پر تھے اور علیؓ اور جعفرؓ کو نہیں ملی کہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ کذا فی المعتقد۔

(۱) فتح الباری ج : ۷ ، ۱۴۸

(۲) عیون الاثر - ج : ۱ ، ص : ۱۳۲

تنبیہ: اہل سنت والجماعت سلحہ متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ ابوطالب کفر ہی پر مرے جیسا کہ آیات اور احادیث سے واضح ہو چکا ہے۔ حافظ قریشی لکھتے ہیں کہ ابوطالب کا کفر حد تو انکر پہنچ چکا ہے اور علماء سلف اور ائمہ دین کا یہی مسلک ہے۔ روافض کا تسلک ہے۔ کہ ابوطالب ایمان پر مرے اور ابو بکر کفر پر مرے جاننا چاہیے کہ ایمان کے لیے محبت اور جان شاری کافی نہیں نبوت و رسالت کی تصدیق و شہادت کے بغیر تو میں نہیں ہو سکتا۔ فافہم ذالک واستقم۔

### دعوتِ اسلام کے لیے طائف کا سفر

ابوطالب کے بعد آپ کا کوئی حامی اور مددگار نہ رہا اور حضرت خدیجہؓ کے شخص سے ہو جانے سے کوئی تسلی دینے والا اور غلگلا نہ رہا اس لیے آپ نے قریش مکہ کی چہرہ و متیوں سے مجبور ہو کر اخیر شوال سنہ نبوی میں طائف کا قصد فرمایا کہ شاید یہ لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کریں اور اس کے دین کے حامی اور مددگار ہوں۔ زید بن حارثہؓ کو ہمراہ لیکر طائف تشریف لے گئے عبد مال۔ مسعود۔ حیثب ان تینوں بھائیوں پر جو دہاں کے سرداروں میں سے تھے اسلام پیش کیا۔ بجائے اس کے کہ طرحتی کو سنتے نہایت سختی سے آپ کو جواب دے دیا ایک نے کہا کیا خدا نے کعبہ کا پردہ چاک کرنے کے لیے تجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے ایک نے کہا کیا خدا کو اپنی پیغمبری کے لیے تمہارے سوا اور کوئی نہیں ملا۔ ایک نے کہا خدا کی قسم میں تم سے ہی کلام نہ کروں گا۔ اگر واقع میں اللہ نے تجھ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تو میرے کلام کا رد کرنا سخت خطرناک ہے (مگر اس نادان نے یہ نہ سمجھا کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھ استہزار اور

اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے لہذا علامہ شبلی کا سیوالبی ص ۱۸۱ القطیع کلاں میں یہ لکھنا کہ ابوطالب

کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے جھنن تبیس ہے اور دھوکہ ہے۔ اہل سنت میں ان کے کفر کے متعلق کوئی اختلاف نہیں البتہ روافض ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں اور ظاہر ہے کہ روافض کا اختلاف قابل اعتبار نہیں جو فرقہ ابو بکر و عمر کو بلکہ کل صحابہ کو کافر و منافق سمجھتا ہے اس کا اختلاف کب قابل اعتبار التفات ہو سکتا ہے۔ ۱۲۔

تسکرتا اس سے بھی زیادہ سخت ہے) اور اگر تم اللہ کے رسول نہیں تو پھر قابل خطاب اور لائق التفات نہیں اور بعد ازاں ادباًش اور بازاری رکوکوں کو اکسا دیا کہ وہ آپ پر پتھر برسائیں اور آپ کی ہنسی اڑائیں۔ ظالموں نے اس قدر پتھر برساتے کہ آپ زخمی ہو گئے جب آپ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو یہ بد نصیب آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کے لیے کھڑا کر دیتے اور مہنتے

زید بن حارثہ جو اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے وہ آپ کو بچاتے اور یہ کوشش کرتے کہ جو پتھر بھی آئے وہ بچاتے آپ کے مجھ پر گرے۔ اسی میں زید بن حارثہ کا تمام سر زخمی ہو گیا اور آپ کے پاؤں میں اس قدر زخمی ہو گئے کہ ان سے خون بہنے لگا۔

طائف سے واپسی میں عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا باغ پڑتا تھا وہاں ایک درخت کے سایہ میں دم لینے کے لیے آپ بیٹھ گئے اور یہ دعا مانگی۔

اللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَشْكُوْكَ ضَعْفَ قُوَّتِيْ	اے اللہ میں تجھ سے اپنی کمزوری اور تدبیر
وَقَلَّةِ حِيلَتِيْ وَهَوَايَ عَلَى النَّاسِ	کی کمی اور لوگوں کی بے توقیری کی شکایت کرتا
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ دَلِيْلُ الضَّعِيفِيْنَ	ہوں اے ارحم الراحمین تو کمزوروں کا نشان
اِلٰى مَنْ تَبَلَّغْنِيْ اِلَى عَدُوِّ بَعِيْدٍ	طویل پر مری اور مددگار ہے تو مجھے کس کے
بِتَجَهُّمِيْ اِمَّ اِلَى صَدِيْقٍ قَرِيْبٍ	سپر دہکے گا کسی غضبناک اور ترش رُود
مَلَكَتْ اَمْرِيْ اِنْ لَوْ تَكُنْ	دشمن کی طرف یا کسی دوست کی طرف
غَضَبًا نَّاعِلِيْ فَلَا اِيَالِيْ غَيْرَ اَنْ	کہ جس کو تو میرے امور کا مالک بنائے۔ اگر
عَافَيْتَكَ اَوْ سَعَى لِيْ اَعُوْذُ بِنُورِ	مجھ سے ناراض نہ ہوں تو پھر مجھے کیوں کی
وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهٗ	بھی پردا نہیں مگر تیری عافیت اور
الظُّلُمَاتِ وَصَلِّحْ عَلَيَّ اَمْرَ	سلاحتی میرے لیے باعثِ صلح و سہولت ہے
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ تَنْزِلِ	میں پناہ مانگتا ہوں۔ تیری بزرگ ذات کے



ب غضبك اويحل  
 بي سخطك ولك العتبى  
 حق ترضى ولا حول  
 ولا قوة الا بك -  
 (اخرجه ابن اسحاق  
 والطبراني)

دیئے سے جس سے تمام ظلمتیں منور ہوئیں اور  
 اسی زر سے دنیا اور آخرت کا کارخانہ چل رہا ہے  
 میں اس پہلہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب اللہ ناری ہی مج پر  
 اترے اصل مقصد تجھ ہی کو سنانا اور راضی کر لینا ہے  
 بندہ میں کسی شے سے پھرتے نہ دیکھ سکے کہ جس کی قدرت نہیں  
 مگر جتنی تیری بارگاہ سے عطا ہو جاتے۔

اجابت دُعا کے لیے تو نبوت و رسالت ہی کا وصف کافی تھا۔ کیونکہ ہر نبی مستجاب  
 الدعوات ہوتا ہے لیکن اس وقت وصف نبوت کے علاوہ اضطراب و مظلومیت غربت  
 اور مسافرت کا بھی اضافہ ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا  
 دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ

پھر یہ کہ مظلوم اور مسافر ہر ایک کے بارہ میں جداگانہ حدیث میں آیا ہے کہ مظلوم  
 اور مسافر کی دعا بلاشبہ قبول ہوتی ہے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگامِ عا کرون اجابت از و ر حق بہر استقبال می آید  
 پس ایسی ذات ستودہ صفات کی دعا کا کیا پوچھنا کہ جو نبی اور رسول بھی ہر مضطر بھی  
 ہر مظلوم بھی ہر غریب اور مسافر بھی ہو۔ ایسی دعا کا زبان سے نکلتا تھا کہ اجابت کے دروازے  
 کھل گئے۔ وہی عبتہ اور شیتہ کہ جن کا دل اب تک پتھر سے زیادہ سخت تھا۔ آپ کی اس  
 بے کسی اور مظلومیت کو باغ کے اندر میٹھے دیکھ رہے تھے۔ دیکھ کچھ نہ مانتے اور خونِ قرابت  
 اور رگِ حمیت جوش میں آئی۔ اپنے عداس کو ہلا کر کہا کہ ایک طبق میں انگوٹھ رکھ کر اس شخص کے  
 پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اس میں سے تھوڑا بہت کچھ ضرور کھائیں۔ عداس نے آپ  
 کے سامنے وہ طبق لا کر رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہم اندیشہ نہ کر رکھنا شروع کیا عداس  
 ملے اشدہ اس طرف ہے کہ آئندہ کچھ اسلام کو ترقی نصیب ہوئی اس کا مبارک یہی دُعا ہے۔ ۱۲

نے کہا خدا کی قسم اس شہر میں تو کوئی شخص بھی اس کلام کا کہنے والا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداس سے فرمایا کہ تم کس شہر کے باشندے ہو اور تمہارا دین اور مذہب کیا ہے عداس نے کہا میں شہر ینوی کا باشندہ ہوں اور مذہباً نصرانی ہوں آپ نے فرمایا اسی ینوی کے جہاں اللہ کے نیک بندے یونس بن مثنیٰ رہتے تھے۔ عداس نے کہا آپ کو یونس بن مثنیٰ کا کیا علم؟

آپ نے فرمایا میرے بھائی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس نے آپ کی پیشانی اور ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور یہ کہا اَشْهَدُ اَنْتَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ جب عداس آپ کے پاس سے واپس آیا تو عقبہ اور شیبہ نے کہا کہ تو اس شخص کے ہاتھ اور پیروں کو کیوں بوسہ دیتا تھا۔ یہ شخص کہیں تجھ کو ترے دین سے نہ ہٹا دے۔ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے ۱۲- (۳)

حکیم ابن حزمؒ اس سے مروی ہے کہ جب عقبہ اور شیبہ قریش مکہ کے ساتھ ہر جنگ بدر کے لیے تیار ہوئے تو عداس نے عقبہ اور شیبہ کے پیروں پر پیچ لپیٹ لیے اور یہ کہا اللہ کی قسم وہ اللہ کے رسول ہیں یہ لوگ اپنی مقل کی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔

عداس بیٹھے رو رہے تھے کہ عاص بن شیبہ وہاں سے گزرا۔ عداس سے پوچھا کیوں روتے ہو۔ عداس نے کہا اپنے ان دونوں سرداروں کی وجہ سے رو رہا ہوں یہ اس وقت اللہ کے رسول کے مقابلہ میں جا رہے ہیں۔ عاص بن شیبہ نے کہا واقعہ میں اللہ کے رسول ہیں۔ عداس نے کہا ہاں خدا کی قسم بلاشبہ تمام دنیا کی طرف اللہ کے رسول ہو کر آئے ہیں (۴)

عنہ ینوی رسول کے علاقہ میں ایک شہر ہے زرقانی ص ۳۹ ج ۱۔ ۱۲۔ عنہ یہ تمام واقعہ ہم نے میرن الاثر سے نقل کیا ہے صرف اشد انک عبد اللہ و رسولہ عداس کی شہادت حافظ عقیلا نے بحوالہ سیرۃ سلیمان قسیمی لکھا ہے ص ۳۲ ترجمہ عداس میں اس شہادت کا ذکر کیا ہے (۳) میرن الاثر ج ۱، ص ۳۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۱۳۵ (۴) اصباہ ج ۲، ص ۲۶۷۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کیا اُحد سے بھی زیادہ سخت دن گذرا ہے۔ آپ نے فرمایا تیری قوم سے جو تکلیفیں پہنچی سو پہنچی لیکن سب سے زیادہ سخت وہی گذرا کہ جس دن میں نے اپنے آپ کو عبیدائیل کے بیٹے پر پیش کیا اس نے میری بات کو قبول نہیں کیا۔ میں وہاں سے نہایت غمگین اور رنجیدہ واپس ہوا۔ مقام قرن الثعالب میں پہنچ کر کچھ افاقہ ہوا۔ یکایک جو سرائیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک ابرمجہ پر سایہ کیسے ہوئے ہے اور اس میں جبریل امین موجود ہیں۔ جبریل نے وہیں سے مجھ کو آواز دی کہ آپ کی قوم نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ اللہ نے سن لیا ہے۔ اس وقت اللہ نے آپ کے پاس ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) کو بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو جو چاہیں وہ حکم دیں۔

اتنے میں ملک الجبال پہاڑوں کے فرشتے نے مجھ کو آواز دی اور مجھ کو سلام کیا اور یہ کہا اے محمد اللہ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے میں ملک الجبال ہوں (پہاڑوں کا فرشتہ ہوں) آگاہ بہائم کے طرف میں ہوں۔ آپ جو چاہیں مجھ کو حکم دیں اگر آپ حکم دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو رجن کے مابین اہل مکہ اور اہل طائف رہتے ہیں) ملاو دل جس سے تمام لوگ پس جائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس وحدۃ لا شریک لہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شک نہ کریں گے۔

یہ تمام روایت صحیح بخاری باب ذکر الملائکہ میں ہے صرف خط کشیدہ مجملے طبرانی کی روایت کا ترجمہ ہیں ۱۲- (۱)  
ایک ضروری تنبیہ:

بلوچر سخت سے سخت ایذاؤں کے اُس رحمتِ عالم، رافتِ محکم نبی ماکرم صلی اللہ علیہ وسلم

و شوق و کرم نے ان لوگوں کی ہلاکت اور بربادی کی اس لیے دعائیں مانگی کہ یہ لوگ اگرچہ ایمان نہیں لائے مگر ان کی نسل میں سے خدا کے مطیع اور فرمانبردار اور مخلصین اور جہاں نثار پیدا ہوں گے۔

بہ خلاف سیدنا فتح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میری جان اور روح ان پر فدا ہو) جب ان کو یہ امید منقطع ہو گئی اور وحی الہی سے یہ معلوم کر لیا گیا کہ جن کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لا چکے باقی ماندہ لوگ نہ خود ایمان لائیں گے اور نہ ان کی اولاد میں سے کوئی خدا کا ماننے والا بندہ پیدا ہوگا۔ تب سیدنا فتح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی ہلاکت اور بربادی کی دعا فرمائی کہ قال تعالیٰ۔  
 وَأَوْحِيَ إِلَى نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ (۱۱)  
 اور نوح کے پاس وحی بھی گئی کہ اب آپ کی قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا، مگر جو پہلے لاپچھا ہے پس آپ ان کے افعال کی وجہ سے غلگین نہ ہوں۔

اس کے بعد نوح علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی :-

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْآرْضِ  
 مِنْ الْكَافِرِينَ ذِيَارًا إِنَّكَ  
 تَذَرُهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ  
 وَلَا يَلِدُوْا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (۱۲)  
 اے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر ایک بسنے والا بھی نہ چھوڑ۔ اگر آپ ان کو چھوڑ دیں گے تو ترے بندوں کو گمراہ کر دے گا اور سوائے کافروں اور فاجر کے کسی کو نہیں جنم دے گا۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی کے معلوم ہو چکا تھا کہ نہ یہ ایمان لائیں گے اور نہ ان کی نسل میں سے ایمان لائے گا۔ آئندہ جو بھی پیدا ہوگا وہ کافر و فاجر اور خداوند خداوند الجلال کا نافرمان ہی پیدا ہوگا۔ اس لیے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ اب اپنے کسی منکر اور مکذب کی زمین پر باقی مت چھوڑ۔ یہ اگر زندہ رہیں گے تو کبھی تیرے نافرمان ہوں گے اور ان کی ذریت اور اولاد بھی تیری نافرمان ہوگی۔ جب ایمان ہی نہ آیا سیدی ہو گئی تو اب شفقت و رحمت

لا کوئی محل ہی باقی نہ رہا۔ یہ کارخانہ عالم بھی اسی وقت تک قائم ہے کہ جب تک کوئی اس خداوند ذوالجلال کا نام لیرا باقی ہے۔ جب زمین پر کوئی خداوند ذوالجلال کا نام لینے والا نہ رہے گا۔ اسی وقت یہ تمام کارخانہ و رہم و برہم کر دیا جائے گا۔

## طائف واپسی اور جنات کی حاضری

واپسی میں آپ نے چند روز مقام نخل میں قیام کیا۔ ایک رات آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ نصیبین کے سات جن اس طرف سے گزرے اور کھڑے ہو کر آپ کا قرآن سنا اور چلے گئے آپ کو ان کی آمد کا بالکل علم نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ  
الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا  
حَصَرُوهُ قَالُوا لَا أَنْصِتُوا فَلَمَّا  
قُضِيَ وَلَوْ إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّؤَذِّنِينَ  
قَالُوا لَئِنْ قَوْمَنَا آتَانَا سَمْعًا كَمَا آتَانَا  
مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ  
يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى  
طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ هَ يَقُومُوا  
أَجْبِبُوا أَدْعِيَ اللَّهَ وَامْنُوتُوا  
بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ  
وَيُجِبْ لَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْيُسُوفِ  
وَمَنْ لَا يُجِبْ دَعَايَ اللَّهِ فَلَيْسَ  
بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ دُونِهِ

اور اس وقت کر دیا کیجیے کہ جب ہم نے جنات  
کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تا کہ آپ کا  
قرآن سنیں پس جب وہ حاضر ہو گئے تو آپس  
میں کہنے لگے کہ خاموش رہو یعنی اس کلام کو سنو  
پس جب قرآن پڑھا جا چکا یعنی آپ کی  
نماز ختم ہو گئی تو یہ لوگ اپنی قوم کی طرف واپس  
ہوتے تاکہ ان کو آگاہ کریں بجا کر یہ بیان کیا ہم  
عجیب کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام  
کے بعد نازل ہوئی جو پہلی کتاب کی تصدیق  
کرتی ہے اور حق راہ راست کی رہنمائی  
کرتی ہے۔ اے ہمارے بھائیو! اللہ  
کے داعی کی دعوت قبول کرو اور اس پر  
ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں

أُولَئِكَ رَفِئَةٌ  
صَلِّ مُبِينٌ ۝ (۱)  
(ابداً و النہایت  
۱۳ ج ۳)  
کو معاف کرے گا اور جو اللہ کے داعی کی  
دعوت کو قبول نہ کرے تو وہ زمین  
میں چھوٹ کر کہیں نکل نکل کر اُڑنا سکا کوئی حامی  
ہوگا ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

جب مکہ کے قریب پہنچے تو زید بن حارثہؓ نے عرض کیا کہ مکہ میں کس طرح داخل ہوں  
گے۔ مکہ ہی والوں نے تو آپ کو نکالا ہے۔ آپ نے فرمایا اے زید اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے  
رہائی کی کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا اور اللہ ہی اپنے دین کا حامی اور مددگار ہے اور یقیناً  
وہ اپنے نبی کو سب پر غالب کرے گا۔ پھر آپ نے غار حرا پر پہنچ کر اخنس بن شریق کے پاس  
پیام بھیجا کہ کیا میں آپ کی پناہ میں مکہ آسکتا ہوں؟ اخنس نے کہا میں قریش کا حلیف ہوں  
اس لیے میں پناہ نہیں دے سکتا۔ بعد ازاں نے یہی پیام سہیل بن عمرو کے پاس بھیجا سہیل  
نے کہا کہ بنو عامر بنو کعب کے مقابل میں پناہ نہیں دے سکتے۔ بعد ازاں آپ نے مطعم بن  
عديجہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ کیا میں آپ کی پناہ میں مکہ آسکتا ہوں؟ مطعم نے آپ کی فرمائش  
قبول کی اپنے بیٹوں اور قوم کے لوگوں کو بلا کر حکم دیا کہ ہتھیار لگا کر حرم کے دروازے پر  
کھڑے رہیں۔ میں نے محمد کو پناہ دی ہے اور خود بھی اونٹ پر سوار ہو کر حرم کے پاس آکر کھڑا  
ہوا اور پکار کر کہا اے گروہ قریش! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی ہے کہ کوئی ان سے  
تعرض نہ کرے۔

آپ حرم میں تشریف لائے اور حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کر کے ایک دو گنا نادا  
فرمایا اور مکان واپس تشریف لے گئے۔ مطعم اور اس کے بیٹے آپ کو حلقہ میں لیے ہوئے تھے (۳)

(۱) سورہ احقاف: ۲۹-۳۴

علہ اصل الناذیہ ہیں یا زید ان اللہ جاعل لما نزی فرجا و مخرجا و ان اللہ تاصر  
دینہ و مظهر نبیہ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۲ (۳) طبقات ابن سعد ج ۱

ص: ۱۴۲، زاد المجاد ج ۲، ص: ۴۷۔

مطم کے اسی احسان کی بنا پر، بد کے دن اسیرانِ بدر کی بابت آپؐ نے ارشاد فرمایا:-  
لو كان المطعون عدی اگر آج مطم بن عدی زندہ ہوتا اور پھر مجھ سے  
حیا و کتمان فی ہولاء التتبی لتکتہم۔ ان گندوں کے بارے میں کچھ کلام کرتا تو میں  
اس کی رعایت سے ان سب کو کیغنت چھوڑ دیتا۔  
(عبرۃ الاثر ص ۱۱۷ ج ۱)

### اسلام طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی عرصہ میں طفیل بن عمرو دوسی، مکہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معروف تبلیغ تھے  
طفیل شریعتِ نسب ہونے کے علاوہ بہت بڑے شاعر اور بہت بڑے زریک اور فہیم اور  
مہمان نواز تھے۔ قریش سے حلیفانہ تعلقات رکھتے تھے۔

جب آپؐ مکہ آئے تو قریش کے کچھ آدمی آپؐ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر  
ہوا ہے جس نے تمام قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے اس کا کلام مثل بحر اور جادو کے ہے کہ باپ اور  
بیٹے اور بھائی بھائی اور میاں بیوی کے مابین جدائی ڈالتا ہے۔ آپؐ اس سے بچتے رہیں ہیں  
اندریہ ہے کہ آپؐ اور آپؐ کی قوم کہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ جہاں تک ممکن ہو  
آپؐ اس کی کوئی بات نہ سنیں۔ قریش نے انکو اس قدر ڈرایا کہ انھوں نے اپنے کانوں میں  
کپڑے ٹھونس لیے کہ میں اتفاقی طور پر اس شخص کا کلام کان میں نہ پڑ جائے۔ یہاں تک کہ  
لوگ مجھ کو ذوالصفین کہنے لگے۔ اتفاقاً ایک روز مسجدِ حرام کی طرف گیا۔ دیکھنا کیا ہوں  
کہ آپؐ کھڑے ہوئے بیت اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے ہیں۔

طفیل کہتے ہیں کہ میں آپؐ کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔ میں اگرچہ یہ چاہتا تھا کہ آپؐ کا  
کلام سنوں مگر خداوندِ جل جلالہ یہ چاہتا تھا کہ اپنا کچھ کلام مجھ کو سنائے۔ چنانچہ بلا احتیاج  
یہ کلام میں نے سُن پایا۔ نہایت اچھا اور بجلا معلوم ہوا۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں  
یہ کہا کہ میں تو مردِ عاقل اور بڑا شاعر ہوں مجھ پر کسی کلامِ جہنم اور فحش معنی نہیں رہ سکتا۔

میں یہ کلام ضرور سنوں گا اگر عمدہ اور مستحسن ہے تو قبول کر دوں گا اور اگر قبیح اور نازیبا ہے تو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب آپ حرم سے واپس ہوئے تو میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ جب آپ دولت کوہ پر پہنچے تو آپ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے آپ کا کلام سننے سے اس قدر ڈرایا کہ کانوں میں کپڑے ٹھونس لیے تاکہ آپ کا کلام نہ سُن سکوں۔ مگر خدا کی شہادت نے انکار کیا کہ میں آپ کا کلام نہ سنوں۔ آپ کا کلام جو کان میں پڑا تو بہت بھلا معلوم ہوا۔ آپ اپنا دین مجھ پر پیش کیجیے۔ آپ نے سلام پیش کیا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سودہ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔ خدا کی قسم میں نے قرآن کریم سے بہتر کبھی کوئی کلام سنا ہی نہیں اور اسلام سے زیادہ معتدل اور متوسط کسی دین کو نہیں پایا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

اور آپ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اپنی قوم کا سردار ہوں یہ ارادہ ہے کہ واپسی کے بعد اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی نشانی عطا فرمائے کہ جو اس بابے میں میری معین اور مددگار ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً لِّیْے اللّٰہ اس کے لیے کوئی نشانی پیدا فرما۔

یہ اسلام کا ایک خاص طرہ امتیاز ہے کہ اس کا حکم معتدل اور متوسط ہے افراط اور تفريط سے پاک ہے ہر قوم میں متوسط اور اعتدال اور میعاد ہی ہے مثلاً اسلام نے نہ دشمنوں کا انتقام کو واجب کیا اور نہ محض کو لازم کر دیا بلکہ انتقام کی اجازت دی اور دشمنوں کو محض کھانے کی ترغیب دی اور غصہ کہ تعویذ اور پرتگاری کے زیادہ قریب بتلایا۔ اسلام نے علم کے لیے اشراف اور بخیل دونوں کو منع فرمایا نہ مسنون اور فضول خرچ بنیر اور بخیل بکری میں دین و دنیا دونوں کے قلیب کو لالہ اور دفاع سے ایسے برتر ہلک مال کا دھواں اور عدم ان کی نفروں میں برابر ہرچکا ہے ایسے حضرات کو اسلام نے اجازت دی ہے کہ وہ اپنا پورا مال خدا کی راہ میں خیرات کریں۔ دُوس ملے تھا۔



چنانچہ جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کے مانند ایک نور پیدا ہو گیا میں نے اللہ سے دعا کی اے اللہ اس نور کو بجائے چہرے کے کسی اور جگہ منتقل فرما۔ میری قوم کے لوگ کہیں اس کو منسلک نہ سمجھیں اور یہ خیال نہ کریں کہ آبائی مذہب چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی۔ وہ نور اسی وقت میرے کوڑے کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کوڑا مثل ایک قندیل اور لالٹین کے بن گیا۔

جب صبح ہوئی تو اول اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی اور پھر بیوی کو۔ دونوں نے کپڑے پاک کیے اور غسل کیا اور شرف باسلام ہوئے اور بیوی سے یہ کہا کہ اگر تجھ کو یہ خدشہ ہو کہ بتوں کے چھوڑنے سے کہیں بچوں کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ بعد ازاں قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر دوئس نے اسلام قبول کرنے میں تامل کیا۔ میں دوبارہ مکہ مکرمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! دوس نے اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ آپ ان پر بڑے عاکیجے آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ عافو مائی۔ اللہم اھدِ دوسا وائے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور مسلمان بہرہ۔ بنا کر یہاں بھیج۔

اور طفیلؓ سے فرمایا جاؤ نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ۔ آپ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کو اسلام کی طرف بلاؤ۔ اسے سبھی تک شریا ائسی گھرانے اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے ان سب کو سب میں اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فتح مکہ کے بعد میں نے آپ سے درخواست کی کہ عمر بن حبیبہ کے بُت دوا لکھیں کے جلانے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے اجازت دی طفیل روانہ ہوئے اور پہنچ کر بُت کو جلا بابت جلاتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

علمِ ہدیت بدل جانے کو نہ کہتے ہیں ۱۲ مصلحہ حافظہ عقلائی فرماتے ہیں کہ اس وقت قوم میں سوائے ابو ہریرہ کے کوئی اسلام نہ لایا۔ ۱۲ اصحابہ ص ۲۲۶۔

يَا ذَا الْكَفَيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَ  
قَدَّمَ مِيلَادُنَا أَكْبَرُ مِنْ مِيلَادِكَ

اے ذوالکفین میں تیری پرستش کرنے والوں میں سے نہیں۔ میری پیدائش تیری پیدائش سے مقدم ہے۔

إِنِّي حَشَوْتُ النَّارَ فِي قُوَّادِكَ  
اَنَا

میں نے تیرے اندر خوف آگ بھری ہے  
نصف قبیلہ دوس تو پیچھے ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ باقی ماندہ نصف بھی اس بُت کے نبلانے سے شرک اور بت پرستی سے تائب ہو کر حلقہ اسلام میں آگیا۔

ایک روایت میں ہے کہ طفیل جب اپنی قوم میں پہنچے راندھیری رات تھی اور پانی برس رہا تھا راستہ نظر نہ آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ نور پیدا فرمایا۔ لوگ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور حضرت طفیل کو گھیر لیا اور کوڑے کو پکڑنے لگے۔ وہ نور لوگوں کی نگاہوں سے چھنتا تھا۔

جب راندھیری رات ہوتی تو یہ کوڑا اسی طرح روشن ہو جاتا۔ اسی وجہ سے حضرت طفیل ذی النور (نور والے) کے لقب سے مشہور ہوئے (۱)

فائدہ

اولیاء اللہ کی کرامتیں، انبیاء اللہ علیہم السلام صلوٰۃ اللہ کے معجزات کا نمونہ ہوتی ہیں۔ جس طرح علماء ربانین علم و حکمت میں انبیاء و مرسلین کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح علی حسب المدارج کرامات اور خوارق عادات میں بھی حضرات

(۱) الاستیعاب ج: ۲، ص: ۲۳۱

الاصابہ ج: ۳، ص: ۲۲۵

المختصر الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۳۶

انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے (علمی) وارث ہیں۔  
لہذا حضرت طفیلؓ کی یہ کرامت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ ید بیضا کا  
کا ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

نیز سورۃ تحریم میں حق جل شانہ صحابہ کے حق میں ارشاد فرماتے ہیں  
يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ  
يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ (۱)  
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم اور  
ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رؤس  
نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے سامنے  
اور دہانے دوڑتا ہوگا۔

عجب نہیں کہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ نور اُس نور کا نمونہ ہو کہ جو قیامت  
کے دن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاص طور رونمائی کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے طفیل سے طفیل کو یہ نور دنیا ہی میں دکھلا دیا گیا۔  
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

(۱) التحریم، آیت، ۸۔

(۲) طبقات ابن سعد ج ۴، ص: ۱۷۵، سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۱۳۵، الخصائص الکبریٰ، ۱۵۱،

ص: ۱۳۵، دلائل البی نعیم ج ۱، ص: ۷۸، الاصابہ ج ۲، ص: ۲۲۰

## اسرار و معراج

طاہفؑ سے واپسی کے بعد حق جل و علا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد قنصی سے سبع سموات تک اسی حجم اور روح کے ساتھ بحالت بیداری ایک ہی شب میں سیر کرائی جس کو "اسرار و معراج" کے نام موسوم کیا جاتا ہے جس کا مفصل بیان انشاء اللہ تعالیٰ معجزات کے بیان میں آئے گا، علما و سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ کس سال آپ کو معراج ہوتی؟ علما کے اس بارے میں دس قول ہیں:

- (۱) ہجرت سے چھ ماہ قبل معراج ہوئی۔
- (۲) ہجرت سے آٹھ مہینہ پیشتر
- (۳) ہجرت سے گیارہ مہینہ پیشتر
- (۴) ہجرت سے ایک سال پیشتر
- (۵) ہجرت سے ایک سال اور دو ماہ پیشتر
- (۶) ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ پیشتر
- (۷) ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ پیشتر
- (۸) ہجرت سے ایک سال اور چھ ماہ پیشتر
- (۹) ہجرت سے تین سال پیشتر
- (۱۰) ہجرت سے پانچ سال پیشتر

یہ تمام اقوال تفصیل کے ساتھ فتح الباری باب المعراج میں مذکور ہیں۔ راجع قول

لے حافظ ابن قیمؒ و المعاد میں سفر طاہف کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کے بعد آپ کو معراج ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن قیمؒ کے نزدیک اسرار اور معراج کا واقعہ طاہف سے وہیں آنے کے بعد پیش آیا جس کا حاصل یہ ہوا کہ معراج سلسلہ نبوی میں ہوئی۔ ۱۲

یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اور بیعت عقبہ سے پہلے معراج ہوئی مہیا کر  
 اول کے آٹھ قول اس پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد معراج ہوئی غرض  
 یہ کہ کثرت اسی جانب ہے۔ نیز یہ امر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہؓ کو پانچ  
 نازیں فرض ہونے سے پہلے ہی وفات پا گئیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت خدیجہؓ شعب  
 ابی طالب میں آپ کے ہمراہ تھیں۔ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد ان کا انتقال  
 ہوا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اور آپ کے رفقاء شعب ابی طالب سے  
 سلسلہ نبوی میں باہر نکلے۔ لہذا ان تمام مقدمات سے نتیجہ یہی نکلا کہ معراج سلسلہ نبوی  
 کے بعد سلسلہ نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد کسی مہینہ میں ہوئی۔ رہا یہ امر  
 کہ کس مہینہ میں ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ ربیع الاول یا ربیع الآخر یا رجب یا  
 رمضان یا شوال میں ہوئی یا پنج قول ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ رجب کی تیسویں شب میں  
 ہوئی۔ ہذا ملاحظہ فرمائیے بعد مراجعہ شرح المواہب ص ۳۱۲ ج ۱۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔  
 نکتہ :

سلسلہ نبوی گزر گیا۔ ابتلا اور آزمائش کی سب منزلیں طے ہو چکیں ذلت اور سوائی  
 کی کوئی نوع ایسی بقی نہ رہی کہ جو خداوند ذوالجلال کی راہ میں نہ برداشت کی گئی۔ ہر  
 اور ظاہر ہے کہ خدا نے رب العزت کی راہ میں ذلت اور سوائی کا انجلم سوائے عزت  
 اور رفعت اور سوائے معراج اور ترقی کے کیا ہو سکتا ہے ؟

چنانچہ جب شعب ابی طالب اور سفر طائف سے ذلت انتہا کو پہنچ گئی تو خداوند  
 ذوالجلال نے اسرارِ رومعراج کی عزت سے سرفراز فرمایا اور آپ کو اس قدر اونچا کیا کہ  
 افضل الملائکہ المقربین یعنی جبریل بھی پیچھے اور نیچے رہ گئے اور ایسے مقام تک سیر کرائی  
 کہ اشارۃ الی ما خرجہ الطبرانی بسند ضعیف عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لا اخبرکم بافضل الملائکہ جبرائیل۔ کذا فی روح المعانی ص ۳۱۲ ج ۱

کہ جو کائنات کا منتہی ہے یعنی عرشِ عظیم تک جس کے بعد اب اور کوئی مقام نہیں۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین کا قول ہے کہ عرش تک سیر کرانے میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام کائنات عرش پر ختم ہو جاتی ہیں۔ کتاب و سنت سے عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام کمالات آپ پر ختم ہیں۔ فافہم ذلک واستقم۔

### تفصیل واقعہ معراج

قال الله عز وجل سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِسْنَاءِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (ترجمہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس سے اصل مقصود یہ تھا کہ آپ کو آسمانوں کی سیر کرائیں اور وہاں کی خاص خاص نشانیاں آپ کو دکھلائیں جن کا کچھ ذکر سورہ نجم میں فرمایا ہے کہ آپ سورۃ النہیٰ تک تشریف لے گئے اور وہاں جنت و جہنم و دیگر عجائبات قدرت کا مشاہدہ فرمایا۔ تحقیق اصلی سننے والا اور اصلی دیکھنے والا حق تعالیٰ ہے وہی جس کو چاہتا ہے اپنی قدرت کے نشانات دکھلاتا ہے اور پھر وہ بندہ اللہ کی تبصیر سے دیکھتا ہے اور اللہ کے اسرار سے سنتا ہے۔

اصطلاح علماء میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسرار کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے سورۃ النہیٰ تک کی سیر کو معراج کہتے ہیں اور بسا اوقات اول سے آخر تک کی پوری سیر کو اسرار اور معراج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ معراج کو معراج اس لیے کہتے ہیں کہ معراج لے کہا قال تعالیٰ: وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ عِنْدَ حَاجَةِ الْوَاوِيٰۤی اِذْ يَخْتَلٰی السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰۤی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰۤی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔

کے معنی میڑھی کے ہیں۔ مسجد اقصیٰ سے برآمد ہونے کے بعد حضور کے لیے جنت سے ایک میڑھی لائی گئی جس کے ذریعہ حضور آسمان پر چڑھے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس میڑھی کا ذکر آیا ہے (۱) قرآن کریم میں تو یہ واقعہ اسی قدر اجمالاً مذکور ہے البتہ احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

ایک شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے مکان میں بسترِ ستراحت پر پر آرام فرما رہے تھے۔ نیم خوابی کی حالت تھی کہ یکایک چھت پھٹی اور چھت سے جبریل امین اترے اور آپ کے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے آپ کو جگایا اور مسجد حرام کی طرف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ حطیم میں لیٹ گئے مالد سو گئے۔ جبریل امین اور میکائیل نے آکر آپ کو جگایا اور آپ کو یرزم زم پر لے گئے اور ٹا کر آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلب مبارک کو نکال کر زم زم کے پانی سے دھویا اور ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اس ایمان اور حکمت کو آپ کے دل میں بھر کر سینہ کو ٹھیک کر دیا اور دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت لگائی گئی (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی حسی اور ظاہری علامت ہے، بعد ازاں براق لایا گیا۔ براق ایک بستی جاذبہ کا نام ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور حمار سے کچھ بڑا سفید رنگ برق رفت تھا۔ جس کا ایک قدم فتنہ نے بصر پر پڑتا تھا جب اس پر سوار ہوئے تو شوخی کرنے لگا۔ جبریل امین نے کہا اسے براق یہ کیسی شوخی ہے تیری پشت پر آج تک حضور سے زیادہ کوئی اللہ کا کرم اور عزم بند سوار نہیں ہوا۔ براق شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور حضور کو لے کر روانہ ہوا۔ جبریل و میکائیل آپ کے ہمراہ تھے۔ اس شان کے ساتھ حضور روانہ ہوئے۔

اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبریل امین نے حضور پر نور کو براق پر سوار کیا اور خود نبی کریم کے ردیف بنے یعنی آپ کے پیچھے براق پر سوار ہوئے (۳) دیکھو مذاقانی

## وخصائص کبریٰ۔ باب العراج۔

شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستہ میں ایسی زمین پر گزر ہوا کہ جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے جبریل امینؑ نے کہا یہاں اتر کر نماز پڑھ لیجیے۔ میں نے اتر کر نماز پڑھی۔ جبریل امینؑ نے کہا آپ کو معلوم بھی ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ جبریل امینؑ نے کہا آپ نے شرب یعنی مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی جہاں آپؐ ہجرت کریں گے۔ بعد ازاں روانہ ہوا اور ایک اور زمین پر پہنچے۔ جبریل امینؑ نے کہا یہاں بھی اتر کر نماز پڑھیے میں نے اتر کر نماز پڑھی۔ جبریل امینؑ نے کہا آپ نے وادی سینا میں غرہ موسیٰؑ کے قریب نماز پڑھی جہاں حضرت حق جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا پھر ایک اور زمین پر گزر ہوا جبریل نے کہا اتر کر نماز پڑھیے میں نے اتر کر نماز پڑھی جبریل امینؑ نے کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی جو شعیب علیہ السلام کا مکان تھا (وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک اور زمین پر پہنچے جبریل امینؑ نے کہا اتر کر نماز پڑھیے میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبریل امینؑ نے کہا یہ مقام بیت اللہ ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی افرجہ ابن ابی حاتم والبیہقی وحمزہ والبخاری والطبرانی عن شداد بن اوسؓ۔ (۱) واما قصۃ الصلاة بطور سیناء حیث کلمہ اللہ موسیٰ علیہ السلام فقد اخرجہا النسائی عن ابن مالک وکما فی خصائص کبریٰ

ص ۱۵۳ ج ۱۔

نیز یہ تلم تفصیل زرقانی شرح مواہب کے ص ۳۹ ج ۶ پر مذکور ہے۔

## عجائب سفر اور عالم مثال کی بے مثال اُٹھنا

(۱) آپ براق پر سوار جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بڑھیا پر گزر ہوا۔ اس نے آپ کو آواز دی۔ حضرت جبریل نے کہا آگے چلئے اور اس کی طرف التفات نہ کیجیے آگے چل کر

(۲) الخصائص الکبریٰ ج ۱: ص ۱۵۸، فتح الباری ج ۱: ص ۱۵۳



ایک بڑھا نظر آیا اس نے بھی آل حضرت کو آواز دی۔ حضرت جبریل نے کہا اگے چلیے۔ اگے چل کر آپ کا ایک جماعت پر گزرتھا۔ جنہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا۔

السلام علیک یا اول۔ السلام علیک یا اخر۔ السلام علیک یا حاضر۔ جبریل امین نے کہا کہ آپ ان کے سلام کا جواب دیجئے اور بعد ازاں بتلایا کہ وہ بڑھی عورت راستہ کے کنارے پر کھڑی تھی وہ دنیا تھی۔ دنیا کی عمر اتنی ہی قلیل باقی رہ گئی ہے جتنی اس عورت کی عمر باقی ہے اور وہ بڑھا مرد شیطان تھا۔ دونوں کا مقصد آپ کو اپنی طرف مائل کرنا تھا اور وہ جماعت جنہوں نے آپ کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تھے۔ اخر جبریل حریرہ البیتقی عن انس (۱)

(۲) صحیح مسلم میں انس سے روایت ہے کہ حضور پُر نور نے فرمایا کہ شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرا دیکھا کہ قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں (۲)

اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام اور دجال اور خازن نار یعنی داروغہ جہنم کو دیکھا جس کا نام مالک ہے۔ اخر الشیخان عن ابن عباس ولینظر هل كانت هذه الرویة فی الامم فی السلاطین واللہ اعلم (۳)

(۳) نیز راستہ میں آپ کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان ناخنوں سے پھیلتے تھے۔ آل حضرت نے جبریل امین سے دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی ان کی قیمت کرتے ہیں اور ان کی آبر و پر حرف گیری کرتے ہیں۔ اخر جہ احمد ابو داؤد عن انس (۴) نیز حضور نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہریں تیر رہا ہے اور پتھر کو لقمہ بنا بنا کر کھا رہا ہے۔

(۱) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۵۵، تفسیر ابن کثیر ج: ۶، ص: ۸۔ (۲) الخصائص الکبریٰ

ج: ۱، ص: ۱۵۶ (۳) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۶۰ (۴) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۵۶

آپ نے جبریل سے دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ یہ سود خوار ہے۔ آخر جابر بن مردیہ عن ہرقہ بن حنطبہ۔

(۵) نیز آپ کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا کہ جو ایک ہی دن میں تخم ریزی بھی کر لیتے ہیں اور ایک ہی دن میں کاٹ بھی لیتے ہیں اور کاٹنے کے بعد کھیتی پھر دی ہی ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی۔ آپ نے جبریل امین سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ جبریل امین نے کہا کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں ان کی ایک نیکی سات سو نیکی سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ پھر آپ کا ایک اور قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھروں سے پکڑے جا رہے ہیں کچلے جانے کے بعد پھر دیے ہی ہو جاتے ہیں جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح سلسلہ جاری ہے کبھی ختم نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے کہا کہ ..... یہ فرض نماز سے کاہلی کرنے والے لوگ ہیں۔ پھر ایک اور قوم پر گذر ہوا کہ جن کی فرماگاہ پر آگے اور پیچھے جھٹھڑے لٹے ہوتے ہیں اور اندھیل اور بیل کی طرح چرتے ہیں۔ خرچ اور زکوٰۃ یعنی کانٹوں اور جنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ پھر آپ کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا کہ جن کے سامنے ایک ٹانڈی میں پکا ہوا گوشت اور ایک ٹانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے کہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں جبریل نے کہا کہ یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے کہ جس کے پاس حلال لہ طیب عورت موجود ہے مگر وہ ایک زانیہ اور فاجرہ کے ساتھ شب باشی کرتا ہے اور اور صبح تک اسی کے پاس رہتا ہے یا آپ کی امت کی وہ عورت ہے کہ جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار کے ساتھ رات گزارتی ہے۔ پھر آپ کا ایک ایسی لکڑی پر گذر ہوا کہ جو سراہ واقع ہے جو کپڑا اور شی بھی اس کے پاس سے گزرتا ہے

اس کو بھاڑ ڈالتی ہے اور چاک کر دیتی ہے۔ آپ نے جبریل سے دریافت کیا جبریل نے کہا کہ یہ آپ کی امت میں ان لوگوں کی مثال ہے کہ جو راستہ پر پھپھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور راہ سے گزرنے والوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں پھر آپ کا ایک قوم پر گزر ہوا کہ جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا بھاری گٹھ جمع کر رکھا ہے اور اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا مگر لکڑیاں لالا کر اس میں اور زیادہ کتا رہتا ہے۔ اپنے پر چھا کر یہ کیا ہے جبریل نے کہا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے کہ جس پر حقوق اور امانتوں کا بار گراں ہے کہ جس کو وہ ادا نہیں کر سکتا اور بائیں ہمہ اور بوجھ اپنے اوپر لا دتا جاتا ہے پھر آپ کا ایک قوم پر گزر ہوا کہ جن کی زبانیں اور لبیں لوہے کی قیچیوں سے کاٹی جا رہی ہیں اور جب کٹ جاتی ہیں تو پھر پہلے کی طرح صحیح و سالم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سلسلہ جاری ہے خم نہیں ہوتا اپنے پر چھایا یہ کیا ہے جبریل امین نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ ہیں (جو یقولون مالا یفعلون کا مصداق ہیں) یعنی دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے (اخر جابن جریر والنزار و ابو یعلیٰ والیسعتی عن ابی ہریرہ (۱) و حدیث قرظ الشفا بمقاریض الحمید (اخر جابن مردیہ عن انس بن پھر آپ کا ایسے مقام پر گزر ہوا جہاں نہایت ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آ رہی تھی۔ جبریل نے کہا کہ جنت کی خوشبو ہے ازاں ایسے مقام پر گزر ہوا جہاں سے بدبو محسوس ہوتی جبریل نے کہا کہ جہنم کی بدبو ہے (۲)

تنبیہ:۔ بظاہر یہ تمام واقعات عروج سمار سے پہلے کے ہیں اس لیے کہ روایات میں ان واقعات کا ذکر براق پر سوار ہونے کے بعد متصلاً اور مسجدِ قطیف میں پہنچنے سے پہلے آیا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ یہ واقعات عروج سمار سے پہلے کے ہیں۔ واشر اعلم۔

(۱) الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص: ۱۴۲، زر قافی ج ۶، ص: ۳۱ (۲) الخصائص الکبریٰ

ج ۱، ص: ۱۴۲ (۵) الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص: ۱۶۷

## نزول اقدس در بیت المقدس

الغرض اس شان سے حضور پر نور بیت المقدس پہنچے اور براق سے اتارے صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے براق کو اس علت سے باندھ دیا کہ جس سے انبید کرام اپنی سواروں کو باندھتے تھے اور بزار کی روایات میں ہے کہ جبریل امین نے ایک پتھر میں انگلی سے سوراخ کر کے اسی براق کو باندھ دیا۔ عجب نہیں کہ براق کے باندھنے میں دو ذل حضرات شریک ہوں۔ ممکن ہے کہ مرور زمانہ کی وجہ سے وہ سوراخ بند ہو گیا ہو اس لیے جبریل امین نے اس کو انگلی سے کھول دیا ہو۔

بعد ازاں حضور مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے اور دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا فرمائی (رواہ مسلم عن انس) زرقانی ص ۴۹۱ بر سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور جبریل امین دو ذل مسجد میں داخل ہوئے اور ہم دو ذل نے دو رکعت نماز پڑھی (رواہ البیہقی) (۳۱)

اور آپ کے قدم سینت لزوم کی تقریب میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پہلے ہی سے حضور پر نور کے انتظار میں موجود تھے جن میں حضرت ابراہیم اور حضور مرئی اور علیؑ علیہم الصلاۃ والسلام بھی تھے (۵)

ملہ فقی حدیث انس عند النسائی ثم دخلت بیت المقدس فجمع فی الانبیاء علیہم السلام تقدس جبریل علیہ السلام حتی اتممت ابن کثیر ص ۶۹

ملہ نزول اقدس میں ترکیب توصیفی اور ترکیب اضافی دو ذل ممکن ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک تلفظ دونوں کی نیت کر لیا جائے۔ کہا ہر مذہب الشافعیہ یا دو تلفظ میں کہا ہر مذہب الحنفیۃ البز ترکیب توصیفی میں اقدس کی اسناد نزول کی طرف اسناد مجازی ہوگی۔ قافم ذاک اتم ۱۲ عنہما انہما ملکہ بین القوسین عبادت مسلم کی روایت میں نہیں ۱۲۔

خصائص کبریٰ ص ۱۴۲ ج ۱ (۳) تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۰۲ (۴) زرقانی ج ۶ ص ۵۰۵

کچھ دیر نہ گزری کہ بہت سے حضرات مسجد اقصیٰ میں جمع ہو گئے پھر ایک توذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی۔ ہم صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی انتظار میں تھے کہ کون امامت کرے۔ جبریل امین نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں نماز سے فارغ ہو گیا۔ جبریل امین نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ اپنے کون لوگوں کو نماز پڑھائی۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ جبریل امین نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اخرج ابن ابی حاتم عن انس (۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی آمد پر فرشتے بھی آسمان سے نازل ہوئے اور حضور نے حضرات انبیاء اور ملائکہ سب کی امامت کرائی۔ جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبریل امین سے دریافت کیا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں۔ جبریل امین نے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اخرج ابن جریر والنسائی والبیہقی وابن ابی العاصی عن ابی ہریرۃ (۲) اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل نے کہا یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ ملائکہ نے پوچھا کہ کیا۔ ان کے پاس بلائے کا پیغام بھیجا گیا تھا۔ جبریل نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان کو زندہ سلامت رکھے بڑے اچھے بھائی اور بڑے اچھے خلیفہ ہیں یعنی ہمارے بھائی ہیں اور خدا کے خلیفہ ہیں (۳) بعد ازاں حضور نے ارواح انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی سب نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔

تحمید ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ میں اللہ کی حمد و ثناء کی

الحمد لله الذي اتخذني خليلا واعطاني ملكا عظيما وجعلني امه قاتنا مؤتمبي واتخذني

له حديث كذا الفاظ اس طرح ہیں ثم سارحتي اتي بيت المقدس فنزل فربط فرسه الى الصخرة ثم دخل فصلى

مع الملائكة فلما قضيت الصلاة قالوا يا جبريل من هذا منك قال محمد صلي الله عليه وسلم

مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا عَلَىٰ بَرٍّ دَاوُسَلَامًا -

ترجمہ :- حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو اپنا خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور نام اور پشوا بنایا اور آگ کو میرے حق میں برد و سلام بنایا۔

تَحْمِيدُ رَسُولِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

الحمد لله الذي كلمني تكليما وجعل هلاك آل فرعون ونجاة بني اسرائيل على يدي وجعل من امتي قوما يهدون بالحق وبه يعدون

ترجمہ :- حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور قوم فرعون کی ہلاکت اور تباہی اور بنی اسرائیل کی رست گاری میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری امت میں ایسی قوم بنائی کہ جو موجب حق - ہدایت اور انصاف کرتی ہیں۔

تَحْمِيدُ دَاوُدِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

الحمد لله الذي جعل لي ملكا عظيما وعلمني الزبور ولے الحديد وسخر لي الجبال يسبحن والطير واعطاني الحكمة وفصل الخطاب تسجده :- حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا کیا اور زبور سکھائی اور لوہے کو میرے لیے نرم کیا اور پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لیے مسخر کیا کہ میرے ساتھ تسبیح پڑھیں اور مجھ کو علم و حکمت اور تقریر و دل پذیر مجھ کو عطا کی

تَحْمِيدُ سَلِيمَانِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

الحمد لله الذي سخر لي الريح وسخر لي الشياطين يعملون مائتت من محاربت تائيل وجفان كالجواب وقد ورّاسيات وعلمني منطق الطير وَاَتَانِي مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَضْلًا وسخر لي جنود الشياطين والانس والطير وفضلني على كثير من عباده المؤمنين وَاَتَانِي مَلِكًا عَظِيمًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي وَجَعَلَ مَلِكِي مَلِكًا طَيِّبًا لَيْسَ فِيهِ حِسَابٌ -

ترجمہ : حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے ہوا اور شیاطین اور جنات کو میرے مسخر کیا میرے حکم پر چلیں اور پرندوں کی بولی مجھ کو سکھائی اور جن اور انس چرند اور پرند کا لشکر میرے لیے مسخر کیا اور ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہوگی اور نہ مجھ سے اس پر کوئی حساب و کتاب ہوگا۔

تحمید عیسوی علیہ الصَّلَاة والسلام

الحمد لله الذي جعلني كلمة وجعل مثلي مثل ادم خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون وعلمني الكتاب والحكمة والتوراة ولا تخجل وجعلني اخلق من الطين كهنية الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله وجعلني ابرئى الاكمة والا برص واحي الموتى باذن الله ورفعني وظمه رف و اعاذني واحي من الشيطان الرجيم فلم يكن للشيطان علينا سبيل -

ترجمہ : حمد ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے مجھ کو کلمہ بنایا اور حضرت آدم کی طرح مجھ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور پرندوں کے بنانے اور مردوں کے زندہ کرنے اور کوڑھی اور ماہی کو زندہ کرنے کا معجزہ مجھ کو دیا اور توریت اور انجیل کا علم دیا اور مجھ کو اور میری ماں کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا اور مجھ کو آسمان پر اٹھایا اور کافروں کی صحبت سے پاک کیا۔

تحمید محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين وكافته للناس بشيرا ونذيرا وانزل علي الفرقان فيه بيان لكل شئ وجعل امتي خیرامة افرجت للناس وجعل امتي هم الاولين والاخرين وشرح لي صدری ووضع عني وزري ورفع لي ذکری وجعلني فاتحا وخاتما۔

ترجمہ : حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام عالم کے لیے بشیر و نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن کریم اتارا جس میں تمام امور دینیہ کا صراخہ یا

اشارہ بیان کیا ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میری امت کو اولین اور آخرین بنایا یعنی ظہور میں آخری امت اور مرتبہ میں اول بنایا اور میرے سینہ کو گھولا اور میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی وجودِ لطفی اور روحانی میں سب سے اول اور بعثت اور ظہورِ جسمانی میں سب سے آخری نبی بنایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ تحمید سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا بھذا افضلکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی انہی فضائل اور کمالات کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے بڑھ گئے (۱) جب آپؐ نے فارغ ہو کر مسجد سے باہر شریف لاسے تو تین پیالے آپ کے سامنے پیش کیے گئے ایک پانی کا اور ایک دودھ کا اور ایک شراب کا آپ نے دودھ کا پیالہ اختیار کیا جبریل امین نے کہا آپ نے دینِ فطرت کو اختیار کیا ہے اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور اگر آپ پانی کو اختیار کرتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔ بعض روایات میں ہے کہ شہد کا پیالہ بھی پیش کیا گیا اور آپ نے اس میں سے بھی کچھ یاغرض یہ کہ تمام روایات کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چار پیالے پیش کیے گئے تفصیل کے لیے زرقانی کی مراجعت کی جائے (۲)

(۱) خصائص کبریٰ ج ۱، ص : ۱۷۳

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تین پیالے سدرۃ المنتہی کے بعد پیش کیے گئے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عجیب نہیں کہ یہ پیالے دو مرتبہ پیش کیے گئے ہوں ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی پر اور اختیارِ لیلین کی تصریح کی ناکید یہ مقصود ہو واللہ اعلم زرقانی ص ۶ (۳) زرقانی ج ۱، ص : ۲۷۴



## عروجِ سموات

اس کے بعد حضور نے جبریل امین اور دیگر ملائکہ مکرمین کی معیت میں آسمانوں کی طرف عروج و صعود فرمایا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور حسب سابق براق پر سوار ہو کر آسمان پر بلند ہوئے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ اقطبی سے برآمد ہونے کے بعد جنت سے زمرہ اور زبرجد کی ایک میزھی کے ذریعہ آپ نے آسمان کی طرف صعود فرمایا اور میزھی کے دائیں بائیں جانب ملائکہ اللہ آپ کے جلو میں تھے۔

قال ابن اسحاق واخبرني من لا يهتم عن ابي سعيد قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لما خرجت مما كان في بيت المقدس اتى بالمعراج ولمح ارشيله قط احسن منه وهو الذي يمد اليه ميتكوا عليه اذا حضر فاصعد في فيه صاحبى حتى انتهى بي الى باب من ابواب السموات يقال له باب الحفظة. الحديث كذا في البدايت والهمائت ص ۳ ج ۳ للحافظ ابن كشيده كذا في شرح المواهب اللدقاني

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ معتبر اور مستند یادوں نے مجھ کو خبر دی کہ ابو سعید خدریؓ یہ کہتے تھے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب میں بیت المقدس کے امور سے فارغ ہوا تو ایک میزھی لائی گئی کہ اس سے بہتر میں نے کوئی میزھی نہیں دیکھی یہ وہ میزھی تھی کہ جس پر سے بنی آدم کی ارواح آسمان کی طرف چڑھتی ہیں اور مرتے وقت میت اسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔ میرے رفیق طریق جبریل امین نے مجھ کو اس میزھی پر چڑھایا۔ یہاں تک کہ میں آسمان کے ایک دروازے پر پہنچا جس کو باب الحفظة کہتے ہیں

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضور پر نور بیت المقدس کے مشاغل سے فارغ ہوئے کے بعد اسی سیرتھی کے ذریعہ آسمان پر تشریف لے گئے اور براق بدستور مسجد اقصیٰ کے دروازے پر بندھا دیا حضور آسمان سے بیت المقدس میں آکر اترے اور پھر اسی براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۱۱۱ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور براق پر سوار ہو گئے اور اسی براق پر تشریف لے گئے ہوں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اس صورت میں تمام روایتیں متفق ہو جاتی ہیں اور نیز یہ صورت حضور کی نزیدتِ کریم و تشریف کا موجب بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

### سیر ملکوت اور آسمانوں میں انبیاء کرام سے ملاقات

اس طرح آپ آسمان اول پر پہنچے جبریل امین نے دروازہ کھلایا۔ آسمان دنیا کے دربان نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے جبریل نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرشتے نے دریافت کیا کہ کیا ان کے بلائے کا پیام بھیجا گیا ہے جبریل نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سن کر مر حبا کہا اور دروازہ کھول دیا۔ آپ آسمان میں داخل ہوئے اور ایک نہایت بزرگ آدمی کو دیکھا۔ جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے آپ نے سلام کیا۔ حضرت آدم نے سلام کا جواب دیا اور کہا مر حبا بالابن الصالح والنبی الصالح مر حبا ہو فرزند صالح اور نبی صالح کو اور آپ کے لیے دعاء خیر کی اور اس وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ صورتیں حضرت آدم کی دائیں جانب ہیں اور کچھ صورتیں بائیں جانب ہیں۔ جب دائیں جانب نظر ڈالتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور

ملہ و عبارت کہذا۔ والمقصود انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما فرغ من امر بیت المقدس نصب للمعراج و ہما لم فصعد فیہ الی السامو لم یکن الصعود علی البراق کما یتوہر بعض الناس بل کان البراق مربوطاً علی باب مسجد بیت المقدس یرجع علیہ الی مکۃ ۱۲ و تفسیر ابن کثیر سورۃ اسرار ص ۲۸ میں ہے ثم نزل الی البیت المقدس ثانیاً وہم (ای انبیاء) معہ و علی ہم ثم انزک البراق و کر راجع الی مکۃ۔ واللہ اعلم ۱۲ انتہی کلام۔

علی قال النعمانی المانع من انہ صلی اللہ علیہ وسلم رقی المعراج فوق طہر البراق بظاہر الحدیث نہدقانی ص ۳۳

ہستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں حضرت جبریل نے بتلایا کہ دائیں جانب ان کی نیک اولاد کی صورتیں ہیں یہ اصحابِ یمن اور اہل جنت ہیں اور ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بائیں جانب اولاد بد کی صورتیں ہیں۔ یہ اصحابِ شمال اور اہل نار ہیں ان کو دیکھ کر روتے ہیں یہ تمام مضمون صحیحین بخاری و مسلم کی روایتوں میں ہم در سند بخاری میں ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت آدم کی دائیں جانب ایک دروازہ ہے جس میں سے نہایت عمدہ اور خوشبو آتی ہے اور ایک دروازہ بائیں جانب ہے جس سے نہایت سخت بدبو آتی ہے جب دائیں جانب دیکھتے ہیں تو مسرور ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔ زرقانی ص ۶۶

پھر دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح جبریل نے دروازہ کھلوا یا جو وہاں کا دربان تھا اس نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کون ہیں جبریل نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس فرشتہ نے کہا کیا بلائے گئے ہیں جبریل نے کہا۔ ہاں فرشتے کے کہا مرحبا نفع المجمعی جاوہر جاہو کیا اچھا آنا آئے۔ یہاں آپ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جبریل امین نے کہا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں ان کو سلام کیجئے آپ نے سلام کیا۔ ان دونوں حضرات نے سلام کا جواب دیا اور مرحبا بالرخ الصالح وبالنبی الصالح کہا یعنی مرحبا ہو برادر صالح کو اور نبی صالح کو۔ بعد ازیں آپ میرے آسمان میں تشریف لے گئے اور جبریل امین نے اسی طرح دروازہ کھلوا یا۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اسی طرح سلام و کلام ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا ایک بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے

وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور یہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم بیت معمور سے پشت لگاتے بیٹھے ہیں۔ بیت معمور قید ملائکہ ہے جو ٹھیک خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ہے بالفرض وہ گرے تو خانہ کعبہ پر گرے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر ان کی نوبت نہیں آتی جبریل نے کہا یہ آپ کے باپ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے آپ نے سلام کیا حضرت ابراہیم نے جواب دیا اور مسحبا بالابن الصالح والنبی الصالح کہا۔

### سدرۃ المنتہی:

بعد ازاں آپ کو سدرۃ المنتہی کی طرف بلند کیا گیا جو ساتویں آسمان پر ایک بیڑی کا تخت ہے زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہی پر جا کر منتہی ہو جاتی ہے اور پھر اوپر اٹھاتی جاتی ہے اور طارا اعلیٰ سے جو چیز اترتی ہے وہ سدرۄ المنتہی پر آ کر ٹھہر جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے اس لیے اس کا نام سدرۃ المنتہی ہے (۱)

اسی مقام پر حضور نے جبریل امین کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق جل شانہ کی عجیب و غریب الٰہی اور تعجیبات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنگے اور چاند دیکھے جو سدرۃ المنتہی کو گھیرے ہوئے تھے۔

### مشاہدۂ جنت و جہنم:

جنت کیونکہ سدرۃ المنتہی کے قریب ہے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔  
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوٰی اِسَیْہِ الْاَبْرٰعِیْدِ خَدٰی کی حدیث میں ہے کہ حضور بیت معمور میں نماز پڑھنے کے بعد سدرۃ المنتہی کی طرف بلند کیے گئے اور سدرۃ المنتہی کے بعد جنت کی طرف بلند کیے گئے اور جنت کی سیر کے بعد آپ پر جہنم پیش کی گئی یعنی آپ کو دکھلائی گئی۔ (۲)

اور صحیحین میں ابو ذر کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں سدرۃ المنتہی پر پہنچا  
جہاں عجیب غریب الان اور رنگیں دیکھیں مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھیں۔ پھر میں جنت  
میں داخل کیا گیا تو اس کے گنبد موتیوں کے تھے اور مٹی اس کی مشک کی تھی۔

### مقام صریف الاقلام:

بعد ازاں پھر آپ کو عروج ہوا اور ایسے بلند مقام پر پہنچے کہ جہاں صریف الاقلام کہ  
مستے تھے۔ لکھنے کے وقت قلم کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو صریف الاقلام کہتے ہیں  
اس مقام پر قضا و قدر کے قلم مشغول کتابت تھے۔ ملائکہ اللہ امور الہیہ کی کتابت اور  
احکام خداوندی کی لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے (۲)

تنبیہ: احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنتہی  
کے بعد ہے اس لیے کہ احادیث میں مقام صریف الاقلام کا عروج سدرۃ المنتہی کے بعد  
لفظ ثم سے ذکر کیا گیا ہے۔ نیز سدرۃ المنتہی کو اس لیے سدرۃ المنتہی کہتے ہیں کہ اوپر سے جو  
احکام نازل ہوتے ہیں ان کا منتہی یہی مقام ہے معلوم ہوا کہ سدرۃ المنتہی کے اوپر کوئی اور  
مقام ہے کہ جہاں سے تدابیر عالم کے متعلق احکام تکوینیہ کا نزول ہوتا ہے وہ یہی مقام  
صریف الاقلام ہے گویا کہ مقام صریف الاقلام تدابیر الہی و تعادیر خداوندی کا بلا تشبیہ  
تفصیل مرکزی دفتر اور صدر مقام ہے۔ سدرۃ المنتہی اور جنت اور جہنم کے بعد حضور کو اس  
مقام کا معائنہ کرایا گیا۔ نیز روایات حدیث میں نمازوں کی فرضیت اور مکالمہ خداوندی  
کا ذکر صریف الاقلام کے بعد آیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام  
سدرۃ المنتہی کے بعد ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ملکہ حضور کا صریف الاقلام پر پہنچنا بخاری اور مسلم میں ابن عباس اور ابو جہۃ انصاری سے مروی

ہے باقی صریف الاقلام کی شرح زرقانی سے ماخوذ ہے ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

# دنواور تدلی، قرب اور تحلی

دیدار اور کلام اور عطائے احکام

مقام صرفین الاقلام سے چل کر حجابات طے کرتے ہوئے بارگاہ قدس میں پہنچے  
کما جاتا ہے کہ آپ کی سواری کے لیے ایک رفوف (یعنی ایک سبز بخیل سند) آئی اس پر  
سوار ہوئے اور بارگاہ دنی فتلی لکان قاب توسین اودائی میں پہنچے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا میں فرماتے ہیں۔

وقال ابن عباس هو اے قولہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ دنی فتلی میں  
تعالیٰ دنی فتدلی مقدم وموخر تفہیم و تاخیر اصل میں اس طرح ہے فتدلی  
فاصلہ فتدلی فدنا ای فتدلی فدنا۔ اور معنی یہ ہیں۔

علہ حافظ عسقلانی فتح الباری جلد ہفتم باب العراج ص ۶۹ میں لکھتے ہیں (مکملہ) وقع فی غیر ذہ الیہ  
زیادات رأی اہل الشرع علیہ وسلم بعد سدرۃ المنتہی لم تذکر فی ہذہ الروایۃ منہا ما تقدم فی الصلۃ حتی ظہرت المستوی  
اصح فیہ صرفین الاقلام ۱۲ اح اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مقام صرفین الاقلام سدرۃ المنتہی کے بعد  
ہے۔ علامہ سنابری فرماتے ہیں لما وصل صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی بغشیۃ سحابۃ فیہا من کل  
لون فآخرا جبریل ثم عرج بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی وصل مستوی سمع فیہ صرفین الاقلام فدنا من الحضرة  
الالینۃ حتی کان قاب توسین اودائی ثم ای واقرب ای بل اقرب من ذالک کذا فی شرح العقیدۃ السفارینیۃ  
ص ۶۶ اس عبارت سے بھی مقام صرفین الاقلام کا سدرۃ المنتہی کے بعد ہونا صاف ظاہر ہے حافظ  
عسقلانی فرماتے ہیں قال القرطبی وقیل تدلی الرفوف لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم حتی جلس علیہم فاجلس من ربہ  
انتهی فتح الباری ص ۳۲۲ کتاب التوجید وزرقانی ص ۹۶ (فائدہ) قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ  
میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا دنواور تدلی ایسا ہے کہ جیسا احادیث میں اللہ سبحانہ تعالیٰ اخیر شب میں بلا تشبیہ  
و خال کے نزول احوال کا ذکر آیا ہے غافم ذالک واستقم نسیم الیاض ص ۳۲۶ ج ۲۔

الرَّفْرَفُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ      کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لیے  
 لَيْلَةُ الْمَعْرَاجِ فَجَلَسَ      شب معراج میں ایک رفوف اتری۔  
 عَلَيْهِ شَمُّ رَفِيعٍ وَدَنَانٍ      آپ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ بلند کیے گئے  
 رَبِّهِ -      یہاں تک اپنے پروردگار کے قریب  
 پہنچ گئے۔      (۲)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے۔

وَفَتَحَ لِي بَابَ مِنَ الْبَوَابِ السَّمَاءِ      میرے لیے آسمان کا ایک دروازہ کھولا  
 فَزَايَتِ النُّورَ الْأَعْظَمَ وَإِذَا دُونَ      گیا اور میں نے نور اعظم کو دیکھا اور پرہیز  
 الْحِجَابِ رَفْرَفٌ الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ      سے موتیوں کی ایک رفوف (مسند)  
 وَاجَى اللَّهُ إِلَيَّ مَا شَاءَ أَنْ يُوحِيَ      کو دیکھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو کلام کرنا چاہا  
 الْحَدِيثُ -      وہ مجھ سے کلام فرمایا۔ (۳)

حضرت پر نور جب مقام وفاقہ ملی اور حرم قرب میں پہنچے تو بارگاہِ بیہ نیاز میں  
 سجدۂ نیاز سجالاتے فتح الباری ص ۱۹۹ باب المعراج اور نور السموات والارض کے جمال جمیال  
 کو حجاب کبریائی کے پیچھے سے دیکھا اور بلا واسطہ کلام خداوندی اور روحی ایزدی سے مشرف

علہ ملایہ شباب خفاجی فرماتے ہیں کہ رفوف کے معنی مطلق بساط کے ہیں یا بساط اخضر یا بساط وریاح کے  
 ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ رفوف اور ذرا بی مثلہ ایک ہی شے ہیں اور لفظ قرآن کریم میں بھی ایسے جگہیں ملتی ہیں  
 خضر ص ۳۲۴ - نسیم الریاض نیز زرقانی ص ۹۵ کی بھی مراجعت کی جائے (تیسرے) رفوف کا ذکر صحیح احادیث  
 سے ثابت نہیں۔ ضعیف اور منکر روایتوں میں اس کا ذکر آیا ہے اس لیے اس کو بالکل بے اصل بھی نہیں  
 کہا جاسکتا واللہ اعلم ۱۲۔ من عشاء اللہ عنہ۔ مسند حافظ عثمانی فرماتے ہیں وعند ابن ابی حاتم وابن حاتم وابن  
 عاتق من طرق یزید بن ابی مالک عن انس ثم انطلق حتى انتهى الی الی شجرة فحشیت نسجاً فیہا من کل لون فاقضی علیہ  
 خیرت ما جرد۔ فتح الباری ص ۱۶۹ اور زرقانی فرماتے ہیں۔ و فی روایت فری ربہ سبحانہ فخر صلی اللہ علیہ  
 وسلم ما جرد۔ الحدیث زرقانی ص ۱۳۰ ج ۶ - (۲) نسیم الریاض ج ۲: ص ۲۶۴ (۱۳) الخصائص الكبرى  
 ج ۱: ص ۱۵۴ -

اور سرفراز ہوئے۔ فادحی الی عبدہ مادی۔

اخرج الطبرانی فی السنۃ والحکم عن ابن  
قال قتال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم رايت البزور العظم  
فاوحی اللہ اے ما شاء ان  
یوحی (۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے دناقتنی اور فادحی الی عبدہ مادی کی  
تفسیر بھی ہو جاتی ہے کہ آیت میں دنو اور تدلی سے حق جل شانہ کا ایسا قرب خاص اور تام  
مراد ہے کہ جس کے ساتھ دیدار پر انوار اور مسرت الیام بھی ہو اور فادحی الی عبدہ مادی سے  
بلا واسطہ مکالمہ خداوندی اور بلا واسطہ کلام اور وحی مراد ہے۔ اس لیے کہ دیدار کے بعد  
بالواسطہ کلام کے کیا معنی۔ دیدار بلا واسطہ کے بعد کلام بلا واسطہ ہی کا ذکر مناسب اور  
موزوں ہے۔

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلاۃ والتسلیم دیدار خداوندی اور بلا واسطہ کلام ایزدی  
سے مشرف ہوتے۔ حق جل شانہ نے آپؐ کو کلام فرمایا اور پچاس نمازیں آپؐ پر اور آپؐ  
کی امت پر فرض فرمائیں۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حق جل شانہ نے آپؐ کو اس  
وقت نین عطیے مرحمت فرمائے (۱) پانچ نمازیں (۲) اور خواتیم سورۃ بقرہ یعنی سورۃ  
یقرہ کی آخری آیتوں کا مضمون عطا کیا گیا جن میں اس امت پر حق تعالیٰ کی کمال رحمت اور  
لطف و عنایت اور تخفیف اور سہولت اور عفو اور مغفرت اور کارفرین کے مقابلہ میں  
فتح اور نصرت کا مضمون ہے جس کی رنگ و عار اس امت کو تعلیم یقین کی گئی ہے انا  
اس طرف ہے کہ سورۃ بقرہ کے اخیر میں جو دعائیں تم کو یقین کی گئی ہیں وہ ہم سے انگویم  
تمہاری یہ تمام دعائیں اور درخواستیں قبول کریں گے۔



وَلَوْ لَوْ تَرَىٰ ذُنُوبَكَ مَا تَرَىٰ حُجُوبَكَ وَمَا عَلَّمْتَنَا الْطَّلَبَ  
اگر تیرا ارادہ ہم کو اپنے دیراتے کرم سے ہمارے مطلوب عطا نہ کرنے کا نہ ہوتا تو ہم کو طلب  
اور استاد ہمارے تعلیم بھی نہ دیتا یعنی درخواست کا مضمون ہی نہ بناتا۔ تیسرا عطیہ آپ کو یہ عطا  
کیا گیا کہ جو شخص آپ کی امت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانے اللہ تعالیٰ اس کے  
کبار سے درگزر فرمائے گا یعنی گلہ بکبرو کے مرتکب کو کافروں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے  
جہنم میں نہ ڈالے گا۔ کسی کو امید کرام کی شفاعت سے معاف کرے گا اور کسی کو ملائکہ  
مکرمین کی شفاعت سے اور کسی کو اپنی خاص رحمت اور عنایت سے جس کے قلب میں  
ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا بالآخر وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حق جل شانہ نے  
انبار کلام میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے یہ فرمایا۔

فَقَالَ لَهُ رَبِّهِ قَدْ اخْتَضْتُكَ	آپ سے آپ کے پروردگار نے کہا
خَلِيلًا وَحَبِيبًا وَارْسَلْتُكَ إِلَى النَّاسِ	کہ میں نے تجھ کو اپنا خلیل اور حبیب بنایا
كَافَّةً بِشَيْءٍ وَنَذِيرًا وَشَرَحْتُ لَكَ	اور تمام لوگوں کے لیے بشر و نذیر بنا کر بھیجا
صَدْرَكَ وَوَضَعْتُ عَنَقَ وَنَزَرَكَ	اور تیرا سینہ کھولا اور تیرا بوجھ اتارا اور
وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ فَلَا اَذْكُرُكَ لَاحِظًا	تیری آواز کو بلند کیا میری توحید کے ساتھ
مَعِيَ وَجَعَلْتُ امْتِكَ خَيْرًا مَّا خَرَجَ	تیری رسالت اور عبدیت کا بھی ذکر کیا جاتا
لِلنَّاسِ وَجَعَلْتُ امْتِكَ وَسْطًا وَجَعَلْتُ	ہے اور تیری امت کو خیر الامم اور امت
امْتِكَ هُمُ الْاَوَّلِينَ وَالْاٰخِرِينَ وَجَعَلْتُ	متوسط اور عادل اور مقتدر بنایا مشرف
مِنْ امْتِكَ اقْوَامًا قَلْوَامًا قَلْبُهُمْ لِبِجْلِهِمْ	اور فضیلت کے لحاظ سے اولین اور
وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّينَ	ظہور اور وجود کے حساب سے آخرین بنایا

خلفاء و اخرهم بعثاً واعطيتك  
 سبعاً من المثاني لعاطها  
 نبيا قبلك واعطيتك خواتيم  
 سورة البقرة من كنز تحت العرش  
 لم اعطها نبيا قبلك واعطيتك  
 الكوثر واعطيتك ثمانية  
 اسم الاسلام والهجرة والجهاد  
 والصلاة والصدقة وصوم  
 رمضان والامربا المعروف  
 والنهي عن المنكر وجعلتك  
 فاتحاً وخاتماً الى اخر الحديث  
 اخرجہ ابن جریر فی تفسیر  
 سورة الاسراء عن ابی ہریرۃ  
 بطول کذا فی الخصائص الکبری (۱)

اور آپ کی امت میں سے کچھ لوگ ایسے  
 بنائے کہ جن کے دل اور سینہ ہی انہیل چکے  
 یعنی اللہ کا کلام ان کے سینوں اور دلوں پر  
 لکھا ہوا ہو گا اور آپ کو حمد و نوافی اور  
 روحانی کے اعتبار سے اہل النبیین اور  
 بعثت کے اعتبار سے آخر النبیین بنایا  
 اور آپ کو سورۃ فاتحہ اور خواتیم سورۃ  
 بقرہ عطا کیے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں  
 دیے اور آپ کو حوض کوثر عطا کی اور  
 آٹھ چیزیں خاص طور پر آپ کی امت کو دیں  
 اسلام اور مسلمان کا لقب اور ہجرت اور جہاد  
 اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور اللہ تعالیٰ  
 اور نبی عن المنکر اور آپ کو فاتح اور خاتم  
 بنایا یعنی اول الانبیاء اور آخر الانبیاء بنایا۔

وقال السيوطي في الآية للكبرى في شرح قصص الاسراء اخرجہ  
 الحاكم وغيره ورجاله موثقون الا ان ابا جعفر السرازي  
 وثقه بعضهم وضعفه بعضهم وقال ابو زرعتيهم وقال  
 العافظ ابن كثير لا ظميرانه سيئ الحفظ صلا

الغرض حق جل شانہ نے اس مقام قرب میں حضور کو گونا گوں الطائف و عنایات  
 سے نوازا اور طرح طرح کے بشارات سے سرور کیا اور خاص خاص احکام و ہدایات دیے

سب سے اہم حکم یہ تھا کہ آپ کو اور آپ کی امت کو پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ اس حضرت یہ تمام احکام و ہدایات لے کر بعد ہزار مسرت و اتہاج واپس چوتے۔ واپسی میں پہلے حضور ابراہیم خلیل اللہ سے ملے حضرت ابراہیم نے ان احکام و ہدایات اور فریضہ نماز وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ کہا فی فتح الباری باب المعراج۔ بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام پر گزرا انہوں نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہوا۔ آپ نے فرمایا دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کر چکا ہوں آپ کی امت ضعیف اور کمزور ہے وہ اس فریضہ کو انجام نہیں دے سکے گی۔ اس لیے تم اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کرو حضور واپس گئے اور حق تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کی حق تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ انہوں نے پھر یہی بات کہی۔ آپ پھر گئے اور تخفیف کی درخواست کی مکرر سے تخفیف کے بعد جب پانچ نمازیں رہ گئیں اور پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے یہی مشورہ دیا کہ جائے اور حق تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کی جائے تو آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے بار بار درخواست کی اب میں حق تعالیٰ سے شرا گیا۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دیکر اگے روانہ ہوئے۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ پانچ ہیں مگر پچاس کے برابر ہیں یعنی قراب میں پچاس ہیں اور میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میرے علم میں اسی طرح متعین اور طے شدہ تھا کہ اصل فرض پانچ نمازیں ہیں اور پچاس سے پانچ نکتہ تدریج و ترتیب کسی مصلحت اور حکمت کی بنا پر اختیار کی گئی جیسے طبیب کے معالجہ میں ترتیب تدریج حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور مریض اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کو تغیر و تبدل سمجھتا ہے۔ واللہ اعلم۔

عَلَمَ قَالُ الْخَافِ وَفِي ذَهَبِ الْوَدَّيَةِ مِنَ الزَّيَادَةِ فَانْصَرَفَ مَرِيضًا فَلَمْ يَثْبُتْ تَابِتًا عَلَى مَرِيضٍ فَقَالَ مَا صَنَعْتَ الْخَافُ

فتح الباری ج ۱۹ باب المعراج

اس طرح سے آسمانوں سے واپسی ہوئی اور اولاد بیت المقدس میں آکر اترے اور وہاں سے براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچے صبح کے بعد آپ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا سن کر حیران ہو گئے کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور کسی نے تائیاں بجائیں اور ازراہ تعجب یہ کہنے لگے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر واپس آگئے جو لوگ بیت المقدس دیکھتے ہوتے تھے انھوں نے بطور امتحان بیت المقدس کی علامتیں دریافت کرنا شروع کر دیں حق تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کی نظروں کے سامنے کر دیا۔ کفار نے سوالات شروع کیے آپ اس کو دیکھتے جاتے تھے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ جب کوئی بات پوچھنے سے باقی نہ رہی تو یہ کہنا کہ اچھا اب کوئی راستہ کا واقعہ بتلاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ راستہ میں فلان جگہ عجیب کو ایک تجارتی قافلہ ملا جو شام سے مکہ واپس آ رہا ہے اس کا ایک اونٹ گم ہو گیا جو بعد میں مل گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ تین دن کے بعد وہ قافلہ مکہ پہنچ جائے گا اور ایک خاکستری رنگ کا اونٹ سب سے آگے ہو گا جس پر دو بورے لدرے ہوں گے چنانچہ تیسرے دن اسی شان سے وہ قافلہ مکہ میں داخل ہوا اور اونٹ کے گم ہونے کا واقعہ بھی بیان کیا۔ ولید بن مغیرہ نے یہ سُن کر اور یہ دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ جادو ہے۔ لوگوں نے کہا ولید سچ کہتا ہے۔ (۱)

## حبس شمس

بہنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ نشانی بتلائی کہ فلان تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا ہے وہ بدھ کی شام تک مکہ پہنچ جائے گا۔ جب بدھ کا دن ہوا تو قافلہ نہ پہنچا اور آفتاب غروب کے قریب ہو گیا۔ آنحضرت نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو کچھ دیر کے لیے روک دیا۔ یہاں تک کہ قافلہ آپ کی خبر کے مطابق اسی روز شام کو مکہ پہنچ گیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ صبح کے وقت مکہ مکرمہ پہنچا ممکن ہے کہ دو قافلہ ہوں ایک صبح پہنچا ہو اور ایک شام اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی قافلہ ہو کچھ آدمی صبح کو پہنچے ہوں اور کچھ غروب کے وقت علماء سیرت کے نزدیک یہ مجرہ جس شمس کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ الصُّمَّاعِيُّ طَاعَتْكَ حَيْثُ مَعِينَهَا فَأَعْرَبَتْ بَلَّ وَأَقْصَدَتْ بِوَقْفِهِ

اس طرح حق جل شانہ نے آپ کا صدق ظاہر فرمایا اور قریش نے آپ کا صدق آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سُن لیا مگر اپنی اسی تکذیب اور عناد پر تلے رہے اور مقابلے پر تلے رہے اور مقابلے پر تلے رہے۔ کچھ لوگ ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے دوست یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ میں آج رات بیت المقدس گیا تھا اور صبح سے پہلے پس آجی کیا تم اس کی بھی تصدیق کر دو گے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر حضورؐ نے یہ فرمایا ہے تو بالکل سچ فرمایا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میں تو اس سے بھی بڑھ کر آپ کے بیان کردہ آسمانی خبروں کی صبح و شام تصدیق کرتا رہتا ہوں۔ اسی روز سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا (۱)

### لطائف و معارف اور اسرار و حکم

(۱) حق جل شانہ نے واقعہ اسرار کو لفظ سہمان الذی سے اس لیے شروع فرمایا کہ کوئی کوتاہ نظر اور تاریک خیال اس کو ناممکن اور محال نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ضعف اور عجز سے پاک اور منزہ ہے ہماری ناقص عقلیں اگرچہ کسی شے کو کتنا ہی مستبعد اور عجیب سمجھیں مگر خدا کی لامحدود قدرت اور مشیت کے سامنے کوئی مشکل نہیں۔

نہ ہر جاتے مرکب تو اں جاستن کہ جا ما سپر باید انداختن  
نیز اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی واقعی کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ ایک عظیم الشان

معجزہ اور کرامت ہے جو آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ حتیٰ جل شانہ نے اپنی قدرت کا طرے حضور پر نور کو بحالت بیداری اسی جسم اطہر کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی تمام صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور پر نور کو اسی جسد مبارک کے ساتھ بحالت بیداری معراج ہوئی صرف دو تین صحابہ اور تابعین سے نقل کیا جاتا ہے کہ یہ سیر روحانی تھی یا کوئی عجیب و غریب خواب تھا۔ مگر صحیح یہی ہے کہ اسرار و معراج کا تمام واقعہ از ازل تا آخر بحالت بیداری اسی جسد شریف کے ساتھ واقع ہوا اگر کوئی خواب یا کشف ہوتا تو مشرکین کہ اس قدر تمسخر اور استہزاء نہ کرتے اور نہ بیت المقدس کی علامتیں آپ سے دریافت کرتے خواب میں دیکھنے والے سے نہ کوئی علامت پوچھتا ہے اور نہ کوئی اس کا مذاق اڑاتا ہے نیز لفظ ”اسری“ خواب یا کشف کے لیے متعل نہیں ہوتا بلکہ بیداری کی حالت کے لیے متعل ہوتا ہے جیسا کہ لوط علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ **قَالُوا يَا لَئِيْلُ مَاذَا رَاسِلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرَبَ بِهِ لَكَ بِقَطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ** اور اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے **فَأَسْرَبَ بَعَادَى لَيْلًا** ان دونوں قصوں میں اسرار سے رات کے وقت بحالت بیداری لے جانا مراد ہے نیز اگر یہ واقعہ معراج کوئی خواب ہوتا تو حضور کے معجزات میں شمار نہ ہوتا اس لیے کہ خواب میں تو یہودی و نصرانی بھی آسمان اور جنت اور جہنم کی سیر کر سکتا ہے۔ نیز ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر جو فضیلت ہے ان میں دو باتیں خاص طور پر باعث فضیلت ہیں۔ دنیا میں معراج اور آخرت میں شفاعت۔ بعض خواب ایسی فضیلت عظمیٰ کا سبب نہیں ہو سکتا۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضور کو یہ دونوں فضیلتیں اور یہ دونوں دولتیں تواضع کی بدولت حاصل ہوئیں۔ حضور نے حق تعالیٰ کے ساتھ تواضع کی تو دولت معراج کی پائی اور مخلوق کے ساتھ تواضع کی دولت شفاعت کی پائی۔ ۲- حتیٰ جل شانہ نے اس مقام پر حضور کی شان عبدیت کو ذکر فرمایا اور شان نبوت اور رسالت کو ذکر نہیں فرمایا۔

یعنی ”اسری بعبدہ“ فرمایا اور ”اسری بنیہ و رسولہ“ نہیں فرمایا اس لیے کہ سیرالی اللہ کے لیے وصف عبدیت ہی مناسب ہے کہ بندہ سب کو چھوڑ کر اپنے آقا کی طرف جارہے اور نبوت اور رسالت کے معنی خدا کی طرف سے بندوں کی طرف آنے کے ہیں۔ اس لیے وصف نبوت و رسالت کا ذکر اس مقام پر مناسب ہے کہ جہاں انبیاء کرام کا منجانب اللہ بندوں کی طرف انبیاں کیا گیا ہے کہ اَللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّا اَنْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَہِیْدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (۱) حق تعالیٰ نے اس مقام پر انا ارسلنا الیکو عبدنا نہیں فرمایا اس لیے کہ اس جگہ انبیاء کرام کا دنیا کی طرف مبعوث ہونا بیان فرمایا ہے۔ دنیا کو چھوڑ کر اپنی طرف آنا یا بلانا بیان نہیں فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ یہ مقام سیرالی اللہ اور خدا کی طرف کا تھا۔ اس لیے عبد کا لفظ استعمال فرمایا اور رسول اور نبی کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ نیز عبد کا لفظ اس لیے بھی اختیار فرمایا کہ کہیں ناقص العقل نصاریٰ کی طرح حضور پر نور کو معراج آسمانی کی وجہ سے خدا نہ خیال کر بیٹھیں۔

امام رازی اپنے والد ماجد سے ناقل ہیں کہ میں نے ابو القاسم سلیمان النصاری کو یہ کہتے سنا کہ شب معراج میں حق تعالیٰ نے نبی کریم سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کون سالقب اور کونسی صفت سب سے زیادہ پسند ہے آپ نے فرمایا صفت عبدیت تیرا بندہ ہونا مجھ کو سب سے زائد محبوب ہے۔ اس لیے جب یہ سورت نازل ہوئی تو اسی پسند کردہ لقب کے ساتھ نازل ہوئی۔

(۳) اسراء کے معنی اگرچہ رات ہی کو لیجانے کے ہیں لیکن لیلا کی تصریح اس لیے کی گئی تاکہ نکرہ ہونے کی وجہ سے تبعض اور تقلیل پر دلالت کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات کے بعض اور قلیل ہی حصہ میں زمین و آسمان کی سیر کو وادی اور رات کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ رات عادتہ خلوت اور تنہائی کا وقت ہے ایسے وقت میں بلانا مزید

تقرب اور اختصاص خاص کی دلیل ہے اور اسی وجہ سے قیام اللیل اور تہجد کی فضیلت قرآن کریم اور احادیث میں خاص طور سے آئی ہے۔ **يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ الْقَلِيلُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ۔** إِنَّ نَاسِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَلَا سَحَابٌ مُمْسِكٌ يَسْتَغْفِرُونَ۔ وَالَّذِينَ يَبْتِثُونَ بُرْهَهُمْ مَجْدًا فِي مَاءٍ۔ نیز قرآن کریم میں آپ کا لقب سراج منیر آیا ہے اور سراج منیر یعنی روشن چراغ کے لیے راست ہی مناسب ہے۔

قلت یا سیدی فلم تو مشر اللیل علی بهجة النہاس  
 میں نے کہا میرے محبوب آپ اپنی سیرت کو دن کے مقابلہ میں کیوں ترجیح دیتے ہیں کہ رات کو نکلتے ہیں دن کو نہیں  
 قال لا استطیع تغیر رسمی ہکذا الرسم فی طلوع البدور  
 جواب میں یہ کہا کہ میں اپنی رسم اور عادت کو نہیں بدل سکتا۔ بذی رسم یہی ہے کہ رات میں طلوع کرے  
 (۴) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے میں شاید یہ حکمت ہو کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ دونوں  
 قبلوں کے انوار و برکات اور حضرات انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل و کمالات حضور پر نور  
 میں جمع کر دیتے جائیں اور اس طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ اب عنقریب ہی بنی اسرائیل کا  
 قبلہ بنی اسماعیل کے قبضہ میں دے دیا جائے گا اور امت محمدیہ دونوں قبلوں یعنی کعبۃ اللہ  
 اور مسجد اقصیٰ کے انوار و برکات کی حامل ہوگی اور حضرات انبیاء و مرسلین اور ملائکہ  
 مکرمین کا حضور کی اقتدار میں نماز ادا کرنا حضور پر نور کی سیادت اور امامت انبیاء کا  
 حسی نمونہ دکھلانے کے لیے تھا کہ مقررین بارگاہ خداوندی اپنی آنکھوں سے آپ کی  
 سیادت اور امامت کا مشاہدہ کر لیں۔

مسئلہ:

حضرات انبیاء نے اور ملائکہ نے حضور کی اقتدار میں نماز پڑھی ظاہر یہ ہے کہ



سب نے خاموشی کے ساتھ آپ کی قرأت کو مناسی کا آپ کے پیچھے پڑھا کہیں ثابت نہیں اور قرآن کریم کا حق بھی یہی ہے کہ اس کو خاموشی کے ساتھ سنا جائے۔ **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ میں رحمت کا وعدہ منصفین کے لیے ہے اور امام کے ساتھ پڑھنے والوں کے لیے رحمت رحمت کا وعدہ نہیں اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ قرأت خلف الامام کے قائل نہیں۔ (۵) اظہار یہ ہے کہ نماز جو حضور نے مسجدِ قطیف میں پڑھائی وہ نفل تھی بعض کہتے ہیں کہ فرض نماز تھی جو معراج سے پہلے آپ پر فرض تھی۔ واللہ اعلم (۱)

صحیح یہی ہے کہ وہ نماز نفل تھی اس لیے کہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور کا یہ سفر نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کے درمیان میں تھا۔ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر بسترِ استراحت پر لیٹ چکے تھے تب جبریل بران لیکر آئے اور نمازِ فجر سے پہلے مکہ مکرمہ آسمانوں سے واپس آگئے اور صبح کی نماز مکہ میں ادا فرمائی کما فی فتح الباری ص ۱۵۱ حدیث الامرار معلوم ہوا کہ یہ نماز جو آپ نے ملائکہ اور انبیاء کرام کو پڑھائی فرض نماز نہ تھی بلکہ نفل نماز تھی۔ واللہ اعلم۔

(۶) جبریل امین کا بجائے دروازے کے چھت کھول کر اتنا شق صدر کی طرف اشارہ تھا کہ اسی طرح آپ کا سینہ کھولا جائے گا اور پھر عنقریب ہی اس کو سی دیا جائے گا۔ (۷) ایمان و حکمت اگرچہ اس عالم کے اعتبار سے معانی اور اعراض کے قبیل سے ہیں۔ لیکن عالمِ آخرت میں معانی اور اعراض اجسام بنا دیئے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران دبا دلوں کی شکل میں نمودار ہوں گی اور اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی اور موت کو میندھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ ونحوذ الک۔ تفصیل کے لیے زرقانی کی مراجعت کی جائے (۲)

(۸) شوقِ صدر کے اسرار و حکمِ ابدار کتاب میں گزر چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیے جائیں۔  
 (۹) آسمانوں میں انہی چند حضراتِ انبیاء کرام کو آں حضرت کی ملاقات کے لیے خاص کرنے میں ان خاص حالات کی طرف اشارہ تھا جو حضور کو بعد میں وقتاً فوقتاً پیش آئے جیسا کہ علماءِ تعبیر کا قول ہے کہ جس نبی کو خواب میں دیکھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جیسے حالات اس کو پیش آئیں گے۔ پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی چونکہ حضرت آدمؑ اول الانبیاء ہیں اور اول الابرار ہیں اس لیے سب سے پہلے ان سے ملاقات کرائی گئی اور اس ملاقات میں ہجرت کی طرف اشارہ تھا کہ جس سے حضرت آدم نے ایک دشمن کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی طرح آپ بھی مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائیں گے اور حضرت آدم کی طرح آپ کو وطنِ مالوف کی مفارقت طبعاً شاق ہوگی۔

دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی حدیث میں ہے۔

انا اقرب الناس بعیسیٰ میں تمام انبیاء میں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ  
 بن مریم لیس بیخی میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ میرے  
 و بینہ نبی۔ اور اُن کے درمیان میں کوئی نبی نہیں۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخیر زمانہ میں دجال کے لیے آسمان سے اتریں گے اور امتِ محمدیہ میں ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے شریعتِ محمدیہ کو جاری فرمائیں گے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام اولین و آخرین کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ شفاعتِ کبریٰ کی درخواست کریں گے۔ ان وجوہ سے حضور عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معیت کی وجہ سے قرأتِ نبوی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ دونوں علیہ السلام بھائی ہیں۔ اس ملاقات میں

یہود کی تکالیف اور ایذا رسانیوں کی طرف اشارہ تھا کہ یہود آپ کے درپے آزاد ہوں گے اور آپ کے قتل کے لیے طرح طرح کے مکر اور حیلے کریں گے مگر جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود پر بے بہود کے شر سے محفوظ رکھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ تیسرے آسمان میں یوسف علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔ اس ملاقات میں یہ اشارہ اس طرف تھا کہ یوسف علیہ السلام کی طرح آپ بھی اپنے بھائیوں سے تکلیف اٹھائیں گے اور بالآخر آپ غالب آئیں گے اور ان سے درگزر فرمائیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن آپ نے قریش کو اسی خطاب سے مخاطب کیا جس سے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو خطاب کیا تھا۔ چنانچہ فرمایا۔

لَا تَنْزِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ  
لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ  
آج تم پر کوئی عتاب نہیں۔ اللہ تم کو  
معاف کرے۔ وہ ارحم الراحمین ہے  
فانتم الطلقاء العتقاء (۱)

نیز امت محمدیہ جب جنت میں داخل ہوگی تو یوسف علیہ السلام کی صورت پر ہوگی اور حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائیں گے کیونکہ خط اور کتابت کے اڈل موجد ادریس علیہ السلام ہیں نیز حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں در فضا مکانا علیاً آیا ہے تو ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نعمت و منزلت اور علوم تربیت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ جب آپ نے شاہ روم کے نلم و لاندہ تحریر فرمایا تو شاہ روم مرعوب ہو گیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ابوسفیان کا قول ہے۔

امرا ابن ابی کبشۃ حتی یخافہ ملکت نبی الا صفر  
اور حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح

سامری اور گورمالہ پرستوں نے حضرت ہارون کے ارشاد سراپا شاد پر عمل نہ کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ اس ارتد ادکی سزا میں قتل کیے گئے۔ اسی طرح جنگ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قید کیے گئے اور عربین کو مرتد ہو جانے کی وجہ سے قتل کیا گیا اور اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام ملک شام میں جبائین سے جہاد و قتال کے لیے گئے اور اللہ نے آپ کو فتح دی اس طرح آپ بھی ملک شام میں جہاد و قتال کے لیے داخل ہوں گے چنانچہ آپ شام میں غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے اور دمرہ الجندل کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کی درخواست کی آپ نے اس کی صلح کی درخواست منظور فرمائی اور جس طرح ملک شام حضرت موسیٰ کے بعد حضرت حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح ہوا اس طرح حضور پر نور کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر پورا ملک شام فتح ہوا اور اسلام کے زیر نگین آیا اور ساتویں آسمان میں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت معمر سے پشت لگائے بیٹھے ہیں۔

بیت معمر ساتویں آسمان میں ایک مسجد ہے جو خانہ کعبہ کے محاذات میں واقع ہے ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا حج اور طواف کرتے ہیں چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بانی کعبہ ہیں اس لیے ان کو یہ مقام عطا ہوا۔ اس آخری ملاقات میں حجۃ الوداع کی طرف اشارہ تھا کہ حضور پر نور وفات سے پیشتر حج بیت اللہ فرمائیں گے اور علامہ تعبیر کے نزدیک خواب میں حضرت ابراہیم کی زیارت حج کی بشارت ہے۔

یہ اسرار و حکم فتح الباری ص ۱۶۲ وروض الانف ص ۲۵ و زرقانی شرح مزہب ص ۶۷ تا ص ۶۹ سے لیے گئے ہیں۔ حضرات اہل علم۔ اصل کی مراجعت فرمائیں۔ ابن میسر فرماتے ہیں کہ یہاں تک سات معراجیں ہوئیں آٹھویں معراج سدرۃ المنتہی تک ہوئی اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا جو شہ ۷ میں فتح ہوا اور نویں معراج سدرۃ المنتہی سے مقام عرفۃ الاطلاق

تک پہنچی اس معراج میں غزوۂ تبوک کی طرف اشارہ ہوا۔ جو سفر میں پیش آیا اور دسویں معراج رفت اور مقام قرب اور دنو تک پہنچی جہاں دیدارِ خداوندی ہوا اور کلام ربانی سنا اس دسویں معراج میں چونکہ بقارِ خداوندی حاصل ہوا اس لیے اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ ہجرت کے دسویں سال حضور کا حصال ہوگا اور اس سال خداوند ذوالجلال کا بقار ہوگا اور دارِ دینا کو چھوڑ کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملیں گے۔ کذا فی سائتہ الحافظ السیوطی فی قصۃ الاسرار ص ۴۵۔

(۱۰) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضراتِ انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کو حرم کیا ہے زمین اُن کے جسموں کو کھانیں نہیں سکتی۔ اس لیے حضراتِ انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کا اصل مستقر تو ان کی قبور میں اور حضور پر نور کا انبیاء کرام کو بیت المقدس آسمانوں میں دیکھنا اس سے یہاں تو ان کی ارواح مبارکہ کو دیکھنا مراد ہے یا مع اجسامِ عنصریہ کہ دیکھنا مراد ہے کہ حضور کے اعزاز و اکرام کے لیے انبیاء کرام کو مع اجسامِ عنصریہ کے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اجسامِ اصلیہ تو قبور میں رہے اور اللہ نے ان کی ارواح کو اجسامِ مثالیہ کے ساتھ متماثل کر کے آپ کی ملاقات کے لیے جمع کیا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جسدِ اصلی کے ساتھ دیکھا کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور علیٰ ہذا اور اسی علیہ السلام کو بھی جسمِ اصلی کے ساتھ دیکھا کہ وہ بھی زندہ اٹھائے گئے (۱)۔

اسی شب میں آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ آپ سنا و اعلنا کہہ کر واپس ہوئے۔ واپسی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ نہیں فرمایا۔ بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا۔ انھوں نے

تخفیف کا مشورہ دیا۔ وجہ یہ تھی کہ مقامِ فُلکۃ - مقامِ رضاء و تسلیم یعنی مقامِ نیاز ہے۔ اور مقامِ تکلم - مقامِ ناز ہے۔ اس لیے حضرت خلیل اللہ نے سکوت فرمایا اور حضرت کلیم اللہ نے تخفیف کا مشورہ دیا۔ خلیل اللہ ساکت رہے اور کلیم اللہ بولے۔

(۱۱) حضرت موسیٰ کے مشورہ کی بنا پر حضور بار بار تخفیف کی درخواست کرتے رہے بالآخر جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو حضور نے فرمایا کہ اب مجھ کو خرم آتی ہے۔ وجہ شرم کی یہ تھی کہ آپ نے اس سے قبل زور تہہ تخفیف کی درخواست میں یہ دیکھ لیا کہ ہر مرتبہ پانچ نمازوں کی تخفیف ہو جاتی ہے پس جبکہ تخفیف ہوتے ہوئے صرف پانچ ہی رہ گئیں تو اگر اس کے بعد بھی تخفیف کا سوال کیا جاتے تو اس درخواست کا یہ مطلب ہے گا کہ یہ پانچ بھی ساقط ہو جائیں اور فرض کا کوئی حصہ بھی ایسا نہ رہے کہ جو واجب الاعتمال ہو سکے اس لیے حضور شرمائے اور واپس جانے سے انکار فرما دیا۔

(۱۳) عروجِ سموات سے پہلے آپ کا سینہ مبارک چپک کیا گیا اور آبِ زمزم سے اس کو دھویا گیا اور ایمان اور حکمت سے بھر کر اس کو سی دیا گیا تاکہ اس عجیب و غریب طہارت کے بعد افضل عبادات کی فرضیت کا حکم دیا جاسکے۔

(۱۴) سیرتِ اوت میں آپ نے ملائکہ اللہ کو مختلف عبادتوں میں مشغول پایا۔ بعض ہیں کہ قیام ہی کی حالت میں دست بستہ کھڑے ہیں اور بعض ہیں کہ رکوع ہی میں ہیں کبھی سر نہیں اٹھاتے اور بعض ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سوجھو ہیں اور بعض ہمیشہ قعود میں ہیں حتیٰ تعالیٰ نے اس امت کے لیے ان تمام ارکان کو ایک ہی رکعت میں جمع کر دیا تاکہ امت کی عبادت تمام ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ اور خلاصہ ہو (۱)

نیز قرآن کریم میں ہے کہ ہر شی ہر وقت اللہ کی تسبیح اور تحمید کرتی ہے۔ کما قال تعالیٰ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۚ إِنَّ كُنُوزَ

کا کئی وقت اللہ کی تسبیح سے خالی نہیں گذرنا اور ظاہر ہے کہ کائنات کی تسبیح ایک طور پر نہیں مختلف طور پر ہے۔ اشجار اور نباتات کی تسبیح ہمیشہ بحالت قیام ہے اور بہائم اور چوہاؤں کی تسبیح ہمیشہ بحالت رکوع ہے اور حشرات الارض کی تسبیح ہمیشہ بحالت سجود ہے۔ ہر وقت ان کی جبین نیاز زمین سے لگی رہتی ہے اور اشجار و جمادات کی تسبیح ہمیشہ بحالت قعود ہے۔ حتیٰ جل شانہ نے ہماری نماز میں تحمید و تسبیح کی تمام اقسام کو یکجا جمع فرمایا۔ نیز انسان عنصر اربعہ سے مرکب ہے اس لیے اس کی عبادت بھی قیام اور قعود رکوع اور سجود ان ارکان اربعہ سے مرکب ہوتی اور چونکہ خدا سے غفلت کے اسباب پانچ ہیں یعنی حواس خمسہ اس لیے ایک دن میں پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

(۱۵) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر رویت ہوتی تو وہ رویت بصری تھی یا رویت قلبی تھی یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا یا دستہ کر دل کی آنکھوں سے دیکھنا اور ہے اور جاننا اور ہے جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے دکار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے اس لیے احادیث میں تصریح ہے کہ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے پروردگار کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے شب معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔

اخرج احمد بسند صحيح عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رايته	منذ امام احمد میں سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے
عليه وسلم رايته دلي عز وجل (۱)	حق تعالیٰ کو دیکھا۔ خصائص کبریٰ۔
واخرج الطبراني في السنة والحكم	امام طبرانی اور حکیم ترمذی نے انسؓ سے

عن انس قال قال رسول الله  
صلى الله عليه وسلم رایت النور  
الاعظم فادحی الله الى ما شاء  
روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نور اعظم یعنی  
نور الہی کو دیکھا پھر اللہ تعالیٰ نے میری  
طرف وحی بھیجی جو چاہی یعنی مجھ سے بلا واسطہ  
(۱)

کلام مندرایا۔

ابن عباس کی ایک مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شب معراج میں آپ  
کو رویت بصری اور رویت قلبی دونوں حاصل ہوئیں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ  
سے نور بصر کو نور بصیرت میں ایسا مدغم فرمایا کہ آپ کی رویت بصری اور رویت  
قلبی میں کوئی فرق نہ رہا۔

کلام سرمدی بے نقل بشنید  
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود  
حضرت نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ  
کلا یکہ بے آہ آمد شنید  
لش در چشم و شمش دروش بود  
لش در چشم و شمش دروش بود  
تلائے کہ آن دیدنی بود و دید  
نہ زانہو جہت بدنہ زیں سو خیال  
چنانچہ دید کہ حضرت ذوالجلال  
عارف جامی قدس سرہ السانی

بیدار پنچہ از دیدن برون بود  
نہ چندی دگنجد آنجاد نہ چونی  
مہر س ازماز کیفیت کہ چون بود  
فرو بند از کمی لب زفسزونی  
معانی در معانی راز باراز  
شنید انگہ کلائے نہ باداز

(۱) وہ روایت یہ ہے اخراج ابن جریر عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رایت النور  
عز وجل باحسن صوة الى ان قال ما كذب الفواد ما رأى فعمل نور بصری فی نور الہی فخرت الیہ بخواد  
انتمی در مشورہ ص ۱۲۴ ج ۶ (۲) تفسیر در مشورہ ج ۶ ص ۱۲۳



نہ آگاہی از دو کام و زبان را نہ ہمراہی از د لطف و بیاں را  
 حافظ تریبؒ العتمنی المعتمدؒ میں لکھتے ہیں کہ رویت قلبی یعنی دل کے دیکھنے سے  
 محض علم اور معرفت مراد نہیں اس لیے کہ یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے  
 حاصل تھی بلکہ مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور کے دل میں اس قسم کی رویت فرمائی کہ  
 جس طرح کی رویت چشم سر کو حاصل ہے یہ مراد ہے کہ آنکھ دل کی معاونت سے اور  
 دل چشم کی مرافقت اور مقارنت سے دولت دیدار سے مشرف ہوا۔ بوقت دیدار  
 دل آنکھ کے ساتھ تھا اور آنکھ دل کے ساتھ تھی۔ ایک دوسرے سے جدا نہ تھی۔ انتہی  
 کلامہ موضحاۃ اللہ اعلم۔

## ملاحظہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات

ملاحظہ نے حضور کے معراج جسمانی پر جو اعتراضات کیے ہیں ان سب کا اجمال یہ ہے  
 کہ فلسفہ قدیم تو اجرام فلکیہ میں خرق التیام کو محال بتلاتا ہے اور فلسفہ جدیدہ انفلک کے وجود  
 ہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ لہذا جب آسمان کا وجود ہی ثابت ہوا تو معراج جسمانی کا ثبوت کس طرح  
 ہوگا۔ نیز فلسفہ جدیدہ قدیمہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ زمین سے کچھ اوپر کرۂ زہر یہ ہے اور  
 فلسفہ قدیمہ کے نزدیک کرۂ ندی ہے اور ان دونوں مقاموں سے کسی جسم عنصری کا  
 صحیح سالم اور زندہ عبور کرنا محال ہے لہذا عروج جسمانی بھی محال ہوگا بعض کہتے ہیں کہ  
 جسم ثقیل کی اس قدر بلندی اور سرعت سے عقل محال ہے۔

جواب :-

یہ سب استبعادات اور توہمات میں عقلا ان میں سے کوئی تھی بھی محال نہیں  
 ہاؤا بربہا نکو ان کنتم صَادِقِیْنَ۔ جو شخص ان چیزوں کے محال ہونے  
 کا مدعی ہو وہ دلیل پیش کرے۔

(۱) تمام انبیاء اور مرسلین اور تمام کتب سماویہ اس پر متفق ہیں کہ قیامت قائم ہوگی اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ۔ اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور حضرات انبیاء اور مرسلین کا امر محال کے وقوع پر متفق ہونا قطعاً محال اور ناممکن ہے اور فلسفہ قدیم نے جو افلاک کے خرق اور اقیام کے محال ہونے کے پانچ دلائل ذکر کیے ہیں حضرات تکلمین نے ان کا کافی اور شافی جواب دیدیلا ہے۔

(۲) رہا فلسفہ جدیدہ کا افلاک کے وجود کو نہ تسلیم کرنا سو یہ افلاک کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی شئی کا نظریہ آنا یا اس کا ثابت نہ ہونا اس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ورنہ زمین اور آسمان کی اُن ہزار ہا چیزوں کا انکار لازم آئے گا۔ جو ہماری نظر اور عقل اور علم سے مخفی اور پوشیدہ ہیں نیز عقلاء اس پر بھی متفق ہیں کہ کسی کا جہل اور عدم علم دوسرے پر حجت نہیں۔

(۳) آجکل نئی نئی قسم کے ایسے آلات ایجاد ہو رہے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے جم حرارت اور برودت کے خارجی اثرات سے بالکل محفوظ رہتا ہے اور خداوند ذوالجلال کی قدرت تو اس سے کمیں اعلیٰ اور ارفع ہے۔ بالتراب و رب الارباب مشیت خاک کو خداوند افلاک سے کیا نسبت۔ سرکاری باغوں میں ایسے درخت موجود ہیں کہ بجائے پانی کے ان کے نیچے آگ روشن کی جاتی ہے وہ آگ کی گرمی سے سرمبز رہتے ہیں اگر آگ کی حرارت کم ہو جائے تو خشک ہو جاتے ہیں۔ سمندر میں ایک کھڑا ہے جو آگ میں پلہ جوتا ہے وہ نہ آگ سے جلتا ہے نہ ترابا ہے بلکہ آگ اس کے حق میں حیات ہے اور آگ سے جدائی اس کے لیے موت ہے۔

(۴) نیز ہزار ہا من وزن کے طیاروں کا آسمانی فضا میں اڑنا اور گھنٹوں میں ہزار ہا میل کی مسافت طے کرنا ساری دنیا کے سامنے ہے پھر فقط ایک انسان کے پر دان اور پیران کے بارے میں کیوں اس قدر سرگردان اور حیران ہیں۔

(۵) آجکل ایسے نینے بھی ایجاد ہو گئے ہیں کہ بجلی کا بٹن دبانے سے ایک منٹ میں سو منزل کے آخری بالا خانہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ کیا خداوند والجلال ایسے معراج یعنی میٹر جی اور نیزہ سے قاصر ہے کہ جو ایک منٹ میں اس کے کسی خاص بندہ کو زمین سے آسمان بد پہنچا دے۔

(۶) ماہرینِ اکتشافات کے برابر اعلانات آرہے ہیں کہ فلسفہ اور سائنس کے ذریعے اب تک جو اکتشافات ہوئے ہیں وہ نہایت ہی قلیل ہیں اور آئندہ جن اکتشافات کی توقع ہے وہ اس سے ہزاراں ہزار درجہ زائد ہیں حتیٰ کہ یہاں تک اعلان آپکے ہیں کہ ہم عنقریب کواکب اور سیارات تک پہنچ جائیں گے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے متمدن بھائی جو مغربی علوم کے سوداوی و شیدائی ہیں وہ ان خبروں کو نہایت مسرت اور اتہاج کے ساتھ سنتے اور سناتے ہیں مگر جب نبی امیؐ مذاہنی وابی وامی کے معراج کی خبر کو سنتے ہیں تو طرح طرح کے شبہ اور دوسوے ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ یورپ کی وحی کی بے چون و چرا تصدیق کرتے ہیں اور اللہ کی وحی میں شبہ نکالتے ہیں اور ڈالتے ہیں۔

(۷) یہود کے نزدیک حضرت ایلیا علیہ السلام کا بجدہ الغصری زندہ آسمان پر جانا اور عیسیٰؑ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر اخیر زمانہ میں آسمان سے ان کا اترنا مسلم ہے اسی طرح آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جسم اطہر کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ و تابعینؓ کی ثابت ہے اگر آسمان پر جانا عقلاً محال ہو تا تو صحابہ و تابعین کبھی اس پر متفق نہ ہوتے۔

## موسم حج میں دعوت اسلام

جب آپ نے دیکھا کہ قریش اپنی اسی عداوت اور دشمنی پر تلے ہوئے ہیں تو جب موسم حج آتا اور اطراف و اکناف سے لوگ آتے تو آپ خود ان کی فرد گاہ پر تشریف لے جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے اور دین برحق کی نصرت و حمایت کے لیے فرماتے۔ آپ تو لوگوں کو توحید و تفرید صدق و اخلاص کی طرف بلاتے اور آپ کا چچا ابولہب جس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا وہ اپنے تمام کام چھوڑ کر آپ کے پیچھے پیچھے کستا پھرتا کہ اے لوگو! دیکھو یہ شخص تم کو لات اور عزیٰ سے چھڑانا چاہتا ہے اور بدعت اور اور گمراہی کی طرف تم کو بلاتا ہے تم ہرگز اس کی اطاعت نہ کرو۔ غرض یہ کہ آپ نے مختلف قبائل پر اسلام پیش کیا اور ان کو اسلام کی نصرت و حمایت کی دعوت دی کسی نے نرمی سے جواب دیا اور کسی نے سختی اور ورشتی سے بعض نے یہ کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کی نصرت و حمایت کریں گے کہ اگر آپ فتح یاب ہوئے تو اپنے بعد ہمیں اپنا خلیفہ بنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے اختیار میں نہیں اللہ کو اختیار ہے جس کو چاہے بنائے۔ ان لوگوں نے یہ کہا یہ خوب ہے کہ ہم تو آپ کے ساتھ ہو کر اپنی گردنیں کٹیں اور اپنے سینوں کو عرب کے تیروں کا نشانہ بنائیں اور جب آپ کا میاب ہو جائیں تو دوسرے آپ کے خلیفہ اور بانی ہوں (۱) قبیلہ بنی ذہل بن شیبان کے پاس آپ تشریف لے گئے ابو بکرؓ اور علیؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ مفروق بن عمر و اور ہانی بن قیسہ اس قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے۔ ابو بکرؓ نے مفروق سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی خبر نہیں پہنچی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ ہیں یہی اللہ کے رسول ہیں۔ مفروق نے کہا ہاں میں نے آپ تذکرہ سنا ہے

اے راہِ قریش! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ آگے بڑھتے اور فرمایا اللہ کو حمد و  
 لائیک لہ اور حمد کو اس کا رسول اور پیغمبر مانو اور اس کے دین کی حمایت کرو۔ قریش نے  
 اللہ کا حکم ماننے سے انکار کیا اور اس کے رسول کو جھٹلایا اور باطل کے نشے میں حق سے  
 مستغنی ہو گئے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ اور اللہ سب سے زیادہ بے نیاز ہے  
 یعنی اس غنی حمید کو تودرہ برابر ضرورت نہیں کہ تم اس کے دین کو قبول کرو۔ اس کی  
 نصرت اور حمایت کے لیے کھڑے ہو جاؤ اگر تم کو اپنی فلاح اور بہبودی کی فکر ہے  
 تو حق اور ہدایت کو قبول کرو اور باطل اور گمراہی سے توبہ کرو۔ مفروق نے کہا اور  
 آپ کس شے کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اسْلُ مَا حَرَّمَ عَلٰیكُمْ  
 رَبُّكُمْ عَلٰیكُمْ اَلَّا تَشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا  
 وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا  
 اَوْلًا دَكُّوْا مِنْ اِمْلَاقٍ مِّنْ  
 مِّنْ مَّرْمَرٍ فَمَوْلٰیٰهُمْ وَلَا تَقْرَبُوْا  
 الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا  
 وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ  
 الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ  
 ذٰلِكُمْ وَمَا حَرَّمَ اِلَّا  
 نَعْلَكُمْ تَعْقِلُوْنَ

آپ ان سے کہئے کہ اُو میں تم کو وہ چیزیں  
 پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر  
 حرام کیا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو  
 شریک نہ کرو۔ والدین کے ساتھ احسان  
 کرنا اولاد کو افلاس کی وجہ سے قتل نہ کرنا  
 ہم تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی۔  
 اور بے حیائیوں کے پاس بھی مت جاؤ  
 خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ اور جس  
 نفس کا خون اللہ نے حرام کیا ہے اس کو  
 قتل نہ کرنا مگر کسی حق کی بنا پر ان باتوں  
 کا اللہ تم کو تاکید کی حکم دیتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

(۱)

مفروق نے کہا خدا کی قسم یہ کلام تو زمین والوں کا نہیں۔ اے براہِ قریش اور

کس شے کی طرف بلاتے ہو۔ آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ  
وَأِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ  
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ  
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ تم کو عدل اور احسان  
اور اہل قرابت کے ساتھ سلوک کا حکم دیتا  
ہے اور ہر بے حیائی اور بری بات اور  
ظلم سے تم کو منع کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو

مفروق نے کہا کہ واللہ اپنے نہایت عمدہ اخلاق اور پسندیدہ افعال کی طرف بلایا  
ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ میں اپنی قوم سے بغیر دریافت کے ان کے غیاب میں آپ سے  
کوئی معاہدہ کر لینا مناسب نہیں سمجھتا نہ معلوم کہ وہ لوگ اس معاہدہ کو قبول کریں یا رد کریں۔  
علاوہ ازیں ہم کسریٰ کے زیر اثر ہیں۔ کسریٰ سے ہم معاہدہ کر چکے ہیں کہ کوئی نیا بغیر آپ کی  
اطلاع ہم طے نہ کریں گے اور غالب گمان یہ ہے کہ اگر ہم آپ سے اس قسم کا معاہدہ کریں گے  
تو کسریٰ کو ضرور ناگوار ہوگا۔ اپنے مفروق کی اس سچائی اور راست گوئی کو پسند فرمایا اور  
یہ کہا کہ اللہ اپنے دین کا خود حامی اور مددگار ہے اور جو لوگ اس کے دین کی حمایت کریں گے  
عنقریب اللہ ان کو کسریٰ کی زد اور زمین کا وارث بنائے گا۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی  
علیہ وسلم ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قبیلہ اوس اور خزرج کے  
لوگ جو مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے۔ ان کی مجلس میں پہنچے (جیسا کہ عنقریب اس  
کا بیان آتا ہے) ان لوگوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی نصرت اور حمایت کا وعدہ  
کیا۔ (۲)

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔ اخرجہ الحاکم وابونعیم والبیہقی بإسناد حسن عن ابن  
عباس قال حدثني علي بن ابي طالب الحديث ففتح البازي صراحا بابا فوالانصا  
الى النبي صلى الله عليه وسلم بمكة وبيعة العقبنة

(۱) النحل، آیت: ۹۰ (۲) دینانے دیکھ لیا کہ خدا نے صحابہ کرام کو چند ہی روز میں قیصر و کسریٰ کے تحت کا  
مالک بنا دیا۔ ۱۲۔ (۳) روض الاف ج ۱، ص ۳۶۴، البزازیۃ والنهاية ج ۳ ص ۱۴۳۔

تنبیہ: حافظ ابو نعیم اسبہائی فرماتے ہیں مجھ کو معلوم نہیں کہ مفروق اسلام لائے یا نہیں<sup>(۱)</sup>  
اسلام ایاس بن معاذ:

اسی سال ابوالحیسر انس بن رافع مع چند جوانوں کے اس غرض سے مکہ آئے کہ  
بمقابلہ ضررج۔ قریش میں سے کسی کو اپنا حلیف بنائیں ان جوانوں میں ایاس بن معاذ  
بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا جس  
مقصد کے لیے آتے ہو اس سے کہیں بہتر شے میں تمہارے سامنے پیش کرنا ہوں۔  
ابوالحیسر اور اس کے ہمراہیوں نے کہا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔  
اللہ نے مجھ کو اس لیے بھیجا ہے کہ بندوں کو اللہ کی طرف بلاؤں، صرف اللہ کی بندگی کریں<sup>(۲)</sup>  
کسی شئی کو کوی طرح اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور اللہ نے مجھ پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے  
اور پھر اس کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں اور اسلام پیش کیا۔

ایاس بن معاذ نے کہا اے قوم واللہ جس کام کے لیے ہم آتے ہیں یہ اس سے  
کہیں بہتر ہے ابوالحیسر نے لنگریاں اٹھا کر ایاس کے منہ پر ماریں اور یہ کہا ہم اس کام کیلئے  
نہیں آئے۔ ایاس خاموش ہو گئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ  
کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ مدینہ واپس ہوئے کچھ روز نگذرے کہ ایاس بن معاذ انتقال  
کر گئے۔ مرتے وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اور اللَّهُ أَكْبَرُ اور سُبْحَانَ اللَّهِ  
اور الْحَمْدُ لِلَّهِ یہ کلمات زبان پر جاری تھے جس کو تمام حاضرین سن رہے تھے  
کسی کو بھی اس میں شک نہ تھا کہ وہ مسلمان مرے (۲)

حافظ بیہمی فرماتے ہیں رواہ احمد والطبرانی و رجالہ ثقات (۳)

(۱) اسناد غایب ج ۴، ص: ۲۰۹ (۲) البیایۃ والنہایۃ - ج: ۳، ص: ۱۳۸

الاصلاح ج ۱، ص: ۹۱ (۳) مجمع الزوائد ج ۶، ص: ۳۶۰

## مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء نبوی

مدینہ میں زیادہ آبادی اوس اور خزرج کی تھی جو مشرک اور بت پرست تھے اور اُن کے ساتھ یہود بھی رہتے تھے جو اہل کتاب اور اہل علم تھے۔ مدینہ میں چونکہ یہود اقلیت میں تھے اس لیے جب کبھی یہود کا اوس خزرج سے کوئی جھگڑا ہوتا تو یہودیہ کہا کرتے تھے اب عنقریب نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں ہم ان کا اتباع کریں گے اور ان کے ساتھ ہو کر تم کو قوم عاود اور ارم کی طرح ہلاک و برباد کریں گے۔

جب موسم حج کا آیا تو خزرج کے کچھ لوگ مکہ آئے۔ یہ نبوت کا گیارہواں سال تھا۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ اور قرآن پاک کی ان پر تلاوت کی۔ ان لوگوں نے آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے واشریہ دہی نبی میں جن کا یہود ذکر کیا کرتے ہیں دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فضیلت اور سعادت میں یہود ہم سے سبقت کر جائیں اور اسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے اسلام لے آتے اور آپ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو آپ پر ایمان تھے آتے یہود سے ہمارا اکثر جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو واپس ہو کر ان کو بھی اسلام کی دعوت دیں اگر وہ بھی اس دعوت کو قبول کر لیں اور اس صورت سے ہم اور متفق ہو جائیں تو پھر آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہ ہوگا۔ یہ ایمان لانے والے قبیلہ خزرج کے چھ آدمی تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ ۲۔ عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ

۳۔ رافع بن مالک بن عبلان رضی اللہ عنہ ۴۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۵۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۶۔ جابر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ

۷۔ جابر دوسرے ہیں اور جابر کے نام سے جو صحابی مشہور ہیں وہ جابر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ہیں جو ان کے



اور بعض علماء میر نے بجائے جابر کے عبادۃ بن الصامت کا نام ذکر کیا ہے (۱)

فتح الباری باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکتاب وسیۃ العقبۃ (۲)

یہ چھ حضرات آپ کے رخصت ہو کر مدینہ منورہ پہنچے جس مجلس میں بیٹھے وہیں آپ کا ذکر کرتے نسبت یہاں تک پہنچی کہ مدینہ کا کوئی گھر اور کوئی مجلس آپ کے ذکر سے خالی نہ رہی۔

### انصار کی پہلی بیعت ۱۲ نبوی

جب دوسرا سال آیا جو نبوت کا بارہواں سال تھا تو بارہ اشخاص آپ کے لیے مکہ حاضر ہوئے۔ پانچ تو انھیں چھ میں سے تھے اور سات ان کے سوا تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسعد بن زارۃ رضی اللہ عنہ ۲۔ عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ

۳۔ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۵۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

اس سال جابر بن عبد اللہ بن رباب رضی اللہ عنہ حاضر نہیں ہوئے۔

۶۔ معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ (یعنی عوف بن الحارث کے بھائی)

۷۔ ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ ۸۔ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ

۹۔ یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ۱۰۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ

۱۱۔ ابوالہیثم مالک بن تیہان رضی اللہ عنہ

۱۲۔ عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ

یہ بارہ حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کے وقت منیٰ

میں عقبہ کے قریب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے

(۱) ابن شامہ ج ۱، ص: ۵۰، (۲) البیۃ والنهاۃ ج ۳، ص: ۱۲۸

تھے ذکوان بیعت کے بعد مکہ ہی رہ پڑے بعد میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس لیے ذکوان رضی اللہ عنہ مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی۔ ۱۲ ذرقان ص ۱۵۳ یوں الاثر

اور نہ چوری اور زنا کریں گے اور نہ اولاد کو قتل کریں گے اور نہ کسی پر بہتان اور تممت لگائیں گے۔ یہ انصار کی پہلی بیعت تھی جس کو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔

جب یہ لوگ بیعت کر کے مدینہ منورہ واپس ہونے لگے تو عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو تعلیم قرآن اور احکام اسلام کے سکھانے کے لیے ان کے ہمراہ کیا اور مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر قیام کیا۔ مصعب بن عمیر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور مسلمانان مدینہ کو نماز پڑھاتے ہی امام تھے ایک دن مصعب بن عمیر لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ لوگ بہت جمع تھے۔

اسید بن حضیر کو جب خبر ہوئی تو تلوار لے کر پہنچے اور کہا کہ آپ یہاں کس لیے آئے ہیں ہمارے بچوں اور عورتوں کو کیوں بھکاتے ہو۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں اور جو میں کہوں وہ سنیں اگر پسند آئے تو قبول کریں اور اگر ناپسند ہو تو کناہ کشی کریں۔ اسید بن حضیر یہ کہہ کر کہ بے شک تم نے یہ بات انصاف کی کمی بیٹھ گئے۔ مصعب بن عمیر نے اسلام کے محاسن بیان کیے اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ ہسید بن کمنے لگے۔

ما احسن هذا الكلام وأجملہ کیا ہی عمدہ اور کیا ہی بہتر کلام ہے اور پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ مصعب بن نے کہا اول اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کر دو اور غسل کرو اور پھر کلمہ شہادت پڑھو اور نماز ادا کرو۔

اسی اسی وقت اٹھے کپڑے پاک کیے اور غسل اور کلمہ شہادت پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ ایک اور شخص میں یعنی سعد بن معاذ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو پھر اس کی

قوم میں سے کوئی شخص بغیر مسلمان ہونے نہ رہے گا۔ میں ابھی جا کر اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ سعد بن معاذ نے اسید کو آتے ہوئے دیکھ کر یہ کہا کہ یہ اسید نہیں معلوم ہوتا جو یہاں سے گئے تھے۔ جب قریب پہنچے تو سعد نے اسید سے دریافت کیا: مَا فَعَلْتَ تو نے کیا کیا اسید نے کہا میں نے ان کی بات میں کو حرج نہیں پایا۔ سعد بن معاذ کو غصہ آگیا اور تلوار لے کر خود پہنچے اور سعد بن زرارہؓ سے مخاطب ہو کر کہا اگر تم سے میری قرابت نہ ہوتی اور تم میرے خالہ زاد بھائی نہ ہوتے تو ابھی تلوار سے کام تمام کر دیتا۔ قوم کے بہکانے کے لیے تم ہی ان کو یہاں لے کر آئے ہو۔

مصعبؓ نے کہا کہ اے سعد کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم کچھ دیر بیٹھ کر میری بات سنو اگر پسند آئے تو قبل کرو ورنہ پھر جو چاہے کرنا۔ سعد یہ کہہ کر کم نے انصاف کی بات کہی۔ بیٹھ گئے۔ مصعبؓ نے اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ سنتے ہی سعد کا رنگ ہی بدل گیا اور پھر بوجھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔

مصعبؓ نے کہا کہ اقل کپڑے پاک کرو اور غسل کرو اور پھر مکہ شہادت پڑھو۔ اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ سعد اسی وقت اٹھے اور غسل کیا اور مکہ شہادت پڑھا اور ایک دو گانہ ادا کیا اور یہاں سے اٹھ کر سیدھے اپنی قوم کی مجلس میں پہنچے۔ قوم کے لوگوں نے سعد کو آتے دیکھ کر دوڑ ہی سے پہچان لیا کہ رنگ دوسرا ہے مجلس میں پہنچتے ہی سعد نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کلام مجھ کو کیسا سمجھ ہو۔ سب نے متفق ہو کر یہ کہا کہ تم ہمارے سردار اور با اعتبار رائے اور مشورے کے سبب افضل اور بہتر ہو سعد نے کہا کہ خدا کی قسم میں تم سے اس وقت تک کلام نہ کروں گا۔ جب تک تم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔ شام نگذری کہ قبیلہ بنی عبد الاشمل میں کرنی مرد اور عورت ایسا نہ رہا کہ جو مسلمان نہ ہو گیا ہو (۱)

قبیلہ بنی عبدالاشمل میں سے صرف ایک شخص عمرو بن ثابت جن کا لقب اصمیرم تھا اسلام لانے سے رہ گیا۔ جنگ احد کے دن اسلام لائے اور اسلام لاتے ہی جہاد کے لیے معرکہ قتال میں پہنچ گئے اور شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بطور معمر فرمایا کرتے تھے تبارک وہ کون شخص ہے کہ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں پہنچ گیا۔

جب لوگ جواب نہ دیتے تو آپ خود فرماتے کہ وہ قبیلہ بنی عبدالاشمل میں اصمیرم ہے (رواہ ابن اسحاق باسناد حسن مطو لا عن ابی ہریرۃ (۱)

### اسلام رفاعہ رضی اللہ عنہ :

رفاعہ بن رافع زرقی فرماتے ہیں کہ چھ انصار کے آنے سے پہلے میں اور میر خالہ زاد بھائی معاذ بن عفرہ مکہ آئے اور آپ ﷺ ملے۔ آپ نے اسلام پیش کیا اور یہ فرمایا اے رفاعہ تبارک آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہم نے کہا اللہ نے آپ نے فرمایا خالق عبادت کا مستحق ہے یا مخلوق ہم نے کہا خالق۔ آپ نے فرمایا کہ پس تم مستحق ہو اس کئے کہ یہ بت تمہاری عبادت کریں اور تم خدا کی عبادت کرو اس لیے کہ بت تمہارے بناتے ہوئے ہیں اور تم اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہو اور میں تم کو ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں۔ تم خدا کو ایک مانو اور صرف اسی کی عبادت اور بندگی کرو۔ اور مجھ کو خدا کا رسول اور نبی مانو۔ صلہ رھی کرو۔ ظلم اور تعدی کو چھوڑ دینے کا بیشک آپ نے بند امور اور پاکیزہ اخلاق کی طرف بلایا ہے۔ میں آپ کے پاس اٹھ کر حرم میں پہنچا اور پکار کر یہ کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (اضرار الحاکم وصحیح خصائص کبریٰ ص ۸۲ ج ۱)

## ندینہ منورہ میں جمعہ کا قیام

اسی سال اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ندینہ منورہ میں جمعہ قائم کیا آپ نے جب یہ دیکھا کہ یہود اور نصاریٰ میں اجتماع کے لیے ہفتہ میں ایک خاص دن مقرر ہے۔ یہوشنبہ کے روز اور نصاریٰ یک شنبہ کے دن ایک جگہ جمعہ ہوتے ہیں اس لیے یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن ایسا مقرر کریں کہ جس میں سب جمع ہوں اور اللہ کا ذکر اور شکر کریں اور نماز پڑھیں اور اس کی عبادت اور بندگی کریں اسعد بن زرارہ نے جمعہ کا دن تجویز کیا اور اس روز سب کو نماز پڑھائی (رواہ عبد بن حمید باسناد صحیح عن ابن سیرین) غرض یہ کہ حضرات صحابہ نے محض اپنے اجتہاد سے ایک تو جمعہ قائم کیا اور دوسرے جمعہ کے دن کو جاہلیت یوم عربہ کہتے تھے بجائے یوم عربہ کے اس دن کا نام جمعہ تجویز کیا وحی الہی تہ دونوں اجتہادوں کی تصویب کی جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی۔

اِذَا تَوَدَّیْ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَ ذُرُّوا الْبَیْعَ۔ الْاٰیۃ۔

جس سے جمعہ کی فرضیت بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حق جل و علا کو یوم الجمعہ کا لفظ پسند ہے۔ وحی الہی نے یوم عربہ کے استعمال سے کہ جو زمانہ جاہلیت میں شائع تھا گریز کیا اور انصار نے جو لفظ تجویز کیا تھا بعینہ اس کا استعمال فرمایا۔ اس منہج اور عنوان سے انصار کے اجتہاد کی تصویب و تحنین مسند رہی۔

اور اس کے کچھ ہی روز بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک والا نامہ جمعہ قائم کرنے کے بارے میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام پہنچا کہ نصف النہار کے بعد سب مل کر بارگاہ خداوندی میں ایک دو گانہ سے تقرب حاصل کیا کرو (رواہ الدارقطنی عن ابن عباس) ہذا کلام من الزرقانی (۱)

عبدالرحمن بن کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جب جمعہ کی اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا سے مغفرت فرماتے ہیں نے ایک بار دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ مدینہ میں سب سے پہلے اسعد بن زرارہ ہی نے ہم کو جمعہ پڑھایا ہے (رواہ ابو داؤد الحاکم اصحاب ترجمہ اسعد بن زرارہؓ) (۱)  
**فائدہ:** علامہ سیل فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے اسعد بن زرارہؓ نے جمعہ قائم کیا اور جاہلیت میں سب سے پہلے رسول اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لویؓ نے جمعہ قائم کیا جیسا کہ سلسلہ نسب کے بیان میں گذر چکا ہے۔ (۲)

## انصار کی دوسری بیعت ۳؎ نبوی

جب دوسرا سال آیا جو نبوت کا تیرھواں سال تھا تو مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ایک گروہ کو اپنے ہمراہ لیکر بغرض ادا تے حج مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے علاوہ اوس اور خزرج کے مشرکین بھی جو ہنوز اسلام کے حلقہ بگوش نہیں ہوئے تھے حج کے لیے روانہ ہوئے زیادہ تعداد انھیں لوگوں کی متقی چار سو سے زیادہ تھے۔ مشہور قول کی بنا پر مسلمانوں کی تعداد پچھتر تھی جس میں سے تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں جنہوں نے آپ کے دست مبارک پر اُسی گھاٹی میں بیعت کی جس میں پہلے کی متقی اور اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والے حضرات کے جو نام ذکر کیے ہیں وہ پچھتر سے کچھ زیادہ ہیں جو حسب ذیل ہے۔

### صرف الالف

(۱) اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (۲) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

(۳) اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ (۴) اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۱) الاصابہ ج ۱، ص: ۳۴ (۲) دوض الالف ج ۱، ص: ۲۶۹

- حضرت حسان بن ثابت کے بھائی۔  
 (۱۹) خالد بن قیس رضی اللہ عنہ فی قول  
 (۵) اوس بن یزید رضی اللہ عنہ  
 ابن اسحاق والواقدی ولم يذكره  
 ابو معشر وابن عقیبة۔

## ب

- (۶) بار بن معمر رضی اللہ عنہ  
 (۷) بشر بن بار بن معمر رضی اللہ عنہ  
 (۸) بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ  
 (۹) بھیر بن البیثم رضی اللہ عنہ  
 (۲۰) خاربتہ بن زید رضی اللہ عنہ  
 (۲۱) خدیج بن سلامہ رضی اللہ عنہ  
 (۲۲) خلاد بن سويد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

## ذ

- (۲۳) ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ  
 العقبیین۔

## ر

- (۲۴) رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ  
 (۲۵) رفاعہ بن رافع بن مالک رضی اللہ عنہ  
 (۲۶) رفاعہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ  
 (۲۷) رفاعہ بن عمر رضی اللہ عنہ  
 (۱۰) ثابت بن الجوزع رضی اللہ عنہ  
 (۱۱) ثعلبہ بن عدی رضی اللہ عنہ  
 (۱۲) ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہ

## ج

- (۱۳) جابر بن عبد اللہ بن عمر بن خرم رضی اللہ عنہ  
 (۱۴) جابر بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## ج

- (۱۵) حارث بن قیس رضی اللہ عنہ

## خ

- (۱۶) خالد بن زید رضی اللہ عنہ  
 (۱۷) خالد بن عمرو بن ابی کعب رضی اللہ عنہ  
 (۱۸) خالد بن عمرو بن عدی رضی اللہ عنہ  
 (۲۸) زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ  
 (۲۹) زید بن سهل ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

## س

- (۳۰) سعد بن زید بن مالک الاشہلی  
 رضی اللہ عنہ فی روایۃ الواقدی محدث  
 (۳۱) سعد بن عقیمة رضی اللہ عنہ  
 فی قول الواقدی وحده

- (۳۲) سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ  
 (۳۳) سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ  
 (۳۴) سلمۃ بن سلامہ بن قیش رضی اللہ عنہ  
 (۳۵) سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 (۳۶) سنان بن صیفی رضی اللہ عنہ  
 (۳۷) سہل بن عثیک رضی اللہ عنہ  
 مش  
 (۳۸) شمر بن سعد رضی اللہ عنہ  
 ص  
 (۳۹) صیفی بن سواد رضی اللہ عنہ  
 ض  
 (۴۰) ضحاک بن زید رضی اللہ عنہ  
 (۴۱) ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ  
 ط  
 (۴۲) طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ  
 ظ  
 (۴۳) ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ  
 ع  
 (۴۴) عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ  
 (۴۵) عباد بن قیس رضی اللہ عنہ  
 (۴۶) عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ  
 (۴۷) عباس بن فضلہ رضی اللہ عنہ  
 (۴۸) عبد اللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ  
 (۴۹) عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ  
 (۵۰) عبد اللہ بن زید صاحب الاذان رضی اللہ عنہ  
 (۵۱) عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ  
 (۵۲) عبس بن عامر رضی اللہ عنہ  
 (۵۳) عبید بن الیہان رضی اللہ عنہ یعنی  
 ابو الہیثم بن الیہان کے بھائی اور بعض  
 نے بھائے عبید کے عثیک کہا ہے۔  
 (۵۴) عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 (۵۵) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ  
 (۵۶) عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ  
 (۵۷) عبادہ بن حزم رضی اللہ عنہ  
 (۵۸) عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ  
 (۵۹) عمرو بن غزیہ رضی اللہ عنہ  
 (۶۰) عمرو بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 (۶۱) عمیر بن الحارث رضی اللہ عنہ  
 (۶۲) عوف بن حارثہ رضی اللہ عنہ  
 (۶۳) عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ  
 ف  
 (۶۴) فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ



## ق

(۶۵) قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ ذکر وہ

الا ابن اسحاق

(۶۶) قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

(۶۷) قیس بن عامر رضی اللہ عنہ

(۶۸) قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ

## ک

(۶۹) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

## م

(۷۰) مالک بن تہان ابو الشیم رضی اللہ عنہ

(۷۱) مالک بن عبد اللہ بن حثیم رضی اللہ عنہ

(۷۲) مسعود بن یزید رضی اللہ عنہ

(۷۳) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

(۷۴) معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ

يعرف بامه عفرار

(۷۵) معاذ بن عمرو الجوح رضی اللہ عنہ

(۷۶) معقل بن المنذر رضی اللہ عنہ

(۷۷) معن بن عدی رضی اللہ عنہ

(۷۸) محوذ بن الحارث رضی اللہ عنہ

يعرف بامه عفرار

(۷۹) منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ

## ن

(۸۰) نعمان بن حارث رضی اللہ عنہ

(۸۱) نعمان بن عمرو رضی اللہ عنہ

## هـ

(۸۲) ہاشم بن یار ابو بردہ رضی اللہ عنہ

## ی

(۸۳) یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

(۸۴) یزید بن خذام رضی اللہ عنہ

(۸۵) یزید بن عامر رضی اللہ عنہ

(۸۶) یزید بن المنذر رضی اللہ عنہ

(۸۷) نسیم بنت کعب

رضی اللہ عنہا

(۸۸) اسامہ بنت عمرو رضی اللہ عنہا

یہ تمام نام ہم نے علامہ ابن جوزی کی کتاب تلخیص ص ۲۱۵ سے نقل کیے ہیں۔ علامہ ابن ہشام نے سیرت میں اور حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں تقریباً یہی نام ذکر کیے ہیں۔ صرف آٹھ دس نام کا تفاوت ہے۔

مسند احمد میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لوگوں کے گھروں اور بازاروں اور میلوں میں جا جا کر اسلام کی دعوت دیتے اور یہ فرماتے  
 من بیئو وینی ومن ینصرفی حتی یربلغ رسالہ نبی ولما الجنة کون ہے جو مجھ کو  
 ٹھکانہ دے کون ہے جو میری مدد کرے یہاں تک کہ خدا کا پیام پہنچا سکوں اور اس کے لیے  
 جنت ہو مگر کوئی ٹھکانہ دینے والا اور مدد کرنے والا نہ ملتا تھا۔ یہاں تک اللہ نے ہم کو  
 یثرب سے آپ کے پاس بھیجا ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کو ٹھکانہ دیا۔ ہم میں  
 جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ مسلمان ہو کر واپس ہوتا۔ جب مدینہ کے گھر گھر  
 میں اسلام پہنچ گیا تو ہم نے مشورہ کیا کہ آخر کب تک ہم اللہ کے رسول کو اس حال میں چھوڑیں  
 رکھیں کہ آپ مکہ کے پہاڑوں میں پریشان اور خوف زدہ پھرتے رہیں ستر آدمی ہم میں ستر سو حج  
 میں مدینہ سے مکہ آئے الی آخر الحدیث حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں خدا اسناد جیل علیٰ شرط مسلم  
 ابدایۃ والنہایۃ ص ۱۵۹ اور حافظ سیوطی فرماتے ہیں رواہ احمد والبخاری ورجال احمد رجال صحیح  
 مجمع الزوائد ص ۱۶۴ قافلہ مکہ پہنچا مسلمانوں نے خفیہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 پیام بھیجا کہ ہم قدم بوسی کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ایام تشریق کے دوران میں  
 منیٰ کی اس مبارک گھاٹی پر شب میں طے کا وعدہ فرمایا جہاں گذشتہ سال بارہ حضرات  
 بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چچا حضرت عباسؓ  
 لپکے ہمراہ تھے۔ حضرت عباسؓ اگرچہ اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے۔ لیکن  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کو غایت و درجہ محبوب رکھتے تھے۔ بیٹھتے  
 ہی حضرت عباسؓ نے انصار سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی  
 قوم میں نہایت عزت اور وقعت والے ہیں (لوگ اگرچہ آپ کے دین کے مخالف  
 تھے مگر جس عزت اور وقعت سے آپ کو دیکھتے تھے وہ کسی کو نصیب نہ تھی)  
 اور ہم ان کے حامی اور مددگار ہیں اور وہ تمہارے یہاں آنا چاہتے ہیں اگر تم ان کی

پوری پوری حمایت اور حفاظت کر سکو اور مرتے دم تک اس پر قائم رہو تو بہتر ہے  
ورنہ ابھی سے صاف جواب دے دو۔

انصار نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا وہ ہم نے سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
مخاطب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں ہم اس کے لیے حاضر ہیں  
کہ آپ اپنے لیے اور خدا کے لیے جو چاہیں ہم سے عہد لیں۔

آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور لٹکاؤں اور قرآن کی تلاوت فرمائی  
اور کہا کہ اللہ کے لیے تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اس کی عبادت اور بندگی کرو اور اس کے  
ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اپنے ساتھیوں کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ جھکو ٹھکانہ دو اور  
جس طرح اپنی اور اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح ہماری حفاظت  
کرو اور خوشی ہو یا سچ و راحت ہو یا کلفت افلاس ہو یا تو نگری ہر حال میں میری  
اطاعت کرو اور جو کہوں وہ سنو۔ انصار نے عرض کیا کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہم کو اس کا  
کیا صلہ ملے گا۔ آپ نے فرمایا جنت (یعنی آخرت کی لازوال نعمتیں) انصار نے کہا سب غلو  
لائیے دست مبارک بیعت کیلئے ہاتھ بڑھائے۔ ابو البشیر بن تہیانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ  
مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ ہم میں اور یہود میں کچھ تعلقات ہیں۔ آپ سے تعلق قائم ہونے  
کے بعد ان سے ہمارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ جب اللہ آپ  
کو فتح و نصرت نصیب فرمائے تو آپ پھر مکہ مکرمہ واپس ہو جائیں اور ہم کو (ڑپتا ہوا)  
یہاں چھوڑ جائیں۔ آپ یسٹن کر مسکرائے اور یہ فرمایا۔

ہرگز نہیں تمہاری جان میری جان ہے۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں جس سے  
تمہاری جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جس سے تمہاری صلح ہے اس سے میری  
بھی صلح ہے۔ اس پر سب نے نہایت رضامند و رغبت کے ساتھ بیعت کے

لیے ہاتھ بڑھایا۔ (۱)

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے بیعت کے لیے کس نے ہاتھ بڑھایا۔ ابن سعد کی ایک روایت سے تمام مختلف اقوال مجتمع ہو جاتے ہیں۔ سلیمان بن نجیم فرماتے ہیں کہ جب اوس اور خزرج کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ سب سے پہلے کس نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تو بعض نے یہ کہا کہ اس کا صحیح علم حضرت عباس کو ہو گا وہ اس وقت موجود تھے۔ ان سے دریافت کرنا چاہیے۔

حضرت عباس نے فرمایا کہ سب سے پہلے اسعد بن زرارہ نے جو سب سے زیادہ خوش نصیب اور باسعادت تھے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور پھر بار بن معرور نے اور پھر اسید بن حنفیر نے۔ (۲)

عباس بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے (بیعت کو بختہ اور مستحکم کرنے کی غرض سے) کہا اے گروہ خزرج تم کو معلوم ہی ہے کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو، یہ سمجھ لو کہ عرب اور عجم سے جنگ کرنے پر بیعت کر رہے ہو۔ اگر آئندہ چل کر مصائب و شدائد سے گھبرا کر چھوڑ دینے کا خیال ہو تو ابھی سے چھوڑ دو اس وقت گھبرا کر چھوڑنا خدا کی قسم دینا اور آخرت کی رسوائی کا سبب ہو گا اور اگر تم آئندہ کے شدائد و مصائب کا تحمل کر سکتے ہو اور اپنی جان اور مال پر کھیل کر اپنے عہد اور وعدہ پر قائم رہ سکتے ہو تو واللہ اس میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی خیر اور بہبودی ہے۔ سب نے کہا ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ آپ کے لیے جان و مال سے ہم کو دریغ نہیں۔ مصائب سے ڈر کر خدا کی قسم ہم اس بیعت کو نہیں چھوڑ سکتے (۳)

(۱) قال الحافظ العسقلانی أخرجه ابن اسحق وصححه ابن حبان فتح الباری ص ۱۶۱ ع ۱۰۱ قال العلامة الزرقانی رواه البيهقي بإسناد قوي عن الشعبي ووصله الطبري وأخرج أحمد (۲) زرقانی ص ۳۱ (۳) ایضاً

(۳) سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۱۵۶۔

## انتخاب نقیبا :

جب سب بیعت کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب منتخب فرمائے تھے۔ اسی طرح میں بھی جبریل کے اشارہ سے تم میں سے بارہ نقیب منتخب کرتا ہوں اور ان بارہ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ تم اپنی اپنی قوم کے کفیل اور ذمہ دار ہو۔ جیسے حواریں عیسیٰ علیہ السلام کے کفیل تھے (۱)۔

اسما نقیبا کفر اللہ عنہم سیاتہم وادخلہم جنات تجری من تحتہا الانہار جن حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیب منتخب فرمایا۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

- |   |                                    |
|---|------------------------------------|
| ۱۔ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ            | ۷۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ       |
| ۲۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ        | ۸۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ       |
| ۳۔ سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ           | ۹۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ      |
| ۴۔ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ            | ۱۰۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ      |
| ۵۔ ابوجابر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ | ۱۱۔ سعد بن خنیسہ رضی اللہ عنہ      |
| ۶۔ برابر بن معرور رضی اللہ عنہ          | ۱۲۔ رفاعہ بن عبدالنذر رضی اللہ عنہ |
- اور بعض اہل علم نے بجائے رفاعہ کے ابوالہشیم بن تیمان رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کیا ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے انصار میں سے ایک شیخ بیان کیا کہ انتخاب کے وقت جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارہ سے بتلاتے جاتے تھے کہ فلاں کو نقیب بنائیں۔ (۲)

زہری فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تم میں سے بارہ نقیب منتخب کروں گا تم میں سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مجھ کو

کیوں نہیں نقیب بنایا گیا اس لیے کہ میں مامور ہوں جس طرح حکم ہے۔  
 اسی طرح کروں گا اور جبریل امین آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس جس کو نقیب بنانا  
 کا حکم تھا اس کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے (۱)

جب صبح ہوئی اور یہ خبر کہ میں پھیلی تو قریش نے انصار سے آکر دریافت کیا قافلہ میں جو  
 یزب کے مشرک اور بت پرست تھے چونکہ ان کو اس بیعت کا بالکل علم نہ تھا اس لیے ان لوگوں  
 نے اس خبر کی تکذیب کی اور یہ کہہ دیا کہ یہ خبر بالکل غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو ہم کو ضرور علم ہوتا۔ (۲)  
 بعد ازاں یہ قافلہ مدینہ کو روانہ ہوا روانگی کے بعد قریش کو اس خبر کی تصدیق ہوئی۔  
 انصار کے پکڑنے کے لیے دوڑے مگر قافلہ نکل چکا تھا کوئی ہاتھ نہ آیا صرف سعد بن عبادہ کو  
 جو قافلہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کو اثناء راہ سے پکڑ لائے اور خوب مارا جبر بن مطعم نے  
 آکر چھڑایا (۳)

### بیعت کیا ہے؟

بیعت یح سے مشتق ہے جس کے معنی فروخت کرنے کے ہیں اور اصطلاح شریعت  
 میں انتہائی رضاء و رغبت کے ساتھ اپنی جان و مال کو خداوند ذوالجلال کے ہاتھ معاوضہ  
 جنت فروخت کر دینے کا نام بیعت ہے۔

چنانچہ جب یہ بیعت ہونے لگی تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ  
 آپ ہم سے جو چاہیں شرط کر لیں مگر یہ ارشاد فرمائیں کہ ہم کو اس کے معاوضہ میں کیا ملے گا۔  
 آپ نے فرمایا جنت۔ عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا۔

رَبِّحَ الْبَيْعُ لَا نَقِيلُ بڑے نفع والی بیع خرید و فروخت ہے ہم  
 وَلَا نَسْتَقِيلُ اس کے قائلہ دفع پر ہم گن راضی نہ ہوں گے۔

(۱) روضۃ الانس ج ۱، ص : ۲۷۷۔ (۲) ابن ہشام ج ۱، ص : ۱۵۷

(۳) ابن ہشام ج ۱، ص : ۱۵۷

اس پر اللہ جل جلالہ نے یہ کیت نازل فرمائی۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ  
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ  
وَعُدًّا عَلَيْهِمْ فِي التَّوْرَةِ  
وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ وَمَنْ  
أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا  
بِئْسَ عِكْمُ الْوَيْدِ الَّذِي يُبَاعُ بِهِمْ ذَلِكَ  
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (رواه الحاكم  
في الاكليل عن كعب بن مالك و احمد عن جابر

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں اور  
مالوں کو معاوضہ جنت خرید لیا ہے یہ لوگ خدا  
کی راہ میں جہاد و قتال کرتے ہیں جس میں  
کبھی مارے جاتے ہیں اور کبھی مارے بھی جاتے ہیں  
یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ توریت اور انجیل  
اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ کون عہد  
کو پورا کرنے والا ہو سکتا ہے پس اسے  
مسلمانوں تم کو بشارت ہو اور یہ بیع تم کو  
مبارک ہو جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے۔

فتح الباری ص ۲۶ کتاب الجہاد) یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔

جنت میں ایک بازار لگے گا جس نے یہاں خدا سے عہد کیا کہ وہ اپنا جان و مال  
فروخت کیا اور سب جان و مال اس کے حوالے کر دیا اس کو وہاں اختیار ہو گا کہ اس بازار  
سے جو چاہے بلا قیمت لے لے۔ اس لیے کہ وہ قیمت (جان و مال) پیش کی دے چکا ہے  
وَلِلَّهِ دَرُ الْقَاتِلِ

وَحِيَ عَلَى السُّوقِ الَّذِي فِيهِ يَلْتَقَى الرِّجْلُ  
فَمَا شِئْتَ خَلَدَ مِنْهُ مِلًّا شَمْنٍ لَهُ

مُحِبُّونَ ذَلِكَ السُّوقِ لِلْقَوْمِ مَعْلَمٌ  
فَقَدْ اسْلَفَ التَّجَارُفِ فِيهِ وَأَسْلَمُوا

(حدیث الارواح)

## ایک ضروری تنبیہ :

محمد بن سحیح فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے وقت صرف مردوں  
سے مصافحہ فرماتے تھے عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے۔ صرف زبانی اقوار

اور عہد لے کر یہ فرماتے جاؤ تم سے بیعت ہو گئی (۱)  
 اَمَ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةُ صَدِيقَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَرَمَاتِي هُنَّ.

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان  
 یتحن من ما جرالیہ من المومنات  
 بهذه الایۃ یقول اللہ یا ائیہا النبی  
 اذا جاءک المؤمنات یتبایعنک الی  
 قوله غفور رحیم فمن اقر بهذا الشرط  
 من المومنات قال لہا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم قد بایعتک کلاما  
 ولا واللہ ما مست یدہ ید امرأۃ  
 قط فی المبايعۃ ما یبايعهن الا بقوله  
 قد بایعتک علی ذلک بخاری شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کا  
 جو عہد لے کر کے آئیں ان کا اس آیت کے آہن  
 فرماتے جو عورت شرائط کو قبول کرتی جو  
 اس آیت میں مذکور ہیں اس کو بیعت  
 فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ میں نے تجھ  
 کو کلام سے بیعت کر لیا خدا کی قسم آپ  
 کے دست مبارک نے بیعت کرتے  
 وقت کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں  
 کیا محض زبانی ارشاد سے بیعت  
 فرماتے تھے۔

ص ۲۶۶ (۲)

اور مسند احمد اور معجم طبرانی میں اسما بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انی لا اصافح النساء ولكن آخذن  
 علیہن ما اخذ اللہ علیہن۔

میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا صرف  
 اللہ کی اطاعت کا عہد لیتا ہوں۔

اور یہ روایت عبد اللہ بن زبیر سے طبقات ابن سعد اور مسند احمد اور ترمذی میں  
 بھی آئی ہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے لہذا آج کل پیروں کا جو  
 عمل اس کے خلاف میں رائج ہے اسلام اس سے بری ہے لوگ اس سے دھوکا نہ



کھائیں (۱)

انصار کا قافلہ مکہ سے مدینہ پہنچا اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ مدینہ کے اکثر قبائل اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر بعض بڑے ہنوز اسی قدیم بت پرستی پر نہایت سختی کے ساتھ قائم تھے۔ منجملہ ان کے عمرو بن الجموح قبیلہ بنی سلمہ کے سردار بھی تھے جن کے بیٹے معاذ بن عمرو بن الجموح ابھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر کے مکہ سے واپس آئے تھے۔ عمرو بن الجموح نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کی عمرو بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ایک رات خود ان کے بیٹے معاذ بن عمرو نے اور معاذ بن جبل نے اور بنی سلمہ کے چند نوجوان مسلمانوں نے مل کر یہ کیا کہ عمرو کا بت لیجا کر ایک چوبچوپ میں اوندھا کر کے ڈال آئے۔ جب صبح ہوئی تو عمرو بن الجموح نے دیکھا کہ ان کا خود ساختہ خدا غائب ہے۔ کہنے لگے افسوس معلوم ہمارے خدا کو کون لے بھاگا اور اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک چوبچوپ میں اوندھا پڑا ہوا ہے وہاں سے نکال کر اس کو غسل دیا اور خوشبو لگائی جب دوسری شب ہوئی تو پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ اس بت کو گڑھے میں ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی تو عمرو بن الجموح اس کو تلاش کر کے لائے نہ لایا اور خوشبو لگائی۔

جب کسی روز متواتر اسی طرح گزرے تو عمرو بن الجموح ایک روز تلوار لائے اور اس بت کے کا ندھے پر رکھ دیا کہا واللہ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ کون شخص تیرے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ تیرے میں اگر کوئی خیر اور بھلائی ہے تو یہ تلوار موجود ہے تو آپ اپنی حفاظت کر لے جب رات ہوئی تو ان لوگوں نے تلوار تو اس بت کے کا ندھے سے اٹھائی اور ایک مرے ہوئے کتے اور اس کے بت کو ایک رستی میں باندھ کر کسی گھر سے میں نکلا آئے جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ بت غائب ہے۔ عمرو بن الجموح تلاش میں نکلے

دیکھا کہ بُت اور رُہاؤ کا تو دونوں ایک رستی میں بندھے ہوئے کنویں میں لٹک رہے ہیں۔ دیکھتے ہی آنکھیں کھل گئیں اور رُہت سے مخاطب ہو کر یہ کہا واللہ اگر تو خدا ہوتا تو اس قدر ذلیل نہ ہوتا اور اسلام لے آتے اور اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنی رحمت سے اس گمراہی سے نجات دی اور نابینا سے بینا بنایا اور یہ شعر کہے

وَاللّٰهُ لَوْ كُنْتَ الْهَالِكُ لَوُتَّكُنْ أَنْتَ وَكَلْبٌ وَشُطْبَشْرِي قَرْنَ  
خدا کی قسم اگر تو خدا ہوتا تو کہتے  
الآن فَتَشْنَالُكَ عَنْ سُوءِ الْغَبْنِ  
الآن فَتَشْنَالُكَ عَنْ سُوءِ الْغَبْنِ

اف ہے تیری خدائی پر آج ہم کر  
اپنی سفاہت اور بد عقلی معلوم ہوئی  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ ذِي الْمِيزَانِ  
الْوَاهِبِ الرِّزَاقِ دَيَّانِ الدِّينِ  
حمد ہے اس خداوند و الجلال کی کہ جو بڑا احسان کرنے  
اور رزق دینے والا اور جزا دینے والا ہے  
هُوَ الَّذِي أَنْقَذَنِي مِنْ قَبْلِ أَنْ  
اَكُونَ فِي ظِلْمَةٍ قَبْرِ مَرْتَهَنُ  
اسی نے مجھ کو اس گمراہی سے بچایا  
قبل اس کے کہ میں قبر کی تاریکی میں بہن کھا جاؤں

بِأَحْمَدَ الْمَهْدِيِّ النَّبِيِّ الْمُؤْتَمَرِ (۲)

احمد مجتبیٰ خدا کے ہدایت یافتہ نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے

اور نیز یہ اشعار پڑھے

أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَّامَضِي وَأَسْتَعِذُّ اللَّهَ مِنْ سَارِهِ  
گزشتہ تمام اگ ہوں اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور نارِ جنم سے پناہ مانگتا ہوں  
وَأُشْنِي عَلَيْهِ بِنِعْمَاتِهِ إِلَهَ الْحَرَامِ وَأَسْتَارِهِ  
اور اس کی نعمتوں کا شکر کرتا ہوں جو خدا ہے بیتِ حرام کا اور اس کے پردوں کا

۱۔ توبہ مستند من السانۃ وہی خدمت البیت و تعظیہ ۱۲ روض الاف ج ۱، ص: ۲۸

۲۔ البدایۃ والنبایۃ ج: ۳، ص: ۱۶۵، ابن ہشام ج: ۱، ص: ۱۵۸

فُتِحَتْ لَهُ عِدَّةُ الْخَاطِئِينَ وَقَطُرِ السَّمَاءِ وَمِدْرَ اسِرِهٖ  
اور اسکی تسبیح اور پاکی بیان کرتا ہوں بقدر شمار گنہگاروں کے اور بقدر بارش کے قطروں کے  
ہدائی وقد كنت في ظلمةٍ حَلِيفَتِ مَنْاةٍ وَأَخْبَارِهٖ  
اس نے مجھ کو ہدایت دی در آنجا یکہ میں کفر اور شرک کی ظلمت اور تاریکی میں  
اور مناة اور اس کے ہم جنس پتھروں کا حلیف بنا ہوا تھا۔

وَأُنْقَذَ فِي بَعْثِ شَيْبِ الْقَدَا لَمِنْ شَيْنِ ذَاكَ وَمِنْ عَارِهٖ  
اور بڑھاپے کے بعد اللہ نے مجھ کو اس عار (بت پرستی) سے چھڑایا  
فَقَدْ كِدْتُ أَهْلِكُ فِي ظُلْمَةٍ تَدَارَكَ ذَاكَ بِمِقْدَ اسِرِهٖ  
قریب تھا کہ اسی بت پرستی کی ظلمت اور تاریکی میں ہلاک ہو جاؤں ایمان لانے نے اسکی تلافی کر دی  
فَحَمْدًا وَشُكْرًا لَهُ مَا بَقِيْتُ إِلَهَ إِلَّا سَامَ وَجَبَّاسِهٖ  
لے خداوند خلائی جب تک میں زندہ رہوں گا اس وقت تک برابر تیری حمد اور ثنا لے کر شکر کرتا رہوں گا  
أُرِيدُ بِذَلِكَ إِذْ قُلْتُ مُجَاوَرَةً لِلَّهِ فِي دَاسِرِهٖ  
اس کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ مجھ کو اللہ کا قرب حاصل ہو (۱)

نکتہ : حق جل و علا کی یہ سنت ہے کہ جب حضرات انبیاء و مرسلین کے منکرین  
اور مکذبین کا انکار اور تکذیب حد سے گزر جاتی ہیں اور ان کے اصحاب اور تبعین  
پر مصیبتوں کی کوئی انتہا باقی نہ رہتی حتیٰ کہ ینغیر ان کی اصلاح سے تفریباً ناامید ہو جاتے  
ہیں تب اللہ عز وجل کی نصرت اور مدد نازل ہوتی ہے۔ کما قال تعالیٰ۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ  
کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں بلا مشقت  
وَلَمَّا يَأْتِ الْكَافِرُ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا  
داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم نے پہلے  
مِنْ قَبْلِكُمْ وَهُمْ الْأَبْسَاءُ  
لوگوں کی طرح مشقت نہیں اٹھائی۔

وَالضَّرَاءُ وَزُلْزُلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۖ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ - (۱)

پہلے لوگوں کو تنگی پیش آئی اور اتنے ہلائے گئے کہ رسول اور اہل ایمان یہ کہہ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی اسوقت تکرتسلی جیجی اور کماگیا کہ آگاہ ہو جاؤ اللہ کی مدد نصرت قریب آگئی ہے یہاں تک کہ انبیاء کرام ناامید ہو گئے اور کھینچ دیا کہ مبادا لوگ یہ خیال کریں اور گمان کریں ہم غلط کہہ گئے اسوقت ہماری مٹانے پاس پہنچی۔

وَقَالَ تَعَالَىٰ - حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا ۖ جَاءَهُمْ نَصْرُنَا - (۲)

اسی طرح جب آپ کی اور آپ کے اصحاب کی مصائب انتہا کو پہنچ گئیں اور سفر طائف نے ان کی اصلاح سے ایک قسم کی ناامیدی بھی پیدا کر دی تب جابر ہم نصرت کا مصداق کا ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور امداد آپ پہنچی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت اور حمایت کے لیے مدینہ سے بھیجا وہ آئے اور آپ کے دست مبارک پر آپ کی نصرت و حمایت کی بیعت کر کے واپس ہوئے فرضی اللہ عنہم ورضوا عنه۔

### ہجرت مدینہ منورہ زادہ اللہ تنویرا

جس طرح نبوت کی ابتداء روایتے صالحہ (سچے خواب) سے ہوئی اسی طرح ہجرت کی ابتداء بھی روایتے صالحہ سے ہوئی۔ ابتداء حضور کو خواب میں ہجرت کی جگہ دکھلائی گئی۔ مقام کا نام نہیں بتلایا گیا بلکہ اجمالاً صرف اتنا دکھلایا گیا کہ آپ ایک نخلستان (کھجور والی سرزمین کی طرف ہجرت فرما رہے ہیں اس لیے آپ کو خیال ہوا کہ شاید وہ مقام یمامہ یا ہجر ہو آپ اسی تامل اور تردد میں تھے کہ وحی الہی نے مدینہ منورہ کی تعیین کر دی تب آپ نے بحکم الہی حضرات صحابہ کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا (۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ مدینہ اور بحرین قنسرین ان تین شہروں میں سے جس شہر میں بھی جا کر آپ فردکش ہوں وہی آپ کا دارالہجرت ہے۔ رواہ الترمذی والبیہقی عن جریر کذا فی البدایہ والنہایہ ص ۱۶۸ ج ۳۔

نکتہ: جس طرح مہمان عزیز پر متعدد مکانات پیش کیے جاتے ہیں جس کو چاہے پسند کرے اسی طرح بطور اعزاز و اکرام حضور کو ہجرت کے لیے متعدد مقامات دکھلا گئے اور اخیر میں مدینہ منورہ متعین اور منتخب ہوا محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ بیعت عقبہ کے مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم سنتے ہی پوشیدہ طور پر ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ابوسلمہ بن عبد الاسد مخزومی نے مع بیوی اور بچے کے ہجرت کا ارادہ فرمایا مگر ہجرت کرنا بھی کوئی آسان نہ تھا جو ہجرت کا ارادہ کرتا قریش سدراہ ہوتے اور پوری کوشش کرتے کہ ہجرت نہ کرنے پائے ورنہ اپنے جوردستم کا تختہ مشق کس کو بنائیں گے۔ چنانچہ جب سلمہ مع بیوی اور بچہ کے ہجرت کے لیے تیار ہو گئے اور اونٹ پر کجاوہ بھی کس دیا اور بیوی اور بچہ کو اس پر سوار سوار بھی کر دیا۔ اس وقت لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ ان کی بیوی ام سلمہ (جو کہ ابوسلمہ کی وفات کے بعد ام المؤمنین بنیں) کے رشتہ داروں نے یہ کہا کہ تم کو اپنے نفس کا اختیار ہے لیکن ہماری بیٹی کو تم نہیں لے جا سکتے اور یہ کہہ کر کہ ام سلمہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور ادھر سے ابوسلمہ کے رشتہ دار آپہنچے اور یہ کہہ کر کہ یہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے اس کو کوئی نہیں لے جا سکتا۔ ام سلمہ کی گود سے چھین لیا۔ مال اور باپ اور بچہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تنہا مدینہ منورہ روانہ ہوئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوتی تو میں ابطح میں جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک قی رہتی

جب اسی طرح ایک سال گزر گیا تو میرے بنی الاعام میں سے ایک شخص کو مجھ پر دم کیا اور بنی النضیر سے یہ کہا کیا تم کو اس مسکینہ پر دم نہیں آتا۔ اس پر بنی النضیر نے مجھ کو مدینہ جانا کی اجازت دے دی اور بنی الاسد نے میرا بچہ واپس کر دیا۔ میں نے بچہ کو گود میں اٹھایا اور منٹ پر سوار ہو کر تنہا مدینہ کا راستہ لیا۔

جب مقام نعیم پر پہنچی تو عثمان بن طلحہ طے تنہا دیکھ کر پوچھا کہاں کا قصد ہے میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں پوچھا تمہاری ساتھ کوئی نہیں میں نے کہا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبُخْتِ خُذَا كِي قَسَم كُفَى نَهِيَس مَكْرَأَتُهُ تَعَالَى أَدْرِمِرَا هَذَا

یہ سن کر عثمان کا دل بھرا آیا اور اس کی مہر پکڑ کر آگے آگے ہو لیے جب منزل آتی تو اونٹ بٹھلا کر خود پیچھے ہٹ جاتے۔ جب میں ازواجی تو اونٹ کو دُور لے جاتے اور ایک درخت سے باندھ کر اس درخت کے سایہ میں لیٹ جاتے اور جب ردا گلی کا وقت آتا تو اونٹ لا کر کھڑا کر دیتے اور خود پیچھے ہٹ جاتے اور یہ کہتے کہ سوار ہو جاؤ جب سوار ہو جاتی تو مہر پکڑ چلتے۔ جب کسی منزل پر اترتے تو ایسا ہی کرتے۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچے۔ جب قبار کے مکانات دُور سے نظر آنے لگے تو یہ کہا کہ اسی بستی میں تمہارا شوہر مقیم ہیں۔ اللہ کی برکت کے ساتھ اس بستی میں داخل ہوؤ اور میرے شوہر کے پاس پہنچا کر مکہ واپس آگئے۔ خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ کسی کو خیر نہیں پایا (۲)

عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے اور خالد بن ولید کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ منورہ حاضر ہوئے۔ عثمان بن طلحہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شہید ہوئے رضوان اللہ

پھر علم بن ربیعہ نے مع اپنی بی بی لیلہ بنت خلیثہ کے اور پھر ابو احمد بن حمش اور ان کے بھائی عجب بن حمش نے مع اہل و عیال کے ہجرت کی اور مکان کو قطل ڈال دیا۔  
عقبہ اور ابو جہل کھڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ لوگ ایک ایک کر کے مکہ سے کوچ کر رہے ہیں۔ مکہ کے مکان خالی اور دیران ہو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر عقبہ کا دل بھرا یا اور سانس بھر کر یہ کہا۔

كُلُّ دَارٍ وَاِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا الْكَلْبَاءُ وَالْحَوْبُ  
ہر مکان خواہ وہ کتنے ہی عرصہ تک آباد اور عشرت کدہ بنا رہے لیکن ایک نہ ایک دن وہ غم کدہ اور ماتم کدہ بن جاتا ہے۔

اور پھر یہ کہا کہ یہ سب کچھ ہمارے بھتیجے کا کام ہے جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی۔

بعد ازاں عکاشہ بن محصن اور عقبہ بن دہب اور شجاع بن دہب اور ابید بن جمرہ اور منذر بن نباتہ اور سعید بن عقیس اور محرز بن فضلہ اور یزید بن رفیش اور قیس بن جابر اور عمر بن محصن اور مالک بن عمرو اور صفوان بن عمرو اور ثقیف بن عمرو اور ربیعہ بن اکثم اور زبیر بن عبیدہ اور تمام بن عبیدہ اور سخرہ بن عبیدہ اور محمد بن عبد اللہ بن حمش اور مستورات میں سے زینب بنت حمش اور ام حبیبہ بنت حمش اور جذامہ بنت جندل اور ام قیس بنت محصن اور ام حبیبہ بنت ثمامہ اور آمنہ بنت رفیش اور سخرہ بنت تمیم اور حمزہ بنت حمش نے ہجرت کی بعد ازاں حضرت عمر اور عیاش بن ابی ربیعہ ہیں سواروں کے ساتھ ہجرت کیلئے روانہ ہوئے۔

ہشام بن العاص نے بھی حضرت عمر کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا لیکن قوم کے لوگوں نے مزاحمت کی اور ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا۔

جب حضرت عمر اور عیاش بن ابی ربیعہ مدینہ پہنچ گئے تو ابو جہل بن ہشام اور

حارث بن ہشام (ابو جہل کے بھائی جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے) دونوں مدینہ پہنچے اور باکرمہ کا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تجھ کو زندہ دیکھ لیگی اس وقت تک نہ رہیں گنگھی کریگی اور نہ دھوپ سے سایہ میں آئے گی۔ یہ سن کر عیاش کا دل بھر آیا اور ابو جہل کے ساتھ ہو لیے۔ ابو جہل نے راستہ ہی سے عیاش کی مشکیں باندھ لیں اور مکہ لا کر عرض تاک قید میں رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے اور ان کی رہائی کے لیے دعا فرماتے۔

اللہم ارح الولید بن الولید وسلمۃ اے اللہ تو ولید اور سلمہ اور عیاش کو مشکین بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ کے جوہر تم سے نجات دے۔

چنانچہ اللہ نے نجات دی اور چھوڑ کر مدینہ پہنچے۔

جن لوگوں نے حضرت عرضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی ان کے اسرار حسب فیل ہیں۔

زید بن الخطاب (حضرت عمر کے بڑے بھائی) اور سراقہ کے دونوں بیٹے عمرو بن سراقہ اور عبد اللہ بن سراقہ خنیس بن حذافہ سہمی اور سعید بن عمرو بن نفیل اور واقد بن عبد اللہ التیمی اور غولی بن غولی اور مالک بن ابی جری اور بکر کے چاروں بیٹے ایاس بن بکر اور عامر بن بکر اور عاقل بن بکر اور خالد بن بکر ہجرت کر کے مدینہ پہنچے بعد ازاں ہجرت کرنے والوں کا ایک تانا بانہ لگیا۔ طلحہ بن عبید اللہ اور صہیب بن سنان اور حمزہ بن عبد المطلب اور زید بن حارثہ اور ابو مرثد کناز بن حنن اور انسہ اور ابو بکر شہ اور عبیدہ بن الحارث اور ان کے دونوں بھائی طفیل بن حارث اور حصین بن حارث  
 علیہ زید بن الخطاب تین ادیب ہیں ۱۲ھ میں جنگ ۱۱ھ میں شہید ہوئے حضرت عمر کے جب زید کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضرت عمر کو بہت صدمہ ہوا اور فرمایا۔ سبقی الحسنین سلم قلی متشهد قلی نید نہ مجھ سے دو بھائی باقی ہیں سبقت کی مجھ سے پہلے سلمان ہوئے اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے۔ زرقانی ص ۳۲۱ ج ۱۔



احمد بن اسحاق اور سوسیط بن سعد اور طلیب بن عیمر اور نجاب بن الارث اور عبد الرحمن بن عوف اور زبیر بن العوام اور ابوسبرہ بن ابی رہم۔ مصعب بن عمیر ابو حذیفہ بن عتبہ اور سلم بن ابی حذیفہ اور عتبہ بن غزوہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اجمعین ہجرت کر کے مدینہ پہنچے انھیں غرض رفتہ رفتہ تمام صحابہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کوئی باقی نہ رہا مگر چند بے کس اور بے پناہ مسلمان جو کفار کے پنجہ میں پھنسے ہوئے تھے (۱)

## دارالندوہ میں قریش کا اجتماع اور آپ کے قتل کا مشورہ

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ رفتہ رفتہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آج کل میں جانے والے ہیں تو مشورہ کے لیے دارالندوہ میں حسب ذیل سرداران قریش جمع ہوئے۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر۔ نضر بن حارث۔ ابوالخثری بن ہشام۔ زمعہ بن علکہ مکہ میں یہ پلا مکان ہے جس کو قصی بن کلاب نے خاص مغوروں ہی کے لیے تعمیر کیا تھا جس میں جمع ہو کر مشورے کیا کرتے تھے قصی بن کلاب کے بعد یہ مکان بنی عبدالمطلب کے قبضہ میں آیا اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور حضرت معاویہ کے زمانہ خلافت میں حکیم بنیہ مکان ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ بعض احباب نے خلافت کی کڑا با۔ ولید اور کے شرف اور بزرگی کی ایک نشانی تو تم نے اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ حکیم رضی اللہ عنہ نے حکیمانہ جواب دیا۔ ذمیت واللہ المکام الا لتقوے خدا کی قسم ساری بزرگساری اور غرور ختم ہوئے۔ سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے واللہ میں نے یہ مکان زمانہ جاہلیت میں ایک شراب کی محل دیکر خرید لیا اور اب ایک لاکھ میں فروخت کیا اور میں تم کو گواہ بنا رہا ہوں کہ یہ ایک لاکھ سب کے سب خیرات اللہ میں دینا ہرگز تیرا لاکھ نقصان نہ (ذکرہ الدراقلنی فی رجال الموطا) زرقانی ص ۳۲۱ ج ۱۔ (۱) ابن ہشام ج ۱۔

الاسود حکیم بن حنّام۔ ابوجہل بن ہشام۔ نبیہ اور منبہ پسران حجاج لمیۃ بن خلف وغیرہ۔ ہمیں  
لعین ایک بوڑھے شخص کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ لوگوں نے دریافت  
کیا کہ آپ کون ہیں۔ کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ تمہاری گفتگو سنا چاہتا ہوں اگر ممکن ہو  
تو اپنی رائے اور مشورہ سے میں تمہاری امداد کروں گا۔

لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دی اور گفتگو شروع ہوئی کسی نے کہا کہ آپ کو کسی بند  
کو ٹھٹھی میں قید کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے درست نہیں اس لیے کہ اس کے  
اصحاب اگر کہیں سن پائیں تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو بچھڑا کر لے جائیں گے۔ کسی  
نے کہا آپ کو جلاتے دھن کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بالکل ہی غلط  
ہے کیا تم کو اس کے کلام کی خوبی اور شرابی اور دل آویزی اور دلوں پر اس کا چھا جانا معلوم  
نہیں اگر ان کو یہاں سے نکال دیا گیا تو ممکن ہے کہ دوسرے شر والے ان کا کلام سن کر  
ان پر ایمان لے آئیں اور پھر سب مل کر ہم پر حملہ آور ہوں۔

ابوجہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلاتے دھن کیا  
جائے۔ بلکہ ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور پھر سب مل کر دفعۃً محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کو قتل کر ڈالیں اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا  
اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے مذاکیں گے۔ مجبوراً خون بہا اور دیت پر معاملہ ختم  
ہو جائے گا۔

شیخ نجدی نے کہا واللہ رائے تو بس یہ ہے اور حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو  
بہت پسند کیا (۱)

اور یہ بھی طے بھی پایا کہ یہ کام اسی شب میں انجام کو پہنچا دیا جائے۔ اور ہر جلسہ  
برخواست ہوا اور ادھر جبریل امین وحی ربانی لے کر پہنچے۔

وَإِذْ يَمْكُورُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَهُودَ  
أَوْ يَفْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ  
وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ  
اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔  
(۱)

اور یاد کرو جسوقت کافر تدبیریں کر رہے تھے  
کہ آپ کو تنہا کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا نکال  
دیں اور طرح طرح کے فریب کرتے تھے  
اور تدبیر کرتا ہے اللہ اور اللہ بہترین تدبیر  
فرمانے والے ہیں۔

اور تمام واقعہ سے آپ کو مطلع کیا اور من جانب اللہ آپ کو ہجرت مدینہ کی اجازت  
کا پیام پہنچایا اور یہ دعائیں کی گئی۔  
قُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ  
وَ اَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَ اجْعَلْ  
لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (۲)  
(رواہ الترمذی عن ابن عباس و صحیحہ)  
والحاکم فی المستدرک فتح الباری ص ۱۱۱  
و زرقانی ص ۳۲ ج ۱)

اور یہ دعا مانگیے کہ اے پروردگار  
مجھ کو سچا پہنچانا پسینچا دیجئے اور  
سچا نکالنا مجھ کو نکال لیے اور اپنے  
پاس سے مجھ کو ایک حکومت  
اور نصرت عطا فرمائیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین  
سے دریافت فرمایا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا۔ جبریل امین نے کہا۔ ابوبکر صدیق  
رضی اللہ عنہ راہ الحاکم وقال صحیح الاسناد وقال الذہبی صحیح غریب (۳)  
صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ عین دوپہر  
کے وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھ کو ہجرت  
اجازت ہو گئی ہے۔ ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں  
(۱) الانفال، آیت: ۳۰، (۲) الاسراء، آیت: ۸۰ (۳) زرقانی ج: ۱،

کیا اس ناچیز کو بھی ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔  
 اس اسحق کی روایت ہے کہ ابوبکر یہ سن کر رو پڑے۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ اس سے پیشتر  
 مجھ کو لگان نہ تھا کہ فطر مسرت سے بھی کوئی رونے لگتا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ نے پہلے ہی سے  
 ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں۔ جن کو چار مہینے سے بول کے پتے کھلائے  
 تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ان میں سے جس ایک  
 کو پسند فرمائیں وہ میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہے آپ نے فرمایا میں بلدن  
 قیمت کے نہ لوں گا۔

مجمع طبرانی میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے کہ ابوبکر نے عرض کیا کہ  
 بہتر ہے کہ اگر آپ قیمت لےنا چاہیں۔ قیمت لے لیں (۱)  
 مطلب یہ کہ میری ذاتی خواہش کچھ بھی نہیں میری ہر خواہش اور ہر میلان آپ  
 کے اشارہ کے تابع ہے۔

اس مقام پر بعض لوگوں کو یہ شبہ پیش آیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس  
 اونٹنی کی قیمت سے کہیں زائد آپ کی ذات بابرکات پر خرچ کیا اور آپ نے اس کو  
 قبول فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ جس قدر ابوبکر نے اپنی جان اور مال سے مجھ پر  
 احسان کیا اتنا کسی نے نہیں کیا۔ اور ترمذی میں ہے کہ جس شخص نے میرے ساتھ جو  
 احسان کیا ہے میں نے اسکی مکافات کر دی ہے سوائے ابوبکر کے کہ اس کے احسانات  
 کا بدلہ قیامت کے دن اللہ ہی دے گا۔ اس لیے شبہ ہوا کہ اس وقت آپ نے  
 اونٹنی کی قیمت دینے میں کیوں اصرار فرمایا۔

جواب یہ ہے کہ ہجرت ایک عظیم عبادت ہے جس کو حق تعالیٰ نے بعد ایمان کے  
 ذکر فرمایا ہے اس لیے آپ اس عبادت عظمیٰ میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے تھے

آپ یہ چاہتے تھے کہ خدا کی راہ میں ہجرت صرف اپنی ہی جان و مال سے ہو۔ (۱)  
فائدہ:

واقفی کہتے ہیں کہ اس ادنیٰ کا نام قصہ آر تھا۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کا نام جد عمار تھا۔ بخاری باب غزوة الرجیع (۲)

واقفی فرماتے ہیں کہ اس ادنیٰ کی قیمت آٹھ سو درہم تھی۔ علامہ زرقاتی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ چار سو درہم تھی۔ آٹھ سو درہم دونوں ادنیوں کی قیمت تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے کہ

وكان ابو بكر اشتقاهما بثمان  
مائه درهم (۳) ابو بکر نے دونوں ادنیوں کو آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔

ابن عباس سے مرید ہے کہ جبریل امین نے آکر قریش کے مشورہ کی اطلاع دی اور یہ مشورہ دیا کہ آپ یہ رات اپنے شانہ مبارک میں نہ گزاریں۔ انخرج البیهقی (۴) چنانچہ جب رات کا وقت آیا اور تاریکی چھا گئی تو قریش نے حسب قرار داد اگر آپ کے مکان کو گھیر لیا کہ جب آپ سو جائیں تو آپ پر حملہ کریں۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بسترے پر لیٹ جاؤ اور در و منت تم کو کوئی کمی کم کی گزندہ پہنچا سکے گا۔ قریش اگر چاہے کہ دشمن تھے لیکن آپ کو صادق امین سمجھتے تھے اور امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے وہ سب امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دینا۔

۱۵ جن لوگوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ ابو جہل حکم بن العاص عقبہ بن ابی معیط نضیر

حاطب ایزہ بن غطفان عیاذ بن مسعود بن اسد طعیعہ بن عدی ابو الجہل بن غطفان نیر اور جہنہ بصران حجاج بن عبد مناف

(۱) روض الافنت ج : ۲ : ص : ۳ (۲) زرقاتی ج : ۱ : ص : ۳۲۷

(۳) طبقات ابن سعد ج : ۱ : ص : ۳۵۵ (۴) المختصر النبری ج : ۱ : ص : ۱۸۵ (۵) معین الاربع : ۱ :

ابو جہل یحییٰ باہر کھڑا ہوا ہنس ہنس کر لوگوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زعم یہ ہے کہ اگر تم ان کا اتباع کرو تو دنیا میں عرب و عجم کے بادشاہ بنو گے اور مرنے کے بعد تم کو بہشت بریں ملے گی اور ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو دنیا میں ان کے پیروں کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد جہنم میں جاؤ گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سے ایک مشت خاک لیے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ ہاں میں یہی کہتا ہوں اور تو بھی ایک انہی میں سے ہے کہ دنیا میں میرے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہو گا اور مرنے کے بعد جہنم میں جاؤ گے اور اس مشت خاک پر سورۃ یسین کی شروع کی آیتیں "فاغشینا ہم فہم لایبصرون" تک پڑھ کر ان کے سروں پر ڈال دی۔ اللہ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آپ ان کے سامنے سے گزر گئے اور کسی کو نظر نہ آئے (۱)

(۲) آپ ان کے سامنے نکل کر ابو بکرؓ گئے اور ابو بکرؓ کو ہمراہ لیکر جبل ثور کا راستہ لیا اور وہاں جا کر ایک غار میں چھپ گئے۔ اسی اثناء میں ایک شخص آپ کے مکان کے پاس سے گذرنا قریش کی جماعت سے دریافت کیا کہ تم کیوں کھڑے ہو اور کس کے منتظر ہو؟ کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہیں کہ وہ برآمد ہوں تو ہم ان کو قتل کر دیں۔ اس شخص نے کہا اللہ تم کو ناکام کرے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سروں پر خاک ڈال کر گذر بھی گئے جب صبح ہوئی اور حضرت علیؓ آپ کے بستر سے اٹھے تو یہ کہنے لگے کہ واللہ اس شخص نے ہم سے سچ کہا تھا اور نہایت ندامت کے ساتھ حضرت علیؓ سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا مجھ کو علم نہیں (۲) اور یہ روایت طبقات ابن سعد میں حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہ صدیقہ اور عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

## فائدہ :

کفار قریش نے تمام شب آپ کے مکان کا محاصرہ تو رکھا مگر مکان کے اندر نہیں گئے اس لیے کہ اہل عرب کسی کے زمانہ مکان میں گھسنے کو معیوب سمجھتے تھے بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو ٹیلے پر سے ایک نظر ڈال کر مگر دیکھا اور یہ فرمایا۔

واللہ انک لخیر ارض اللہ واخیر  
الی اللہ ولولہ انی اخرجت  
منک ما خرجت -  
خدا کی قسم اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور  
سب سے زیادہ اللہ نزدیک محبوب ہے  
اگر میں نکالانہ جاتا تو نہ نکلتا (ترمذی)

حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اس وقت یہ فرمایا۔

ما اظیبک من بلد واجتلب  
الح ولولہ ان قوہ  
اخرجولی ما سکنت غیوک  
رواہ احمد الترمذی  
صححہ  
تو کیا ہی پاکیزہ شہر ہے اور مجھ کو بڑا ہی  
محبوب ہے اگر میری قوم مجھ کو نہ نکالتی تو  
میں دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔  
اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی  
نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے  
اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔ (۲)

## فائدہ :

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ - مدینہ منورہ سے افضل ہے اور یہی  
جمہور علماء کا قول ہے ۱۲۰

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء نے سفر کے لیے ناشتہ  
تیار کیا عجلت میں بجائے رسی کے اپنا (ٹپکا) پھاڑ کر ناشتہ دان باندھا۔ اسی روز سے

حضرت اسماء ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہوئیں ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ ایک حکمران سے توشہ والے باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ بند کیا (۱) اور عبداللہ بن ابی بکر جو ابوبکر کے فرزند ابجد تھے اور جوان تھے وہ دن بھر کمر میں رہتے اور رات کو اگر قریش کی خبریں بیان کرتے اور علم میں فیسرہ ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام۔ بکریاں چرایا کرتے تھے عشاء کے وقت اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر کو بکریوں کا دودھ پلا جاتے تھے۔ (۲)

اور عبداللہ بن ارقطہ دولی کو رہبری کے لیے اجرت پر مقرر کیا کہ وہ غیر معروف راستہ سے لے جائے۔ عبداللہ بن ارقطہ اگرچہ مذہباً کافر اور مشرک تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتماد اور بھروسہ کیا (بخاری شریف باب الهجرة) اور اونٹنیاں اس کے سپرد کیں کہ دونوں کو تیسرے دن جبل ثور پر لے کر حاضر ہو جائے اور مدینہ لے کر روانہ ہو جائے۔

### فائدہ:

راستہ خود حضرت نے متعین فرمایا اور کافر کو مزدوری دے کر بہرہ لیا کہ آپ کی اونٹنی کی لگام پکڑ کر چلے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر قابل الیمان ہو تو اجرت دیکر اس سے خدمت لینا جائز ہے۔ یہ کافر حضرت کا مزدور اور اجیر تھا۔ معاذ اللہ قائد اور امیر نہ تھا۔ اس حدیث سے کافر کی اجرت اور خدمت کا جواز معلوم ہوا لیکن کافر اور مشرک کی پناہ قائد اور امیر بنانے کا جواز اس سے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

### غار ثور:

الغرض گھر سے نکل کر رات ہی میں دونوں حضرات غار ثور کی طرف روانہ ہوئے

(۱) طبقات ابن سعد ج: ۱، ص: ۱۵۴ (۲) البدایہ والنہایہ ج: ۳، ص: ۱۸۴

(۳) امام نووی فرماتے ہیں کہ کعبہ کو مسلم نہیں کہ عبد بن ارقطہ اسلام لایا نہیں۔ وقفاً لکھا ہے ۱۹۹ ج ۱



دلائل ہیقی میں محمد بن سیرین سے مرسل مروی ہے کہ حیب آپ غار کی طرف روانہ ہوئے تو اس یاد غار اور ہدم و جان شامحب باخلاص اور صدیق بااختصاص کی بیعتابی اور بے چینی کا عجب حال تھا کبھی آپ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں بالآخر آپ نے دریافت فرمایا اے ابوبکر یہ کہاں تک بھی آگے چلے ہو اور کبھی پیچھے ابوبکر نے عرض کیا، یا رسول اللہ۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں پیچھے سے تو کوئی آپ کی تلاش میں نہیں آ رہا تو پیچھے چلتا ہوں اور جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو آگے چلتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر کیا اس سے تمہارا یہ مقصد ہے کہ تم قتل ہو جاؤ اور میں بچ جاؤں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں۔ یا رسول اللہ اللہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ یہی چاہتا ہوں کہ آپ بچ جائیں اور میں قتل ہو جاؤں۔ جب غار پر پہنچے تو عرض کیا یا رسول اللہ ذرا اٹھہرئیے میں اندر جا کر آپ کے لیے غار کو صاف کر لوں۔ حافظ عسقلانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح عبداللہ بن ابی ملیکہ اور حسن بصری سے مروی ہے (۱)

دلائل ہیقی میں ضبۃ بن حصن سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے سامنے جب حضرت ابوبکرؓ کا ذکر آتا تو یہ فرماتے کہ ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن عمر کے تمام عمر کی عبادت سے کہیں بہتر ہے۔ رات تو غنڈ کی اور یہ قصہ بیان فرماتے جو ابھی ذکر کیا گیا ہے اور دن وہ کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اور عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو گئے۔ اس وقت میں آپ کی خدمت حاضر ہوا اور خیر خواہانہ عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ آپ ذرا نرمی کیجیے اور تالیف سے کام لیجیے ابوبکر نے غصہ ہو کر یہ کہا۔

جَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّامٌ فِي الْإِسْلَامِ۔ اے عمر جاہلیت کے زمانہ میں تو تو بہادر ہے۔

اور دیر تھا اب کیا اسلام میں اگر بزدل بن گیا، بتلا تو سہی کسی چیز سے ان کی تالیف کروں رسول اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور وحی منقطع ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس رسی کے دینے سے بھی انکار کریں گے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور جہاد و قتال کروں گا۔ عمر کہتے ہیں بس ہم نے ابوبکر کے حکم سے جہاد کیا اور اللہ نے ابوبکر کے ذریعہ سے ان تمام لوگوں کو جو اسلام سے بھاگ گئے تھے پھر اسلام کی طرف واپس فرما دیا۔ یہ ہے ابوبکر کا وہ دن جس پر عمر اپنی تمام عمر کی عبادت تصدق کرنے کے لیے تیار ہے (۱)

اور یہ روایت مستدرک حاکم میں بھی مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت مرسل نہ ہوتی تو شرط بخاری اور مسلم پر صحیح ہوتی۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں صحیح مرسل اول ابوبکر غار میں اترے اور بعد ازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں فرود کش ہوئے اور باذن الہی ایک مکڑی نے غار کے منہ پر ایک جالانا

یہ روایت طبقات ابن سعد میں عائشہ صدیقہ اور ابن عباس اور علی بن ابی طالب اور عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہم سے متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے جس میں بعض سندوں کے راوی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قریش تمام شب آپ کے مکان کا محاصرہ کیے رہے۔ جب صبح ہوتی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ کے بستر سے اٹھتے دیکھا تو آپ کی بابت دریافت کیا کہ کہاں ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مجھ کو علم نہیں۔ اس وقت آپ کی تلاش میں ہر طرف دوڑے ڈھونڈتے ٹھنڈے غارتگ پہنچے۔

فَرَأَى عَلَى بَابِهِ نَسِجَ الْعَنْكَبُوتِ      تَوَعَدَ أَنْ يَكُونَهُ عَلَى بَابِهِ نَسِجُ الْعَنْكَبُوتِ

فقالوا لو دخل هنالک لم یکن  
نسیج العنکبوت علی بابہ - یہ کہا کہ اس میں جاتے تو غار کے دروازے پر مکڑی کا جال باقی نہ رہ سکتا۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے (۲) حافظ ابن کثیر البدایہ و النہایہ میں فرماتے ہیں یہ اسناد حسن ہے غار کے منہ پر مکڑی کے جالا تاننے کی جس قدر بھی روایتیں آئی ہیں ان سب کا جید اور بہتر یہی روایت ہے۔

ابو مصعب مکی فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک اور زید بن ارقم اور مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو یہ بیان کرتے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں پناہ گزین ہوئے تو اللہ کے حکم سے آپ کے چہرہ کے سامنے ایک درخت آگ آیا اور ایک جگلی کبوتر کے چوڑے نے آکر اٹھ سے دیئے منتر کیں جب دھونڈتے دھونڈتے غار تک پہنچے تو کبوتر بن کے گھونسلے دیکھ کر واپس ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عز و جل نے ان کو ہم سے دفع کیا (۳) تبیین :

یہ واقعہ کتب حدیث میں مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے ہر سند میں اگرچہ بعض راوی ضعیف ہیں لیکن مجموعہ سے قوت اور وثاقت آجاتی ہے جو بظاہر بخشیش حسن وغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

بخاری مسلم۔ ترمذی۔ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے اور عسقلانی کے الفاظ میں ذکر احمد میں حدیث عباس باسناد حسن اور حافظ ابن کثیر مسند احمد کی اس مفصل روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ و ہذا اسناد حسن و ہر من ابودارود فی تفسیر نسیج العنکبوت علی فم الغار و مالک من تہامیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ البدایہ و النہایہ ص ۱۸ ج ۲

(۲) فتح الباری ج: ۷ ص: ۱۸۴ (۳) طبقات ابن سعد ج: ۱ ص: ۱۵۴

قریش میں تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر آکھڑے ہوئے اس وقت میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے اگر کسی کی نظر اپنے قدموں پر پڑ جائے تو یقیناً ہم کو دیکھ پائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ما ظنک یا  
ابابکر  
یا شئین اللہ  
شالھما

اے ابوبکر! ان دو کے ساتھ کیا لگاں ہے  
جن کا تیسرا اللہ ہے۔ یعنی ہم دونوں تمہا نہیں  
بلکہ میرا بھائی ساتھ خدا تعالیٰ ہے جو تم کو ان اعداء کے  
شر سے محفوظ رکھے گا۔

زہری اور عروۃ بن الزبیر سے مروی ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت حزیں اور غمگین ہیں تو یہ ارشاد فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا  
اور ابوبکر کی تسکین کے لیے دعا بھی فرمائی۔ پس اللہ کی طرف سے ابوبکر پر ایک خاص کمینت اور خاص طمانیت نازل ہوئی۔ اسی بارہ میں حق جل شانہ فرماتے ہیں۔

إِذْهُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ  
لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ  
سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ  
لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ  
الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةَ  
اللَّهِ هِيَ الْعُلَى وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ<sup>(۱)</sup>

جب وہ دونوں غار میں تھے تو پیغمبر علیہ السلام  
اپنے ساتھی نے مار بے تھے تو بالکل غم نہ کھا  
یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے  
اس پر اپنی خاص تسکین نازل فرمائی اور قوت  
دی اسکو ایسے لشکروں سے جس کو تم نہیں  
دیکھتے تھے اور کافروں کی بات نیچی کی اور  
اللہ کی بات تو ہمیشہ ہی اوپر رہتی ہے اور اللہ  
تو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔

جہاں باب مناقب ابی بکرؓ  
ردلائل ابی نعیم ص ۱۱۱ وفتح الباری

## لطائف و معارف

(تحقیق نزولِ آیۃ الغار در بارۃ یارِ غارِ سید البر علیہ فضل الصلوات وکمل التحیات وعلی آلہ وازواجہ الطاہرات وعلی اصحابہ الذین ہم کاذوا بنجوم الباریۃ للبریۃ۔ لایسا علی صاحبہ فی الغار و فی الحیات و بعد المہات و رفیقہ فی الدنیاء صاحبہ علی المحض و فی روضات الجنات)

قبل اس کے کہ ہم آیت الغار کے لطائف و معارف ہدیۃ ناظرین کریں یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اول پوری آیت کو مع ترجمہ کے نقل کر دیا جائے تاکہ ناظرین قارئین کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے (وہی ہندہ)

إِلَّا تَنْصُرُنَا فَكُنْ عَلَيْنَا أَعْدَاءً ۚ هَٰؤُلَاءِ مِلَّةُ الْكَافِرِينَ  
اِذْ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَشَاقِیْ  
اَشِیْنَ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ  
لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ  
مَعَنَا فَا نَسْرِ ۚ اللّٰهُ سَكِیْنَتُهٗ عَلَیْهِ  
وَ اَیَّدْهُ بِجَبُوْدٍ ۚ كَلَمْ  
تَرَوْهَا وَ جَعَلَ کَلِمَةً  
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا السُّفٰلَ وَ کَلِمَةً  
اللّٰهُ هِیَ الْعُلَیَّ  
وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ

اگر تو لوگ رسول اللہ کی مدد نہ کرو گے تو کیا  
ہو گا۔ اللہ ان کا پہلے ہی مددگار رہا ہی  
نہ اس وقت بھی مدد کی تھی کہ جب کافروں  
نے اس کو کال دیا تھا ورنہ حالیکہ وہ دو  
میں کا دوبر تھا جب وہ دونوں غار میں تھے  
یعنی اس سفر میں صرف دو تھے ایک آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے آپ کے  
ساتھی اور یارِ غار یعنی ابوبکر صدیقؓ دو کے  
علاوہ اور کوئی شخص ہمراہ نہ تھا جس سے  
کسی سہارے کی توقع کی جاسکتی ہے جس وقت  
آپ اپنے ساتھی اور یارِ غار سے یہ کہہ رہے

(۱)

تھے کہ انہیں نہ ہو یقین بلکہ کہ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے (یعنی اس کی حمایت اور حفاظت  
ہمارے ساتھ ہے) پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی تسکین اور تسلی اتاری اور ایسے لشکروں سے

(۱) کہہ، آیۃ : ۴۰

تہجد گذشتہ صفحہ : تا تہدیک کی جن کو تم نے نہیں دیکھا (یعنی بلا سبب ظاہری کے فرشتوں کی فوج سے غارتی کی حفاظت فرمائی) اور اللہ نے کافروں کی بات نیچی کی اگر غار کے کنارے دشمنوں کو بے نیل مرام واپس کر دیا۔ اور اللہ کا بول ہمیشہ بالا ہی رہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے کہ اس نے اپنے نبی اور اس کے رفیق کو دشمنوں کے زعفر سے نکال کر بعافیت تمام مدینہ پہنچا دیا۔

حق جل شانہ اس آیت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جن فضیلتوں اور خصوصیتوں کو بیان فرمایا ہے امت میں کسی کو اس کا عشر عشر بھی نصیب نہیں ہوا۔ اب ہم ابوبکر صدیق کی وہ فضیلتیں جو اس آیت سے ثابت ہوتی ہیں اجمالاً ان کو بیان کرتے ہیں۔

### (۱)

کھانا نہ بنجا جب آل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر تل گئے اور بالاتفاق سب نے آپ کے قتل کا عزم بالجبرم کر لیا تب بحکم خداوندی آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور بحکم خداوندی ابوبکر صدیق کو اپنے ہمراہ لیا پس اگر خداوند ذوالجلال کے نزدیک ابوبکر مخلص اور صادق الایمان اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عاشق صادق نہ ہوتے تو ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو ساتھ لیجانے کی اجازت نہ دیتے اور علی نہ خود پیغمبر کو اگر ان کی صداقت اور محبت اور عشق اور خلوص پر یقین کامل نہ ہوتا تو کبھی بھی ابوبکر صدیق کو ایسے سفر میں اپنے ہمراہ نہ لے جاتے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ رسول خدا۔ کم عقل تو نہ تھے کہ دوست اور دشمن مخلص اور منافق کو نہ پہچانتے ہوں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے سفر پر خطر میں ابوبکر صدیق کو اپنے ہمراہ لے جانا اس امر کی شہادت ہے کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کو اپنا محبوب خاص اور ہم دم باختصاص اور عاشق جان نثار اور جاں باز و غم گسار سمجھتے

تھے اور حسب ارشاد باری فَلَعَا فَنَهُم بِسِيْمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ حق تعالیٰ نے حضور پر نور کو ایسا اعلیٰ درجہ کا نور فراست عطا کیا تھا کہ منافق کے چہرے اور اس کی بات ہی سے آپ پہچان لیتے تھے کہ یہ منافق ہے پس اگر بغرض مال شیعوں کے زعم میں ابوبکر منافق تھے تو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا نفاق کیسے مخفی رہا اور اگر بالفرض حضور پر نور پر مخفی رہا تو خداوند علام الغیوب پر کیسے مخفی رہا کہ اس نے اپنے پیغمبر کو ہجرت میں ایک منافق کے ہمراہ لے جانے کا حکم دیا۔

(۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حسن بصری اور سیفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ اس آیت میں حق جل و علا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرنے پر تمام عالم کو عتاب فرمایا مگر صرف ابوبکر کو اس عتاب سے مستثنیٰ فرمایا اور صرف مستثنیٰ ہی نہیں فرمایا بلکہ ایسے اڑے اور نازک وقت میں رسول خدا کی رفاقت اور مصاحبت اور معیت کو بطور مدح ذکر فرمایا۔

### (۳) ثانی اثنین

حق جل شانہ نے ثانی اثنین کے لفظ سے یہ ظاہر فرمایا کہ پیغمبر خدا کے بعد مرتبہ میں دوسرا شخص ابوبکر صدیق ہیں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ثانی اثنین کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ابوبکر شہوں اس لیے کہ خلیفہ بادشاہ کا ثانی ہوتا ہے (۱)

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حسان بن ثابت سے کہا کہ کیا تو نے ابوبکر کے بارے میں بھی کوئی شعر کہا ہے حسان نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم کہو اور میں سنا ہوں پس حسان نے یہ کہا۔

و ثانی اشین فی الغار المنیت وقد طاف العلویہ اصعد المجلا  
و کان حب رسول اللہ قد علموا من البیۃ لعل یعدل بہ سرجلا  
افرح ابن عدی و ابن عساکر من طریق الزہری عن انس رضی اللہ عنہ

### (۴) اذہما فی الغار

حق جل شانہ نے اذہما فی الغار کے لفظ سے ابوبکر صدیقؓ کا یا غار ہونا ظاہر کر دیا اور  
یا غار کی مثل یہیں سے چلی ہے جو شخص یاری اور نگہداری کا حق ادا کر دے اس کو محاورہ  
میں یا غار کہتے ہیں۔

### (۵) لصاحبہ

حق تعالیٰ نے لصاحبہ کے لفظ سے ابوبکرؓ کی صحابیت کو بیان کیا اور شیعوںؓ اور سنیوںؓ  
کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت میں لفظ صاحبہ سے ابوبکرؓ اور عری زبان میں صاحب کا  
لفظ صحابی کے ہم معنی ہے صحابی اور صاحب کے معنی میں کوئی فرق نہیں اور یہ رتبہ صرف ابوبکرؓ  
کو ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صحابیت کو قرآن میں ذکر کیا اسی وجہ سے علامہ نے تفسیرؓ کی ہے کہ  
ابوبکر صدیقؓ کی صحابیت کا منکر قرآن کریم کی اس آیت اذ یقول لصاحبہ کا منکر ہے اور قرآن  
کا انکار کفر ہے۔

اور علیؓ نہ اجماع صحابہ کا صحابی ہونا احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے ان کا  
بھی یہی حکم ہے البتہ جن حضرات کا صحابی ہونا خبر واحد سے ثابت ہوا ہے ان کی صحابیت  
کا منکر کفر نہیں کہلائے گا بلکہ مبتدع یعنی بدعتی کہلائے گا۔

ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ایک شخص سورہ توبہ کی تلاوت کرتا ہوا جب اس آیت  
پر پہنچا اذ یقول لصاحبہ لا تحزن۔ تو ابوبکر صدیقؓ سن کر روپڑے اور یہ فرمایا  
کہ خدا کی قسم یہ صاحب میں ہی ہوں (۱)



## (۶) لَا تَحْزَنْ

جب مشرکین مکہ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارتگ  
پہنچے تو غار کے اندر سے ابوبکر کی نظر ان کی پڑی۔ رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ  
اگر میں مارا جاؤ تو فقط ایک شخص ہلاک ہوگا لیکن نصیب دشمنان اگر آپ مارے گئے  
تو ساری امت ہلاک ہو جائے گی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کی  
تسل کے لیے یہ ارشاد فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ اے ابوبکر تم غمگین نہ ہو۔ تم  
تسل رکھو اور یقین جانو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے (۱)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند)  
بدیۃ الشیعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ لا تحزن جس کا مطلب یہ ہے کہ تم غمگین نہ ہو۔  
یہ لفظ ابوبکر کے عاشق صادق اور مومن مخلص ہونے پر دلالت کرتا ہے ورنہ ان کو غمگین ہونے  
کی کیا ضرورت تھی بلکہ موافق عقیدۂ شیعہ معاذ اللہ اگر ابوبکر دشمن رسول تھے تو یہ نہایت  
خوشی کا محل تھا کہ رسول اللہ خوب قابو میں آئے ہوئے ہیں۔ اسی وقت پکار کر دشمنوں کو بلا  
لینا تھا تاکہ نعوذ باللہ یہ اپنا کام کرتے۔ دشمنوں کے لیے اس سے بہتر اور کون سا موقع  
نہا مگر کہیں انصاف کی آنکھیں اگر مولیٰ ملیں تو ہم حضرات شیعہ کے لیے مولیٰ لے لیں  
اور ان کو دیں تاکہ وہ کچھ تو پاس رفاقت خلیفہ اول کریں۔

جو پاس نہ ہو محبت یہاں کہیں ملتا تو مولیٰ جیتے ہم اپنے مہربان کے کیلئے  
غار میں تنہائی تھی ابوبکر کو اس میں مار ڈالنے کا بہت اچھا موقع تھا۔ وہاں کون پوچھتا  
تھا۔ مار کر کہیں چل دیتے اور ابوبکر کے فرزند ارجمند سپہ کلاں یعنی عبداللہ بن ابی بکر غار ثور  
پر جاسوسی کے لیے مقرر تھے۔ انھیں کے ذریعہ سے دشمنوں کو اطلاع کرا دیتے یا اسما  
بنت ابی بکر جو غار پر کھانا لیکر آیا کرتی تھیں۔ ان کے ذریعہ دشمنوں کو اطلاع کرا دیتے

اگر خاندان صدیقی کو کچھ بھی عداوت ہوتی تو یہ رازواری اور جان نثاری کے معاملے نہیں ہو سکتے تھے۔

غرض یہ کہ ابو بکر کا رنجیدہ اور غمگین ہونا اور دشمنوں کو دیکھ کر رومایہ سبک خیزت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت میں تھا۔ اگر ابو بکر کو اپنی جان کا ڈر تھا تو بجائے حزن کے خوف کا لفظ مستعمل ہوتا۔ اس لیے کہ عربی زبان میں حزن کا لفظ غم کی جگہ اور فراق محبوب یا تمنا کے فوت ہو جانے کے عمل میں استعمال کرتے ہیں اور جہاں جان پر مبنی ہو اور ڈر کا مقام ہو وہاں خوف کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جب کہ طور پر گئے اور پیغمبری ملی تو خداوند تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو زمین پر ڈالو۔ ڈالا تو ایک اثر دہا بن گیا موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈر کر ایسے بھاگے کہ بچھا پھر کر بھی نہ دیکھا اس وقت خداوند کریم نے یہ فرمایا۔

يَا مُوسَى لَا تَخَفْ اِنِّي لَا يَخَافُ لِي الْمُرْسَلُونَ  
اے موسیٰ! ڈر مت۔ میرے پاس میرے  
رسول ڈر نہیں کرتے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس اثر دہا سے اپنی جان کا اندیشہ ہوا تب بھاگے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تسلی فرمائی کہ ڈر مت اور یوں نفرا یا لاجزن یعنی رنجیدہ اور غمگین نہ ہو اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے جب ایک قطبی کو مار ڈالا اور فرعون کے لوگوں نے ان کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام وہاں سے ڈر کر بھاگے اس موقع پر حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا  
یعنی نکلے موسیٰ وہاں سے ڈرتے ہوئے۔

اور میسوں جگہ خوف کا لفظ کلام اللہ میں موجود ہے جہاں کہیں ہے یہی معنی ہیں اور جہاں غم کا مقام ہے وہاں حزن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اندیشہ ہے کہ تم یوسفؑ کے غم میں کہیں مر نہ جاؤ۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا۔  
 إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (۱) یعنی میں اپنی پریشانی اور غم کو خدا سے کتا ہوں  
 اس مقام پر حزن کا لفظ استعمال فرمایا۔ خوف کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

علامہ ازیں اور بھی بہت سی آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حزن کے اور معنی ہیں اور خوف کے اور معنی ہیں۔ کما قال تعالیٰ۔

تَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا فرشتے رحمت کے ان پر اتارتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ نہ تم ڈرو اور نہ تم غم لگین۔ (۲)

اگر حزن اور خوف کے ایک ہی معنی ہوتے تو ممکنہ کہنے کی کیا ضرورت تھی صحیح یہ ہے کہ غم اور چیز ہے اور خوف اور چیز ہے۔ خوف اسے کہتے ہیں کہ کچھ آگے کا اندیشہ ہو اور غم یہ ہے کہ بالفعل دل کی تباہی سے نکل جائے۔

نیز غم خوشی کے مقابل میں بولا جاتا ہے اور خوف ایمان کے مقابل میں مثلاً جب کسی کا کوئی عزیز و اقارب مر جاتا ہے تو اس پر جو حالت پیش آتی ہے اس کو غم کہتے ہیں۔ خوف کوئی نہیں کتا اور اگر کسی کا لڑکا دیوار پر چڑھ جائے اور وہاں سے اندیشہ ہو کہ گر کر مر جانے کا ہو تو اس اندیشہ کو البتہ خوف کہیں گے لیکن کوئی نادان بھی اس کو غم نہ کہے گا۔ البتہ غم عین مصیبت کے وقت جو حالت ہوتی ہے اسے کہتے ہیں اور خوف مصیبت کی آمادگی کی کیفیت کا نام ہے اور اگر بیاس خاطر شیعہ لَّا تَحْزَنُ کو بھی ہم یعنی لاسف ہی سمجھیں تب بھی ہمارا چنداں نقصان نہیں اس لیے کہ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے۔ اے ابوبکر مت ڈرو ظاہر ہے کہ ابوبکر جو خوفناک ہوں گے اور ان

کو جو اپنی جان کا کھٹکا ہوگا تو اسی سبب ہوگا کہ کفار کو ان کے ساتھ دشمنی ہوگی اور وہ دشمنی بھی بوجہ اسلام ایمان ہوگی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کی کیا ضرورت تھی اور پھر وہ بھی اس قدر کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

(۷) اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لائحہ عمل کے بعد ابوبکر کو تسلی دی کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ تم مایوس اور غمگین نہ ہو تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عنایات ہمارے ساتھ ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تو مسلمانوں کی طرفداری اور حمایت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اور اس قسم کے کلمات سے اللہ تعالیٰ کا کلام بھر پڑا ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے ضمن میں اس بات پر مشتبہ کر دیا کہ ابوبکر صدیق سے بھی کفر دشمنی رکھتے تھے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ان کی تسلی کرتے اور خدا کیوں ان کے ساتھ ہوتا اور یہیں تو اتنا ہی بہت ہے کہ خدا ان کے ساتھ اسی طرح ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے ایک ہی لفظ یعنی معاً سے دونوں کی مددگاری کو بیان فرمایا ہے اور دو لفظ نہ فرماتے یعنی ان اللہ معی و معک نہ فرمایا جس کے یہ معنی ہوتے کہ خدا میرے ساتھ ہے اور تیرے ساتھ بھی ہے تو اس سے اور بھی واضح ہو گیا کہ جس طرح خدا تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

نیز ان اللہ معاً جملہ اسمیہ ہونے کی وجہ سے دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کی معیت اور نصرت اور حمایت ہمیشہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی اور اللہ کبھی ان سے جدا نہ ہوگا اور بالفرض اگر یہ جملہ ہمیشگی پر دلالت بھی کرے

ذاتی بات تو شیعوں کو بھی تسلیم کرنی ہی پڑے گی۔ کہ اس وقت خاص میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی ہمراہی اور ہمدی میں شریک تھے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ خداوند ذوالجلال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی علیحدہ اور جدا ہوا اور ان کی ہمراہی اور طرفداری چھوڑ دے۔ سو ان اللہ معنایں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی دائمی ہوگا۔ کیوں کہ دونوں کے حصے ملے ملے ہیں۔ بٹے ہوتے نہیں ایک مع کالفظ دونوں کے لیے معاً استعمال فرمایا ہے۔ ہر ایک کے لیے جدا جدا مع کا لفظ نہیں استعمال فرمایا یعنی معی و معک نہیں فرمایا۔

نیز ان اللہ معنایں نے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی معیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کی نفس ذات کے ساتھ ہے۔ کسی شرط پر موقوف نہیں اس لیے کہ اگر لا تحزن کے بعد اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ فرماتے تو یہ گمان ہوتا کہ اللہ کی معیت اور ہمراہی ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ جب ایمان گیا تو ہمراہی بھی ساتھ گئی اور در صورتیکہ ہمراہی بلا کسی شرط کے ہو تو وہ دائمی ہوگی اس میں نفاذ کا احتمال نہ ہوگا۔ الحاصل چونکہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وغیرہ جو کسی وصف پر دلالت کرے نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی معیت اور ہمراہی ابوبکر کی ذات اور جان کے ساتھ ہے کسی وصف کے ساتھ نہیں۔

یہ ہم نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا خلاصہ ذکر کیا۔ تفصیل اگر درکار ہے تو اصل ہدیۃ الشیعہ کی مراجعت کریں۔

فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے یہ کہا۔ اِنَّا لَمُدْرٌ حُكُونٍ یعنی بے شک ہم تو اب پکڑ لیے گئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کَلَّا جَ اِنْ مَعِيَ سَوْفَی سَیْمُہْدِیْنِ۔ ہرگز نہیں تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے۔ یقیناً مجھ کو راہ بتلائے گا

موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی معیت کو صیغہ مفعول کے ساتھ بیان فرمایا یعنی  
مَعِيَ فرمایا یعنی میرے ساتھ ہے اور مَعَنَا صیغہ جمع کے ساتھ نہ فرمایا جس کے معنی یہ  
ہوتے ہیں کہ وہ ہم سب کے ساتھ ہے۔ غرض یہ کہ موسیٰ علیہ السلام معیت ربانہ کو اپنی  
ذات بابرکات کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اپنے اصحاب کو اس معیت میں سے کوئی  
حصہ اور بہرہ نہ عطا فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَخْزَنَ إِنَّ اللَّهَ مَعَ  
مِیْنِ صیغہ جمع استعمال فرمایا یعنی اے ابوبکر تو تم تکین نہ ہو بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ  
ہے اپنے خداوند الجلال کی معیت اور ہمراہی کو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص نہ فرمایا بلکہ  
اپنے محب خاص اور ہمدم با اختصاص کو بھی اس میں بھی شریک فرمایا۔

نیز موسیٰ علیہ السلام کی معیت یسعیت ربانیہ تھی جس کو موسیٰ علیہ السلام نے اسم رب کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ مِیْرے ساتھ میرا رب پروردگار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت یسعیت الہیہ تھی جس کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے اسم اللہ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے اپنے اللہ جلیل جلالت کی معیت کو اسم جلیل اور اسم اعظم کے ساتھ ذکر فرمایا جو تمام صفات کمال کو جامع ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی معیت کو اسم رب کے ساتھ ذکر فرمایا۔ (بہ التوضیح و تشریح ما قالہ العارف اللبان قدس اللہ روحہ و متعنا بعلمہ و برکاتہ آمین ثم آمین۔ (کذا فی المواہب)

۸۔ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُكُوتَهُ، عَلَيْهِ، یعنی اللہ نے آپ پر اپنی تشکیم نازل فرمائی اور پھر آپ کی برکت سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس سے حصہ عطا فرمایا جیسا کہ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو بکر کیلئے دُعا فرمائی

تو اللہ کی طرف سے ابوبکر پر سکینت نازل ہوئی۔ خصائص اکبری ص ۱۸۵  
ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سکینت سے طمانیت مراد ہے علامہ ہروی  
فرماتے ہیں سکینت ایک خاص شے کا نام ہے جو تین چیزوں کی جامع ہوتی ہے۔ نور  
اور قوت اور روح۔ نور سے قلب روشن اور منور ہو جاتا ہے۔ دلائل ایمان اور حقائق  
ایقان اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ حق اور باطل ہدایت اور ضلالت شکک اور  
یقین کا فرق اس پر واضح ہو جاتا ہے۔

قوت سے قلب میں عدم اور استیصال پیدا ہوتا ہے حتیٰ جل جلالہ کی اطاعت اور  
بندگی کے وقت اس کو خاص نشاط حاصل ہونے لگتا ہے اور اسی قوت کی وجہ سے  
قلب۔ نفس کے تمام دواعی اور مقصیات کے مقابلہ میں غالب اور کامیاب رہتا  
ہے اور روح سے قلب میں حیات اور زندگی پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے قلب  
خواب غفلت سے بیدار ہو کر خدا کی راہ میں چست اور چالاک ہو جاتا ہے۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ غزوہ خندق میں عبداللہ بن رواحہ کا یہ جزآنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھا۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا  
لے اللہ اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے  
فانزلن سکینۃ علینا

پس تو اپنی خاص تسکین اور طمانیت ہم پر نازل فرما۔ تفصیل کے لیے مدارج  
السلکین ص ۲۶۹ کی مراجعت کریں۔

مشہور قول یہ ہے کہ علیہ کی ضمیر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے  
اور ابن عباس سے مروی ہے کہ علیہ کی ضمیر صاحب یعنی ابوبکر کی طرف راجع ہے اس  
لیے کہ لفظ صاحبہ قریب ہے اور ضمیر قریب کی طرف راجح کرنا زیادہ بہتر ہے نیز فاضل

کی فار بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ لائحہ عمل پر تفریع ہے اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جب ابوبکر صدیقؓ جزین غلگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی سکینت و طمانینت نازل کی تاکہ ان کے قلب کو سکون ہو جائے اور ان کا غم اور پریشانی دور ہو جائے<sup>(۱)</sup> اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ فَانْزَلَ اللّٰهُ سَبَكِيْنَتَهٗ عَلَیْہِ میں علیہ کے ضمیر ابوبکرؓ کی طرف راجع ہو۔ علامہ سیلوی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل تفسیر کے نزدیک علیہ کی ضمیر ابوبکرؓ کی طرف راجع ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پہلے ہی سے سکون اور اطمینان حاصل تھا اور بعض علماء کے نزدیک علیہ کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور ابوبکر صدیقؓ بتبعیت اس میں داخل ہیں اور مصحف حفصہ میں اس طرح ہے۔ فَانْزَلَ اللّٰهُ سَبَكِيْنَتَهٗ عَلَیْہِمَا علیہ کے بجائے علیہما بضمیر تثنیہ وارد ہوا ہے۔

#### (۹) وایدہ بجنود لم تروہا :

اور قوت دی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے لشکروں سے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ نے غار ثور پر فرشتوں کا پہرہ لگا دیا جس کی وجہ سے مشرکین کے دلوں پر ایسا رعب چھایا کہ غار کے اندر جھانکنے کی ہمت نہ ہوئی جیسے اصحاب کعبہ کے غار پر من جانب اللہ ایک خاص رعب ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص اس غار کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتا کما قال تعالیٰ لَوْ اَظْلَعْتَ عَلَیْہُمْ لَوَکِیْتُ مِنْہُمْ فِرَارًا وَّمَلَلْتُ مِنْہُمْ رُغْبًا۔

چنانچہ معجم طبرانی میں اسما بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ جب قریش آپ کو تلاش کرتے کرتے غار تک پہنچے تو ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص جبرائیل غاب کے سامنے کھڑا ہے ہم کو ضرور دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں فرشتے

(۱) روح المعانی ج : ۱۰، ص : ۲۷ (۲) روض الانف ج ۲، ص : ۵



ہم کو اپنے پروں سے پھیپائے ہوتے ہیں اتنے ہی ہیں و دشخص غار کے سامنے بیٹھ بیٹھ کر  
کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا اگر شخص ہم کو دیکھتا ہوتا تو ہمارے  
سامنے بیٹھ کر بیٹھ نہ کرتا (۱) اور اسی طرح مسند ابی یعلیٰ میں حضرت عائشہ نے حفصہ ابوبکر  
سے روایت کیا ہے۔

بعض علماء نے وایدہ کی ضمیر بھی ابوبکر کی طرف راجع کی ہے جس کی تائید انس بن  
مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے یہ کہا۔

یا ابابکر ان اللہ انزل سکینتہ علیک اے ابوبکر اللہ نے تجھ پر اپنی سکینت اور طمانیت  
وایدک الخ (۲)

(۱۰) وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَكِيمٌ

اور اللہ نے کافروں کی بات کو نیچا کیا اور ان کی تدبیر کو ناکام کیا۔ کہ غار کے کنارہ سے  
دشمنوں کو بے نیل مرام واپس کیا اور تائید غیبی سے آپ کی حفاظت فرمائی۔ فرشتوں کا پہرہ  
غار پر مقرر کر دیا اور ایک مکڑی کے جالے کو جسے اوجھن البیوت بتلایا ہے اس کو اسی قلعہ  
سے بڑھ کر حفاظتی ذریعہ بنادیا اور اللہ کی بات ہمیشہ اونچی اور بلند رہتی ہے۔ اللہ نے اپنے  
نبی کو مع اس کے یار غار کے صبح و سالم مدینہ منورہ پہنچا دیا اور راستہ میں جو سراقہ گرفتاری  
کے ارادہ سے ملاوہ خود ہی آپ کے دام الحاح کا اسیر اور گرفتار بلکہ ہمیشہ کے لیے  
غلام بن گیا اور غالب اور حکمت والا ہے اس کی قدرت اور حکمت سب پر غالب  
رہتی ہے اور یہ سب کچھ اس کی تائید غیبی اور معیت اور نزول ملائکہ کا جو سکینت لے  
کر آتے تھے اس کا اثر تھا۔

اور اہل فہم پر نیغی نہیں کہ جس یار غار اور محب جان شمار کو پیغمبر خدا کی رفاقت میں اللہ تعالیٰ شانہ کی معیت اور سیکنت اور طمانینت اور تائید ملائکہ سے حصہ ملا ہو اس کا منافق اور مرتد ہونا ناممکن اور محال ہے۔

پس جس خدا نے سفر ہجرت میں بلا سبب ظاہری کے اپنے نبی کی حفاظت کی اور دوسرے موقعوں پر بھی اپنے نبی کی حفاظت کر سکتا ہے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ خدا اپنے نبی اور نبی کے یار غار کی حفاظت کے لیے کسی کی نصرت و اعانت کا مخلص ہے۔  
منت منہ کہ خدمت سلطان ہی کنی منت شناس ازو کہ بخد مت بداشت

### خلاصہ کلام

یہ کہ حق تعالیٰ نے ان آیات میں سفر ہجرت میں ابوبکر کی مرافقت کا قصہ جس شان سے بیان کیا وہ اُن کی فضیلت اور ان کی جان شاری کی سند اور شہادت ہے جس کا متعصب دشمنوں نے بھی اقرار کیا ہے چنانچہ حملہ حیدری کے چند اشعار مدیہ نظر میں کیے جلتے ہیں۔

چو سالم بحفظ جہاں آفرین	چنین گفت رادی کہ سالار دین
بسوئے سرائے ابوبکر رفت	ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت
کہ سابق رسوش خبر داده بود	پستے ہجرت اونیں آمادہ بود
بگوشش ندائے سفر در کشید	نبی بر درخانہ اش چوں رسید
زخانہ بروں رفت و ہمراہ شد	چو بوجہ زان حال آگاہ شد
نبی کند نعلین از پائے خویش	گرفتند پس راہ یثرب پیش
پستے خود ز دشمن نہفتن گرفت	بسویچہ آں راہ رفتن گرفت
قدوم فلک سائے مجروح گشت	چو رفتند چندے ز دامان دشت
ولے زیں حدیث است جائے شگفت	ابوبکر انکہ بدوششن گرفت

کہ در کس چنان قوت آید پدید  
 برفتند القصہ چندے دگر  
 بختند جائیکہ باشد پناہ  
 بدیدند غارے دران تیرہ شب  
 گرفتند در جوف آن غار جائے  
 بہر جا کہ سوراخ یا رخسہ دید  
 بدیگرنہ تاشد تمام اس قبہ  
 بران رخسہ گرینداں یار غار  
 نیامد جز ادا این شرف از کسے  
 بغار اندرون در شب تیسرہ فام  
 دران تیرہ شب یک بیک چون شمر د  
 نیاید چنین کارے از غیمہ او  
 کہ با خبرت تو اندک شید  
 چو گردید پید انسان سحر  
 ز چشم کان در کیسوز راہ  
 کہ خواندے عرب غار ثور رش لقتب  
 ولے پیش بنہاد بوبکر پاتے  
 قبارا بدرید و آن رخسہ چید  
 یکے رخسہ نگر فتنہ ماند از قصہ  
 کف پاتے خود را نمود استوار  
 کہ دور از خسرو می نماید بے  
 چنان دید سوراخ ہار اتمام  
 یکے کامد افسردوں برویا فشر د  
 بدینسان چو پرواخت از رفت درو

### در آمد رسول خدا ہم بعنار

#### نشتند یک جا ہسم ہر دو یار

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر پر خطر میں ابوبکرؓ کو اپنے ہمراہ لیا اولاً خود ابوبکر صدیقؓ کے گھر گئے اور وہاں سکونوں ساتھ روانہ ہوئے اور ابوبکرؓ نے پیغمبر خداؐ کو اپنے دوش پر چڑھایا اور اول خود غار میں اترے اور اس کو صاف کیا اور اپنے قبار کو چاک کر کے اس کے سوراخوں کو بند کیا اور ایک سوراخ جو باقی رہ گیا تھا اس کو اپنے کف پا سے بند کیا۔ یہ تمام امور ابوبکر صدیقؓ کے صدق اور اخلاص اور عشق اور محبت کے دلائل اور براہین ہیں نہ کہ نفاق اور عداوت کے اگر حضرات خبیثہ کے نزدیک یہ نفاق کی نشانیاں ہیں تو

معلوم نہیں کہ پھر عشق اور محبت کی کیا علامتیں ہیں پھر یہ کہ تین دن آپ غار میں رہے اور کھانا ابو بکر صدیق کے گھر سے آتا رہا۔ پھر تیسرے دن ابو بکر صدیق کے بیٹے دو لونڈیاں لیکر غار پر حاضر ہوئے ایک پر آپ سوار ہوئے اور اپنے ساتھ ابو بکر کو سوار کیا اور دوسری اہل ثقیف پر عام شتر بان سوار ہوا ابو بکر صدیق کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس شان سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے چنانچہ صاحب حملہ حیدری نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

بنار اندر دل تاسہ روز دسہ شب	بسر برد آن شر بفرمان رب
شدے پور بوبکر ہنگام شام	رساندے در آن غار آب و طعام
نمودے ہم از حال اصحاب شر	حبیب خداے جہاں را خبر
کہ ہستند در جستجو آں گروہ	شب و روز در شہر و صحرا و کوہ
و گر رایعے بود عامر بنام	کہ کردے شبانی بہ بیت المحرام
کہ اونیز اسلام آورده بود	ز ابریق ترفیق می خوردہ بود
شدے شب بہ نزد بشیر و نذیر	بہرے بر شش ہدیہ جامی ز شیر
جزیشان دگر از صدیق و عدو	نہیچکس واقف از راز او
نبی گفت پس پور بوبکر را	کہ اے چوں پدراہل صدق و صفا
دو جہازہ باید کنون راہ وار	کہ مارا رساند بہ یثرب دیار
برفت از برش پور بوبکر زود	بدنبال کارے کہ فرمودہ بود
بگفتش فلاں روز وقت سحر	دو جہازہ بہر سیمبر بہر
از وجملہ دارایں سخن چوں شنود	دو جہازہ در دم مہیت نمود

حاشیہ صفحہ گذشتہ : علامہ شاعر کا یہ اعتراض کہ اندھیری رات میں تمام سوراخوں

کو آنکھ سے کیسے دیکھا۔ صحیح نہیں سوراخ کو آنکھ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاتھ سے ٹٹول کر بھی سوراخ معلوم ہو سکتا ہے۔

تھی شد از ان قوم آن کوہ و دشت      رسول خدا عازم راہ گشت  
 بصبح چہارم برآمد ز عمار      دو جہازہ آوردہ بدحیلہ دار  
 نشست از بریک شتر شاہ دین      ابو بکر را کردہ با خود ستار  
 برآمد بر آن دیگرے حیلہ دار      بہرہ او گشت عامر سوار

### رجوع بقصۃ عمار

تین روز تک آپ اسی غار میں چھپے رہے عبداللہ بن ابی بکر تمام دن مکہ میں رہے اور مشرکین کی خبریں معلوم کرتے اور شب کو آکو تمام حالات سے آگاہ کرتے اور سویرے ہی وہاں سے نکل جاتے اور عامر بن فہرہ (ابو بکر صدیق کے آزاد کردہ غلام) عمار کے بعد جب اندھیرا ہو جاتا تو بکریاں لے کر وہاں حاضر ہو جاتے تاکہ بقدر حاجت دودھ پی لیں۔ اس طرح تین راتیں غار کے اندر گزاریں۔ تین روز کے بعد عبداللہ بن اریقط وکلی (جو ہبری کے لیے اجرت پر مقرر کیا گیا تھا) حسب وعدہ صبح کے وقت

علیہ عبداللہ بن ابی بکر صدیق اکبر کے فرزند ارجمند تھے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اپنے باپ کے زمانہ مخالفت میں اپنے باپ سے پہلے وفات پائی۔ اصحاب ص ۲۸ ج ۲ ص ۲۸۳ عامر بن فہرہ سابقین اولین میں سے ہیں طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے جو ان کو سخت تکلیفیں دیتا تھا۔ ابو بکر صدیق نے عامر کو طفیل سے خرید کر آزاد کیا۔ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور غزوہ بدر میں شہید ہوئے اور ان کی لاش آسمان پر اٹھائی اور پھر زمین پر رکھ دی گئی (اصحاب وغیرہ ص ۲۸۳ حافظ عبد الغنی مقدسی اور علامہ سیوطی اور علامہ زوی فرطی میں ہر کوئی سند صحیح سے عبداللہ بن اریقط کا اسلام معلوم نہیں ہوا اور یہی صحیح ہے البتہ واقدی نے ان کا مسلمان ہونا بیان کیا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم زرقانی ص ۳۱ ج ۱ اصحاب ص ۲۸۳ ص ۲۸۳ عبداللہ بن ابی بکر مکہ میں رہ گئے اور عبداللہ بن اریقط بغرض ہبری سفر میں آپ کے ساتھ مدینہ گئے۔ مدینہ سے واپس ہو کر مکہ آیا اور ان دونوں بزرگوں بخیریت مدینہ پہنچ جانے کی عبداللہ بن ابی بکر کو اطلاع کی۔ اس اطلاع کے بعد عبداللہ بن ابی بکر۔ صدیق اکبر کے اہل و عیال کو لیکر مدینہ روانہ ہوئے۔

دو اونٹنیاں لے کر غار پر حاضر ہوا۔ متعارف اور مشہور راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستے سے ساحل کی طرف سے آپ کو لے کر چلا۔ بخاری شریف باب الحجۃ

ایک اونٹنی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے اور دوسری پر ابوبکر سوار ہوتے اور اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیر کو خدمت کے لیے ساتھ لیا اور اپنے پیچھے بٹھایا۔ اور عبداللہ بن اریقظ (اپنے اونٹ پر بیٹھ کر راستہ دکھلانے کے لیے آگے آگے چلا۔ (۱)

فیج عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک اونٹنی پر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور اپنے پیچھے ابوبکر کو سوار کیا اور دوسری اونٹنی پر عبداللہ بن ابی بکر اور عامر بن فہیر سوار ہوئے (۳) مگر صحیح پہلا ہی قول ہے اس لیے کہ حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ اس سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے ساتھ سوار عامر بن فہیر کے کوئی اور رفیق طریق نہ تھا اور تیسرے اونٹ پر عبداللہ بن اریقظ سوار ہوا اور عام شاہراہ کو چھوڑ کر ایک غیر مشہور راستہ اختیار کیا۔

صدیق اکبر جب اسلام لائے تو اُس وقت اُن کے پاس چالیس ہزار دہم تھے خدا کی راہ میں اور غلاموں کو خرید خرید کر خدا کے لیے آزاد کرنے میں سب روپیہ خرچ ہو چکا تھا جس میں سے صرف پانچ ہزار باقی تھا وہ ہجرت کے وقت اپنے ساتھ لے لیا۔ مدینہ منورہ کو مسجد نبوی کے لیے زمین خریدی وغیرہ وغیرہ سب ختم ہو گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر جب مرے ہیں تو ایک دینار اور ایک دہم بھی باقی نہیں چھوڑا (۵) عبداللہ بن اریقظ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کو ہمراہ لیے ہوئے اسفل مکہ سے نکل کر ساحل کی طرف جھکا اور اسفل عسقلان سے گزرتا ہوا منزل بمنزل ہوتا ہوا قبا میں داخل ہوا (۴)

(۲) زرقانی ج: ۱، ص: ۳۴۰ (۳) مدارج النبوت ج: ۲، ص: ۸۵ مکہ قول (۴) البخاری

فاما ہابرا حلیتہما صبیح ثلاث - زاد سلم بن عقبہ عن ابی ابن شہاب حتی اذا ہذا ات عنہما

(فائدہ) اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکل کر ابوبکر کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو اپنے ہمراہ لے کر غارِ قدیم میں جا چھپے تو کفار نے اگر آپ کے مکان کا محاصرہ کیا جب وہاں آپ کو نہ پایا تو آپ کی تلاش میں مشغول ہو گئے اور ہر طرف آدمی دوڑاتے اور تلاش کرتے ہوئے غارِ قدیم کے منہ پر پہنچ گئے مگر خدا تعالیٰ نے تاریخِ عکسبت سے وہ کام لیا کہ جو صدائے آہنی سے بھی نہیں چل سکتا تین روز تک آپ غار میں چھپے رہے اور کفار تین دن تک تلاش میں لگے رہے جب کفار ناامید ہو گئے اور تھک کر بیٹھ گئے اور باوجود اس اشتہار اور اعلان کے کہ جو شخص اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر کو پکڑ کر لائے گا، اُس کو سوانٹِ انعام ملے گا پھر بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی تو تلاش سست پڑ گئی اس وقت اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر غار سے نکل کر بلہ ساحلِ مدینہ منورہ روانہ ہوئے وہ لوگ ابوبکر سے خوب واقف تھے رسول اللہ علیہ وسلم سے ابھی طرح واقف نہ تھے راستہ میں جو شخص قتلہ ابوبکر سے آپ کی بابت دریافت کرتا کہ یہ کون ہیں جو تمہارے سامنے بیٹھے ہیں ابوبکر فرماتے ہیں ہذا رجل یمدینی السبیل یعنی یہ شخص مجھ کو راستہ بتلاتا ہے اور مرویہ لیتے کہ آخرت اور خیر کا راستہ بتلاتے ہیں (بخاری شریف ص ۵۵۱)

جامعہ صلیحہ ثلاثہ  
الاصوات جلد ۱ صاحبہا یبعین ہما فانطلقا معہما بعا من فہیۃ یخمد ہما و یجینہما یرثہ  
ابوبکر و یعقبہ لیس معہما غیرہ - فتح الباری ص ۱۸۱ باب الحجۃ و الذب عنہما و ذلک

(۵) الامالیہ ج ۲: ص ۳۲۲ (۶) فتح الباری ج ۲: ص ۱۸۶

عہ حافظ ابن کثیر رحمہ: وقد لقا الی الخلافۃ ما فیہ ثلاثۃ ایام لیسکن الیہما و ذلک  
لان الشریکین حین فقد و ہما کما تقدم ذہبوا فی طلبہما کل مذهب من سائر الجہات  
و جعلوا من ردمہا او احدہما مائتۃ من الابل و اقتصوا آثارہا حتی اختلط علیہم  
و کان الذی یتقصد الاثر لقریش سراقۃ بن مالک بن جعشم کما تقدم البدایۃ و النہایۃ  
ص ۱۸۲ اور سیرۃ ابن ہشام کے الفاظ یہ ہیں حتی اذا مضت الثلاث و سکن عنہما الناس  
انہما صلیحہما استاجراہ بعیہما و بعیہ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۸۲ اور ابن شہاب کی

## تاریخ روانگی:

بیعت عقبہ کے تقریباً تین ماہ بعد یکم ربیع الاول کو آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ احادیث متواتر سے یہ ثابت ہے کہ آپ دو شنبہ کے روز مکہ سے نکلے اور دو شنبہ ہی کو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ لیکن محمد بن موسیٰ خوافی فرماتے ہیں کہ آپ مکہ سے پنجشنبہ کو نکلے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ مکہ سے آپ بروز پنجشنبہ نکلے۔ تین روز غامیہ ہے دو شنبہ کو غار سے نکل کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے (۱)

اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی روانگی کے بعد کچھ لوگ میرے باپ کے گھر پر آئے جن میں ابو جہل بھی تھا پوچھا این ابوک تیرا باپ (ابو بکر) کہاں ہے میں نے کہا واللہ مجھ کو معلوم نہیں۔ ابو جہل نے اس زور سے میرے ٹھانچہ مارا کہ جس سے کان کی بالی گر پڑی (۲)

## قصہ ام مہاجر رضی اللہ عنہا

غار سے نکل کر آپ نے مدینہ منورہ کا راستہ لیا۔ راستہ میں ام مہاجر خیمہ پر گزرتھا۔ ام مہاجر ایک نہایت شریف اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ خیمہ کے دالان میں بیٹھی رہتی تھیں۔ قاتلہ نبوی کے لوگوں نے ام مہاجر سے گوشت اور کھجور خریدنے کی غرض سے کچھ دریافت کیا مگر کچھ نہ پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جو خیمہ پر پڑی تو خیمہ کی ایک جانب میں ایک بکری دیکھی۔ دریافت فرمایا یہ کیسی بکری ہے ام مہاجر نے کہا یہ بکری لاغر اور دہلی ہوئے کی وجہ سے

حاشیہ صفحہ گزشتہ: روایت میں یہ لفظ ہے: حتی اذا هدأت عنہما الاصوات جاء صاحبہما

بجعیہما فانطلقا معہما بعامر بن نفیلہ یخدماہما ویعینہما یدفہ ابو بکر و

یعقبہ لیس معہما غیلہ۔ فتح الباری ص ۱۸۶ ج ۷

(۱) زرقانی ج: ۱، ص: ۳۲۵ (۲) سیو ابی ہشام ج: ۱، ص: ۱۷۲



بکریوں کے گلہ کے ساتھ جنگل نہیں جاسکی۔ آپ نے فرمایا اس میں کچھ دودھ ہے۔ ام معبد نے کہا اس میں کہاں سے دودھ آیا۔ آپ نے فرمایا کیا مجھ کو اس کا دودھ دوہنے کی اجازت ہے۔ ام معبد نے کہا میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں اگر اس میں دودھ ہو تو آپ ضرور دوہ لیں۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن پر دست مبارک رکھا۔ تھن دودھ سے بھر گئے اور آپ نے دودھ دُھنا شروع کیا۔ ایک بڑا برتن جس سے آٹھ دس آدمی سیراب ہو جائیں۔ دودھ سے بھر گیا۔ اول آپ نے ام معبد کو دودھ پلایا۔ یہاں تک کہ ام معبد سیراب ہو گئیں۔ بعد ازاں آپ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا اور اخیر میں آپ نے پیا۔ اس کے آپ نے پھر دودھ دو با یہاں تک کہ وہ بڑا برتن بھر گیا آپ نے وہ برتن ام معبد کو عطا کیا اور ام معبد کو بیعت کر کے روانہ ہوئے جب شام ہوئی اور ام معبد کے شوہر ابو معبد کبریاں چکر چکر چلے گئے دیکھا کہ ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا رکھا ہے بہت تعجب سے دریافت کیا اے ام معبد یہ دودھ کہاں سے آیا اس بکری میں تو کہیں دودھ کا نام نہیں تھا۔ ام معبد نے کہا کہ آج یہاں سے ایک مرد مبارک گذرا خدا کی قسم یہ سب اسی کی برکت ہے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا فدا ان کا کچھ حال تو بیان کرو۔ ام معبد نے آپ نے غلّیہ مبارک اور خدا دا عظمت جلال ہیبت و وقار کا نقشہ کھینچ دیا جو بالتفصیل مستدرک میں مذکور ہے۔

ابو معبد نے کہا میں سمجھ گیا واللہ یہ وہی قریش والے آدمی ہیں۔ میں بھی ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا اور ادھر ہاتھ غیبی نے مکیں یہ اشعار پڑھے آواز تو سنائی دیتی تھی مگر اشعار کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا وہ اشعار یہ ہیں۔

جَزَى اللَّهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ  
رَفِيقَيْنِ حَلَاخِيمَتِي أُمِّ مَعْبِدٍ  
اللہ تعالیٰ ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمہ میں اترے۔

هَذَا نَزَلَ هَا بِأَلَمِ هُدًى فَاهْتَدَتْ بِهِ فَقَدْ فَازَ مَنْ أَمْسَى رَفِيقَ مُحَمَّدٍ  
 دونوں ہدایت کو لے کر اترے پس ام مہدی نے ہدایت قبول کی اور مراد کو پہنچا جو شخص  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سفر میں رفیق رہا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ  
 رِيَهُنْ أَبَا بَكْرٍ سَعَادَةً حَبِيبَةً بِصُحْبَتِهِ مَنْ يُسْعِدِ اللَّهُ يُسْعِدِ  
 ابوبکر کو آپ کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے جو سعادت اور خوش نصیبی حاصل ہوئی وہ  
 ابوبکر کو مبارک ہو اور جس کو خدا خوش نصیب کرے وہ ضرور خوش نصیب ہوگا ۔

رِيَهُنْ بَنَى كَعْبَ مَقَامَ قَتَانَهُمْ وَمَقْعَدَهَا لِلْمُؤْمِنِينَ بِمَرْصَدٍ  
 مبارک ہو بنی کعب کو ان کی عورت کا مقام اور اہل ایمان کے لیے اُس کے ٹھکانہ کا کام آنا  
 سَلُّوا اُخْتُكُمْ عَنْ شَاتِرَتِهَا وَانَايُهَا فَإِنَّكُمْ إِن تَسْأَلُوا النَّاسَ تَشْهَدُ  
 تم اپنی بہن اسکی بچی اور بڑی کا حال تو دریافت کرو اگر تم بکری سے بھی دریافت کرو گے تو بکری بھی گواہی دیگی  
 دَعَاهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّيْتُ عَلَيْهِ صِرَاحُ الشَّاةِ مَزِيدٍ  
 آپ نے اس سے ایک بکری مانگی پس اس نے اس قدر دودھ دیا کہ کف سے بھر رہا تھا  
 فَغَادَسَ هَا هُنَالِكَ هَا الْعَالِبُ يَرِدُ دَهَا فِي مَصْدَرِ ثَوْمٍ وَرِدٍ  
 پھر وہ بکری آپ اسی کے پاس چھوڑ آئے جو ہر آنے اور جانے کے لیے دودھ پھوڑتی تھی  
 حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب ہاتھ کے یہ اشعار پہنچے تو حسان نے  
 اس کے جواب میں یہ اشعار فرمائے ۔

لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ غَابَ عَنْهُمْ نَبِيُّهُمْ وَقَدْ سَ مَنْ يَسْرِي إِلَيْهِ وَيَفْتَدِي  
 البتہ خائب خاسر ہوئے وہ لوگ جنہیں سے انکا پیغمبر چلا گیا یعنی قریشؓ، اور پاک اور مقدس ہو گئے  
 وہ لوگ جو صبح شام اس نبی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں ۔ یعنی انصار ۔

علہ این ہشام کی روایت میں یہ صریح اس طرح ہے ہَا نَزَلَ بِالرَّمِّ تَرَدُّوا سَبْعًا ابْنُ بَنِي مَرْثَدَةَ وَالرَّبِيعَةُ وَالنَّاسِ سَبْعًا ۱۸۹

حافظ ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ ام مہدی اور ابوبکرؓ دونوں مشرفِ اسلام ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے ایک خدمت میں نظر پڑا

تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عَنْوَلُهُمْ وَحَلَّ عَلَى قَوْمٍ يُؤْمِرُ مُجَبِّدُ  
اس نبی نے ایک قوم سے کوچ کیا ان کی عطیلیں ترسائے ہوئیں اور ایک دوسری قوم پر خدا کا ایک  
ایک نیا نور لے کر اترے۔

هَذَا هُمْ بَعْدَ الضَّلَالَةِ سَرَّاهُ قَارَشَدَهُمْ مَنْ يَتَّبِعِ الْعَقَّ يَرْشُدُ  
خدا نے گمراہی کے بعد اس نور سے ان کی رہنمائی کی اور جو حق کا اتباع کرے گا وہ ہدایت پائے گا  
وہل یستوی ضلال قوم تَسَفَّهُوا عَمَى وَهْدَاةٌ يَهْتَدُونَ بِمُتَهْتَدٍ  
اور کیا گمراہ اور ہدایت پانے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

وَقَدْ نَزَلَتْ مِنْهُ عَلَى أَهْلِ يَثْرِبَ رِكَابٌ هُذًى حَلَّتْ عَلَيْهِمْ بَابُ سَعْدٍ  
اور اہل یثرب (مدینہ) پر ہدایت کا قافلہ سعادتوں اور برکتوں کو لے کر اتر رہا ہے۔  
نَجَّى يَرَى مَا لَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهُ وَيَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ فِي كُلِّ مَشْهَدٍ  
وہ نبی ہیں ان کو وہ چیزیں نظر آتی ہیں کہ جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کو نظر نہیں  
آتیں اور وہ ہر مجلس میں لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔

وَأَنَّ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةٍ غَائِبٌ فَتَصَدَّقُهَا فِي الْيَوْمِ أَوْ فِي صَعَى الْغَدِ  
اور اگر وہ کوئی غیب کی خبر سنانے میں آج ہی یا کل صبح تک اس کا صدقہ اور اس کی سچائی ظاہر  
ہو جاتی ہے۔

یہ روایت متعدد صحابہ کرام سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے ام شعبہ ابو نعیمہ  
(یعنی ام معبد کے شوہر) حبیش بن خالد یعنی ام معبد کے بھائی۔ ابوسلیط بدریؓ۔ ہشام بن حبیش  
بن خالد۔ اول الذکر چار اصحاب کا صحابی ہونا مسلم اور متفق علیہ ہے۔ ہشام بن حبیش بن خالد  
کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابن حبان نے ہشام کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری  
فرماتے ہیں کہ ہشام نے حضرت عمر سے سنا ہے (اصابہ ج ۲ ص: ۶۰۳)

(۱) ام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ابن سکن نے ذکر کیا ہے۔ اصحاب ترجمہ ام مہدی باب الکفی  
 (۲) اور ابو مہدی رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام ابن خزمیر نے  
 اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ (اصحاب ترجمہ ابو مہدی باب الکفی اور ابن سعد نے طبقات ص ۱۵۵)  
 میں اور حاکم نے مستدرک ص ۳ میں ذکر کیا ہے۔

(۳) حبیش بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو بغوی۔ ابن شاپہ ابن اسکن۔  
 طبرانی ابن صندہ وغیرہم نے ذکر کیا ہے (۱)

حبیش رضی اللہ عنہ کی روایت کو حافظ ابن سید الناس نے بھی عیون الاثر میں  
 اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے نیز حبیش بن خالد کی روایت کو حافظ مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے  
 تفصیل کے ساتھ تہذیب الکمال میں اپنی سند سے روایت کیا ہے (۲)

(۴) ابوسلیط بدری رضی اللہ عنہ کی روایت عیون الاثر میں مذکور ہے۔

(۵) ہشام بن حبیش کی روایت مستدرک میں مذکور ہے۔ حاکم اس روایت کی نسبت  
 فرماتے ہیں (ہذا حدیث صحیح الاسناد) بعد ازاں حاکم نے اس حدیث کا اور بھی مختلف  
 طریقوں سے مروی ہونا بیان کیا ہے۔ مستدرک میں وہ طریقے گورداً فرداً شرط صحیح  
 پر نہ ہوں لیکن مجموعہ مل کر مفید و ناقت و طمانیت ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن عبد البر استیعاب میں فرماتے ہیں کہ ام مہدی کے قصہ کو اسی بسط و شرح  
 کے ساتھ متعدد صحابہ سے ایک کثیر جماعت نے روایت کیا ہے۔

علاوہ ازیں اسی واقعہ کے قریب قریب بلکہ بعینہ صدیق اکبر سے مروی ہے جس کو  
 حاکم نے اکلیل میں اور بیہقی نے دلائل النبوة میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ و النہایہ

(۱) الامام ابو ج: ۱، ص: ۳۱۰ (۲) تہذیب الکمال ج: ۱، ص: ۳۲ (تہذیب الکمال زاد العالم  
 میں ہے اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ اصغیر حیدر آباد دکن میں ہے، اسی سے میں نے استفادہ کیا۔ مکتب)

صفحہ ۱۹۱ میں ابوبکر صدیق کی روایت کو نقل کر کے یہ کہا ہے کہ یہ اسناد حسن ہے فرق اتنا ہے اس روایت میں ام مہدی کا نام مذکور نہیں صرف ایک عورت کا واقعہ بیان کیا ہے جو بعینہ ام مہدی کے ساتھ پیش آیا محمد بن اسحق اور امام بیہقی کا میلان اس طرف ہے کہ یہ واقعہ بعینہ ام مہدی کا واقعہ ہے اور حافظ مغلطائی کا میلان اس طرف ہے کہ یہ واقعہ ام مہدی کے واقعہ کے علاوہ ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۱۲ (۱)

(۶) نیز یہ واقعہ قیس بن النعمان سے مختصر مروی ہے حافظ بیہقی فرماتے ہیں وہ البزار و رجالہ رجال الصویح (مجمع الزوائد (۱)

فائدہ علمیہ :

اسی ابو مہدی خضاعی سے امام عظیمؒ نے اپنی مسند میں حدیث فقہ کی روایت کی

ہے وہ یہ ہے۔

ابو حنیفہ عن منصور بن زاذان الوسطی عن الحسن عن معبد بن ابی سعید الخضاعی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما هو فی الصلوۃ اذا قبل اعمی یرید الصلوۃ فوق فی زبیۃ فاستضعک القوم فقہم فہم هو افلا انصرف صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان منکم قہمتۃ فلیعد الوضوء والصلوۃ (رفع القہر ص ۳۱۲ کتاب الطہارۃ فواقض الوضوء)

## قصہ سراقتہ بن مالک

قبولش نے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابوبکر صدیق کو قتل کر دے یا گرفتار کر کے لائے ہر ایک کے معاوضہ میں علیحدہ علیحدہ سوا دسٹ انعام اس کو دیا جائے گا مستدرک ص ۶۱ سراقتہ بن مالک بن جشم رلوی ہیں کہ میں اپنی

مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر یہ بیان کیا کہ میں نے چند اشخاص کو ساحل کے راستے سے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سمجھ لیا کہ بے شک ہی میں لیکن اس کو یہ لکھ کر ملا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء نہیں بلکہ اور لوگ ہوں گے مبادا کہ یہ شخص یا کوئی اور سن کر قریش کا انعام نہ حاصل کر لے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں مجلس سے اٹھا اور باندی سے کہا کہ گھوڑے کو فلاں ٹیلے کے نیچے لے جا کر کھڑا کرے اور میں اپنا نیزہ لے کر گھر کی پشت کی طرف نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑاتا ہوا چلا جب سراقہ آپ کے قریب پہنچ گیا تو ابو بکرؓ نے دیکھا اور گھبرا کر عرض کیا یا رسول اللہ اب ہم پکڑ لیے گئے۔ یہ شخص ہماری تلاش میں آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔

لَا تَخْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ تو نگین نہ ہو تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے اور سراقہ کے لیے بددعا فرمائی اسی وقت سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک تھریلی زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے عرض کیا کہ یقین ہے کہ تم دونوں کی بددعا سے ایسا ہوا ہے آپ دونوں حضرات اللہ سے میرے لیے دعا کیجیے۔ خدا کی قسم میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ جو شخص آپ کو تلاش کرتا ہوا ملے گا اس کو واپس کر دوں گا

آپ نے بددعا فرمائی اسی وقت زمین نے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ اب آپ کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا اور قریش نے جو آپ کے قتل یا گرفتاری کی سازش کے انعام کا اشتہار دیا تھا، اُس کی میں نے آپ کو اطلاع کی اور جزد اور راہ میرے ساتھ تھا وہ آپ کے ساتھ

صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں ہے کہ یہ بددعا کی اللہ صرعا لے اللہ اس کو چھاڑ دے اور ایک روایت

میں ہے کہ یہ فرمایا۔ اللہم کفنا ما شئت۔ اے اللہ تو ہم کو کفایت فرما۔ جس طرح تو چاہے۔ فتح الباری

ص ۱۸۶ ج ۱ روایت میں یہ ہے کہ پیٹ تک دھنس گیا۔ فتح الباری ص ۱۸۶ ج ۱

پیش کیا۔ آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ البتہ یہ فرمایا کہ ہمارا حال کسی پر نظام ہرگز نہ کرنا۔ مزید احتیاط کی غرض سے میں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ایک تحریر من اور معافی کی مجھ کو لکھوادیں۔ آپ کے حکم سے عامر بن فہرہ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر معافی کی سند لکھ کر مجھ کو عطا کی اور روانہ ہوئے۔ اور میں بھی امان نامہ لیکر واپس ہوا جو شخص آپ کے تعاقب میں ملتا تھا اسی کو واپس کر دیتا تھا اور یہ کہہ دیتا کہ تمہارے جانے کی ضرورت نہیں میں دیکھ آیا ہوں (بخاری شریف ص ۱۵۱ ج ۱ و ص ۵۵۷ ج ۱)۔

اسی بارے میں سراقہ نے ابو جہل کو مخاطب بنا کر یہ کہا:-

اباحکم واللہ لو كنت شاهدا لا مرجو ادی حین ساحت قوائمہ  
اے ابو جہل خدا کی قسم تو اگر اس وقت حاضر ہوتا کہ جب میرے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس رہے تھے  
علمت ولو تشکک بان محمدا نبی بئہان فتن ذایقا و ملہ  
تو یقین کرتا اور ذرہ برابر تجھ کو شک نہ رہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں لا ائیل اور براہین کے  
ساتھ مبعوث ہوئے ہیں کون ان کا مقابلہ کر سکتا ہے (۲)

**فائدہ:** نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مشابہ ہے جس

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے سراقہ سے فرمایا۔ کیف بک اذا بست سوار کسری۔ اے سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تو کسری (شاہ ہشامہ عم) کے گنگن کو پہنچے گا۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب عجم فتح ہوا تو کسری کا تاج اور اس کے گنگن اور دیگر زیورات۔ مسجد نبوی میں فاروق اعظم کے سامنے لا کر ڈال دیئے گئے فرمایا بلا وسراقہ کو سراقہ حاضر کیے گئے فاروق اعظم نے سراقہ سے مخاطب ہو کر کہا ہاتھ اٹھا اور یہ کہ اللہ اکبر الحمد للہ الذی سلمنا کسری من ہرمز والبسا سراقہ الاعرابی اللہ اکبر حمد ہا س ذات پاک کی جس نے یہ گنگن کسری سے چھینے اور ایک گنوار اور دو ہتھائی سراقہ نامی کرپسنائے بعد ازاں فاروق اعظم نے وہ زیورات مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے روز قاضی ص ۳۴۸ ج ۱ و اصحاب ترجمہ سراقہ بن مالک۔ الاستیعاب لابن عبد البر ص ۱۲ ج ۲

(۲) فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۹۔ ردض الافان ج ۲ ص ۶

جس طرح قارون موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زمین میں دھنسا اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنسا اس واقعہ کے بعد آپ بلا خوف و خطر راستہ طے کرتے رہے۔

جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت زبیر کا روان تجارت کے ساتھ شام سے واپس ہوتے ہوئے آپ کو ملے۔ حضرت زبیر نے آپ کے لیے اور حضرت ابوبکر کے لیے سفید لباس پیش کیا۔ یہ روایت بخاری کی ہے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ نے بھی دونوں حضرات کی خدمت میں لباس پیش کیا (۱)

### قصہ بریدۃ سلمیٰ

آگے چل کر سراقہ کی طرح بریدۃ سلمیٰ بھی مع ستر سواروں کے آپ کی تلاش میں نکلے تاکہ قریش سے سوانٹ انعام حاصل کریں۔ جب آپ کے قریب پہنچے تو آپ نے سوال کیا من انت۔ تم کون ہو۔ جواب میں کہا۔ انا بریدۃ میں بریدہ ہوں اپنے ابوبکر کی طرف ملتفت ہو کر بطور تفاؤل فرمایا۔

یا ابابکر بردا مرنا وصلح لے ابوبکر ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا۔

پھر فرمایا تو کس قبیلہ سے ہے۔ بریدہ نے کہا۔

مِنْ أَسْلَمَ میں قبیلہ اسلم سے ہوں۔  
آپ نے ابوبکر سے ملتفت ہو کر بطور تفاؤل فرمایا۔

سَلِمْنَا ہم سلامت رہے۔

پھر فرمایا قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے ہو۔ بریدہ نے کہا۔

مِنْ بَنِي سَهْم بنی سہم سے۔

آپ نے فرمایا۔



## خرج سہمٹک تیرا حمتہ نکل آیا۔

یعنی تجھ کو اسلام سے حمت ملے گا۔ بریدہ نے دریافت کیا آپ کون ہیں آپ نے فرمایا۔

انا محمد بن عبد اللہ رسول اللہ میں محمد بن عبد اللہ کا اور رسول اللہ کا  
بریدہ نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

بریدہ بھی مسلمان ہوئے اور وہ ستر آدمی جو بریدہ کے ہمراہ تھے وہ بھی سب کے سب  
مشرک باسلام ہوئے۔ بریدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مدینہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے  
سامنے ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ آپ نے اپنا عامہ آثار اور نیزہ سے باندھ کر بریدہ  
کو عطا فرمایا۔ جس وقت آپ مدینہ منورہ پہنچے تو بریدہ جھنڈا لیے ہوئے آپ کے  
سامنے تھے (اخرجہ البیہقی فی الدلائل) و اخرجہ ابن عبد البر باسنادہ فی الاستیعاب ترجمہ  
بریدہ سلمیٰ (۱)

آپ کی روانگی کی خبر بخت اثر مدینہ منورہ پہنچ چکی تھی مدینہ کا ہر فرد و بشر شوق  
دیدار میں مقام حرہ پر اکڑ کر کھڑے ہو جاتے۔ دوپہر ہو جاتا تو اپنے گھروں کو واپس ہر  
جاتے۔ روزانہ یہی معمول تھا ایک روز انتظار کر کے واپس ہو رہے تھے کہ ایک  
یہودی نے ٹیلہ پر سے آپ کو رفتی افزودہ ہوتے دیکھا بے اختیار پکار کر یہ کہا۔  
يَا بَنِي قَيْلَةَ هَذَا جَدُّ  
لے نبی قیلہ یہ ہے تمہارا نجات مبارک  
اور خوش نصیبی کا سامان جو آپ اپنی  
کُو (۲)

## نظم

ایک آن سرو خرامان می رسد ایک آن گلبرگ خندان می رسد

عہ قید انصار کے جدہ کبریٰ کا یعنی اوس اور خزع کی والدہ کا نام ہے زرقانی صفحہ ۳۵ ج

(۱) زرقانی ج: ۱، ص: ۳۴۹ (۲) ایضاً ج: ۱، ص: ۳۵۰۔

(۳) فتح الباری ج: ۲، ص: ۱۸۹

شبابش اے خستہ خبران بلا      کر پئے درد تو در مان می رسد  
 شوق کن اے بلبل گلزار عشق      کان گل نواز گلستان می رسد  
 و ردل افسردہ روئے می دمد      مروہ تن را مزہ جہان می رسد  
 تازہ باش اے تشنہ وادی غم      کز برایت آب حیوان می رسد  
 دور شوائے ظلمت شام فراق  
 کا آفتاب وصل تابان می رسد

اس خبر کا کانوں میں پڑنا تھا کہ انصار والہانہ و بیتا بانہ آپ کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے اور نعرہ تکبیر سے بنی عمرو بن عوف کی تمام آبادی گونج اٹھی۔ مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک آبادی ہے جسے قبا کہتے ہیں۔ یہاں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ سب سے زیادہ عمرو بن عوف کا خاندان ممتاز تھا اور اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم تھے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا پہنچے تو آپ نے کلثوم بن ہدم کے مکان پر قیام فرمایا اور ابو بکر صدیق خبیث بن اساف کے مکان پر بٹھڑے انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے اور جوش عقیدت میں عاشقانہ اور والہانہ سلام کے لیے حاضر ہوتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد تین دن مکہ میں قیام کیا اور اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے وقت لوگوں کی امانتیں حضرت علی کے سپرد کر آئے تھے۔ ان امانتوں کو پہنچا کر قبا پہنچے اور کلثوم بن ہدم کے مکان پر آپ کے ساتھ قیام کیا (۱)

### تاسیس مسجد تقوٰی

قیام میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ نے جو کام کیا وہ یہ کہ

ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے خڑائے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر لاکر قبلہ رخ رکھا آپ کے بعد ابو بکرؓ نے اور ابو بکرؓ کے بعد عمرؓ نے ایک ایک پتھر رکھا۔ اس کے بعد دیگر حضرات صحابہ نے پتھر لاکر رکھنے شروع کیے اور سلسلہ تعمیر کا جاری ہو گیا صحابہ کرام کے ساتھ آپ بھی بخاری پتھر اٹھا کر لگاتے اور سب اوقات پتھر کو تھامنے کی غرض سے شکم مبارک سے لگا لیتے صحابہ کرام عرض کرتے یا رسول اللہ آپ رہنے دیں ہم اٹھالیں گے تو آپ قبول نہ فرماتے۔

اسی مسجد کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ	ابنہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے
مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ	تقویٰ پر رکھی گئی وہ مسجد اس کی پوری حق
أَنْ تَقُومَ فِيهِ - فِيهِ رِجَالٌ	ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں اس
يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا	مسجد میں ایسے مرد ہیں کہ جو ظاہری اور باطنی
وَاللَّهُ يُحِبُّ	طہارت اور پاکی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
الْمُطَهَّرِينَ	بھی ایسے پاک و صاف رہنے والوں کو پسند
(۱)	کرتے ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے عمرو بن عوف سے دریافت فرمایا کہ وہ کون سی طہارت اور پاکی ہے جس پر اللہ نے تمہاری تہنیت کی۔

بنی عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی طہارت کرتے ہیں ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے اس عمل کو پسند فرمایا ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں ہی وہ عمل ہے جس پر اللہ نے تمہاری تہنیت کی ہے تم کو چاہیے کہ اس عمل کو لازم پکڑو اور اس کے پابند رہو۔ روض الانف ص ۲۷۲۔

صحیحین میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کو مسجد قبار کی زیارت کو کبھی سوار اور کبھی پیادہ تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے چلے اور مسجد قبار میں جا کر ایک دو گانہ ادا کرے تو ایک عمرہ کا ثواب پائے (ابن ماجہ)

### تاریخ ہجرت

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جس روز آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر قبار میں رونق افروز ہوئے وہ دو شنبہ کا روز تھا اور تاریخ ۱۲ ربیع الاول سالہ نبوی تھی اور علمائے سیر کے نزدیک آپ مکہ مکرمہ سے بروز پنجشنبہ ۲۷ صفر المظفر کو برآمد ہوئے۔ تین شب غار قرین رہ کر یکم ربیع الاول بروز دو شنبہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور ساحل کے راستہ سے جبل کر ۸ ربیع الاول بروز دو شنبہ دوپہر کے وقت آپ قبار میں نزول اجلال فرمایا۔ علامہ ابن حزم اور حافظ مغلطائی نے اسی قول کو اختیار فرمایا ہے (۱)

### تاریخ اسلامی کی ابتداء

زہری فرماتے ہیں کہ اسی روز سے تاریخ اسلامی کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ربیع الاول سے تاریخ لکھنے کا حکم دیا۔ اس روایت کو حاکم نے اکیل میں ذکر کیا ہے لیکن یہ روایت معضل ہے مشہور یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تاریخ اسلامی کی ابتداء ہوئی شعبی اور محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو لکھ کر بھیجا کہ آپ کے فرامین ہمارے پاس پہنچتے ہیں لیکن ان پر تاریخ نہیں ہوتی۔ حضرت عمرؓ نے سلسلہ میں صحابہ کو تعین تاریخ کے بارے میں مشورہ کرنے کے

لیے مدعو کیا بعض نے یہ کہا کہ تاریخ کی ابتداء بعثت نبوی سے ہونی چاہیے اور بعض نے کہا ہجرت سے اور بعض نے کہا کہ آپ کی وفات سے حضرت عمرؓ نے فرمایا تاریخ کی ابتداء ہجرت سے ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ ہجرت ہی سے حق اور باطل میں فرق قائم ہوا اور ہجرت ہی سے اسلام کی عورت اور غلبہ کی ابتداء ہوئی۔ بالاتفاق سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ قیاس کا اقتضائے تزیہ تھا کہ سنہ ہجری کی ابتداء ربیع الاول سے ہوتی اس لیے کہ آپ اس ماہ میں مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے لیکن بجائے ربیع الاول کے محرم سے اس لیے ابتداء کی گئی کہ آپ ہجرت کا ارادہ محرم ہی سے فرما چکے تھے۔ انصار نے عشرہ ذی الحجہ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اخیر ذی الحجہ میں انصار حج کر کے مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ آپ نے ان کی واپسی کے چند روز بعد ہی ہجرت کا ارادہ فرمایا اور حضرات صحابہ کو ہجرت کی اجازت دی۔ اس لیے سنہ ہجری کی ابتداء محرم الحرام سے کی گئی اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہی مشورہ دیا کہ سنہ ہجری کی ابتداء محرم الحرام سے ہونی چاہیے۔

بعض نے کہا رمضان المبارک سے ابتداء ہونی چاہیے حضرت عمرؓ نے فرمایا محرم الحرام ہی مناسب ہے اس لیے کہ لوگ حج سے محرم ہی میں واپس ہوتے ہیں۔ اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ باب تاریخ فتح الباری ص ۲۹ تاریخ طبری ص ۲۴ زرقانی ص ۲۴ و عمدة القاری ص ۱۲۸ ابن عباسؓ سے والنجد و لیا ل عشر کی تفسیر میں مروی ہے کہ الفجر سے محرم کی فجر مراد ہے جس سے سال کی ابتداء ہوتی ہے (۱)

امام خضریٰ سیر کبیر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب عمرؓ نے تعین تاریخ کے بارے میں صحابہ کو جمع کیا تو بعض نے یہ مشورہ دیا کہ تاریخ کی ابتداء ولادت باسعادت سے ہونی چاہیے مگر حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا اس لیے کہ اس میں تضاد ہی کے ساتھ تشبہ ہے کہ ان کی تاریخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے

ہے بعض نے یہ رائے دی کہ آپ کی وفات سے تاریخ مقرر کی جلتے اس کو بھی حضرت نے ناپسند فرمایا اس لیے کہ آپ کی وفات حادثہ کبریٰ اور مصیبت عظمیٰ ہے اس سے تاریخ کی ابتداء مناسب نہیں۔ بحث و محیس کے بعد سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ ہجرت سے تاریخ مقرر ہونی چاہیے۔ فاروق اعظم نے اسی رائے کو پسند کیا اس لیے کہ ہجرت ہی سے حق و باطل کا فرق واضح ہوا شعائر اسلام یعنی جمعو اور عیدین علی الاعلان ادا کیے گئے۔ کذافی شرح السیر الکبیر ص ۶۳۔

قبار میں چند روز قیام فرما کر جمعو کے روز مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا اور ناقہ پر سوار ہوئے راستہ میں محلہ نبی سالم پڑتا تھا وہاں پہنچ کر جمعو کا وقت آگیا۔ وہیں جمعو کی نماز ادا فرمائی یہ اسلام میں آپ کا پہلا خطبہ اور پہلی نماز جمعو تھی۔

### (پہلی نماز جمعو اور پہلا خطبہ) خطبۃ التقویٰ

وہ خطبہ یہ ہے جس کا ہر لفظ و ریائے فصاحت و بلاغت کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہے، اور جس کا ہر حرف امراض انسانی کے لیے خفا اور مردہ دلوں کے لیے آب حیات ہے اور جس کا ہر کلمہ ارباب ذوق کے لیے جس مختوم سے کہیں نیا و شیریں اور لذیذ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَاسْتَغْفِرُہٗ	احمد للہ۔ اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت
وَاَسْتَغْفِرُہٗ وَاسْتَغْفِرُہٗ وَاسْتَغْفِرُہٗ	اور مغفرت اور بدایت کا طلب گار ہوں اور اللہ پر
یہ وَلَا اَکْثَرَ وَاَعَادِیْ مَنْ یَّکْفِرُہٗ	ایمان رکھتا ہوں اس کا کفر نہیں کرتا، بلکہ اس کے
وَاسْتَمِدَّ اِنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ	کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَانْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ	اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد
وَرَّسُوْلُہٗ اَرْسَلْہٗ بِالْہُدٰی وَالنُّوْرِ	اس کے بندہ اور رسول ہیں جس کو اللہ نے
وَالْمَوْعِظَۃُ عَلٰی فِتْرَۃٍ مِّنْ	ہدایت اور نور حکمت اور مرعظت دے کر

الرسول وقتلة من  
العلم وضلالة من  
الناس وانقطاع من الزمان  
ودنومن الساعة وقرب  
من الاجل - من يطع الله و  
رسوله فقد سر شد ومن  
يعصمها فقد غوى وفترط وضل  
- ضلاً بعيداً واما فيكم بتقوى  
الله فانه خير ما اوصى به  
المسلم المسلم ان يحضنه  
على الاخرة وان يامر به بتقوى الله  
فاحذروا ما حذركم الله  
من نفسه ولا الا افضل من  
ذلك نصيحة ولا افضل من  
ذلك ذكرى وان تقوى الله  
لمن عمل به على وجل وخافة  
من مريه عون صدق على ملتقون  
من امر الا خرة ومن يصلح الذي  
بينه وبين الله من امره في  
اسر والعلانية لا ينوي بذلك  
الاوجه الله يكن له ذكراً في عاجل امر

ایسے وقت میں بھیجا کہ جب انبیاء و رسل  
کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم  
برائے نام تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور  
قیامت کا قرب تھا جہاں اللہ اور اس کے  
رسل کی اطاعت کرے اس نے ہدایت  
پائی اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی  
کی وہ بلاشبہ بے راہ ہوا اور  
گمراہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا اور  
میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا  
ہوں لیے کہ ایک مسلمان کی دوسرے  
مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ اس  
کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ اور  
پرہیزگاری کا اس کو حکم دے پس بچو  
اس چیز سے کہ جس سے اللہ نے تم کو ڈرایا  
ہے تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت اور  
موعظت نہیں اور بلاشبہ اللہ کا تقویٰ اور  
خوف خداوندی آخرت کے بارے میں  
سچا معین اور مددگار ہے اور جو شخص ظاہر و  
باطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست  
کر لے جس سے مقصود محض رضائے خداوندی  
ہے۔ اور کوئی دنیاوی غرض اور مصلحت

پیش نظر نہ ہر قویہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ  
اصلاح دنیا میں اس کے لیے باعث عزت  
فخرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرہ آخرت  
ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا  
غایت درجہ محتاج ہوگا اور خلاف تقویٰ  
امور کے متعلق اس دل یہ تمنا کرے گا کہ  
کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت  
بمیدہ حامل ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی  
عظمت اور جلال سے ڈراتے ہیں اور یہ  
ڈرنا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں  
پر نہایت ہی مہربان ہیں اللہ اپنے قول  
میں سچا ہے اور وعدہ کا وفا کرنے والا ہے  
اس کے قول اور وعدے میں خلعت نہیں  
مایدل القول لدی وانا بظلام للعبید  
ہیں دنیا اور آخرت میں ظاہر ہیں اور باطن  
میں اللہ سے ڈرو۔ تحقیق جو شخص اللہ سے  
ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا  
کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطا فرماتے  
ہیں اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ  
اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں  
اور اجر عظیم عطا فرماتے ہیں اور جو شخص

وَذُخْرًا فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ حَبِيبٌ  
يَفْتَقِرُ الْمَرْءُ إِلَى مَا قَدَّمَ وَمَا كَانَ  
مِنْ سِوَى ذَلِكَ يُوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهُ  
وَبَيْنَهُ أَمْدًا بَعِيدًا - وَيَحْذَرُ  
كَمَ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ  
بِالْعِبَادِ وَالَّذِي صَدَقَ قَوْلُهُ  
أَنْجِزْ وَعْدَهُ لَا خُلْفَ لَدُنْكَ  
فَإِنَّهُ يَقُولُ عَزَّ وَجَلَّ مَا يَبْدُلُ  
الْقَوْلَ لَدَى وَمَا أَنَا بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ  
فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي عَاجِلِ أَمْرِكُمْ  
وَالْجَلِّ فِي السُّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهُ  
مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ - سَيِّئَاتِهِ  
وَيُعْظِمُ لَهُ أَجْرًا وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ  
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا وَإِنْ تَقَوَّى  
اللَّهُ يَوْفَى مَقْتَهُ وَيُؤْتِي  
عَقُوبَتَهُ وَيُؤْتِي سَخَطَهُ وَإِنْ  
تَقَوَّى اللَّهُ يَبْيِضَ الْوَجْهُ وَيَرْضَى  
الرَّبَّ وَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ خُذْ  
أَبْغِظْكُمْ - وَلَا تَفْرَطُوا فِي جَنْبِ اللَّهِ  
قَدْ عَلِمَكُمْ اللَّهُ كِتَابَهُ وَنَهَجَ لَكُمْ  
سَبِيلَهُ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلِيَعْلَمَ



الکاذبین فاحسنوا کما  
 احسن الله الیکم وعادوا  
 اعداءه۔ واجتباکم  
 وسماکم المسلمین  
 لیہلد من هلك عن  
 بینة ویحی من حی عن  
 بینة ولا قوة الا بالله  
 فاکثروا ذکر الله واعملوا  
 لما بعد الیوم فانہ من  
 یصلح ما بینہ و بین  
 الله یمکنہ الله ما بینہ و بین  
 الناس ذلک بان الله  
 یقضی علی الناس ولا یقضون  
 علیہ ویملک من الناس  
 ولا یملکون منه۔ الله اکبر  
 ولا قوة الا بالله العظیم

(۱)

اللہ سے ڈرے تحقیق وہ بلاشبہ بڑا کامیاب  
 ہوا۔ اور تحقیق اللہ کا تقویٰ ایسی شے ہے  
 کہ اللہ کے غضب اور اس کی عقوبت اور  
 سزا اور ناراضی سے بچتا ہے اور تقویٰ ہی  
 قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور  
 بنائے گا اور رضا و خداوندی اور رفع درجہ  
 کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا اور تقویٰ میں حصہ  
 حصہ لے سکتے ہو وہ لے لو اس میں کمی  
 نہ کرو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قسم  
 کی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم  
 کے لیے کتاب اتاری اور ہدایت کا راستہ  
 تمہارے لیے واضح کیا تاکہ صادق اور کاذب  
 میں امتیاز ہو جائے پس جس طرح اللہ  
 نے تمہارے ساتھ احسان کیا اسی طرح  
 تم حسن اور خوبی کے ساتھ اس کی اطاعت  
 بجا لاؤ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو  
 اس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ

نے تم کو اپنے لیے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی  
 مسلمان رکھا ہے یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا۔ بس اس نام کی لاج  
 رکھو مگر خداوندی یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیامت حجت

کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی قیامِ حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آخرت کے لیے عمل کرو۔ جو شخص اپنا معاملہ خدا سے درست کر لیا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ جو اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے اللہ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ لہذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کر لو۔ لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ سب کی کفایت کرے گا اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

نکتہ: یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبہ ہے کہ جو آپ نے ہجرت کے بعد دیا تیرہ سالہ مظلومانہ زندگی کے بعد جو خطبہ دیا جا رہا ہے اس میں ایک حرف بھی اپنے دشمنوں کی مذمت اور شکایت کا نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری اور آخرت کی تیاری کے کوئی لفظ لسانِ نبوت سے نہیں نکل رہا ہے بے شک آپ انک اعلیٰ خلق عظیم کے مصداق تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم دبارک و ترحم۔

جمعہ سے فارغ ہو کر آپ ناقہ پر سوار ہوئے اور ابو بکر کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور مدینہ کا رخ فرمایا اور انصار کا ایک عظیم اشان گردہ ہتھیار لگاتے ہوئے آپ کے معین و دیار آگے اور پیچھے آپ کے جلو میں چل رہا تھا (۱)۔

ہر شخص کی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ کاش آپ میرے یہاں قیام فرمائیں ہر طرف سے یہی دالمانہ اور عاشقانہ استدعارِ نیاز تھی کہ یا رسول اللہ یہ غریب خانہ حاضر ہے

آپ ان کو دعا دیتے اور یہ فرماتے یہ ناقہ من جانب اللہ ماور ہے جہاں اللہ کے حکم سے بیٹھ جاتے گی وہیں قیام کروں گا (۱)

رشتہ درگرم افگندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست  
لگام کو آپ نے بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا تھا کسی جانب لگام کو دست مبارک سے حرکت نہیں دیتے تھے جوش کایہ عالم تھا کہ خواتین جمال نبوی کے دیکھنے کے لیے چھتوں پر چڑھی ہوئی تھیں اور یہ شعر گاتی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنایات الوداع

چودہویں رات کے چاند نے ثنایات الوداع سے ہم پر طلو کیا ہے۔

وجب الشکر علینا مادعا اللہ داع

ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک اللہ کو کوئی پکارنے والا باقی ہے

ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اے وہ مبارک ذات کہ جو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امور کر لے کر آئے ہوں جن کی اطاعت واجب ہے۔

اور بنی النجار کی لڑکیاں یہ شعر گاتی تھیں

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

ہم لڑکیاں ہیں بنی النجار کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں۔  
اور فرط مسرت سے ہر بڑے چھوٹے کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

جاء نبی اللہ - جاء رسول اللہ - آئے اللہ کے نبی - آئے اللہ کے رسول

صحیح بخاری میں برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

تشریف آوری سے خوش ہوتے دیکھا۔ سنن ابی داؤد میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشیوں نے آپ کی تشریف آوری کی مسرت میں نیزہ بازی کے کرتب دکھائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مفتی افروز ہوئے تو مدینہ کا ذرہ رذر دشمن تھا جس روز آپ نے وفات پائی اس روز ہر چیز ناریک تھی۔ آپ کو قبر تشریف میں رکھ کر مٹی سے ہاتھ نہیں جھاڑنے پاتے تھے کہ اپنے دلوں میں تغیر پاتے تھے (آخرہ الترمذی فی المناقب وقال صحیح غریب ابن ماجہ فی البخاری) غرض یہ کہ ناقہ مبارک اسی شان سے آہستہ آہستہ چل رہی تھی اور وہ حضرات آپ کے گرد و پیش اور میں ویا میں تھے کہ جن کے قلوب کو حق جل و علانے ازل سے اپنی اور اپنے رسول کی محبت و عشق کے لیے مخصوص اور منتخب فرمایا تھا اور اپنے ماسوا کے لیے ان کے دلوں میں جزر و لایہ تجزی کی بقدر بھی کوئی گنجائش نہ چھوٹی تھی (خدا کی تمہ جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل حقیقت ہے اس میں استعارہ اور مجاز کا نام و نشان نہیں صحابہ کرام بلاشبہ حقیقہؑ ایسے ہی تھے۔ آپ چل رہے تھے اور ان مجبین و مخلصین کی نگاہیں فرش راہ بنی ہوئی تھیں جو شخص اپنی شکستگی اور وارفتگی اور جو ش عقیدت اور ولولہ محبت میں اونٹنی کی مہار پکڑنا چاہتا تو آپؐ بھی مسر ماتے۔

دَعُوْهَُا فَاَنْهَامَا مَوْرَةً اس کو چھوڑ دو یہ منجانب اللہ ماموہ ہے  
بالآخر ناقہ حملہ بنی النجار (جو آپ کے ننہالی قرابت دار ہیں) میں خود بخود اس مقام پر گئی گیا جہاں اس وقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے مگر آپ نذر سے نہ اترے کچھ دیر کے بعد ناقہ اٹھی اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھی اور کچھ دیر کے بعد اٹھ کر پہلی جگہ پر آکر بیٹھی اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ سے اترے اور ابو ایوب انصاری آپ کے سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔

مبارک منزلے کان خانہ راجھے جنس باشد ہمایوں کشورے کان عرصہ اشائے جنس باشد<sup>(۱)</sup>  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طبعی میلان بھی اسی طرف تھا کہ آپ بنی النجار ہی میں اتریں جو آپ کے دادا عبد المطلب کے ماموں ہیں اور اپنی نزول سے ان کو عزت اور شرف بخشیں جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حق جل شانہ نے آپ کی اس خواہش کو ایک معجزانہ طریق سے پورا فرمایا کہ ناقہ کی لگام آپ کے دستِ بابر سے چھڑا دی گئی کہ آپ نے اپنے ارادہ اور اختیار سے کسی جانب لگام کو حرکت نہ کر دیں اور نہ اپنی طرف سے کسی کے مکان کو نزول کے لیے مخصوص فرمائیں تاکہ آپ کے منجبین و مخلصین کے قلوب منافست اور منازعت سے بالکل پاک رہیں اور سمجھ لیں کہ آپ کا بالذات کوئی قصد اور ارادہ نہیں۔ ناقہ منجانب اللہ مامور ہے جہاں خدا کا حکم ہوگا وہیں ٹھہرے گی۔ آپ خدا کے اشارہ کے منتظر ہیں اس طرح سے حق جل شانہ نے آپ کی خواہش کو بھی پورا فرمایا اور صحابہ کرام کے حق میں اس شان سے نزول کو ایک معجزہ اور نشانی بنایا کہ جس کی برکت سے سب کے قلوب تراض اور تنازع و تمحاض اور تنافر سے بھی پاک رہے اور سب نے خوب سمجھ لیا کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کی تخصیص آپ کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم<sup>(۲)</sup>  
 علاوہ ازیں جب شیخ شاہ مین کا مدینہ منورہ کی سرزمین پر گذر ہوا تو چار سو علماء تورات

سے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تبع ایک مرد صالح تھا جیسا کہ ائمہ خیرام قوم تبع کی تفسیر میں بعض صحابہ تابعین سے منقول ہے۔ (۱) نزقات ج ۱، ص: ۳۵۶-۳۵۹، عمون الاثر، فتح الباری

اس کے ہمراہ تھے سب علماء نے بادشاہ سے یہ استدعا کی کہ ہم کو اس سرزمین پر رہنما کی اجازت دی جلتے بادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا علما نے یہ کہا کہ ہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک نبی پیدا ہوں گے مُحَمَّدٌ اُن کا نام ہوگا اور سرزمین ان کا دارالہجرت ہوگی۔ بادشاہ نے وہاں سب کو قیام کی اجازت دی اور ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ مکان تیار کر لیا اور سب کے نکاح کرائے اور ہر ایک کو مال عظیم دیا اور ایک مکان خاص نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تیار کر لیا کہ جب نبی آخر الزماں بیانِ حجت فرما کر آئیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں اور آپ کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام اور اشتیاق دیدار کو ظاہر کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

شَهِدْتُ عَلَىٰ أَحْمَدَ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ بَارِئِ السَّمِّ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مجھے احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔

فَلَوْ مَدَّ عُمَرُ إِلَىٰ عُمَرِهِ لَكُنْتُ وَرِثَةً لِّهِ وَابْنُ عَمِّهِ

اگر میری عمر ان کی عمر کے پچھنی تو میں ضرور ان کا معین اور مددگار ہوں گا۔

وَجَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ أَعْدَاءَهُ وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهِ كُلَّ غَمٍّ

اور ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کروں گا۔

اور سچ نے اس خط پر ایک مہر بھی لگائی اور ایک عالم کے پر دیا کہ اگر تم اس نبی آخر الزماں کا زمانہ پاؤ تو میرا یہ عریضہ پیش کرو ورنہ اپنی اولاد کو یہ خط سپرد کر کے یہی وصیت کر دینا جو میں تم کو کر رہا ہوں۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ مکان

بھی وہی مکان تھا جس کو تبع شاہ مین نے فقط اسی غرض سے تعمیر کرایا تھا کہ جب نبی آخر الزماں ہجرت کر کے آئیں تو اس مکان میں اتریں اور بقیۃ انصار ان چاروں مکانوں

اولاد سے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے اُونٹنی اُسی مکان کے دروازہ پر جا کر ٹھہری کہ جو تیج نے پہلے ہی سے آپ کی نیت سے تیار کر لیا تھا۔ شیخ زین الدین مراغیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر نہیں اُترے بلکہ اپنے مکان پر اترے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ مکان نواصل میں آپ ہی کے لیے تیار کر لیا گیا تھا۔ ابوایوبؓ کا قیام تو اس مکان میں محض آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں تھا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد ابوایوبؓ نے وہ عریضہ جس میں وہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔ تیج کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (۱)

ابوایوبؓ انصاری نے آپؐ سے اصرار کیا کہ آپؐ بالاخانہ میں رونق افروز ہوں اور ہم نیچے کے مکان میں رہیں۔ آپؐ نے اس خیال سے کہ ہر وقت آپؐ کی خدمت میں لوگوں کی آمد و رفت رہے گی۔ اب اگر ابوایوبؓ نیچے کے مکان میں رہیں تو ان کے اہل خانہ کو اس آمد و رفت سے تکلیف ہوگی۔ اس لیے بالاخانہ کے قیام کو منظور نہیں فرمایا۔ نیچے ہی مکان کو قیام کے لیے پسند فرمایا اور ہم بالاخانہ پر رہنے لگے ایک مرتبہ یہ اتفاق پیش آیا کہ پانی کا برتن ٹوٹ گیا ہم نے گھبرا کر اس کے جذب کرنے کیلئے اپنا لحاف ڈال دیا کہ نیچے کے مکان میں نہ پہنچے میں اور ام ایوبؓ دونوں جلد جلد اس پانی کو لحاف سے جذب کرتے جاتے تھے اور ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی پکڑانہ تھا اور ہم روزانہ آپؐ کے لیے کھانا تیار کر کے بھیج کر دیتے۔ جو بیچ رہتا آپؐ واپس فرمادیتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں کا نشان دیکھتے وہیں سے میں اور ام ایوبؓ تبرکات انگلیاں ڈال کر کھاتے۔

ایک روز ہم نے کھانے میں لسن اور پیاز شامل کر دیا آپ نے کھانا واپس فرما دیا دیکھا تو اس میں انگشتان مبارک کے نشان نہ تھے۔ گھبرا کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے کھانا واپس فرما دیا جس میں آپ کی انگلیوں کے نشان نہیں ہیں۔ میں اور اتم ایوب کو برکت حاصل کرنے کے لیے قصداً اسی جگہ سے کھایا کرتے تھے جہاں آپ کی انگشتان مبارک کا نشان ہوتا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے اس کھانے میں لسن اور پیاز کی بو محسوس کی۔ تم کھاؤ میں چونکہ فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہوں اس لیے میں اس کے کھانے سے احتراز کرتا ہوں ابو ایوب فرماتے ہیں اس کے بعد ہم نے کبھی آپ کے کھانا میں لسن اور پیاز شامل نہیں کیا (۱)

### علماء یہود کی خدمت نبوی میں حاضری

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو علماء یہود خاص طور پر آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے امتحاناً مختلف قسم کے سوالات کیے اس لیے کہ علماء یہود کو انبیاء سابقین کی بشارتوں سے نبی آخر الزماں کے ظہور کا بخوبی علم تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ کہ نبی علیہ السلام نے جس نبی کے ظہور کی بشارت دی وہ غریب سرزمین بطحار سے مبعوث ہونے والا ہے اور وہ آپ کی بعثت کے منتظر تھے چنانچہ ہجرت کے بیان میں گذر چکا ہے کہ پہلی بار حضور پر نور نے انصار کے سامنے اسلام پیش کیا تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کے ظہور کا یہود تذکرہ کیا کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس سعادت اور فضیلت میں ہم سے سبقت



لے جائیں دیکھو۔ فتح الباری باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکہ و بیۃ العقبۃ اور دیکھو۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۴۷۵ ج ۳۔

معلوم ہوا کہ یہود کو اس کا علم تھا کہ جس نبی کے ظہور کی موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے اس کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ اس لیے یہود خاص طور پر آپ سے ملنے کے لیے آئے قسمت نے جس کی پیشانی اقبال پر حرف سعادت لکھ دیا تھا وہ آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی نبی برحق ہیں جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے اور بلا تردّد اور بلا توقف ایمان لے آیا اور جس کی قسمت میں محدودی لکھی تھی وہ محروم رہا۔

(۱) ابن عابد بطریق عروۃ بن زبیر راوی ہیں کہ علماء یہود میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں یا سر بن اخطب یعنی جی بن اخطب یہودی کا بھائی حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا جب واپس گیا تو اپنی قوم سے یہ کہا۔

اطیعو فی فانّ هذا  
النبی الذی  
میرا کنا مانو۔ تحقیق یہ وہی نبی ہے جس  
کے ہم منتظر تھے وہ آگئے ہیں۔ لہذا ان  
کنا ننتظر۔  
پر ایمان لاؤ۔

لیکن اس کے بھائی جی بن اخطب نے اُس کی مخالفت کی اور قوم میں بڑا اور سردار جی مانا جاتا تھا قوم اسی کی اطاعت کرتی تھی۔ اس پر شیطان غالب آیا اور حق کے قبول سے اس کو روکا۔ قوم نے اسی کی اطاعت کی اور اسی کا کنا مانا اور ابو یاسر کا کنا نہ سنا (۱)

(۲) سعید بن مسیب۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور پر نور جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بیت المدراس (یہودیوں کے مدرسہ کا نام ہے)

میں علماء یہود جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ اس شخص (اشارہ بسوئے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر سوالات کرنے چاہئیں (۱)

(۳) یہی نے ابن عباس روایت کی ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت پہونچا کہ آپ سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے اس نے پوچھا اے محمد یہ سورۃ آپ کو کس نے تعلیم دی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تعلیم دی ہے اس کو بہت تعجب ہوا اور وہ یہودی عالم راہب کی طرف واپس گیا اور جا کر یہ کہا کہ محمد قرآن پڑھتے ہیں وہ ایسی ہی کتاب معلوم ہے۔ جیسے تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور یہودی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ ان لوگوں نے آپ کی صورت اور صفت کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد کی توریت میں خبر دی گئی ہے اور آپ کے دو شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا اور آپ جو سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے اس کو خوب غور سے سنا سن کر حیران رہ گئے اور سب اسلام لے آئے (۲)

(۴) ابن اسحاق اور یہی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صوریہ (ایک یہودی عالم) سے یہ کہا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ سچ سچ یہ بیان کرے کہ کیا توریت میں شادی شدہ زنا کرنے والے کے لیے جرم کا حکم ہے۔ ابن صوریہ نے کہا۔

اللهم نعم اما والله يا  
ابا القاسم انهم ليعرفون  
انك نبى مرسل ولكنهم  
يخسدونك -  
اے اللہ بے شک توریت میں :  
ہی حکم ہے اور اے ابراہیم والہ :  
اہل کتاب اس امر کو خوب جانتے اور  
پہچانتے ہیں آپ نبی مرسل ہیں لیکن

(خصائص کبریٰ ص ۱) آپ پر حسد کرتے ہیں۔

(۵) عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں جابر بن سمرةؓ سے روایت کی کہ ایک جبرمقانی شخص آیا اور صحابہ سے حضور کی نسبت دریافت کیا کہ تمہارے وہ صاحب کہ جو یہ زعم کرتے ہیں کہ میں نبی ہوں وہ کہاں ہیں۔ میں ان سے کچھ سوال کروں گا جس سے معلوم ہو جائے گا وہ نبی ہیں یا غیر نبی۔ اتنے میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سامنے سے آگئے جبرمقانی نے کہا کہ جو دجی آپ پر آتی ہے وہ مجھے پڑھ سنائیے آپ نے اس کے سامنے کتاب اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں جبرمقانی نے سنتے ہی کہا واللہ یہ اس قسم کا کلام جو موسیٰ علیہ السلام لائے (۶)

اسی طرح ادوجہی بہت سے علماء اور یہود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور مشرف باسلام جیسے زید بن سعنة وغیرہ (۷)

اسلام عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وادخلہ دارالسلام

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ توریت کے بڑے زبردست عالم تھے۔ آپ حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا اصل نام حصین تھا۔ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سلام نام رکھا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کے دیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔

عَلَّہ عبداللہ بن سلام کے اسلام کا واقعہ البدایہ والنہایہ ص ۳۱ تا ص ۳۱۲ میں دیکھو۔

(۱) الخصائص الکبریٰ ج ۱: ص ۱۹۴، (۲) فتح الباری ج ۱: ص ۱۷۷، ۲۱۴

(۱) جبرمقانی۔ جرامقہ کی طرف نسبت ہے جو عجم میں ایک قوم ہے۔ ۱۲

فلما رأيت وجهه عرفت ان  
وجہہ راہیں بوجہ کذا آب۔  
آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے ہی پہچان  
لیا کہ یہ چہرہ بھوٹے کا چہرہ نہیں۔  
درول ہر امتی کو حق مزہ است  
چون شود از رنج و علت دل سلیم  
روئے و آواز پیغمبر معجزہ است  
طعم صدق و کذب را باشد علیم  
پہلا کلام جو آپ کی زبان سے سُنادہ یہ تھا۔

ایہا الناس اطعموا الطعام  
وافتشوا السلام و صلوا  
الامرحام و صلوا باللیل  
والناس نیام تدخلوا  
الجنة بسلام اخرجہ  
الترمذی  
والحاکم  
وصحاحہ۔  
اے لوگو آدمیوں کو کھانا کھلایا کرو اور  
آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور صلہ رچی کر دو  
اور رات میں نماز پڑھو جب کہ لوگ خدا  
سے غافل سو رہے ہوں  
تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل  
ہو گے۔ اس حدیث کو ترمذی اور حاکم  
نے روایت کیا ہے اور دونوں نے  
اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔

ولآمل بہتقی میں عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کا نام اور آپ کی صفت اور آپ کا حلیہ پہلے ہی سے جانتا تھا مگر کسی سے ظاہر نہیں  
کرتا تھا۔

جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے آپ کی خبر سنی تو میں اس وقت  
ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔  
میری پیچھے خالہ بنت حارث نے کہا اگر تو موسیٰ علیہ السلام کی خبر سنا تو اس سے  
زیادہ غش نہ ہوتا میں نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم یہ بھی موسیٰؑ کے بھائی ہیں وہی دین  
دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام دے کر بھیجے گئے تھے میری پیچھے بھی نے کہا

اے میرے بھتیجے کیا یہ وہی نبی ہیں جن کی ہم خبریں سنتے آتے ہیں کہ وہ قیامت کے سانس کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ میں نے کہا ہاں یہ وہی نبی ہیں۔ میں گھر سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا اور واپس آکر اپنے تمام اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی۔ سب نے اسلام قبول کیا (۱)۔

**فائدہ:**

قیامت کے سانس سے وہ فتنے اور حوادث مراد ہیں کہ جو قیامت سے پہلے ظہور پذیر ہوں گے اور ان کا ظہور قیامت کا دیا باچہ اور پیش خیمہ ہوگا۔

کہا قال تعالیٰ نَذِیْرُکُمْ بِیْنِ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعة کھاتیں۔ روض الالاف ص ۲۴ اس کے بعد میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل اس کے کہ میری قوم کو میرے اسلام کا علم ہو آپ مجھ کو کسی کوٹھری میں بٹھلا کر یہود سے میرا حال دریافت فرمائیں کیونکہ یہود بڑی بہتان باز بننے والی قوم ہے چنانچہ جب یہود آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے عبداللہ بن سلام کو ایک کوٹھری میں بٹھلا کر یہود سے دریافت فرمایا کہ اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا پیارا رسول ہوں اور حق لے کر آیا ہوں پس اسلام لاؤ۔ یہود نے کہا ہم نہیں جانتے۔ آپ نے تین بار یہی سوال فرمایا ہر بار یہود یہی کہتے رہے۔ بعد ازاں یہ فرمایا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے۔ یہود نے کہا کہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا اور ہمارا سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا اور ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کا بیٹا۔

آپ نے فرمایا اگر عبداللہ بن سلام مجھ پر ایمان لے آئے پھر تو میرے نبی بڑھتی ہونے کا

یقین کرو گے۔ یہود نے کہا عبداللہ بن سلام کبھی اسلام لا ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا بالفرض وہ اسلام لے آتے یہود نے کہا حاشا دکلا وہ کبھی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا اے ابن سلام باہر نکل آؤ۔ عبداللہ بن سلام باہر آئے اور یہ کلمات زبان پر بھی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور یہود سے مخاطب ہو کر کہنے لگے اے گروہ یہود خدا سے ڈرو قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور حق لے کر آتے ہیں یہ سنتے ہی یہود نے کہا تو جھوٹا اور کذاب ہے اور سب میں بُرا اور بُرے کا بیٹا ہے (بخاری شریف) اسی بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ شُوْبَةٌ وَ شَهِدَ شَٰهِدٌ مِّنْ بَنِي اِسْرَآئِيْلَ عَلٰی مِثْلِهِمْ فَاَمَنَ وَ اسْتَكْبَرَ ثُمَّ اَنَّا اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (۱)، (۲)

اسلام میمون بن یامین :

میمون بن یامین رومسار یہودیوں سے تھے۔ آپ کو دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے اور ان کا حال بھی عبداللہ بن سلام جیسا ہی ہوا

میمون بن یامین رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ یہود کو بلا بھیجیے اور مجھ کو حکم بنا دیجئے وہ لوگ میری طرف رجوع کریں گے۔ آپ نے میمون کو تو انذر کو ٹھہری میں چھپا دیا اور یہود کے بلانے کے لیے آدمی بھیج دیا وہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی آپ نے فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں سے کسی کو میرے اور اپنے مابین حکم مقرر کرو۔ یہود نے کہا کہ ہم میمون بن یامین کے حاکم بنانے پر راضی ہیں وہ جو فیصلہ کر دے ہمیں منظور ہے۔ آپ نے میمون کو آواز

وی کہ باہر آ جاؤ تیمون باہر آئے اور کہا اشدھامہ رسول اللہ مگر یہود نے تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ باب اثنان الیہود النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین  
 قدم المدینۃ۔

اسلام سلمان بن اسلام رضی اللہ عنہ  
سلمان آپ کا نام ہے ابو عبد اللہ آپ کی کنیت ہے سلمان الخیر کے لقب سے  
مشہور ہیں گویا سلمان کیا تھے خیر مجسم تھے ملک فارس کے رام ہرمز کے مضافات میں  
سے، قصبہ جہی کے رہنے والے تھے شاہان فارس کے خاندان سے تھے۔ جب کوئی  
سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھتا این من انت تم کس کے بیٹے ہو تو یہ جواب دیتے۔  
انا سلمان بن الاسلام۔ میں سلمان بیٹا اسلام کا ہوں۔

(الاستيعاب للمخاطب ابن عبد البر<sup>٥٦</sup> ج ٢ حاشية اصابع)

مکہ حاکم مستوفی فرماتے کہ سلطان فارسی کو سلمان بن اسلام اور سلمان بن شریح کہتے ہیں یعنی اسلام ان کے حق میں بلکہ نذر  
 اپنے ہندوہ اسلام کے حق میں بزرگ دیکھ کے ہے۔ اسباب ۲۶ ترجمہ سلمان فارسی حاکم انہیں قہر سے اللہ تعالیٰ فرماتے  
 ہیں۔ سلمان کا اگر نام پوچھو تو عبداللہ ہے نسبت پوچھو تو ابن الاسلام یعنی اسلام کا فرزند زنا جندہ مرادیہ اور دولت پوچھو تو  
 فقر ہے مکان اکی مسجد ہے کما فی ان کی خبر ہے لباس ان کا تقویٰ ہے کیا انکا بیاری ہے ابابا انکا زنا کا متا ہے ان کا خنق  
 کا اڑنا ہے کہ سلمان ہم میں سے ہے اور اگر انکا قصد اور ارادہ پوچھتے ہو یہیں وہ جہ ہے اللہ جل جلالہ کی ذات پاک اور  
 اکی جہ اور خوشنودی چاہتے ہیں اور اگر پوچھتے ہو کہ کہاں جا رہے ہیں تو کچھ لو کہ نسبت کی طرف جا رہے ہیں لہذا پوچھتے ہو  
 کہ اس فریضہ میں انکا اندر نہا کن ہے تو خوب جانی کہ وہ امام احقین اداۃ الخلق الی الدیۃ علیہ السلام الی الدین الی الدین  
 خاتم الانبیاء المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علی اکرم و احسنہ و ازاد و جود و مائۃ الجمعین میں ہے

اِذَا نَعْنِ اَذْلَجْنَا وَاَنْتَ اِمَامُنَا كَفَى بِالْمَطْيَا طِيبٌ ذِكْرُكَ خَادِيَا

جب ہم نزدیک رات میں مجلس اورتو ہمارا امام ہو تو اڈٹوں کہ حدی کیلئے تیرا پاکیزہ ذکر ہی کافی ہے۔

وَأَنْ نَحْنُ أَضَلُّنَا الطَّرِيقَ وَلَمْ نَجِدْ دَلِيلًا كَفَانَا نُورٌ وَجْهَكَ هَادِيًا  
اور اگر ہم راستہ کو گم نہیں اور کوئی رہنما ہم کو نہ ملے تو میرے چہرے کا نور ہماری ہمنوائی کیلئے بالکل کافی ہے کہ ان کی غفلت اور لاپرواہی

(۱) فتح الباری - ج: ۷، ص: ۱۱۳

یعنی میرے روحانی وجود کا سبب اسلام ہے اور وہی میرا رقی ہے فتم الایہ نعم الامین پس کیا اچھا باپ ہے اور کیا اچھا بیٹا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عمر بہت زیادہ ہوئی کہا جاتا ہے کہ سلمان نے حضرت مسیح بن مریم کا زمانہ پایا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا زمانہ تو نہیں لیکن حضرت مسیح کے کسی حواری اور وصی کا زمانہ پایا ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ جس قدر اقوال بھی ان کی عمر کے بارے میں پائے وہ سب اس پر متفق ہیں کہ آپ کی عمر ڈھائی سو سال سے متجاوز ہے۔

ابو الیشیخ طبقات الاصبہانیہ میں لکھتے ہیں کہ اہل علم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ساڑھے تین سو سال زندہ رہے لیکن ڈھائی سو سال میں تو کسی کو شک ہی نہیں اصحاب ترجمہ سلمانؓ ۶۲ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلمان فارسی نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود اپنی زبان سے اس طرح بیان کیا کہ میں ملک فارس میں سے قریہ جی کا رہنے والا تھا۔ میرا باپ اپنے شہر کا چودھری تھا اور سب سے زیادہ مجھ کو محبوب رکھتا تھا جس طرح کنواری لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح میری حفاظت کرتے ہیں اسی طرح میری حفاظت کرتا تھا اور مجھ کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتا تھا۔ ہم مذہباً مجوسی تھے۔ میرے باپ نے مجھ کو آتش کہہ کا محافظ اور نگہبان بنا رکھا تھا کہ کسی دقت آگ بجھنے نہ پائے۔ ایک مرتبہ میرا باپ تعمیر کے کام میں مشغول تھا۔ اس لیے مجبوری مجھ کو کسی زمین اور کھیت کی خبر گیری کے لیے بھیجا لہذا یہ تاکید کی کہ دیر نہ کرنا میں گھر سے نکلا راستہ میں ایک گر جا پڑتا تھا۔ اندر سے کچھ آواز سنائی دی میں دیکھنے کیلئے اندر گھسا دیکھا تو نصاریٰ کی ایک جماعت ہے کہ جو نماز میں مشغول ہے مجھ کو ان کی یہ عبادت پسند آئی اور اپنے دل میں یہ کہا کہ یہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے۔ ان لوگوں نے کہا ملک شام



میں اسی میں آفتاب غروب ہو گیا۔ باپ نے انتظار کر کے تلاش میں قاصد دوڑائے جب گھر واپس آیا تو باپ نے دریافت کیا اے بیٹے تو کہاں تھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان۔ باپ نے کہا اس دین (یعنی نصرانیت) میں کوئی خیر نہیں۔ تیرے ہی باپ دادا کا دین یعنی آتش پرستی بہتر ہے۔

میں نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم نصرانیوں ہی کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ باپ نے میرے پیر میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا یا جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ لَئِنْ اتَّخَذْتَ إِلَهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُورِينَ۔ اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تجھ کو قیدیوں میں سے کر دوں گا۔ جیسا کہ عام اہل باطل کا طریق ہے) میں نے پرشیدہ طور پر نصاریٰ سے یہ کلام بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھ کو اطلاع کرنا چنانچہ انہوں نے مجھ کو ایک موقع پر اطلاع دی کہ نصاریٰ کے تاجروں کا ایک قافلہ شام واپس جانے والا ہے۔ میں نے موقع پا کر بیڑیاں اپنے پیر سے نکال پھینکیں اور گھر سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لیا۔

شام پہنچ کر دریافت کیا کہ عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم کون ہے۔ لوگوں نے ایک پادری کا نام بتلایا میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا تمام واقعہ بیان کیا اور یہ کہا میں آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کا دین سیکھنا چاہتا ہوں مجھ کو آپ کا دین مرغوب اور پسند ہے آپ اجازت دیں تو آپ کی خدمت میں رہ پڑوں اور دیں سیکھوں اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھا کروں اس نے کہا بہتر ہے لیکن چند روز کے بعد تجربہ ہوا کہ وہ اچھا آدمی تھا بڑا ہی حریص اور طامع تھا دوسروں کو صدقات اور خیرات کا حکم دیتا اور جب لوگ دینے کو آتے تو جمع کر کے رکھ لیتا اور فقراء اور مساکین کو نہ دیتا اسی طرح اس نے شرفیوں کے ساتھ مل کر جمع کر لیے جب وہ مر گیا اور لوگ حسن عقیدت کے ساتھ اسکی تجویز پھینک دی کہ یہ جمع ہوتے ہیں نے لوگوں سے اس کا حال بیان کیا اور وہ سات مٹکے دکھلاتے

لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا خدا کی قسم ہم ایسے شخص کو ہرگز دفن نہ کریں گے۔ بالآخر اس پادری کو سولی پر لٹکا کر سنگسار کر دیا اور اس کی جگہ کسی اور عالم کو بٹھلایا۔

سلمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے زائد کسی کو عالم اور اس سے بڑھ کر کسی کو عابد زاہد و نیا سے بے تعلق اور آخرت کا شائق اور طلبگار نمازی اور عبادت گزار کسی کو نہیں دیکھا اور جس قدر مجھ کو اس عالم سے محبت ہوئی۔ اس سے پیشتر کبھی کسی سے اس قدر محبت نہیں ہوئی۔ میں برابر اس عالم کی خدمت میں رہا جب ان کا آخر وقت آگیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو وصیت کیجیے اور بتلائیے کہ آپ کے بعد کس کی خدمت میں جا کر رہوں کہا موصول ہیں ایک عالم ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نصیبین میں ایک عالم کے پاس جا کر رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شہر عموریہ میں ایک عالم کے پاس رہا جب ان کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں عالم کے پاس رہا اب آپ بتلائیں کہ میں کہاں جاؤں اس عالم نے کہا کہ میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا عالم نہیں جو کہ صحیح راستہ پر ہو اور میں تم کو اس کا پتہ بتاؤں۔ البتہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے کہ جو دین ابراہیمی پر ہوگا۔ عرب کی سرزمین میں اس کا ظہور ہوگا۔ ایک نخلستانی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اگر تم سے وہاں پہنچنا ممکن ہو تو ضرور پہنچنا۔ ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائیں گے۔ ہدیہ قبول کریں گے۔ دونوں شانوں کے قریب مہرِ نبوت ہوگی جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔ اس آثار میں میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں بھی جمع ہو گئیں تھیں اتفاق سے ایک قافلہ عرب کا جانے والا کھجور کا ٹوکریاں لے گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ کھجور کے ساتھ لے چلو یہ گائیں اور بکریاں سب کی سب تم کو دے دوں گا۔ ان لوگوں نے اس کو قبول کیا اور مجھ کو ساتھ لے لیا۔ جب وادی قریٰ میں پہنچے تو میرے ساتھ یہ بدسلوکی کی کہ غلام سا کہ ایک

یہودی کے ہاتھ فروخت کیا جب اس کے ساتھ آیا تو کھجور کے درخت دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہو لیکن ابھی پورا اطمینان نہیں ہوا تھا کہ بنی قریطہ میں ایک یہودی اس کے پاس آیا اور مجھ کو اس سے خرید کر مدینہ لے آیا۔

حتیٰ قدمت المدینۃ فواللہ ماہو  
الا ان رایۃما فعرقتہما بصفة صاحبی  
وایقنت انہا ہی البلدۃ الی وصفتی لی

جب میں مدینہ پہنچا تو خدا کی قسم مدینہ کو  
دیکھتے ہی پہچان لیا اور یقین کیا کہ یہ ہی  
شہر ہے کہ جو مجھ کو بتلایا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں خود حضرت سلمان سے مروی ہے کہ میں اس طرح دس مرتبہ سے زیادہ فروخت ہوا ہوں (لوگوں نے سلمانؓ کو بار بار بے رغبتی کے ساتھ دراہم معدودہ میں خریدا لیکن اس کی اصلی قیمت کو کسی نے نہ پہچانا) میں مدینہ میں اس یہودی کے پاس رہا اور بنی قریظہ میں اس کے درختوں کا کام کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کو مکہ میں مہجوت فرمایا مگر مجھ کو غلامی اور خدمت کی وجہ سے مطلق علم نہ ہوا جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور قبا میں بنی عمر دین عوف کے یہاں آپؐ قیام فرمایا۔ میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کر رہا تھا اور میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک یہودی آیا جو میرے آقا کا چچا زاد بھائی تھا اور یہ کہنے لگا۔ خدا بنی قیلہ یعنی انصار کو ہلاک کرے کہ قبا میں ایک شخص کے ارد گرد جمع ہیں جو مکہ سے آ رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ شیخ شخص نبی اور پیغمبر ہے۔ سلمان فرطتے ہیں۔

خدا کی قسم یہ سننا تھا کہ مجھ کو روزِ ادرک کی سبکدوشی ملے گی اور  
مجھ کو یہ غائب گمان ہو گیا کہ میں اپنے آقا پر اب گرا۔

حتی ظننتُ انی ساسقط علی صلیبی  
(بشیرِ فزیر کی آمد کی بشارت نے سلمان کو ایسا بخود اور وارفتہ بنا دیا کہ اگر نولاً اَنْ رَسَلْنَا

قلبہما کا مضمون نہ ہوتا تو دُخت سے گریہی پڑتے۔ وہ دونوں یہودی ان کی اس حالت

اور کیفیت کو دیکھ کر سخت متعجب تھے اور سلمانؓ کی زبان حال یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

خَلَيْتَ لَا وَاللَّهِ مَا أَنَا مِنْكُمْ  
إِذَا عَلِمُوا مِنْ آلِ لَيْلَى بَدَأَ لَيْسَا  
لے میرے دوستوں کی قسم میں اب تم سے نہیں رہا جبکہ مجھ کو دیدارِ بیل کا کوئی پہاڑ نظر آگیا  
مدتے بود کہ مشتاقِ لقایت بودم لاجرم روئے ترا دیدم و از جا رفتم

بہر حال دل کو تھا کہ درخت سے اترا اور اس آنے والے یہودی سے پوچھنے لگا  
بتاؤ تو کسی تم کیا بیان کرتے تھے وہ خبر ذرا عجیب کو بھی تو سناؤ یہ دیکھ کر میرے آقا کو غصہ آگیا اور  
نور سے ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب تو اپنا کام کر۔

جب شام ہوئی اور کام سے فراغت ہوئی تو جو کچھ میرے پاس جمع تھا وہ ساتھ لیا  
اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت تبار میں تشریف فرما تھے میں نے  
یہ عرض کیا کہ مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ کے اور آپ کے رفقاء کے پاس کچھ نہیں ہے آپ  
سب حضرات صاحبِ حاجت ہیں اس لیے میں آپ کے لیے اور آپ رفقاء  
کے لیے صدقہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے اپنی ذاتِ مطہرہ کے لیے صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ فرمایا  
کہ میں صدقہ نہیں کھاتا اور صحابہ کو اجازت دی کہ تم لے لو۔

سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ ان تین  
علامتوں میں سے ایک ہے میں واپس ہو گیا اور پھر کچھ جمع کرنا شروع کر دیا جب  
آپ مدینہ تشریف لائے تو میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میرا دل چاہتا  
ہے کہ آپ کی خدمت میں کچھ پیش کروں۔ صدقہ تو آپ قبول نہیں فرماتے۔ یہ  
ہدیہ لے کر حاضر ہوا ہوں آپ نے قبول فرمایا اور خود بھی اس میں سے کھایا اور صحابہ  
کو بھی کھلایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ دوسری علامت ہے۔

میں واپس آگیا اور دو چار روز کے بعد پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ اس وقت ایک جنازے کے ہمراہ بقیع میں تشریف لائے تھے اور صحابہ کرم کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ تھی۔ آپ درمیان میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا اور سامنے سے اٹھ کر پیچھے آ بیٹھا تاکہ مہربوت دیکھوں۔ آپ سجدہ گئے اور پشت مبارک سے چادر اٹھا دیا۔ میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اٹھ کر مہربوت کو بوسہ دیا اور روپڑا آپ نے ارشاد فرمایا سامنے آؤ میں سامنے آیا اور جس طرح تجھ سے اے ابن عباس میں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا۔ اسی طرح میں نے یہ تمام واقعہ تفصیل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے صحابہ کی مجلس میں بیان کیا اور اسی وقت مشرت باسلام ہوا۔ آپ بہت مسرور ہوئے۔ اُس کے بعد اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہو گیا اسی وجہ سے میں غزوہ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے سلمان اپنے آقا سے کتابت کرو۔ سلمان نے اپنے آقا سے کہا۔ آقا نے یہ جواب دیا دیکھ اگر تم چالیس اوقیہ سونا ادا کرو اور تین سو درخت کھجور کے لگا دو جب وہ بار آور ہو جائیں تو تم آزاد ہو۔ سلیمان نے آپ کے ارشاد سے قبول کیا اور آپ نے لوگوں کو ترغیب دی کہ سلمان کی کھجور کے پودوں سے امداد کریں۔ چنانچہ کسی نے تیس پودوں سے اور کسی نے بیس پودوں سے اور کسی نے پندرہ سے اور کسی نے دس پودوں سے امداد کی۔ جب پودے جمع ہو گئے تو مجھ سے فرمایا اے سلمان ان کے لیے گڑھے تیار کرو۔ جب گڑھے تیار ہو گئے تو خود دست مبارک سے ان تمام پودوں کو لگایا اور اور برکت کی دعا فرمائی۔ ایک سال گزرنے نہ پایا کہ سب کو پھل آگیا اور کوئی پودا ایسا نہ رہا کہ خوشک ہو گیا جو۔ سب کے سب سرسبز اور شاداب ہو گئے اور سب کو پھل آگیا۔ دختوں کا قرض تورا دہو گیا صرف درہم باقی رہ گئے۔ ایک روز ایک شخص آپ کے پاس ایک بیضہ کی مقدار سونالے کر آیا آپ نے فرمایا وہ مسکین مکاتب

ملے کر بتا سکتے ہیں کہ غلام اپنے آقا سے بہتر کر لے گا اگر اس سے معاوضہ کر لے گا تو انہیں براہوں

یعنی سلمان فارسی کہاں ہے اس کو بلاؤ۔ میں حاضر ہوا تو آپ نے وہ بیضہ کی مقدار سونا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اللہ تمہارا قرضہ ادا فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سونا بہت تھوڑا ہے۔ اس سے میرا قرض کہاں ادا ہوگا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اللہ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کرے گا۔ چنانچہ میں نے اس کو تولتا تو پورا جالیں اوقیہ تھا میرا کل قرض ادا ہو گیا اور غلامی سے آزاد ہوا اور آپ کے ساتھ غزوہ خندق میں شریک ہوا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں آپ کے ہمراہ رہا (۱) سیرۃ ابن شامہ ۳۶

### تعمیر مسجد نبوی

اول جس جگہ آپ کی ناء اکوٹھٹی تھی وہ جگہ تیموں کا مرید تھا یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی۔ آپ نے اس جگہ کی بابت دریافت کیا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے معلوم ہوا کہ یہ خرمن سہل اور سہیل کی ہے۔ آپ نے ان دونوں تیموں کو بلایا تا کہ ان سے یہ قطعہ خرید کر مسجد بنائیں اور ان کے چچا سے جن کی زیر تربیت یہ دونوں تیمیں تھے خرید و فروخت کی گفتگو فرمائی۔ ان دونوں نے کہا ہم اس خرمن کو بلا کسی معاوضہ کے آپ کی نذر کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے سوا کسی سے اس کی قیمت کے خواست گار نہیں مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا اور قیمت دے کر خرید فرمایا۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس خرمن کی قیمت دے دیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو بکر نے دس دینار اس کی قیمت میں ادا کیے۔ فتح الباری ص ۱۹۲

بعد ازاں اس زمین پر کھجور کے درخت تھے آپ نے ان کے کٹوانے اور قبور مشرکین کے ہموار کر دینے کا حکم دیا اور اس کے بعد کچی ایتھیں بنانے کا حکم دیا اور خود بنفس نفیس اس کے بنانے میں مصروف ہو گئے اور انصار و مہاجرین بھی آپ کے شریک تھے۔

صحابہ کے ساتھ آپ خود بھی ایٹلیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے۔  
 هَذَا الْجَمَالُ لَاجِمَالٍ خَيْرٌ هَذَا اَبْرَرُ بَنَّا وَاَطْهَرُ  
 یہ خیر کی کھجوروں کا بوجھ نہیں ہے پر درو گاری ہی بوجھ سب سے عمدہ اور بہتر ہے اور کبھی یہ پڑھتے  
 اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةِ فَارْحِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ  
 اے اللہ بلاشبہ حقیقت میں اجر تو آخرت کا اجر ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔  
 جو صرف آخرت کے اجر کے طلب گار ہیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔  
 اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ لَا خَيْرَ لَا خَيْرَ لَا خَيْرَ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ  
 اے اللہ آخرت کی بھلائی اور خیر کے سوا کوئی خیر اور بھلائی نہیں پس تو انصار اور مہاجرین  
 کی مدد فرما جو صرف آخرت کی بھلائی اور خیر کے خواہاں ہیں (۱)  
 اور صحابہ کرام کی زبانوں پر یہ تھا۔

لَنْ نَقْدَنَا وَالنَّبِيَّ يَعْمَلُ لِذَلِكَ مِنَ الْعَمَلِ الْمُنْتَلَى  
 اگر ہم بیٹھ جائیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کام کریں تو ہمارے عمل یعنی بیٹھ جانا بہت ہی  
 بڑا کام ہوگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔  
 لَا يَسْتَوِي مَنْ يَعْبُرُ الْمَسَاجِدَ يَدَّابُ فِيهَا قَانَسًا وَقَاعِدًا  
 جو شخص اٹھتے بیٹھتے تعمیر مسجد میں سرگرداں ہے۔

وَمَنْ يَسِرُّ عَنِ التَّرَابِ حَائِدًا  
 اور وہ شخص جو کپڑوں سے مٹی اور غبار کو بچاتا ہے دونوں برابر نہیں (۲)  
 ایٹلیں اٹھا اٹھا کر لانے والوں میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بھی تھے عثمان  
 بن مظعون فطری طور پر نطیف الطبع واقع ہوئے تھے مزاج میں صفائی اور سہرا  
 بہت تھی جب اینٹ اٹھاتے تو کپڑوں سے دور رکھتے اور جہاں کپڑے پر ذرا بھی

(۱) ایضاً فتح الباری ج: ۲، ص: ۱۹۳ (۲) فتح الباری ج: ۲، ص: ۱۹۳

غبار پڑ جاتا تو اس کو جھارتے (رداء البیہقی عن الحسن)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ومن یری عن التراب حامدًا بطور مزاح عثمان بن مظعون کے سنانے کے لیے پڑھتے تھے (۱) عجب نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مزاج میں اس طرف بھی اشارہ فرماتے ہوں کہ ایسی حالت میں بہ نسبت صفائی اور ستھرائی کے گرد اور غبار ہی بہتر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے الحاج الشعث التفل حاجی تو ہی ہے جو گرد آلود اور میل کچیل ہو مسند احمد میں طلق بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو گارا گھولنے کا حکم دیا۔ میں بھاؤ لے لے کر گارا گھولنے کیلئے کھڑا ہو گیا۔ صحیح ابن حبان میں ہے کہ میں عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اینٹیں اٹھا کر لاؤں۔

آپ نے فرمایا نہیں تم گارا گھولو۔ تم اس کام سے خوب واقف ہو (۲) یہ مسجد اپنی سادگی میں بے مثل تھی کچی اینٹوں کی دیواریں تھیں کھجور کے تنوں کے ستون تھے۔ اد کھجور کی شاخوں اور پتوں کی چھت تھی جب بارش ہوتی تو پانی اندر آتا اس کے بعد میں چھت کو گارے سے لیپ دیا گیا۔ سو گز لمبی اور تقریباً سو ہی گز عرض تھی اور تقریباً تین ہاتھ گہری بنیادیں تھیں دیواروں کی بلندی اقدم آدم سے زائد تھی۔ دیوار قبلیت المقدس کی جانب رکھی گئی اور مسجد کے تین دروازے رکھے گئے ایک دروازہ

(۱) زرقانی ج: ۱، ص: ۳۶۸ (۲) ایضاً ج: ۱، ص: ۳۶۶ (۳) چنانچہ حسن بصری

سے مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ابوہریرہ عریشہ کعبہ میں موسیٰ ایسا چھپر بنا دو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا چھپر تھا۔ اسی کہتا ہے کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا چھپر کیسا تھا تو فرمایا کہ جب آٹھ اٹھتے تھے تو چھپر کو لگاتھا ایک سے سری رایت میں ہے کہ انصار نے کچھ مال جمع کیا اور آپ سے عرض کیا کہ اس مسجد کو زین کرنا جائے تو آپ نے یا رسول اللہ فرمایا۔ بانی رختہ عن اخی موسیٰ عریشہ کعبہ میں میں اپنے بھائی موسیٰ کے طریق سے اعراض نہیں کرنا چاہتا پس یہ ایک چھپر ہے۔ موسیٰ کے چھپر کی طرح (البلایۃ والناہیۃ ص ۲۵ ج ۳)



اس طرف رکھا گیا جس جانب اب قبلہ کی ویو اس ہے اور دوسرا دروازہ مغرب کی جانب میں جسے اب باب الرحۃ کہتے ہیں اور تیسرا دروازہ وہ کہ جس سے آپ آتے جاتے تھے جسے اب باب جبریل کہتے ہیں اور جب سولہ یا سترہ ماہ کے بعد بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ ہو کر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا تو وہ دروازہ جو مسجد کے عقب میں تھا بند کر دیا گیا اور اس کے مقابل دوسرا دروازہ قائم کر دیا گیا۔ علمائے سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ مسجد کا طول و عرض کتنا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سو گز لمبی اور سو گز چوڑی تھی خارجہ بن زید فقیہ مدینہ یہ فرماتے ہیں کہ سترہ گز لمبی اور ساٹھ گز چوڑی تھی۔ محمد بن یحییٰ امام مالک کے تلمیذ یہ فرماتے ہیں کہ شرفا وغربا ترسیٹھ گز تھے اور شمالاً و جنوباً چار گز اور دو ثلث گز تھے تحقیق یہ کہ مسجد نبوی کی دو مرتبہ تعمیر ہوئی اول جب آپ ہجرت فرما کر ابوالایوب انصاری کے مکان میں فروکش ہوئے۔ دوسرے سترہ ہجری فتح خیبر کے بعد ویدہ ہو جانے کی وجہ سے آپ نے از سر نو تعمیر کرائی۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور مختلف روایات سے ثابت ہے۔ پہلی مرتبہ کی تعمیر میں مسجد کا طول عرض سو گز سے کم تھا اور دوسری مرتبہ کی تعمیر میں سو گز سے کچھ زائد ہی تھا۔ چنانچہ ابن جریر صحیفہ بن عمر سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو دو مرتبہ بنایا اول جبکہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اس وقت مسجد کا طول و عرض سو گز سے کم تھا۔ دوسرے فتح خیبر کے بعد سترہ ہجری میں مسجد کو از سر نو بنایا اور زمین لے کر مسجد میں اور زیادہ کی چنانچہ معجم طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد کی توسیع کا ارادہ فرمایا تو مسجد کے متصل ایک انصاری کی زمین تھی۔ آپ نے اُن انصاری سے یہ فرمایا کہ یہ زمین جنت کے ایک محل کے معائنہ میں ہمارے ہاتھ فروخت کر دو لیکن وہ اپنی عمرت و غربت اور کثیر العیالی کی وجہ سے مفت نہ دے سکے اس لیے ضرور عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس قطعہ زمین کو بیعاً و صدقہ میں ہزار درہم ان انصاری سے

خرید کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول جو قطع زمین آپ اس انصاری سے جنت کے محل کے معاوضہ میں خرید فرمانا چاہتے تھے وہ اس ناچیز سے خرید فرمائیں۔ آپ نے وہ قطع معاوضہ جنت حضرت عثمان سے خرید کر مسجد میں شامل فرمایا اور اول اینٹ اپنے دست مبارک سے رکھی اور پھر آپ کے حکم سے ابو بکر نے اور پھر عمر اور پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم نے رکھی۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف الا سند ہے مگر مسند احمد اور جامع ترمذی کی ایک حسن الاسناد روایت اس کی مؤید ہے وہ یہ کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو یہ فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ جب مسجد نبوی ننگ ہو گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں کہ جو زمین کے فلاں ٹکڑے کو خرید کر معاوضہ جنت مسجد میں شامل کر دے اور تم کو خوب معلوم ہے کہ وہ ٹکڑا میں نے ہی خرید کر مسجد میں شامل کیا اور اب تم مجھ کو اسی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی روکتے ہو۔

یہ روایت جامع ترمذی میں ثمامہ بن حزن قیشری سے مروی ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کی تحسین کی ہے اور یہی روایت مسند احمد اور سنن داقطنی میں احنف بن قیس سے مروی ہے۔ نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو سب سے پہلے جبری میں حاضر خدمت اقدس ہوئے ہیں بھی اس تعمیر میں شریک تھے جیسا کہ مسند احمد میں غزوہ بدر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ایٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک مرتبہ میں سانسے آگیا تو دیکھا کہ آپ بہت سی اینٹیں اٹھا کر لا رہے ہیں اور سینہ مبارک سے ان کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ میں سمجھا کہ آپ بوجھ کی وجہ سے ایسا کیے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو دے دیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ خذ غیر ہایا ابا ہریرۃ فانہ لا عیش الا عیش الآخرۃ (اے ابو ہریرہ دوسری اینٹیں اٹھا لو۔ تحقیق نہیں ہے زندگی مگر زندگی

## آخرت کی

اب ظاہر ہے کہ ابوہریرہ کی یہ شرکت بنائے ثانی میں تھی جو فتح خیبر کے بعد ۸ھ میں ہوئی اور جو بنائے ۹ھ میں ہوئی اُس میں ابوہریرہ کی شرکت کیسے ممکن ہے نیز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو ۸ھ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے بنائے منجانبی میں ان کا شریک ہونا دلائل ہیئت میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص ۸ھ ہجری میں مشرف باسلام ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ سلسلہ ہجری کی تعمیر میں کیسے شرکت کر سکتا ہے لامحالہ اُن کی یہ شرکت بنائے ثانی میں سمجھی جائے گی۔ یہ کام تفصیل وقار الوفا اور خلاصۃ الوفا کے باب چہارم میں مذکور ہے۔

## تعمیر حجرات برائے ازواجِ مطہرات

جب آپ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ازواجِ مطہرات کے لیے حجروں کی بنیاد ڈالی اور دستِ دو حجرے تیار کر لئے ایک حضرت سودہ بنت زمعہ کے لیے اور دوسرا حضرت عائشہ کے لیے۔ بقیہ حجرے بعد میں حسبِ ضرورت تعمیر ہوتے رہے۔

مسجد کے متصل حارث بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے مکانات تھے جب آپ کو ضرورت پیش آتی تو حضرت حارثہ آپ کو نذر کر دیتے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام مکانات آپ کی نذر کر دیے۔ اکثر حجرے کھجور کی شاخوں کے اور بعض کچی اینٹوں کے تھے درازوں پر کبل اور ٹاٹ کے پردے تھے۔ حجرے کیا تھے۔ زہد اور قناعت کی تصویر اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ تھے۔ ان حجروں میں اگرچہ اکثر و بیشترات کو چراغ نہیں جلتے تھے (بخاری شریف ص ۱۵) اور ضرورت بھی نہ تھی۔ جس گھر میں اللہ کا داعی بشیر و نذیر اور سراج منیر رہتا ہو وہاں کسی شمع اور چراغ کی کیا حاجت کسی نے خوب سے:

يَا بَدِيعَ الدَّلِّ وَالْغَنَجِ      لَكَ سُلْطَانٌ عَلَى الْمُهَاجِ  
لے عجیب و غریب ناز و ادا والے      تیری سلطنت تو دلوں پر ہے

إِنَّ بَيْتًا أَنْتَ سَاكِنُهُ      غَيْرُ مُحْتَاجٍ إِلَى السُّرُجِ  
 جس گھر میں تو رہتا ہو وہ      کسی چراغ کا محتاج نہیں  
 وَجْهَكَ الْمَاءُ مَوْلُوحًا      يَوْمَ يَأْتِي النَّاسُ بِالْحُجَّجِ  
 تیرا مبارک چہرہ ہمارے لیے کافی عجب ہے      جس دن لوگ اپنی اپنی جگہیں پیش کریں گے  
 حسن بھری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں ذرا بڑا ہو گیا تو کھڑے ہو کر  
 حجرے کی چھت کو ہاتھ لگایا کرتا تھا یہ حجرے سمت مشرق اور شام میں واقع تھے غری  
 جانب میں کوئی حجرہ نہ تھا (خلاصہ الرفار ص ۱۲)

### ازواجِ مطہرات کی وفات کے بعد

ولید بن عبد الملک کے حکم سے یہ تمام حجرے مسجد نبوی میں شامل کر لیے گئے  
 جس وقت ولید کا یہ حکم مدینہ پہنچا ہے تو تمام اہل مدینہ صدمے سے چیخ اٹھے  
 ابوامامہ سہل بن حنیف فرمایا کرتے تھے کاش وہ حجرے اسی طرح چھوڑ دئے جلتے  
 تاکہ لوگ دیکھتے کہ جس نبی کے ہاتھ پر منہا نب اللہ دنیا کے تمام خزان کی کنجیں رکھ  
 دی گئیں تھیں وہ نبی کیسے جردل اور کیسے چھپروں میں زندگی بسر کرتا تھا۔ صلی اللہ علیہ  
 وعلیٰ آلہ وازواجہ و ذریاتہ واصحابہ وبارک وسلم زرقانی ص ۳۶۔

اسی اثنار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو مکہ مکرمہ  
 روانہ کیا تاکہ حضرت فاطمہ الزہراء اور حضرت ام کلثوم اور ام المومنین سودہؓ کو لے آئیں۔

علہ حضرت سیدہ اور حضرت ام کلثوم تو زید بن حارثہ اور ابو رافع کے ساتھ مدینہ آئیں اور حضرت رقیہ  
 رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمانؓ کے ہمراہ پہلے ہی مدینہ آچکی تھیں۔ حضرت زینب اپنے شوہر  
 العاص بن ربیع کے ساتھ مکہ میں ہی رہیں ابوالعاص نہد مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔

جنگ بدر میں جب امیر ہو کر آئے تو آپؐ نے ان کو اس شرط پر چھوڑا کہ میری بیٹی زینب کو تم بھیج دو چنانچہ  
 ابوالعاص مکہ آئے اور حضرت زینب کو آپ کے پاس پہنچا دیا ۱۲ ہجری قمری ص ۳۶۔

اور انہی کی ہمراہ ابو بکر صدیقؓ نے عبداللہ بن ابی بکر کو روانہ کیا تاکہ حضرت عائشہ اور اسامہ اور ام رومان اور عبدالرحمن بن ابی بکر کو لے آئیں۔

جب زید بن حارثہ سب کو لے لیکر مدینہ پہنچے تو اس وقت آپ ابوالوہاب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے تعمیر کردہ حجروں میں منتقل ہو گئے (رواہ الطبرانی عن عائشہ رضہ زرقانی ص ۳۷ ج ۱)

زیادۃ خلفاء راشدین در مسجد خاتم المساجد الانبیاء و المرسلین صلوات  
اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی میں کوئی اضافہ نہیں کیا صرف جو ستون بوسیدہ ہونے کی وجہ سے گر پڑے تھے ان کی جگہ اسی طرح کھجور کے ستون نصب فرما دیے۔

حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں قبلہ اور غربی جانب میں مسجد نبوی کو بڑھایا اور شرقی جانب میں چونکہ ازواج مطہرات کے حجرے واقع تھے اس لیے اس جانب میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف مسجد کی توسیع فرمائی مگر اس کی اصلی شان اور ہتیت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں فرمایا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کچی اینٹوں سے مسجد کی تعمیر کرائی اور کھجور کے ستون اور کھجور کی شاخوں اور پٹھوں کی چھت ڈالی اور علمہ یہ ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے صحیح مسلم اور نسائی میں ابویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم المساجد ہے یہ لفظ نسائی کے ہیں مسلم کے الفاظ یہ ہیں میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے مسند بزار وغیرہ میں یہ الفاظ ہیں۔

انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم الانبیاء یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد ان مساجد کی خاتم ہے مگر جن مسجدوں کو حضرات انبیاء نے تعمیر فرمایا جس طرح آپ کے بعد کوئی اور نبی اور پیغمبر حادث نہ ہو گا اسی طرح آپ کی جگہ بعد کوئی پیغمبر نہ ہو گا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی مسجد کے بعد دنیا میں کوئی مسجد نہ بنے گی ۱۲۔

اس کی اہلی سادگی کو برقرار رکھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسجد کی توسیع بھی فرمائی اور بجائے کچی اینٹوں منقش پتھروں اور قلعی چونے سے اس کی تعمیر کرائی اور ستون بھی پتھر ہی کے لگائے اور سال کی لکڑی کی چھت ڈالی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اس شان سے مسجد نبوی کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو حضرات صحابہ پر یہ شاق گذرا کہ مسجد نبوی کی سادگی اور سہیت میں کوئی تغیر و تبدل کیا جائے حضرت عثمان نے جب صحابہ کا بار بار انکار اور ناگواری کراہت کا اظہار دیکھا تو ایک خطبہ میں یہ فرمایا۔

انکم اکثرتم واف سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
من بنی اللہ مسجد یتغنی بہ وجہ اللہ لہ مثلہ فی  
الجنة۔  
تم لوگوں نے اس بارے میں بہت  
چیمگیوں کی ہیں اور تحقیق میں نے  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ  
محض اللہ کی خوشنودی کے لیے کوئی مسجد  
بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی کے  
مثل جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔

(۱)

ماہ ربیع الاول ۳۹ھ میں تعمیر شروع ہوئی اور محرم الحرام ۴۰ھ کو تعمیر ختم ہوئی۔

اس حساب سے زمانہ تعمیر کل دس ماہ ہوتے ہیں (۲)

امام مالک سے منقول ہے کہ جب حضرت عثمان نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کرائی تو کعب اجباریہ دعا مانگنے کے لیے اللہ یہ تعمیر پوری نہ ہو لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ بس یہ تعمیر ختم ہوئی اور آسمان سے فتنہ اتر آیا (۳)

نماز جنازہ کی جگہ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہجرت

(۱) فتح الباری - ج ۱ ص ۲۵۳ (۲) دوائر الخوار - ج ۱ ص ۳۵۶ (۳) فتح الباری - ج ۱ ص ۸۱

فرما کر مدینہ تشریف لاتے تو ہم میں سے جو شخص مرنے کے قریب ہوتا تو ہم آپ کو اطلاع کرتے، آپ تشریف لاتے اور اُس کے لیے استغفار فرماتے۔ مرنے کے بعد دفن تک وہیں تشریف رکھتے۔ اس میں یہاں اوقات آپ کو بہت دیر ہو جاتی اس لیے ہم نے یہ التزام کر لیا کہ مرنے بعد آپ کو اطلاع دیا کریں چنانچہ چند روز یہی معمول رہا کہ مرنے کے بعد آپ کو اطلاع دیتے آپ تشریف لاتے اور نماز پڑھتے اور میت کے لیے دعا اور استغفار فرماتے بعض اوقات دفن میں بھی شرکت فرماتے اور بعض اوقات نماز جنازہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے جاتے۔

بعد ازاں آپ کی سہولت کی غرض سے ہم نے یہ التزام کر لیا کہ جنازہ لیکر خود آپ کے گھر پر حاضر ہو جاتے آپ وہیں اپنے گھر کے قریب جنازہ کی پڑھا دیتے۔ اس وجہ سے اُس جگہ کا نام جہاں آپ جنازہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے موضع الجنائز ہو گیا۔ طبقات ابن سعد ص ۴۱ جلد اول قسم ثانی۔ بخاری ص ۱۱۱ میں عبد اللہ بن عمر کی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ جنازہ کے لیے مسجد نبوی کے متعل ایک جگہ مخصوص تھی آپ کا مہتمم معمول تو یہی تھا کہ آپ مسجد میں جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے بعض مرتبہ کسی عارض کی وجہ سے آپ نے صلوٰۃ جنازہ مسجد میں پڑھی ہے (فتح الباری ص ۱۱۱ باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد)۔

اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔

### مواخات مہاجرین من انصار

مہاجرین جب مکہ سے اللہ کے لیے اپنے اہل و عیال خیریش و اقارب گھر اور بار

ملہ امام بخاری نے اس حدیث کو جامع صحیح کے متعدد ابواب میں لیا ہے مثلاً باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی و

ص ۱۶۰ باب علامات النبرۃ ص ۱۵۱ و کتاب التفسیر ص ۶۵ کتاب المعارین باب المہاجرین بالبلاطۃ و اخیر ذالک۔

محمودؐ کو مدینہ پہنچے تو آپؐ نے مہاجرین و انصار کو مواخات (بھائی بندی) کا حکم دیا تاکہ وطن اور اہل و عیال سے مفارقت کی وحشت اور پریشانی انصار کی الفت و موانعت سے بدل جائے۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا معین اور مددگار اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غمگسار ہو۔ ضعیف اور کمزور کو قوی اور زبردست کی اخوت سے قوت حاصل ہو اور ضعیف۔ قوی کے لیے قوت بازو بنے اعلیٰ شخص ادنیٰ شخص کے فوائد سے اور ادنیٰ اعلیٰ کے منافع سے مستفید اور منتفع ہو اور مہاجرین و انصار کے منتشر دانے ایک رشتہ مواخات میں منسلک ہو کر شئی واحد بن جائیں تشتت اور تفرق کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں جو تفرق اور اختلاف بنی اسرائیل کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنایہ امت مرحومہ اس سے بالکلیہ محفوظ رہے اور اجتماع کی وجہ سے اللہ جل جلالہ کا ہاتھ اُن کے سر پر ہو اور اگر زمانہ جاہلیت کے تفاخر اور مباہلات کا کوئی فاسد مادہ قلب میں باقی ہے تو اس رشتہ مساوات سے اس کا استحصال اور قلع قمع ہو جائے اور قلب بجائے تفاخر اور تعلیٰ غرور اور نخوت کے تواضع اور سکنت مواخات اور مواصلات سے معمور ہو جائے۔ خادم اور مخدوم۔ غلام اور مولیٰ، محمود اور ایاز سب ایک ہی صف میں آجائیں۔ دنیا کے سارے امتیازات مٹ کر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کا شرف اور بزرگی باقی رہ جائے۔ لکھا قال تعالیٰ۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ  
عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ  
تحقیق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ  
مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور  
پرہیزگار ہو۔ (۱)

انہیں مصالح کی وجہ سے آپؐ نے ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں فقط مہاجرین



میں باہمی رشتہ موآخات قائم فرمایا اور پھر ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین موآخات فرمائی۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ موآخات دو مرتبہ ہوئی ایک مرتبہ فقط مہاجرین کے مابین تھی کہ ایک مہاجر دوسرے مہاجر کا بھائی قرار دیا گیا اور یہ موآخات مکہ میں ہوئی اور دوسری موآخات ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین ہوئی۔

چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ میں موآخات فرمائی۔ حالانکہ دونوں حضرات مہاجرین میں سے ہیں۔

اس حدیث کو حاکم اور ابن عبد البر نے روایت کیا اور اسناد اس کی حسن ہے اور حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اس حدیث کو۔ مختارہ۔ میں طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ مختارہ کی حدیثیں۔ مستدرک حاکم کی حدیثوں سے بہت زیادہ صحیح اور قوی ہیں۔ مستدرک حاکم میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ میں اور فلان اور فلان میں موآخات فرمائی میرا بھائی کون ہے آپؐ نے فرمایا میں تیرا بھائی ہوں (۱)

حافظ ابن سید الناس عیون الاثر میں فرماتے ہیں کہ جو موآخات ہجرت کے قبل مکہ میں خاص مہاجرین میں ہوئی ان حضرات کے نام حسب ذیل ہیں

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	عمر رضی اللہ عنہ
۲۔ حمزہ رضی اللہ عنہ	زبید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۳۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ	عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

- ۴- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ  
 ۵- عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ  
 ۶- مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ  
 ۷- ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ  
 ۸- سعید بن زید رضی اللہ عنہ  
 ۹- سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ  
 بلال بن رباح رضی اللہ عنہ  
 سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ  
 سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ  
 طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ  
 علی کرم اللہ وجہہ

### دوسری مواخات

دوسری مواخات ہجرت کے پانچ ماہ بعد پینتیس مہاجرین اور پینتیس انصار کے مابین حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان میں ہوئی اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنایا گیا۔ فتح الباری ص ۲۱ جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

مہاجرین	انصار
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	سلامہ بن سلامہ بن قنیش رضی اللہ عنہ
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	اکس بن ثابت رضی اللہ عنہ
طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ
سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ	ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

علمہ اور بعض کہتے ہیں کہ مواخات مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ جس وقت مسجد نبوی تعمیر

انصار	مہاجرین
ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ	مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
یحیٰی بن بشر رضی اللہ عنہ	ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ
حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما	عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما
منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ	ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ
ابو الدرداء عجمی بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ
ابو ریحہ عبداللہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ	بلال رضی اللہ عنہ
عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ	حاتب بن ابی بلترہ رضی اللہ عنہ
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	ابو مرثدہ رضی اللہ عنہ
عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ	عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
ابو دجانہ رضی اللہ عنہ	عتبہ بن غزوٰان رضی اللہ عنہ
سعد بن خنیسہ رضی اللہ عنہ	ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ
ابو الیثم بن تہان رضی اللہ عنہ	عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ
عمیر بن الہمام رضی اللہ عنہ	عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ
سفیان ثمری رضی اللہ عنہ	طفیل بن الحارث رضی اللہ عنہ یعنی عبیدہ
رضی اللہ عنہ	بن الحارث کے بھائی۔
رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ	صفوان بن بیضا رضی اللہ عنہ
عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	مقداد رضی اللہ عنہ
یزید بن الحارث رضی اللہ عنہ	ذوالشمالین رضی اللہ عنہ
طلحہ بن زید رضی اللہ عنہ	ارقم رضی اللہ عنہ
معن بن عدی رضی اللہ عنہ	زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ

مہاجرین	انصار
عمر بن سراقہ رضی اللہ عنہ	سعد بن زید رضی اللہ عنہ
عاتل بن بکر رضی اللہ عنہ	بکثر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ	منذر بن محمد رضی اللہ عنہ
سرة بن ابی رُہم رضی اللہ عنہ	عبادہ بن النخشن رضی اللہ عنہ
مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ	زید بن المزیّن رضی اللہ عنہ
عُتکاشتہ بن محصن رضی اللہ عنہ	مجذرم بن دمار رضی اللہ عنہ
عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	حارث بن صمّہ رضی اللہ عنہ
مجمع مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ	سراقہ بن عمرو بن عطیہ رضی اللہ عنہ

انصار نے جو موافقات کا حق ادا کیا اور جس مخلصانہ ایثار کا ثبوت دیا اولین و آخرین میں اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ زر اور زمین مال اور جائیداد سے جو مہاجرین کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ تو کیا ہی کم زمین اور باغات مہاجرین کو ملے ڈالے ان سب سے بڑھ کر یہ کیا کہ جس انصاری کے دو بیویاں تھیں اس نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہہ دیا کہ جس بیوی کو تم پسند کرو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ طلاق کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کوئی انصاری اپنے درہم و دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ زرقانی ص ۳۷۱ ج ۱ چنانچہ مہاجرین نے انصار کے اس بے مثال ہمدردی اور ایثار کو دیکھ کر آپؐ کو عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس قوم پر ہم اگر اتارے ہیں اُن سے بڑھ کر کسی قوم کو ہم نے ہمدردانہ نگاہ مخلص اور وفا شعار نگاہی اور فراخی ہر حال میں مددگار نہیں دیکھا۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ سب اجراتھیں کوئل جاتے اور ہم اجر سے بالکل محروم رہ جائیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں جب تک تم ان کے

لیے دعا کرتے رہو (آخر خیر ابن سید الناس باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ) اور قال ابن کثیر رحمہ اللہ  
 مثلاً فی الاسناد علی شرط الصحیحین ولم یخرج احد من اصحاب الکتاب الستہ من ہذا الوجہ (یعنی دعا  
 کا احسان درہم و دینار کے احسان سے کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ درہم معدودہ تو درکنار  
 اگر تمام خزانہ عالم کو ترازو کے ایک پل میں اور صرف ایک مخلصانہ دعا کو دوسرے پل میں رکھ کر  
 تو لا جلتے تو انشاء اللہ تم انشاء اللہ بھی دعا کا پل بھاری ہے گا اور یہ انشاء اللہ تعلیق اور  
 کی بنا پر نہیں بلکہ تبرکاً اور تادباً لگتا ہوں۔ المم بخاریؒ نے جامع صحیح کی کتاب التوحید کے  
 باب فی المشیۃ والارادۃ کے ذیل میں بکثرت ایسی حدیثیں ذکر فرمائی جن میں رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا بطور تعلیق نہیں بلکہ بطور تبرک انشاء اللہ کہنا مذکور ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس جب کوئی سائل آتا  
 اور دعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریق ہے تو ام المؤمنین بھی اس فقیر کو دعائیں دیتیں اور  
 بعد میں کچھ خیرات دیتیں کسی نے کہا اے ام المؤمنین آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہو اور جس  
 طرح وہ آپ کو دعا دیتا ہے اسی طرح آپ بھی دعا دیتی ہو فرمایا اگر میں اس کو دعا نہ دے  
 اور فقط صدقہ دوں تو اس کا احسان مجھ پر زیادہ رہے۔ اس لیے دعا صدقہ سے کہیں بہتر  
 ہے اس لیے دعا کی مکافات دعا سے کر دیتی ہوں تاکہ میرا صدقہ خالص ہے کسی احسان  
 کے مقابلہ میں نہ ہو۔ کہنا فی المفاتیح شرح المصابیح لہذا جو شخص درہم معدودہ دے کر مخلصانہ  
 دعاؤں کا سودا کر سکتا ہے وہ کبھی نہ چوکے اور موقعہ کو ہاتھ سے نہ دے۔

جمادے چند و آدم جان خریدم ۔ بحمد اللہ زہے ارزان خریدم  
 یہ شستہ مواخات اس قدر محکم اور مضبوط تھا کہ بمنزلہ قلبیت و نسب سمجھا جاتا تھا  
 جب کوئی انصاری مرتا تو مہاجر بھی اس کا وارث ہوتا۔ کما قال تعالیٰ:-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَآبَعَاهُمُ  
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ  
أَوْفَوْا نَصْرَهُمْ أُولَٰئِكَ  
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (الأنفال: ۵۴)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں  
نے ہجرت کی اور جان و مال سے جہاد کیا اور  
وہ لوگ جنھوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور  
ان کی مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے  
کے وارث ہوں گے۔

چند روز کے بعد میراث کا حکم تو منسوخ ہو گیا اور تمام مومنوں کو بھائی بنا دیا گیا اور  
یہ آیت نازل فرمائی۔ اِسْمَاءُ الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ۔

اب ترانجات کا رشتہ فقط مراسات یعنی ہمدردی اور غمخواری نصرت و حمایت  
کے لیے رہ گیا اور میراث نسبی رشتہ داروں کے لیے خاص کر دی گئی۔ (فتح الباری  
ص ۲۱۰ ۲۱۱ جز ثانی ص ۳۴۴)

## اذان کی ابتداء

دو نمازیں صبح اور عصر کی ترتیباً بعثت ہی میں فرض ہو چکی تھیں پھر شب معراج  
میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں لیکن باشتنا سے مغرب سب نمازیں دو دو رکعت تھیں  
ہجرت کے بعد سفر کے لیے تو دو ہی رکعت باقی رہیں اور حضرمین ظہر اور عصر اور عشاء کی  
نمازیں چار چار رکعت کر دی گئیں (رواہ البخاری عن عائشہؓ)

اب تک یہ معمول رہا کہ جب نماز کا وقت آتا تو خود بخود لوگ جمع ہو جاتے اس  
لیے آپ کو یہ خیال ہوا کہ نماز کے لیے کوئی علامت ہونی چاہیے کہ جس سے تمام اہل محلہ  
بیک وقت سہولت کے ساتھ مسجد میں حاضر ہو جایا کریں۔

کسی نے کہا کہ ناقوس بجا دیا جائے کسی نے کہا بوق بجا دیا کریں کہ لوگ اس کی آواز  
سن کر ناقوس بیک کلائی کا نام ہے جس کو نصدی کہتے تھے گھنٹے کے لیے بجاتے تھے جسے آج کل گھنٹہ یا سکو کہتے ہیں۔  
محلہ بوق کے معنی بگلی یہ طریقہ یہود کا تھا کہ اپنے مسجد میں جمع ہونے کے لیے بگل بجاتے تھے ۱۲۔



اس مقام پر کلمہ انشاء اللہ تعالیٰ تعلیق اور شک کے لیے نہیں بلکہ تبرک اور تادب کے لیے ہے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کر چکے ہیں۔ (فقہ کرہ)

اور بعد ازاں عبداللہ بن زید کو حکم دیا کہ یہ کلمات بلال کو بتلا دیں کہ وہ اذان دے اس لیے کہ بلال کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔

بلالؓ نے اذان دی۔ حضرت عمرؓ کے کان میں آواز پہنچی اسی وقت چادر گھسیٹتے ہوئے گھر سے نکلے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ۔

وَالَّذِي بَعَثَنِي  
بِالْحَقِّ لَقَدْ سَأَيْتُ  
مِثْلَ الَّذِي  
أُسْرِيَ۔

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا۔ البتہ تحقیق میں نے بھی ایسا ہی دیکھا جیسا عبداللہ بن زید کو دکھلایا گیا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَلَمْ يَلَمَّْا الْحَمْدَ اس حدیث کو محمد بن اسحق نے اس سند سے ذکر کیا ہے۔

قال ابن اسحق حدثني بهذا الحديث محمد بن ابراهيم

التيمنى عن محمد بن عبد الله بن زيد بن عبد ربه عن ابيه۔

اشیاء مذکورہ اسی بارے میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

أَحْمَدُ اللَّهِ ذَا الْجَلَالِ وَذَا الْأَكْرَامِ مِلْحَمَدٌ أَعْلَى الْأَذَانِ كَثِيرًا

میں خداوند ذو الجلال کا اذان کی نعمت پر بہت بہت شکر کرتا ہوں

إِذَا تَأَنَّى بِهِ الْبَشِيرُ مِنَ اللَّهِ فَاصْكُرْ بِهِ لَدُنِّي بِشِيرًا

اللہ کی طرف سے میرے پاس ایک بشیر و بشارت دینے والا آیا اور کیا اچھا بشارت دینے والا تھا۔

فِي لَيْالٍ دَالَةٍ بِهَيْئِ مِثْلِ مِثْ كُنَّا جَاءَنَا مَنْ أَدَانِي تَوْقِيرًا

مسلل تین رات تک خدا کا بشیر آیا اور برابر میری عزت میں اضافہ کرتا رہا (سنن ابن ماجہ)



اور اسی سند کے ساتھ امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔  
 امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے محمد بن ابراہیم سہمی کی اس حدیث کی بابت  
 دریافت کیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن کبریٰ للامام البیہقی امام ابن خزیمہ  
 اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔

هذا حديث صحيح ثابت من<sup>۱</sup> یہ حدیث صحیح ہے اور باعتبار نقل اور سند  
 جہۃ النقل۔ کے ثابت اور مستند ہے۔

محمد بن یحییٰ زہلی نے بھی اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عبد اللہ  
 بن زید حدیث حسن صحیح (۱)

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے  
 بیان کیا کہ عبد اللہ بن زید بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا  
 یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص درمیں چادریں اوڑھے ہوئے ہے  
 آدھ دیوار پر چڑھا اور دو دو مرتبہ اذان دی اور پھر اتر اتر دو مرتبہ اقامت کہی۔

حافظ علاء الدین مارینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی شرط بخاری پر  
 ہیں جو ہر نقی بر حاشیہ سنن کبریٰ ص ۴۲ ج ۱۔ اور معجم طبرانی اوسط میں ہے کہ ابو بکر صدیق  
 نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ دیکھو۔ الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النوویۃ للشیخ ابن علان  
 المکی ص ۲ جلد دوم۔

## لطائف ومعارف

ایمان کے بعد درجہ نماز کا ہے جس کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا نہایت ضروری ہے  
 اور ایک وقت اور ایک جگہ میں لوگوں کا اجتماع بدون اعلام اور آگاہ ہونے کے دشوار  
 ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں اس ذکر کیا کسی نے آگ روشن کرنے کا

ذکر کیا اور کسی نے بوق بجانے کا ذکر کیا اور کسی نے ناقوس بجانے کا ذکر کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ روشن کرنے کو مجوس کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے نامنظر کیا اور بوق کو یہود کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ناقوس کو نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے رو فرما دیا بلا کسی بات کی تعیین کے مجلس ختم ہو گئی اور لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہو گئے۔

(۱)

اس عرصہ میں عبداللہ بن زید عبد ربہ کو اذان اور اقامت خواب میں دکھلائی گئی۔ عبداللہ بن زید نے اپنا خواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ خواب حق اور صدق ہے یعنی من جانب اللہ ہے القار نصائی اور القار شیطانی سے پاک اور منزہ ہے روباہ صالحہ اور اہام سے اگرچہ حکم یقینی نہیں ثابت ہو سکتا لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور تقریر یعنی آپ کے برقرار رکھنے نے اس خواب کو دجی جلی کے حکم میں بنا دیا اور انہی الفاظ کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اذان دینے کا حکم دیا یہاں تک اذان کو شعائر دین میں سے اسلام کا ایک عظیم شعار ٹھہرا دیا گیا اور مذہب کا ایک خاص نشان بن گیا۔

(۲)

پھر یہ کہ کلمات اذان کی ترکیب اور ترتیب بھی نہایت عجیب ہے کہ چند کلمات میں اسلام کے تین بنیادی اصول توحید اور رسالت اور آخرت پر مشتمل ہے۔ اللہ اکبر میں خداوند و الجلال کی عظمت کو بربائی کا بیان ہے اور اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ میں توحید کا اثبات اور شرک کی نفی ہے اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہ میں اثبات رسالت ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت کا طریقہ ہمیں اس نبی برحق کے ذریعہ معلوم ہوا اور اعلان توحید و رسالت کے بعد

لوگوں کو سب سے افضل اور بہتر عبادت (نماز) کی طرف حتیٰ علی الصلاۃ کہہ کر بلا یا جاتا ہے پھر اخیر میں حتیٰ علی الفلاح کہہ کر فلاح دائمی کی طرف دعوت دی جاتی ہے جس سے معاد یعنی آخرت کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے کہ اگر بقا دائم اور ہمیشہ کی بہبودی اور کلیابی چاہتے ہو تو مولائے حقیقی کی اطاعت اور بندگی میں لگے رہو فلاح سے آخرت کی دائمی کامیابی مراد ہے اور اخیر میں پھر کہے دیتے ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہ اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور بزرگ ہے اس کے سوا کوئی معبود اور کوئی لائق اطاعت اور بندگی نہیں دیکھو (۱)

جس کو خدا تعالیٰ نے ذرہ بھی عقل سلیم سے کچھ بہرہ عطا فرمایا ہے وہ کلمات اذان کا ایک سرسری ترجمہ ہی دیکھ کر یہ سمجھ سکتا ہے کہ اذان سراسر دعوتِ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والی آواز ہے اور یہود اور نصاریٰ اور ہنود وغیرہ کا بوق اور ناقوس اور گھنٹہ اور سنگھ سب کھیل اور تماشے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی اور اس کی الوہیت اور وحدانیت کے اعلان سے بندہ خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے گھنٹوں اور طبلوں کے آوازوں سے کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔

ع۔ ایں رہ کہ قومی روی بزرگستان است

(۳)

اذان کی مشروعیت بذریعہ خواب کے بظاہر اس لیے ہوئی کہ اذان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت و رسالت کے اعلان پر مشتمل ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کا ڈنکا ملہ قال القرطبی وغیرہ الاذان علی قلة الخاطئة مشتق علی سائل العقیدہ لانیہ بما را بالاکبرۃ دی تفسیر وجود اللہ و کلام ثننی بالترجید و نفی الشریک ثم ثبوت الرسالة ل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم دعا الی الطاعة المخصوصة حقیقۃ الشہادۃ لانہا لا تعرف الا من حجتہ الرسول ثم دعا الی الفلاح و هو البقاہ الدائم و فیہ الاشارة الی المعاد ثم اعادہ ما اعاد تو کیرا۔ فتوح الباری ص ۶۲ ج ۲۔

بجانا اور آپ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دینا یہ خادموں اور غلاموں کا فریضہ ہے

خوشترآن باشند کہ سر و سبدان گفتہ آید در حدیث دیگران  
لیہ العراج میں حق تعالیٰ نے بالمشافہ آپ کو نماز کا حکم دیا اور آسمانوں کے عروج و ذل  
میں آپ کو اذان سنائی گئی۔ آسمان میں فرشتہ نے اذان دی اور آپ نے سنی جیسا کہ  
خصائص کبریٰ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے (۱)

اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تیرا میں  
نے آسمان میں اذان دی اور مجھ کو امامت کے لیے آگے کیا۔ بس میں نے فرشتوں کو  
نماز پڑھائی۔ (۲) پھر

پھر ہجرت کے بعد جب نماز کے اجتماع کے لیے اعلان اور اعلان کی ضرورت محسوس  
ہوتی تو عبداللہ بن زید کو خواب میں اذان اور قامت دکھائی گئی اور عبداللہ بن زید  
نے خواب میں جو اذان اور قامت دیکھی حضور پر نورؐ نے سنتے ہی سمجھ لیا کہ یہ وہی اذان  
اور قامت ہے جو میں نے شب معراج میں آسمان پر سنی تھی اس لیے آپؐ نے سنتے ہی  
فرمایا۔ انھا لرؤ یا حق۔ یہ سچا خواب ہے یعنی میں نے بحالت بیداری جو  
شب معراج میں سنا ہے۔ اس کے بالکل مطابق اور موافق ہے۔

(۳)

اذان اور قامت کے بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں ابو محذورہ کی اذان  
میں ترجیع آئی ہے جس میں اذان کے انیس کلمے ہیں اور قامت کے سترہ کلمے ہیں  
امام شافعیؒ نے ابو محذورہ کی اذان کو اختیار فرمایا۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے عبداللہ بن زید کی حدیث کے مطابق اذان کو اختیار فرمایا۔ اہلئے  
کہ اذان کی اصل شریعت عبداللہ بن زید کے خواب سے وابستہ ہے پھر فاروق اعظمؓ نے

بھی اسی کے موافق خواب دیکھا۔

اور شیخ ابن اعلانؒ کی شرح کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں کہ تم بطرانی اور سطا میں ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ ۱۸

پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو رویائے حق فرما کر اس کی تصدیق کی اور اسی کے مطابق بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ عبداللہ بن زیدؓ کی اذان اُن اذان کے مطابق تھی کہ جو اذان آسمان پر حضورؐ نے شب معراج میں جبریل امینؑ سے سنی تھی اور جبریل امینؑ کے کہنے سے فرشتوں کو نماز پڑھانی تھی۔ حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن زیدؓ نے جب اپنا خواب حضورؐ پر نور سے بیان کیا تو یہ فرمایا کہ یہ اذان جو تم کو خواب میں دکھلائی گئی ہے بلالؓ کو سکھلا دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آوازیں

بعد ازاں بلالؓ آپؐ کی تمام زندگی بھر آپؐ کی موجودگی میں وہی اذان دیتے رہے جو عبداللہ بن زیدؓ نے اُن کو سکھلائی تھی۔

اور احادیث صحیحہ اور صحیحہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ عبداللہ بن زیدؓ کی اذان میں ترجیح نہ تھی اور یہ ابھی گزر چکا ہے کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا جیسا عبداللہ بن زیدؓ نے دیکھا (جس میں ترجیح نہ تھی) اس لیے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ان دوحہ کی بنا پر اذان کی اس کیفیت کو افضل قرار دیا کہ جو عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث میں مذکور ہے۔

(۵)

اذان چونکہ اسلام کا ایک عظیم شعار ہے اور اس کے کلمات میں خاص انوار و برکات علیٰ الاذکار النورۃ ص ۳۶۶ قال العلامة الزرقانی ووقع فی الاوسط الطبرانی ان ابابکر ایضا رآی الاذان اخرج من طریق زفر بن النذیل عن ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابن بربدہ عن ابیہ رجلا من الانصار الحدیث قال الطبرانی لم یرد عن علقمہ الا ابوحنیفہ زرقانی ص ۳۶۶ ج ۱۔

ہیں اس لیے شریعت میں یہ حکم ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دی جائے تاکہ ولادت کے بعد سب سے پہلے توحید و رسالت کی آواز کان میں پہنچے تاکہ عداست کے تجدید و تذکیر ہو جائے

اتانی ہما قبل ان اعرف الہوی فصادف قلبا خالیا فتمکنا

### باب فی کراہیۃ من مکۃ المکرمۃ الی المدینۃ الشریفۃ

وَإِذْ فَشَا الْأِسْلَامُ بِالْمَدِينَةِ هَاجَرَ مَنْ يَحْفَظُ فِيهَا دِينَهُ  
مدینہ میں جب اسلام پھیل گیا تو صحابہ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تاکہ اطمینان کے ساتھ احکام اسلام کو بجالا سکیں اور امن کے ساتھ خدا سے اللہ شریک کی بندگی کر سکیں۔

وَعَزَمَ الصَّدِيقُ أَنْ يَهَاجِرَ أُمَّ  
فَرَدَّةُ النَّبِيِّ حَتَّى هَاجَرَ أُمَّ  
مَعَا إِلَيْهَا فَتَرَأَفْنَا لَ غَايَرِ بَشَوِيٍّ بَعْدَ ثَمَرِ اُتَحَلَّا  
جب سلمان ہجرت کر کے یکے بعد دیگرے مدینہ روانہ ہونے لگے تو ابو بکرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ فرمایا مگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی معیت اور رفاقت کی خاطر ابو بکر کو ہجرت کرنے سے روک لیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اور ابو بکرؓ نے ساتھ ہجرت فرمائی۔ اول گھر سے نکل کر دونوں غار ثور میں جا کر چھپے اور تین شب رہ کر دونوں حضرات نے مدینہ کی طرف کوچ فرمایا۔  
وَمَعَهُمَا عَامِرُ مَوْلَى الصَّدِيقِ وَابْنُ أَرَيْطَظٍ دَلِيلٌ لِلطَّيِّبِ  
اور آپؐ ہمراہ ابو بکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن نہیرؓ تھے اور عبداللہ بن اریطظ رہنمائی کے لیے ساتھ تھا۔

ملہ یہاں جبرامین الف اشباع کا ہے اور مصرع ثانی میں حتیٰ اجماع میں الت تنخیم کا ہے جس کی تفسیر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابو بکر صدیقؓ کی طرف دلج ہے ۱۲۔

فَاَخَذُوا نَحْوَ طَرِيقِ السَّلْحِ وَالْحَقُّ لِلْعَدُوِّ وَخَيْرُ شَأْنٍ غِلْ  
پس ساحل کے راستے سے روانہ ہوئے اور حق تعالیٰ خدا نے آپ کے دشمنوں کو آپ کے  
پکڑنے سے مشغول رکھنے والا تھا کہ دشمن مشغول رہیں اور آپ صبح و سالم مدینہ پہنچ جائیں۔  
تَبِعَهُمْ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ يُرِيدُ قَتْلًا وَهُوَ غَيْرُ فَاتِكٍ  
سراقہ نے آپ کا تعاقب کیا اور آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر وہ آپ کو کب قتل  
کر سکتا تھا اس لیے کہ خدا آپ کے ساتھ تھا۔

لَمَّا دَاغَا عَلَيْهِ سَاحَتِ الْفَرَسِ نَادَاهُ بِالْأَمَانِ اِذْ عَمَّرَ حَبَسُ  
آپ کی نظر مبارک جب سراقہ پر پڑی تو آپ نے بدعا فرمائی اسی وقت سراقہ کا  
گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے مجبور ہو کر آپ سے امن کی درخواست کی۔

مَرُّوْا عَلَى خِيْمَةِ اَقْرِمْ مَعْبِدٍ وَهِيَ عَلَى طَرِيقِهِمْ بَسْرُ حَدٍ  
راستہ میں اتم معبد کے خیمہ پر گذر رہا جس کا خیمہ راستہ میں گھاٹ کی جگہ میں پڑتا تھا۔  
وَعِنْدَهَا شَاةٌ اَضْرَبَ الْجُهْدُ بِهَا وَمَا بِهَا قُوًى تَشْتَدُّ  
ام معبد کے پاس ایک بکری تھی جس کو بیماری نے اس قدر لاغر اور ڈبلا بنا دیا تھا کہ اس  
میں دوڑنے اور چلنے پھرنے کی بھی قوت نہ رہی تھی کہ وہ کسی طرح چل کر بکریوں کے گلہ  
کے ساتھ چراگاہ کو جا سکے اس لیے وہ خیمہ ہی میں بندھی ہوئی تھی۔

فَمَسَحَ النَّبِيُّ مِنْهَا الصَّرْعَا فَحَلَبَتْ مَا قَدِ كَفَاهُمْ وَسَعَا  
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست مبارک اس کے فھن پر پھیرا پس اس نے اس قدر  
دودھ دیا کہ سب کے لیے خوب کافی ہو گیا اور سب سیراب ہو گئے۔

وَحَلَبَتْ بَعْدُ اِنَاءً اٰخَرَ تَرَكَ ذَاكَ عِنْدَهَا وَسَافِرًا  
اس کے بعد ایک دوسرا برتن دودھ سے دودھا اور وہ دودھ کا بھرا ہوا برتن ام معبد  
کے پاس چھوڑ کر روانہ ہوئے۔ نیز حافظ عراقی الفیۃ السیرۃ میں فرماتے ہیں

## باب نہ کروصلہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قبا رثم ووصلہ المدينۃ الشریفۃ

آپ کا قبا پر پہنچنا اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ پہنچنا

حَتّٰی اَتٰی اِلَی قُبَا ۚ  
نَزَلَهَا بِالسَّعْدِ وَالْهَمَامِ  
فِیْ یَوْمِ الْاَشْثِیْنِ لِثَنَتِیْ عَشْرَ  
مِنْ شَهْرِ مَوْلُوْدِ فَنِعْمَ الْوَجْهَۃُ

یہاں تک کہ آپ بروز دوشنبہ ماہ ولادت یعنی ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو غیر و برکت کے ساتھ قبا میں پہنچے۔

اَقَامَ اَرْبَعًا لَدَيْهِمْ وَطَلَعَ  
فِیْ یَوْمِ جُمُعَةٍ وَصَلَّى وَجَمَعَ  
فِیْ مَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَهِيَ اَوَّلُ  
مَا جَمَعَ النَّبِیُّ فِیْمَا نَقَلُوا

چار شب قبا میں قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں مسجد جمعہ میں جمعہ ادا فرمایا اور یہ آپ کا پہلا جمعہ تھا۔ قبا میں چار روز قیام کرنا یہ ارباب سیر کا قول ہے بخاری اور مسلم کی روایت کا ذکر آئندہ اشعار میں آتا ہے۔

وَقِيلَ بَلْ اَقَامَ اَرْبَعَ عَشْرَۃً  
فِیْهِمْ وَهُمْ یَسْتَحِلُّوْنَ ذِکْرَہُ  
بَعْضُ کَتَمَہِیْنَ کہے ہیں کہ قبا میں چودہ شب قیام فرمایا اور اہل علم اور محققین اسی طرف مائل ہیں  
وَهُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَہُ الشَّیْخَانِ  
لَکِنَّ مَا مَرَّ مِنَ الْاَسَیَانِ  
بِمَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَیَوْمِ الْجُمُعَةِ  
لَا یَسْتَقِیْمُ مَعَ هَذِهِ الْمَتَہُ

اَلَا اَطْلَعُ الْقَوْلَ بِکُوْنِ الْقِدْمَۃِ  
اِلَی قُبَا کَانَتْ بِیَوْمِ الْجُمُعَةِ

جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ آپ نے قبا میں چودہ شب قیام فرمایا مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ آپ قبا میں بروز دوشنبہ رونق افروز ہوئے اور جمعہ کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے اس حساب سے قبا میں چار شب قیام فرمایا اگر اسی جمعہ کو مدینہ کی روانگی قرار دی جائے اور دس شب قیام فرمایا۔ اگر آئندہ جمعہ کو روانگی قرار دی جائے بہر حال بخاری شریف مسلم کی روایت کی بنا پر چودہ شب کا قیام راست نہیں



بیٹھا مگر جب کہ قبار میں رونق افروزی بھی بجائے دو شنبہ کے جمعہ کے روز مانی جاتے تو پھر شنبہ سے لے کر پنجشنبہ تک چودہ راتیں ہر جاتی ہیں۔

بَنَىٰ بِهَا مَسْجِدَهُ وَارْتَحَلَ بِطِبْتِ الْفَيْحَاءِ طَابَتْ نُزُلًا  
اور قبار کے زمانہ قیام میں مسجد قبار کی بنیاد رکھی اور پھر قبار سے مدینہ کی طرف رحلت فرمائی  
فَبَكَتْ نَاقَتَهُ الْمَا مَوْسَعِ بِمَوْضِعِ الْمَسْجِدِ فِي الظَّهِيرَةِ

پس آپ کی ناقہ جو جناب اللہ مامون تھی دو بیر کے وقت مدینہ پہنچی اور مسجد نبوی کی جگہ بیٹھ گئی  
فَعَلَّ فِي دَارِ ابْنِ اَيُّوبَ حَتَّى ابْتَنَىٰ مَسْجِدَهُ الرَّحْبِيَا

اور ابو ایوب انصاری کے گھر میں جا کر اتنے یہاں تک آئے ایک وسیع مسجد بنائی  
وَحَوْلَهُ مَنَازِلًا لِأَهْلِهِ وَحَوْلَهَا أَصْحَابُهُ فِي خِلَابِ  
اور مسجد کے گرد ازواج مطہرات کیلئے حجرے تعمیر کرائے جب حجروں کی تعمیر سہ چلی تو ابو ایوبؓ کے  
مکان سے حجروں میں منتقل ہو گئے اور آپ کے قرب کی وجہ سے کچھ صحابہؓ بھی آپ کے زیر سایہ مکانات بنائے۔

طَابَتْ بِهِ طِبْتُهُ مِنْ بَعْدِ التَّرْدِي اَشْرَقَ مَا قَدْ كَانَ مِنْهَا اسود  
مدینہ پہلے رومی اور خراب تھا آپ کی تشریف آوری سے پاکیزہ ہو گیا پہلے ظلم اور تاریکی تھا  
اب روشن اور منور ہو گیا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ میں  
داخل ہوئے تو ہر چیز روشن ہو گئی۔ رواہ الترمذی فی الناقبۃ قال صحیح غریب تانی میچ ۳۵۹

كَانَتْ لِمَنْ اَوْبَأَ اَرْضَ اللَّهِ فَنَالَ دَائُهُ هَاهُنَا الْحَبَا  
مدینہ کی زمین بڑی وبائی زمین تھی۔ مدینہ کی وبا آپ کی برکت سے دور ہوئی۔

وَلَقَّلَ اللَّهُ بِفَضْلِ مَرَحْمَتِهِ مَا كَانَ مِنْ حَمِيٍّ يَهَالِكُ الْجُحْفَةَ  
اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مدینہ کا بخیر۔ جحفہ کی طرف منتقل فرما دیا۔ بخاری اور مسلم میں

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ میں

تشریف لاتے تو تمام روئے زمین سے زیادہ مدینہ کی سرزمین میں وبا پھٹی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ مدینہ کو پاک و صاف فرما اور اس وبا کو جنت کی طرف منتقل فرما۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے۔ باب فضائل المدینہ اور کتاب الرضیٰ۔ اور کتاب الدعوت میں۔

قال ابن اسحق و ذکر ابن شہاب الزہری عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینہ ہوا صیحا اصابہم حتی المدینۃ حتی جہدوا و امرنا و صرف اللہ ذلک عن نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کانوا ما یصلون الا وہم یعود قال فخرج علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہم یصلون کذلک فقال لہموا علما ان صلوة القاعد علی النصف من صلوۃ القائم قال فنجشم المسلمون النیام علی ما بہم من الضعف السقم التماس الفضل

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو شدید بخار میں مبتلا ہوئے اور اصحاب اتنے کمزور ہو گئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے ایک روز آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرتے ہوئے دیکھا کہ لوگ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ فرمایا کہ بیٹھنے والے کی نماز کھڑے ہونے والے کی نماز سے اجر میں نصف ہے اس ارشاد کے بعد صحابہ شقت برداشت کرتے اور باوجود شدید ضعف اور بیماری کے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تاکہ قیام کا اجر اور اس کی فضیلت حاصل ہو (سیرت ابن ہشام ص ۲۱۶ ج ۱)

لین دجال ولا طاعون مدینہ میں نہ دجال داخل ہو سکے گا اور نہ طاعون۔ مدینہ ان سب آفات کے لیے بمنزلہ حصن حصین (مضبوط لفظ) کہے ہو گا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے

مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ کے راستوں پر فرشتوں کا پہرہ ہے نہ اس میں دجال داخل ہو سکتا ہے اور نہ طاعون۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو فضائل مدینہ اور کتاب الطب اور کتاب الفتن میں ذکر کیا ہے۔

أَقَامَ شَهْرًا ثُمَّ بَعْدُ نَزَلَتْ عَلَيْهِ أَتَمَامُ الصَّلَاةِ كَمِلَتْ  
ایک ماہ قیام کے بعد قیام کی نمازیں دو رکعتیں بڑھادی گئیں اور مسافر کی نماز دو ہی رکعت رہی جیسا کہ ابتداء سے ہی تھی۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

أَقَامَ شَهْرًا رَّبِيعَ لِصَفَرٍ يُبْنِي لَهُ مَسْحِدَهُ  
ماہ ربیع الاول سے ماہ صفر تک مسجد نبوی کی تعمیر میں مشغول رہے  
وَوَدَاعَ الْيَهُودَ فِي كِتَابِهِ مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ أَصْحَابِهِ  
اور اسی آثار میں یہود اور حضرات صحابہ کے مابین آپ نے ایک تحریری معاہدہ فرمایا جس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

وَكَانَ أَمْرُ الْبَدْعِ بِالْأَذَانِ رَوَى ابْنُ زَيْدٍ أَوَّلُ عَامِ شَانَ  
اور اذان کی ابتداء۔ عبداللہ بن زید کے خواب سے ہوئی یہ واقعہ ۱ھ یا ۲ھ میں پیش آیا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔

## یہود مدینہ کے معاہدہ

مدینہ منورہ میں اکثر و بیشتر آبادی اوس وقت خراج کے قبائل کی تھی مگر عرصہ دراز سے یہود بھی یہاں آباد تھے اور ان کی کافی تعداد تھی مدینہ منورہ اور خیبر میں ان کے مدرسے اور علمی مراکز تھے اور خیبر میں ان کے متعدد قلعے تھے۔ یہ لوگ اہل کتاب تھے

اور سرزمین حجاز میں بمقابلہ مشرکین ان کو علمی تفوق اور امتیاز حاصل تھا۔ ان لوگوں کو کتب سامویر کے ذریعہ نبی آخر الزمان کے احوال و اوصاف کا بخوبی علم تھا کما قال تعالیٰ یَعْرِضُونَہُ کَمَا یَعْرِضُونَ أَبْنَاءَهُمْ مِثْلَ طَبِيعَتِہِمْ سَلَامَتِہِمْ نہ حق سے حسد اور عناد وجود اور استکبار ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا کما قال تعالیٰ وَجَعَدُوا اِیْہَا وَاسْتِیْقَنْتْہَا اَنْفُسُہُمْ ظُلُمًا وَّعُلُوًّا۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس وقت بھی یہود۔ قریش کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اکا تے رہے اور اُن کو تلقین کرتے رہے کہ آپ سے اصحاب کف اور ذوالقرنین اور روح کے متعلق دریافت کرو وغیرہ وغیرہ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آتش حسد و عناد اور مشتعل ہو گئی اور سمجھ گئے کہ اب ہماری علمی برتری ختم ہوئی اور اہل ہوا رہوس نے حق کی عداوت میں اپنے بچھلوں کا اتباع کیا۔ و یقتلون النبین بغیر حق اور اصحاب سبت کی روش اختیار کی۔

علماء اور اہل ہوا رہوس سے جو صالح اور سلیم الفطرت تھے انہوں نے نبی آخر الزمان کی پیش گوئیوں کو ظاہر کیا اور آپ پر ایمان لائے مگر اکثروں نے معاہدہ و یہ اختیار کیا اور حسد اور عناد اُن کے لیے سدا رہ بنا اس لیے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حسد اور عناد اور فتنہ و فساد کے انداز کے لیے اُن سے ایک تحریری معاہدہ کیا تاکہ ان کے مخالفت اور عناد میں زیادتی اور سلمان اُن کے فتنہ اور فساد سے محفوظ رہ سکیں قرآن کریم یہود کی شرارتوں اور فتنہ پردازوں کے بیان سے بھرپور ہے۔ اس لیے آپ نے اُن سے معاہدہ کیا تاکہ اُن کے فتنہ و فساد میں از رو یا واشتہاد اور امتداد نہ ہر کے چنانچہ آپ نے ہجرت مدینہ کے پانچ ماہ بعد یہود مدینہ سے ایک معاہدہ فرمایا جس میں اُن کو ملہ اصل معلومہ تیسرے ابن ہشام اور البدایہ والنہایہ ص ۲۲ میں مذکور ہے مگر اس میں تاریخ کا ذکر نہیں۔ معاہدہ

اپنے دین اور اپنے اموال و املاک پر بقراؤ کہہ کر حسب ذیل شرائط پر ان سے ایک تحریری عہد لیا گیا۔ مفصل معاہدہ تو سیرت ابن ہشام ص ۱۷۷ میں اور البدایہ والنہایہ ص ۲۳۳ میں مذکور ہے مگر اس کا خلاصہ حسب ذیل امواد ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریری عہد نامہ ہے محمد نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے درمیان کمانان قریش و یشرب کے اور یہود کے کہ جو مسلمانوں کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ الحاق چاہیں ہر فرقہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ کر امور ذیل کا پابند ہوگا۔

(۱) قصاص اور خون بہا کے جو طریقے قدیم زمانہ سے چلے آ رہے ہیں وہ عدل اور انصاف کے ساتھ بدستور قائم رہیں گے۔

(۲) ہر گروہ کو عدل اور انصاف کے ساتھ اپنی جماعت کا فدیہ دینا ہوگا یعنی جس قبیلہ کا جو قیدی ہوگا اس قیدی کے چھڑانے کے لیے ذر فدیہ کا دینا اُسی قبیلہ کے ذمہ ہوگا۔

(۳) ظلم اور اثم اور عدوان اور فساد کے مقابلہ میں سب متفق رہیں گے۔ اس بارے میں کسی کی رعایت نہ کی جائے گی اگرچہ وہ کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کسی کافر کے مقابلہ میں قتل کرنے کا مجاز نہ ہوگا اور نہ کسی مسلمان کے مقابلہ میں کسی کافر کی قسم کی حد کی اجازت ہوگی۔

(۵) ایک ادنیٰ مسلمان کو پناہ دینے کا وہی حق ہوگا جیسا کہ ایک بڑے و ترے کے مسلمان کو ہوگا۔

(۶) جو یہود مسلمانوں کے تابع ہو کر رہیں گے ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی۔

ان پر نہ کسی قسم کا ظلم ہوگا اور نہ ان کے مقابلہ میں ان کے دشمن کی کوئی مدد کی جائے گی۔

(۷) کسی کافر اور مشرک کو یہ حق نہ ہوگا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں قریش کے کسی جان یا مال کو پناہ دے سکے یا قریش اور مسلمانوں کے مابین حائل ہو۔

(۸) بوقت جنگ یہود کو جان و مال سے مسلمانوں کا ساتھ دینا ہوگا۔ مسلمانوں کے خلاف مدد کی اجازت نہ ہوگی۔

(۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دشمن اگر مدینہ پر حملہ کرے تو یہود پر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد لازم ہوگی۔

(۱۰) جو قبائل اس عہد اور حلف میں شریک ہیں اگر ان میں سے کوئی قبیلہ اس حلف اور عہد سے علیحدگی اختیار کرنا چاہے تو بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے علیحدگی اختیار کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۱۱) کسی فتنہ پرداز کی مدد یا اُس کو ٹھکانہ دینے کی اجازت نہ ہوگی اور جو شخص کسی عبتی کی مدد کرے گا یا اُس کو اپنے پاس ٹھکانہ دے گا تو اس پر اللہ کی لعنت اور غضب ہے قیامت تک اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

(۱۲) مسلمان اگر کسی سے صلح کرنا چاہیں گے تو یہود کو بھی اس صلح میں شریک ہونا ضروری ہوگا۔

(۱۳) جو کسی مسلمان کو قتل کرے اور شہادت موجود ہو تو اس کا قصاص لیا جائے گا یا لایہ کوئی مقنول دیت وغیرہ پر راضی ہو جائے۔

(۱۴) جب کبھی کوئی جھگڑا کوئی باہمی اختلاف پیش آئے تو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۲۴)

جن قبائل سے آپ نے یہ معاہدہ کیا ان میں یہود کے تین بڑے قبیلے شامل تھے جو مدینہ اور اطراف مدینہ میں رہتے تھے۔ بنی قینقلع۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ۔ ان قبائل نے جو مکہ

منہ ذکرنا عن ابن النضر واصل بن النضر واصل بنی قریظہ۔ فنقض الثلاثۃ العہد طائفۃ بعد طائفۃ فبن علی بنی قینقلع

وابی بنی النضر واصل بنی قریظہ ویتاوی بیان ذلك كما مفصلا انشاء الله تعالى۔ فتح الباری ص ۳۱۴ ج ۷

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے گریز کیا۔ اس لیے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے یہ عہد نامہ لکھوایا تاکہ فتنہ اور فساد پھیلا سکیں مگر تینوں قبیلوں نے یکے بعد دیگرے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور اسلام کی دشمنی اور اس کے خلاف سازشوں میں پورا پورا حصہ لیا اور اپنے کیے کی سزا بھگتی جیسا کہ آئندہ غزوات کے بیان میں آئے گا۔

ابو عبیدہ کتاب الاموال میں فرماتے کہ یہ عہد نامہ جزیہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے لکھا گیا اور اسلام اس وقت ضعیف تھا اور ابتداء میں یہ حکم تھا کہ اگر یہود مسلمانوں کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کریں تو مالی غنیمت میں سے اُن کو کچھ حصے دیا جائے اسی وجہ سے اس عہد نامہ میں یہودیہ شرط عائد کی گئی کہ جنگی اخراجات میں اُن کو بھی حصہ لینا پڑے گا (۱) تنبیہ : معاہدہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معاہدہ مسلمانوں اور یہود کے درمیان اس طور پر ہوا کہ مسلمان متبوع ہوں گے اور یہود ان کے تابع ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فریقین کے مسئلہ حاکم ہیں اور جب کوئی اختلاف پیش آئے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور جو آپ فیصلہ فرمائیں گے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

یہ معاہدہ اس نوع کا ہے جیسے اہل اسلام اور ذمیین کے درمیان ہوتا ہے مگر بالکل اُس جیسا نہیں اس لیے کہ ہجرت کے بعد کا وقت اسلام کے اقتدار اور سیادت کا بالکل آغاز ہے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ سے اسلامی حکومت کا دور شروع ہوتا ہے۔ بعض مسلمان جو کانگریس کے ساتھ اتحاد کے قائل ہوئے اس اتحاد کے لیے جب اُن کو کتاب و سنت میں کوئی گنجائش نہ ملی تو اس معاہدہ سے استدلال شروع کیا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اس لیے کہ اس معاہدہ کی تمام دفعات از اول تا آخر اس امر کی شاہد ہیں (۱) رض لانٹ ج ۲: ۷۱۱ کہ اسلام کا حکم غالب ہے گا اور غیر مسلم قوم حکم اسلام

کے تابع رہے گی۔ جیسا کہ سیر کبیر وغیرہ میں یہ شرط مصرح ہے ہندو مسلم اتحاد کے حامیوں کی یہ ایک نئی ایجاد ہے اور نیا اجتہاد ہے جس کی دین میں کوئی بنیاد نہیں۔

### واقعات متفرقہ ۱۰

(۱) قبار سے مدینہ منورہ آنے کے بعد کلثوم بن ہدم نے جن کے مکان پر قبار کے زمانہ قیام میں آپ فروکش رہے انتقال کر گئے (۱)

(۲) مسجد نبوی کی تعمیر سے آپ ہنوز فارغ ہوئے تھے کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقیب بنی النجار انتقال کر گئے۔ بنو النجار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ ان کی بجائے کسی اور کو نقیب مقرر فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم میرے ماموں ہو میں تم سے ہوں اور میں تمہارا نقیب ہوں۔

آپ کا بنی النجار کی نقابت قبول فرمانا یہ بنی النجار کے مناقب میں سے ہے جس پر وہ لوگ فخر کرتے تھے (۲) (۱۰)

(۳) اور اسی سال مشرکین مکہ کے دوسرے داروں نے انتقال کیا۔ ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل یعنی عمرو بن العاص فاتح مصر کے والد نے انتقال کیا (۳)

(۴) اور اسی سال مدینہ پہنچنے کے آٹھ ماہ بعد ماہ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروسی فرمائی جن سے ہجرت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ غمگین ہو چکے تھے۔

عقد کے وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ یا سات سال تھی اور رخصت کے وقت نو سال کی تھی۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد ۲ھ میں حضرت عائشہ سے خلوت فرمائی (۴)

(۵) ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینہ منورہ آئے تو مدینہ کے تمام کنوئیں کھاری

(۱) روض الافلاک - ج: ۲، ص: ۱۷ (۱) تازیخ طبری ج: ۲، ص: ۲۵۷ (۲) ۴۴، ۴۵ (۳) تاریخ طبری ج: ۲، ص: ۲۵۷



تھے صرف ایک بیوہ کا پانی خیریں تھا جس کا مالک ایک یہودی تھا کہ جو بغیر قیمت کے پانی نہ دیتا تھا۔ فقرا و مسکین کو دشواری پیش آئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیروہ کو خرید کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دستِ مبارک پر جنت کے ایک چشمہ کے معاوضہ میں فروخت کیا اور مسلمانوں کے لیے وقف فرمایا کہ جس کا بھی چاہے اس سے پانی بھرے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن فرمایا ہے۔

یہ حدیث نہایت مشہور ہے۔ ترمذی کے علاوہ اور بھی ائمہ حدیث نے اس کی تخریج کی ہے تفصیل کے لیے کنز العمال کی مراجعت کریں (۱) حضرت عثمان غنیؓ کے اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے اجمالاً کتاب المساقات اور کتاب الوقف میں ذکر فرمایا ہے۔

### اسلام صرتہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ :

صرتہ بن ابی انس انصاری بخاری رضی اللہ عنہ ابتداء ہی سے توحید کے دلدادہ اور کفر و شرک سے متنفر اور بیزار تھے ایک مرتبہ دینِ مسیحی میں داخل ہونے کا ارادہ بھی کیا لیکن (غالباً انصاری کے مشرکانہ عقائد کی بنا پر) ارادہ فسخ کر دیا۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے کبھی باریک کپڑا نہ پہنتے تھے ہمیشہ موٹے کپڑوں کا استعمال کرتے تھے۔

عبادت کے لیے ایک شخص کو ٹھہری بنا رکھی تھی جس میں حائضہ اور جنب کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی اور یہ کہا کرتے تھے ”اَعْبُدْ رَبَّ اِبْرَاهِيمَ“ ابراہیم علیہ السلام کے رب کی عبادت کرتا ہوں۔

اپنے زمانہ کے بڑے شاعر تھے۔ اشعار تمام تر حکیمانہ و غلط اور نصیحت سے بھرے ہوئے تھے۔

(۱) تاریخ طبری : ۱، ص ۶۵، ۶۶ علامہ بن ہاشم نے اپنی سیرۃ میں دو قصید بیان کیں حضرت ابی علمیرۃ ابن ہاشم ص ۱۸۵ ج ۱ کی مراجعت کریں۔

جب نبی اکرم صلی اللہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو صرم بہت معمر اور بوڑھے ہو چکے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے اور یہ اشعار کہے۔

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة یذکر لویلیقی صدیقاً مواتیا  
حضور نے مکہ مکرمہ میں دس سال سے زیادہ قیام کیا لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور اس کے متمنی تھے کہ کوئی دوست اور مددگار مل جائے۔

ويعرض فی اهل المواسم نفسہ فلم یر من یؤدی ولم یر داعیا  
اور اہل موسم پر اپنے نفس کو پیش فرماتے ہیں کہ مجھ کو اپنے یہاں لے جائے اور ٹھکانہ دے  
مگر کوئی ٹھکانہ دینے والا اور دعوت دینے والا نہ ملا۔

فلما اتانا اظہر اللہ دینہ فاصبح مسرور بطنیت راضیا  
پس جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو غلبہ عطا کیا اور مدینہ سے مسرور اور راضی ہوئے۔

والقی صدیقاً واطمأنت بہ النوی وکان لہ عوناً من اللہ بادیا  
اور یہاں آکر دوست بھی ملے اور فرقت وطن کے غم سے بھی اطمینان ہوا اور وہ دوست من جانب اللہ آپ کے لیے کھلا معین اور مددگار ہوا۔

یقص لنا ما قال نوح لقومه وما قال موسیٰ اذا جاب لمنا دیا  
ہم آپ ہمارے لیے وہ باتیں بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے بیان کیں۔

فاصبح لایخشی من الناس لحداً قریباً ولا یخشی من الناس ناشیا  
اور یہاں آکر ایسے مطمئن ہوئے کہ کسی کا ڈر نہ رہا نہ قریب کا نہ بعید والے کا۔

بذلنا له الاموال من جل مالنا وانفسنا عند الوعى والتاسيا  
ہم نے تمام مال آپ کے لیے نثار کر دیا اور لڑائی کے وقت اپنی جانیں آپ کے  
لیے قربان کر دیں۔

ونعلم ان الله لا شئ غيره ونعلم ان الله افضل هاديا  
اور ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقہ کوئی شے موجود ہی  
نہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ ہی سب سے بہتر ہدایت کرنے والا ہے اور  
توفیق دینے والا ہے۔

نعادی الذی عادى من الناس کلهم جمیعا وان کان الحبيب مصافیا  
ہم ہر اس شخص کے دشمن ہیں کہ جو آپ کا دشمن ہو اگرچہ وہ ہمارا کتنا ہی محب مخلص  
کیوں نہ ہو۔

## ۲۔ ہجری

تحويل قبلہ: جب تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے۔ اس وقت تک  
بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے مگر اس طرح کہ بیت اللہ  
بھی سامنے رہے جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ صورت  
نہ ہو سکی کہ دونوں، قبلوں کو جمع فرما سکیں۔ اس لیے بحکم الہی سولہ یا سترہ  
مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

قبل اس کے کہ تحويل قبلہ کا حکم نازل فرمائیں آپ کے دل میں کعبۃ اللہ کی  
طرف نماز پڑھنے کا شوق اور داعیہ پیدا فرما دیا۔ چنانچہ آپ بار بار آسمان کی طرف  
نظر اٹھا اٹھا کر دیکھتے تھے کہ کب کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم نازل ہو۔  
چنانچہ نصف ماہ شعبان ۱۔ ہجری میں یہ حکم نازل ہوا۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔

حق جل و علانے پارۂ دوم کے ابتداء میں ہی تحویل قبلہ کے حکم اور اس کے سرور و حکم کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ ناظرین کتب تفسیری کی مراجعت کریں۔

### صفہ اور اصحاب صفہ

تحویل قبلہ کے بعد جب مسجد نبوی کا رخ بیت اللہ کی طرف ہو گیا تو قبلہ اول کی طرف دیوار اور اس کے متصل جو جگہ تھی وہ اُن فترار و غریبار کے ٹھہرنے کے لیے بدستور چھوڑ دی گئی کہ جن کے لیے کوئی ٹھکانہ اور گھر بار نہ تھا۔ یہ جگہ صفہ کے نام سے مشہور تھی۔

صفہ اصل میں سائبان اور سایہ داجگہ کو کہتے ہیں۔ وہ ضعیف و سلبین اور فترار شاکرین جو اپنے فقر پر فقط صابر ہی نہ تھے بلکہ امرار اور اغیار سے زیادہ شاکر اور سرور تھے۔ جب احادیث قدسیہ اور کلمات نبویہ سننے کی غرض سے بارگاہ نبوت و رسالت میں حاضر ہوتے تو یہاں تک پڑے رہتے تھے۔ لوگ ان حضرات کو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ گویا یہ اس بشیر و نذیر اور نبی فقیرؐ کی خانقاہ تھی جس نے بہ ہزار رضار و رغبت فقر کو دنیا کی سلطنت پر ترجیح دی۔

اور اصحاب صفہ راباب توکل اور اصحاب تبلی کی ایک جماعت تھی جو یل و نہار تزکیہ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم پانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر رہتی تھی نہ ان کو تجارت سے کوئی مطلب تھا اور نہ زراعت سے کوئی سروکار تھا۔

یہ حضرات اپنی آنکھوں کو آپ کے دیدار پر انوار کے لیے اور کانوں کو آپ کے

علم حافلہ ابن تیمیہ قدس سرہ نے اجواب الصیح میں کسی مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء سابقین پر افضلیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس لیے افضل تھے کہ سلیمان علیہ السلام نبی بادشاہ تھے اور آپ نبی فقیر تھے۔ کما قال موسیٰ علیہ السلام رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر ۱۲۔

کلماتِ قدیر کے سننے کے لیے اور جسم کو آپ کی صحبت اور معیت کے لیے وقف کر چکے تھے۔

وان حدثوا عنہما فکلی مسامع وکلی اذا حدثہما السن تتلو  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ستر اصحابِ صفہ کو  
کو دیکھا کہ ان کے پاس چادر تک نہ تھی فقط تہ بند تھا یا کبیل جس کو اپنی گردنوں میں  
باندھ لیتے تھے اور کبیل بھی اس قدر چھوٹا تھا کہ کسی کے آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا  
اور کسی کے ٹخنوں تک اور ہاتھ سے اس کو تھامتے کہ

کہیں ستر نہ کھل جائے۔ بخاری شریف ص ۶۳ باب نوم الرجال فی المسجد۔  
واللہ بن اسحق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اصحابِ صفہ میں تھا ہم میں  
سے کسی کے پاس ایک کپڑا بھی پورا نہ تھا۔ پسینہ کی وجہ سے بدن پر میل کچیل جھاڑتا تھا  
(حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۱) جو بارگاہِ خداوندی میں ہزار نظامتوں سے زیادہ محبوب  
اور پسندیدہ تھا۔ یہ حضرات وہی اشعث و اغبر (پرگندہ سر اور گرد آلود) تھے کہ اگر  
خدا پر قسم کھا بیٹھتے تھے تو خدا ان قسم کو پورا کرتا تھا۔

عجاہد فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذاتِ  
پاک کی کہ جس کے سوا کوئی خدا نہیں کہ میں بسا اوقات بھوک کی وجہ سے اپنا شکم سینہ  
زمین پر لگا دیتا رہتا کہ زمین کی نمی اور برودت سے بھوک کی حرارت میں کچھ خفت  
آجائے اور بسا اوقات پیٹ کو پتھر باندھ لیتا تھا تاکہ سیدھا کھڑا ہو سکوں۔

ایک روز سر راہ جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ابو بکر صدیقؓ ادھر سے گزرے میں نے  
ان سے ایک آیت قرآنی کا مطلب دریافت کیا اور غرض یہ تھی کہ وہ میری صورت  
اور ہمت کو دیکھ کر کھانا کھانے کے لیے اپنے ہمراہ لے جائیں لیکن ابو بکر بچلے گئے  
(غرض کو سمجھے نہیں)۔

اسی طرح پھر حضرت عمرؓ گزرے ان سے بھی اسی طرح آیت قرآنی کا مطلب دریافت کیا مگر وہ بھی گزرے چلے گئے۔

کچھ دیر بعد ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم (جن کو خداوند ذوالجلال نے غیرات برکات کا قاسم (تقسیم کرنے والا ہی بنا کر بھیجا تھا) ادھر سے گزرے دیکھتے ہی پہچان گئے اور مسکراتے اور فرمایا اے ابوہریرہؓ (یعنی اے ابوہریرہؓ)۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا میرے ساتھ چلے آؤ۔ میں آپ کے ساتھ ہوا۔ آپ گھر پہنچے۔ دیکھا تو ایک پیالہ دودھ رکھا ہے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا۔ گھر والوں نے کہا فلاں نے آپ کو یہ ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوہریرہؓ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کا گھر نہ ان کے پاس کچھ مال تھا غرض یہ کہ ان کا کوئی ٹھکانہ تھا۔ آپ کے پاس جب کہیں سے صدقہ آتا تو اصحاب صفہ کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے ملتے کہ صدقہ آپ پر حرام تھا اور اگر ہدیہ آتا تو خود ہی اس میں سے کچھ تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کرتے اس وقت آپ کا یہ حکم دینا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ میرے نفس کو کچھ شاق گذرا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک پیالہ دودھ کا اصحاب صفہ کے لیے کافی ہوگا۔ اس دودھ کا تو سب سے زیادہ حقدار میں تھا کہ کچھ پی کر طاقت اور توانائی حاصل کرتا پھر یہ کہ اصحاب صفہ کے آنے کے بعد مجھ ہی کو اس کی تقسیم کا حکم دیں گے اور تقسیم کے بعد یہ امید نہیں کہ میرے لیے اس میں سے کچھ بچ جائے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے چارہ نہ تھا۔

چنانچہ اصحاب صفہ کو بلا کر لایا اور آپ کے حکم سے ایک ایک کو بلانا شروع کیا۔ سب سیراب ہو گئے تو میری طرف دیکھ کر آپ مسکراتے اور فرمایا کہ صرف

میں اور توباقی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا بالکل درست ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پینا شروع کرو۔ میں نے پینا شروع کیا اور آپ برابر یہ فرماتے رہے۔  
اور پیو اور پیو یہاں تک کہ میں بول اٹھا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ اب بالکل گنجائش نہیں۔ آپ نے پالہ میرے ہاتھ سے لے لیا اور اللہ کی حمد کی اور ہم اللہ چڑھ کر حویاتی تھا اس کو پی لیا۔

(بخاری شریف کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ تخلیم من الدنیا)

عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صحابہ پر تقسیم فرمادیتے کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ ایک کو اور جس کے پاس تین کا ہو وہ چوتھے کو اپنے ہمراہ لے جاتے اور علیؑ (بخاری شریف) محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو لوگوں پر تقسیم فرمادیتے کوئی دو کو لے جاتا اور کوئی تین کو اور علیؑ ہذا اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اسی اسی آدمی اپنے ہمراہ لے جاتے اور ان کو کھانا کھلاتے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اہل صفہ میں تھا جب شام ہوتی تو ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ آپ ایک ایک دو دو کو اغیار صحابہ کے سپرد فرمادیتے اور جو باقی رہ جاتے ان کو اپنے ساتھ شریک طعام فرماتے۔ کھانے سے فراغ ہو کر ہم لوگ شب کو مسجد میں سو جاتے (فتح الباری باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ تخلیم من الدنیا)۔

مسجد نبوی کے دو ستونوں میں ایک رستی بندھی رہتی تھی جس پر انصار اپنے باغات  
عبدالرحمن بن ابی بکر کی اس حدیث کو امام بخاریؒ نے جامع الصحیح میں متعدد مواضع میں ذکر فرمایا ہے  
مشکوٰۃ بلب السمرج الاہل والصفیہ ص ۴۱۱ اور باب علامات النبوة فی الاسلام ص ۵۰۵۔

سے خوشی لالا کہ اصحاب صفہ کے لیے نکالتے تھے۔ اصحاب صفہ ان کو لکڑیوں سے جھاڑ کر کھاتے۔ معاذ بن جبل ان کے منظم اور نگہبان تھے۔ وفاء الوفاء ص ۳۲۴۔  
 عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور دست مبارک میں عصا تھا دیکھا کہ ایک خراب خوشہ لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے اس خراب خوشہ پر عصا لگا کر فرمایا کہ اگر یہ صدقے والا جاہتا تو اس سے بہتر خوشہ صدقہ میں لاسکتا تھا۔

اس حدیث کو سنائی نے روایت کیا ہے سند اس کی قوی ہے۔  
 ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا ہر باغ والا ایک ایک خوشہ لاکر مساکین کے لیے مسجد میں لٹکائے۔ فتح الباری ص ۳۱۳ باب القسمة وتعلیق القنونی المسجد۔

ادرجا بر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

فی کل عشرة اثناء قنوی وضع ہر دس خوشوں میں سے ایک خوشہ لاکر  
 فی المسجد للمساکین۔ طحاوی مسجد میں مساکین کے لیے رکھا جانا  
 باب العرا یا ص ۳۱۳ ج ۲ - ضروری ہے۔

سند اس حدیث کی قوی ہے اور راوی تمام ثقہ ہیں۔  
 مسئلہ: بھوکوں اور پیاسوں کے لیے مسجد میں پانی اور اخیار خوردنی کا لاکر رکھنا نہایت پسندیدہ اور مستحسن ہے۔

ملہ حافظ عقلانی فرماتے ہیں سند اس کی اگرچہ قوی ہے مگر بخاری کی شرط پر نہیں اس لیے امام بخاری نے اس کی تخریج نہیں فرمائی لیکن ترجمۃ الباب (باب القسمة وتعلیق القنونی السلام) میں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا جیسا کہ امام ہمام کی علامت ہے ۱۲۔



عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں ایک سال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ایک دن فرمانے لگے ہاں تو وہ ہمارا زمانہ بھی دیکھتا کہ جب کئی کئی دن ہم پر ایسے گزرتے تھے کہ آنا کھانا بھی قسیر آتا تھا جس سے ہم کمر ہی سیدھی کر لیں۔ یہاں تک کہ بخور ہو کر بیٹ سے پتھر باندھتے تاکہ کمر سیدھی ہو سکے (اندرجہ احمد) فتح الباری ص ۲۳۲۔

فضالت بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بسا اوقات اصحاب صفہ بھوک کی شدت کی وجہ سے عین حالت نماز میں بیہوش ہو کر گر جاتے باہر سے اگر کوئی اعرابی اور بردی آتا تو ان کو دیوانہ اور مجنون سمجھتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آتے اور ان الفاظ میں ان کی دلاسا اور تسلی فرماتے۔

لو تعلمون ما کم عند اللہ لاجبتم ان تنزادوا فقرا و حاجۃ (وفاء الوفاء ص ۳۲۲) و اخذ ابو یوسف فی الحلیۃ مختصرا ص ۳۳۹ ج ۱) ہمارے لیے کیا تیار ہے تو البتہ تم تنگ کرتے کہ ہمارا یہ فقر اور فاقہ اور بڑھ جائے۔

## صفات اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم

عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے چیدہ اور پسندیدہ اور رفیع المرتبت افراد وہ ہیں کہ جن کے متعلق مجھ کو طارِ اعلیٰ (ملائکہ مقربین) نے یہ خبر دی ہے کہ وہ لوگ ظاہر میں خدائے عز و جل کی رحمت و اسعہ کا خیال کر کے بہتے ہیں اور دل ہی دل میں خداوند الجلال کے عذاب و عقاب کی شدت کے خوف سے روتے رہتے ہیں۔ صبح و شام خدا کے پاکیزہ اور پاک گھروں یعنی مسجدوں میں خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

نباؤں سے خدا کو رغبت اور رہبت (امید اور خوف) کے ساتھ پکارتے

رہتے ہیں اور دلوں سے اس کی تقار کے مشتاق ہیں۔ لوگوں پر ان کا بار نہایت ہلکا اور خود ان کے نفوس پر وہ نہایت بھاری اور گراں۔ زمین پر پایادہ نہایت آہستگی اور سکون کے ساتھ چلتے ہیں اکڑتے اور اترتے ہوئے نہیں چلتے چوٹی کی چال چلتے ہیں یعنی ان کی رفتار سے تواضع اور مسکنت ٹپکتی ہوئی ہوتی ہے

قرآن کی تلاوت کرتے ہیں پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہنتے ہیں۔ ہر وقت خداوند ذوالجلال کے زیر نگاہ رہتے ہیں۔ خدا کی آنکھ ہر وقت ان کی حفاظت کرتی ہے روہیں ان کی دنیا میں ہیں اور دل ان کے آخرت میں۔ آخرت کے سوا ان کو کیں کا فکر نہیں ہر وقت آخرت اور قبر کی تیاری میں ہیں۔

ازدروں شوآشنا و از برون بگاہ نہ باش ایں چنیں زیباروش کم می بود اندر جہاں  
بعد ازاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعَبَدَ (ومدہ) اس شخص کے لیے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری دھمکی سے ڈرے (۱)

اسماۃ اصحاب صفہ

اصحاب صفہ کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ عارف سہروردیؒ نے عوارف میں لکھا ہے کہ اصحاب صفہ کی تعداد چار سو تک بھی پہنچی ہے۔

ابو عبد الرحمن سلمیٰ اور ابن اعرابی اور حاکم نے ان کے اسماء و احوال جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سب کو جمع کر دیا اور زہاد صحابہ اور اصحاب صفہ کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔

دیکھو فتح الباری ص ۲۴۵ ج ۱۱۔ باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ و تخیلیم عن الدنیا۔

(۱) حلیۃ الاولیاء۔ ج ۱، ص ۱۶۔ علیہ حلیۃ الاولیاء مصر مصنف شائع ہوئی ہے (۴۴۴ھ)

جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

- ۱- ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ
- ۲- عمار بن یاسر ابو الیقظان رضی اللہ عنہ
- ۳- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- ۴- مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ۵- خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ
- ۶- بلال بن رباح رضی اللہ عنہ
- ۷- صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ
- ۸- زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ یعنی حضرت عمر بن الخطاب کے بھائی۔
- ۹- ابو مرثدہ کناز بن حصین عدوی رضی اللہ عنہ۔
- ۱۰- ابو کبشہ مولیٰ رسول اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ
- ۱۱- صفوان بن بیضی رضی اللہ عنہ
- ۱۲- ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہ
- ۱۳- سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ
- ۱۴- مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ
- ۱۵- عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ
- ۱۶- مسعود بن ربیع رضی اللہ عنہ
- ۱۷- عیمر بن عوف رضی اللہ عنہ
- ۱۸- عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ
- ۱۹- ابولبابہ رضی اللہ عنہ
- ۲۰- سالم بن عیمر رضی اللہ عنہ
- ۲۱- ابولشکر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ۲۲- خبیب بن سیاف رضی اللہ عنہ
- ۲۳- عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ
- ۲۴- جندب بن جنادہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ
- ۲۵- عقبہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ
- ۲۶- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ نکاح سے پہلے ابن عمر اہل صفہ کے ساتھ رہتے تھے اور انہی کے ساتھ مسجد میں شب گزارتے تھے۔
- ۲۷- سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
- ۲۸- حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ
- ۲۹- ابو الدرداء عیمر بن عامر رضی اللہ عنہ
- ۳۰- عبداللہ بن زید جہنی رضی اللہ عنہ

۳۱- مجاہد بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ	۳۴- معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ
۳۲- ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ	۳۵- سائب بن خلاد ربنی اللہ عنہ۔
۳۳- ثوبان مولى رسول اللہ صلی علیہ وسلم رضی اللہ عنہ	۳۶- ثابت ودیعہ رضی اللہ عنہ۔
	(مستدرک ص ۱۸۳)

## صوم رمضان

اسی سال شعبان کے اخیر عشرہ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (۱)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو صوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کے روزہ رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ اب صوم عاشوراء کے متعلق اختیار ہے چاہے روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے (بخاری شریف)

سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کرائے کہ جس شخص نے نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے اور جس نے کھایا وہ بھی شام تک روزہ دارد کی طرح نہ کھائے (بخاری شریف باب اذا نومی بالنهار صوما) تفصیل کے لیے فتح الباری اور طحاوی کی مراجعت کریں۔ زکوٰۃ الفطر اور نماز عید

ماہ رمضان کے ختم ہونے میں دو دن باقی تھے کہ صدقۃ الفطر اور صلاۃ العید کا حکم

نازل ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔  
تحقیق فلاح پائی اس شخص نے کہ جو باطنی  
نجاستوں اور کدورتوں سے پاک ہوا اور اللہ

(الاعلیٰ، ۱۴) کا نام لیا اور عید کی نماز پڑھی۔

عمر بن عبدالعزیز اور ابو العالیہ اس آیت کی اس طرح تفسیر فرماتے تھے۔ فلاح  
پائی اس شخص نے جس نے زکوٰۃ فطر ادا کی اور عید کی نماز ادا کی (۱)

### صَلَاةُ الْأَضْحَىٰ اور قربانی

• اور اسی سال بقرعید کی نماز اور قربانی کا حکم ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ  
وَأَنحَرْ ۝  
اللہ کے لیے عید کی نماز ادا کیجیے اور قربانی  
کیجیے۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صلاۃ الاضحیٰ (بقرعید کی  
نماز) اور قربانی مراد ہے۔ احکام القرآن للجصاص ص ۵۷، ج ۳

### درود شریف

ابو ذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم بھی سلسلہ  
میں نازل ہوا اور بعض کہتے ہیں شب معراج میں یہ حکم ہوا (فتح الباری۔ تفسیر سونہ  
الاحزاب ص ۱۱۷، ج ۸)

### زکوٰۃ المال

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مال کی سالانہ زکوٰۃ کب فرض ہوئی۔ جمہور کا  
قول یہ ہے کہ بعد ہجرت کے فرض ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ سلسلہ میں اور بعض کہتے  
ہیں کہ سلسلہ میں صوم رمضان کی فرضیت کے بعد فرض ہوئی۔

(۱) احکام القرآن۔ مجماص۔ ج ۳ : ص ۴۳

مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور نسائی اور ابن ماجہ میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پیشتر ہم کو صدقۃ الفطر دینے کا حکم فرمایا۔ امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مالِ ہجرت سے پہلے فرض ہوئی جیسا کہ ہجرت حبشہ کے واقعہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے دریافت کیا کہ تمہارے نبی تم کو کس چیز کا حکم کرتے ہیں تو حضرت جعفرؓ نے یہ جواب دیا۔

انہ یا امرنا بالصلاۃ والزکوۃ تحقیق وہ نبی ہم کو نماز اور زکوٰۃ اور روزہ والصیام۔ (فتح الباری ص ۳۱۱) کا حکم دیتا ہے۔ حافظ عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وفیه فرض الصوم والزکوۃ للفطر والعیدین بالصلاۃ  
بخطبتین بعد والاضحیۃ کذا ان رکوۃ ما لہم والقبلہ  
اور اسی دوسرے سال میں رمضان کے روزے اور زکوٰۃ الفطر یعنی صدقۃ الفطر اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز شروع ہوئی اور عید کی نماز کے بعد دو خطبے اور قربانی اور زکوٰۃ مال بھی اسی سال شروع ہوئی اور اسی سال تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔  
للمسجد الحرام والبناء بعائش کذلک السہراء  
اور اسی سال عائشہ صدیقہؓ سے عروسی کی اور اسی سال حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح فرمایا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

# دیگر مطبوعات



**اسلامک ایجوکیشنل ٹرسٹ، یو۔ کے۔**

قاری عبدالرشید نیلر

119-121 ہالی ویل روڈ، پوٹن۔ BL13NE

فون / فیکس : 01204 389080، موبائل : 07930 464843

**دارالعلوم المدنیہ، یو۔ ایس۔ اے**

182، سویتسکی سٹریٹ۔ نیا یو۔ 14212-NY

فون : 0716 892 2606، فیکس : 0716 892 6621

ای میل : office@madania.org

**صدیقی ٹرسٹ**

صدیقی ہاؤس، المنظر پارشمنس، 458، گارڈن ایسٹ، پی۔ او۔ کبس 609

کراچی-74800 پاکستان، فیکس : 7228823